

افکارِ شیعہ

سَعِيدُ الرَّحْمَنِ عَلَوِيّ

یہ کتاب، عقیدہ لائبریری

(www.aqeedeh.com)

سے ڈاؤنلوڈ کی گئی ہے۔

مضامین:

کتاب: ————— افکار شیعہ
مؤلف: ————— سعید الرحمن علوی رحمہ اللہ
صفحات: ————— ۵۶۰
بار اول: ————— اگست ۱۹۹۶ء

انتساب

امت مسلمہ کی نوے فیصد سے زائد اکثریت پر مشتمل،
قرآن و سنت و جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے غیر مشروط وابستگی کے حامل،
”اہل سنت والجماعت“ اور ان کے جملہ ائمہ و مشائخ کے نام،
جن کا علمی و روحانی ورثہ اور سلسلہ تبلیغ و جہاد،
باطل فرقوں کے اثرات سے وجود امت کے تحفظ کا ضامن ہے۔

مقدمہ

الحمد لله رب العالمین، الرحمن الرحیم، مالک یوم الدین۔
والصلاة والسلام على خاتم النبيين والمنصوصين المعصومين
وعلى خلفائه الراشدين ابي بكر وعمر وعثمان وعلى ائمة المتقين
وعلى ازواجه امهات المؤمنين واولاده واصحابه واتباعه اجمعين۔
اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم: بسم الله الرحمن الرحيم۔
امت مسلمہ کی نوے فیصد سے زائد اکثریت گزشتہ چودہ سو سال سے سنت رسول
(ص) اور جماعت صحابہ (رض) سے غیر مشروط وابستگی رکھنے والے ”اہل سنت والجماعت“ پر
مشتمل چلی آرہی ہے، جبکہ غیر سنی، مسلم اقلیتی فرقوں کی مجموعی تعداد بھی ہمیشہ دس فیصد
سے بھی کم ہی رہی ہے، جن میں ستر سے زائد فرقوں کے پیروکار شامل ہیں۔

ان غیر سنی اقلیتی فرقوں میں تاریخی و اعتقادی ہر دو اعتبار سے شیعہ، خوارج، معتزلہ
اور مرجئہ ہی وہ چار بنیادی فرقے ہیں جو تمام فرقہ بندیوں اور ذیلی گروہ بندیوں کی اساس و
بنیاد ہیں۔ جن میں سے خوارج و معتزلہ و مرجئہ مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ امت پر اپنے تمام
تر فکری و عملی اثرات کے باوجود مستقل بالذات علیحدہ فرقوں کی حیثیت سے ملحوظ مردم
شماری صدیوں سے تقریباً مفقود و معدوم ہیں، اگرچہ خلیج فارس و دیگر مقامات پر بعض خارجی
فرقوں (اباضیہ وغیرہ) کا وجود نیز عالم عرب و اسلام کے مختلف مقامات پر ان فرقوں سے وابستہ یا
متاثر افراد و جماعات و تصانیف کی موجودگی آج بھی ماضی کے ان تین متحرک و مؤثر فرقوں کی
عظمت رفتہ کا سراغ فراہم کرتی ہے۔

مگر جس فرقہ نے امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ نہ صرف اپنے وجود و تشخص کو برقرار
رکھا بلکہ تعداد و اثرات کے لحاظ سے تمام غیر سنی فرقوں پر سبقت لے گیا، وہ عقیدہ امامت
علی و آل علی (رض) کا علمبردار فرقہ شیعہ ہے جو امامت علی و آل علی کو توحید و رسالت و
قیامت پر ایمان کی طرح جزو عقیدہ و ایمان قرار دیتا ہے اور بعد ازاں تعداد ائمہ و دیگر امور
میں باہم اعتقادی و عملی اختلافات کی بناء پر مزید کئی مستقل بالذات شیعہ فرقوں میں تقسیم
در تقسیم ہے، جن میں سے کیسانیہ، زیدیہ، اسماعیلیہ، نوربخشیہ، اثنا عشریہ اور نصیریہ (علویہ

افکار شیعہ

فہرست عنوانات

- 1- مقدمہ ۴
- 2- باب اول۔۔۔ قرآن مجید ۴۰
- 3- باب دوم۔۔۔ حدیث نبوی ۱۰۳
- 4- باب سوم۔۔۔ عقیدہ امامت ۱۲۳
- 5- باب چہارم۔۔۔ صحابہ کرام (رض) ۲۰۲
- 6- باب پنجم۔۔۔ تقیہ، متعہ، رجعت، بداء ۳۴۸
- 7- باب ششم۔۔۔ ارکان اسلام ۳۹۱
- 8- باب ہفتم۔۔۔ مجموعی فتاوی تکفیر شیعہ اثنا عشریہ ۴۵۲
- 9- کلام آخر ۵۳۷
- 10- فہرست المراجع (عربی، فارسی، اردو، انگریزی) ۵۳۳

اِس عہدہ برعصب خلافت زعلی نیست

باآل عمر کینہ قدیم است عجم را۔

(حضرت عمر نے عجم کے چیتوں کی کمر توڑ کر رکھ دی اور سلطنت حبشہ کے رگ و ریشہ کو فنا کے گھاٹ اتار دیا۔ اس جھگڑے کا سبب حضرت علی سے خلافت کو زبردستی چھین لینا نہیں ہے بلکہ اہل عجم تو آل عمر (اولاد و وابستگان عمر) سے قدیم زمانوں ہی سے بغض و کینہ اور دشمنی رکھتے ہیں)۔

مگر اس تمام تر شیعہ جبروت شدہ کے باوجود غیر فارسی دان ایرانی علاقوں، کردستان و سیستان و بلوچستان و خوزستان وغیرہ کی سنی اکثریت نیز آذربائیجان و دیگر علاقوں کی کثیر التعداد سنی آبادی کو نہ تو ختم کیا جاسکا ہے اور نہ ہی مذہبی مردم شناری کی عدم موجودگی میں غیر جانبدار محققین کی اس رائے کو مسترد کیا جاسکا ہے کہ اہل سنت آج بھی ایران کی کل آبادی کے چالیس سے پچاس فیصد کے مابین ہیں۔ اس نقطہ نظر کی ترجمانی جدید مغربی مفکر جی ایچ جینسن کے درج ذیل بیان سے بخوبی ہو جاتی ہے:-

"In Iran, the Sunnis are very nearly half the population of the country and are different, both racially and / or linguistically, from the Farsi - speaking Shias on the central plateau which the Sunnis surround."

(G.H.Gansen, Militant Islam, New York, Harper and Row Publishers, 1979, P. 192)۔

ترجمہ:- ایران میں اہل سنت ملک کی کل آبادی کا تقریباً نصف ہیں۔ نیز نسلی اور / یا لسانی ہر دو لحاظ سے اس مرکزی ارض مرتفع میں آباد فارسی دان شیعوں سے مختلف ہیں، جس کے گرد اگر دینی علاقے ہیں۔

اور اگر اس سنی آبادی میں غیر اثنا عشری شیعہ فرقوں (زیدیہ، اسماعیلیہ، نور علیہ وغیرہ) کی ایرانی آبادی کو بھی شامل کر لیا جائے تو ایران میں شیعہ اثنا عشریہ جمعہ کی سادہ اکثریت بھی مشکوک تر قرار پاتی ہے۔ حتیٰ کہ اگر غیر مسلم ایرانی اقلیتوں (یسود و نصاریٰ، زرتشت و بہائی

دروزیہ) معروف تر ہیں۔ اور اگرچہ تعداد کے لحاظ سے یمن و دیگر مقامات پر زیدیہ کئی ملین کی تعداد میں ہیں اور برصغیر و دیگر بلاد و امصار میں اسماعیلیہ کی مجموعی تعداد دو کروڑ سے زائد بتائی جاتی ہے، نیز گلگت و بلتستان اور کشمیر و ایران وغیرہ میں نور علیہ اور شام و لبنان میں نصیریہ علویہ دروزیہ بھی لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں، مگر فرقہ اثنا عشریہ کے پیروکار زیدیہ و اسماعیلیہ جیسے کثیر التعداد شیعہ فرقوں کی نسبت بھی کہیں زیادہ تعداد میں ہیں۔ اور ان تمام مذکورہ و غیر مذکورہ شیعہ فرقوں کے برعکس فرقہ اثنا عشریہ کو ایران جیسی قدیم و عظیم مملکت میں گزشتہ پانچ صدیوں سے سرکاری عقیدہ و مذہب کی حیثیت سے تحفظ و حمایت بھی حاصل ہے جو سولہویں صدی عیسوی کے آغاز میں شاہ اسماعیل صفوی کے سلطنت صفویہ کی بنیاد رکھنے اور اثنا عشری جعفری عقیدہ و فقہ کو سرکاری عقیدہ و فقہ قرار دینے کا نتیجہ ہے۔

اس اقدام کے بعد صدیوں سے سنی العقیدہ اکثریت کے حامل ایران کو نہ صرف شیعہ اکثریت کے ایران میں تبدیل کرنے کے لئے تمام سرکاری وسائل بروئے کار لائے گئے بلکہ اس ضمن میں جبر و اکراہ اور قتل و جلا وطنی کے ذریعے وسیع پیمانے پر جو خوفناک مظالم ڈھائے گئے ان پر ایران کے نمایاں ترین جدید شیعہ مفکر و مصنف ڈاکٹر علی شریعتی نے برملا اظہار نفرت کیا ہے اور اسے اعتقادی و انسانی ہردو لحاظ سے قابل مذمت قرار دیا ہے۔ (بحوالہ تشیع علوی و تشیع صفوی وغیرہ)۔ نیز انصاف پسند ایرانی علماء و مجتہدین بھی اس طرز عمل کی کوئی قابل قبول توجیہ پیش کرنے سے بالعموم قاصر ہیں۔

اسی جبر و اکراہ اور ظلم و ستم کی ایک یادگار برصغیر و افغانستان و ترکستان کے مختلف بلاد و امصار میں مقیم ان لاکھوں سادات قریش و بنی ہاشم (قریشی، صدیقی، فاروقی، عثمانی، اموی، ہاشمی، عباسی، علوی، حسنی، حسینی) کا وجود ہے جنہوں نے اپنے سنی عقیدہ کے تحفظ کی خاطر حب وطن و مملو وطن کو قربان کر کے سیدنا عمر فاروق کے فتح کردہ ایران کو زبان حال سے یہ فریاد کرتے ہوئے ہمیشہ کے لئے خیر یاد رکھ دیا:-

بگشت عمر پشت مرہبران عجم را

بریلو فنا داد رگ و ریشہ جم را

مذہبی و ثقافتی حوالوں سے عالمی سطح پر زیادہ تر سنی العقیدہ علماء و صوفیاء، شعراء و ادباء، فقہاء و محدثین اور مفسرین و مفکرین کا مرہون منت ہے اس سلسلہ میں خطیب تبریزی مؤلف مشکاة المصابیح، امام فخرالدین رازی مؤلف تفسیر کبیر، امام ابو حامد غزالی مؤلف احیاء علوم الدین نیز شیخ فرید الدین عطار و ملا جامی و سعدی و حافظ و عمر خیام کے نام بطور مثال کفایت کرتے ہیں۔ (تفصیلی معلومات کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ ادبیات ایران، مؤلفہ ڈاکٹر ذبح اللہ صفا و دیگر کتب)۔

اس پس منظر میں اگرچہ اہل سنت والجماعت کے ساتھ اہل تشیع کے مختلف فرقوں کا اعتقادی اختلاف صدیوں سے موجود ہے اور خود علمائے اہل سنت انفرادی یا اجتماعی طور پر مختلف شیعہ فرقوں کے کافر، فاسق یا مشکوک الایمان ہونے کے فتاویٰ مختلف زمان و مکان میں دیتے چلے آئے ہیں، مگر صدیوں سے جو ”شیعہ سنی کشمکش“ عالم اسلام میں برپا ہے اور جس نے امام خمینی کی زیر قیادت انقلاب ایران کے بعد پاکستان و برصغیر نیز عالم عرب و اسلام میں مذہبی و سیاسی لحاظ سے تشویش ناک صورت اختیار کر لی ہے۔ وہ ”شیعہ سنی کشمکش“ کے بجائے بالعموم ”سنی اثنا عشری تصادم“ ہے، جس سے دیگر شیعہ فرقے نہ صرف زیادہ تر لا تعلق ہیں بلکہ اثنا عشریہ کے ساتھ اپنے بعض فکری و اعتقادی یا سیاسی و ثقافتی اختلافات کی بنا پر بالعموم اس ”سنی اثنا عشری تصادم“ میں شعوری یا غیر شعوری، علانیہ یا غیر علانیہ طور پر اہل سنت والجماعت سے ہمدردی رکھتے ہیں، اور اہل سنت بھی پورے عالم اسلام میں اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ یہ کشمکش اور تصادم وسیع تر مفہوم میں ”شیعہ سنی تصادم“ نہیں بلکہ ”سنی اثنا عشری تصادم“ ہے۔ اس بات کی وضاحت رد تشیع کے حوالہ سے عالمی شہرت یافتہ سنی مفکر و مصنف، یکے از اکابر دارالعلوم دیوبند و تبلیغی جماعت، سابق نائب امیر جماعت اسلامی ہند و مدیر مجلہ ”الفرقان“ لکھنؤ، مولانا محمد منظور نعمانی کے درج ذیل بیان سے بخوبی ہو جاتی ہے جو ان کے اس مجموعہ فتاویٰ میں شامل ہے جس میں ان کے استفاء کے جواب میں برصغیر پاک و ہند و بنگلہ دیش نیز دیگر ممالک کے ایک ہزار سے زائد علماء و مفتیان کے فتاویٰ و تصدیقات بسلسلہ تکفیر شیعہ اثنا عشریہ درج ہیں:-

”ایک صفحہ۔ شیعہ اور اثنا عشریہ

شیعوں کے بہت سے فرقے تھے۔ ان کی تعداد تقریباً ستر تک ذکر کی گئی ہے۔ ان میں

وغیرہ) کو بھی ساتھ ہی مذہبی مردم شماری میں پیش نظر رکھا جائے تو شیعہ اثنا عشریہ کا کل ایرانی آبادی کا پچاس فیصد قرار پانا مزید مشکوک تر نظر آتا ہے۔ اور اس کے باوجود ایران کا سرکاری عقیدہ و مذہب، جعفری اثنا عشری اس اعتماد سے قرار دیا گیا ہے گویا کہ شیعہ اثنا عشریہ جعفریہ ایران کی کل آبادی میں غالب ترین قطعی اکثریت کے حامل ہیں۔

لہذا ایران کی کل آبادی میں شیعہ اثنا عشریہ کی محض سادہ اکثریت (پچاس تا ساٹھ فیصد) کا دعویٰ بھی عالمی سطح پر اس وقت تک تسلیم کیا جانا مشکل و محال ہے جب تک ایران میں سنی و اثنا عشری نیز دیگر مسلم و غیر مسلم فرقوں کی آزادانہ و غیر جانبدارانہ مذہبی مردم شماری غیر جانبدار عالمی اداروں کے زیر اہتمام نہ کروائی جائے اور اگر اس کے لئے ایران کی جانب سے پاکستان جیسے سنی اکثریت کے ممالک میں سنی و اثنا عشری و دیگر مسلم و غیر مسلم فرقوں کی مذہبی مردم شماری کی شرط رکھی جائے تو اس کو بسرو چشم تسلیم کرنا مستقل طور پر بہت سے فرقہ وارانہ مسائل کے حل و سدباب کے لئے سنگ میل ثابت ہو گا۔ وباللہ التوفیق۔

پچاس سے زائد مسلم ممالک پر مشتمل عالم اسلام کے حوالہ سے جی ایچ جینسن کا وہ بیان بھی قابل توجہ ہے جس کے مطابق ایک ایران کو چھوڑ کر باقی پورا عالم اسلام غالب سنی اکثریت کا حامل ہے۔

”With the only exception of Iran, the rest of the

Muslim World is Sunni.” (G.H. Ganssen, Militant Islam, P.)۔

ترجمہ:- صرف ایک ایران کو چھوڑ کر باقی پورا عالم اسلام سنی العقیدہ ہے۔

اس سلسلہ میں یہ بھی واضح رہے کہ جی ایچ جینسن کی تصنیف شائع ہونے کے بعد سوویت یونین میں شامل 86,800 مربع کلومیٹر پر مشتمل سابقہ ایرانی آذربائیجان (30 اگست 1991ء کو) ایک آزاد مملکت بن چکا ہے جس کی کل ستر لاکھ سے زائد آبادی میں ستر فیصد شیعہ اور تیس فیصد اہل سنت ہیں۔ اور اسی ترکی النسل والمان آذربائیجان کا دوسرا حصہ اب بھی مملکت ایران کا جز ہے۔ علاوہ ازیں مختلف مسلم ممالک میں بعض غیر سنی اقلیتیں بھی موجود ہیں مگر اس سے عالم اسلام کے مجموعی سنی تشخص کی نفی نہیں کی جاسکتی۔

ضمناً یہ بھی پیش نظر رہنا چاہئے کہ اسلام کے بعد ایران کا کم و بیش ہزار سالہ سنی اکثریتی دور نیز تقریباً پانچ سو سالہ اثنا عشری شاہی و سرکاری تشخص بطور مجموعی لسانی و ادبی و

کا ذریعہ قرار دیتے ہیں جو اثنا عشریہ کا طرہ امتیاز ہے۔ اس حقیقت کو ایک حقیقت پسند شیعہ قائد کا درج ذیل بیان واضح تر کرتا ہے۔ ڈاکٹر موسیٰ موسوی لکھتے ہیں:-

”شیعہ اور دیگر اسلامی فرقوں کے مابین اختلاف پر غور و فکر کے دوران میں اس قطعی نتیجے پر پہنچا کہ ان کے درمیان وجہ اختلاف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت یا حضرت علی (رض) کا کسی دوسرے کے مقابلے میں خلافت کا زیادہ حق دار ہونا نہیں ہے کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ زیدی شیعہ جو کوڑ سے زائد آبادی پر مشتمل فرقہ ہے، حضرت علی (رض) کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کا زیادہ حق دار ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں، لیکن ان کے اور اہل سنت کے درمیان اخوت و محبت اور یگانگت کی فضا قائم ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ شیعہ اور دیگر اسلامی فرقوں کے مابین تنازع کا بنیادی سبب مسئلہ خلافت نہیں بلکہ خلفاء راشدین کے متعلق شیعہ کا رویہ اور ان پر طعن و تشنیع کرنے کی روش بد ہے۔ یہی وہ امر ہے جس سے زیدی شیعہ اور بعض دوسرے فرقے محفوظ ہیں۔ اگر امامیہ شیعہ بھی زیدی شیعہ کی روش پر اکتفاء کر لیتے تو یہ چپقلش کم ہو جاتی اور اختلافات کے فاصلے سمٹ جاتے لیکن شیعہ نے خلفاء راشدین کی تنقیص شروع کر دی جس سے فتنہ برپا ہوا۔“

(ڈاکٹر موسیٰ موسوی، الشیعہ والشیعہ، اردو ترجمہ از ابو مسعود آل امام بنام اصلاح شیعہ، مطبوعہ پاکستان، فروری 1990ء، ص 9، مقدمہ)۔

چنانچہ عصر جدید میں فرقہ اثنا عشریہ کے قائد امام خمینی کی کتب کے حوالہ سے مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی فرماتے ہیں:-

”ان کی کتاب الحکومۃ الاسلامیہ (ولایۃ الفقیہ) میں امامت اور ائمہ کے بارے میں وہی خیالات ظاہر کئے گئے ہیں جو ان کو مقام الوہیت تک پہنچاتے ہیں اور ان کو انبیاء و رسل اور ملائکہ سے افضل ثابت کرتے ہیں اور یہ کہ کائنات تکوینی طور پر ان کے تابع فرمان اور زیر اقتدار ہے۔ (الحکومۃ الاسلامیہ، ص 52)۔

اسی طرح ان کی فارسی کتاب ”کشف الاسرار“ میں صحابہ رسول (ص) بالخصوص خلفائے ثلاثہ (رض) کے متعلق جرح و تنقید ہی نہیں سب و شتم کے وہ الفاظ آئے ہیں جو کسی بڑی سے بڑی ضال و مضل، فاسق و فاجر، زاح و مزین، انتہائی بد کردار اور سازشی جماعت کے لئے آسکتے ہیں۔ (کشف الاسرار فارسی، ص 113-114)۔

سے اب بھی بہت سے ہیں۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں افراط و غلو اور حضرات خلفائے ثلاثہ سے بغض و عداوت اور لعن طعن ان سب فرقوں میں قدر مشترک ہے۔ ان میں سے بعض وہ بھی تھے جن کا عقیدہ تھا کہ حضرت علی ہی انسانی شکل میں خدا ہیں اور وہ بھی تھے جن کا عقیدہ تھا کہ دراصل اللہ تعالیٰ نے علی بن ابی طالب کو نبی بنانا چاہا تھا اور جبرئیل کو وحی لے کر انہی کے پاس بھیجا تھا لیکن وہ غلطی سے محمد (ص) بن عبد اللہ کے پاس پہنچ گئے۔

ہمارے بعض فقہاء اور اصحاب فتاویٰ نے شیعوں کے ان عقیدوں کا بھی ذکر کیا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ ایسے عقیدے رکھنے والے خود شیعوں میں اقلیت میں ہیں۔ اب شیعہ عام طور پر ”اثنا عشریہ“ ہی کو کہا جاتا ہے، جن کا دوسرا معروف نام ”امامیہ“ بھی ہے۔ ان کے عقائد و نظریات راقم سطور کا کتاب ”ایرانی انقلاب، امام خمینی اور شیعیت“ میں بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔

ہمارے استفتاء اور فتاویٰ کا تعلق خاص اسی فرقہ سے ہے۔ شیعوں کے دوسرے فرقے اب اپنے مستقل ناموں سے معروف ہو گئے ہیں مثلاً اسماعیلیہ، نصیریہ، زیدیہ وغیرہ۔“

(مولانا محمد منظور نعمانی، خمینی اور شیعہ کے بارے میں علمائے کرام کا متفقہ فیصلہ، مطبوعہ لاہور، حصہ دوم، ص 32)۔

اس حوالہ سے یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اگرچہ پاکستان میں شیعہ تفضیلیہ، نور بخشیہ اور اسماعیلیہ وغیرہ مختلف شیعہ فرقے موجود و مؤثر ہیں مگر تعلیمی اداروں میں علیحدہ شیعہ دینیات، سنی اکثریتی عقیدہ و فقہ بطور سرکاری عقیدہ و قانون عام (پبلک لاء) کے مقابلے میں ”نفاذ فقہ جعفریہ“ اور زکوٰۃ و عشر سے استثناء سمیت تمام تسلیم و غیر تسلیم شدہ شیعہ مطالبات بھی بنیادی طور پر صرف اثنا عشریہ جعفریہ کے مطالبات ہیں جن میں غیر اثنا عشری شیعہ فرقوں نے بالعموم سیاسی یا مذہبی سطح پر کوئی حصہ نہیں لیا اور نہ ہی ان کی تائید و حمایت میں سرگرم عمل ہوئے، بلکہ شیعہ زیدیہ و تفضیلیہ و نور بخشیہ و اسماعیلیہ اختلاف عقائد کے باوجود اس عملی اظہار تبراء و نفرت میں بھی شریک و سہم نہیں جو امامت و خلافت، خلفاء و اہمات و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالہ سے اقلیت کو اکثریت کے مقابل عملاً صف آراء کرنے کا باعث ہے، اور نہ ہی یہ فرقے رسومات محرم کو اس انداز میں مذمتی و سیاسی و ثقافتی فوائد کے حصول

سیدنا حسن کے سیدنا معاویہ بن ابی سفیان (41-60ھ) رضی اللہ عنہم کے حق میں دستبردار ہوجانے سے بنو امیہ کے جس دور حکومت کا آغاز 41ھ میں ہوا تھا اس کے بارے میں غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی (رح) فرماتے ہیں:-

”و اما خلافة معاوية فتا بنة صحيحة بعد موت علي وبعد خلع الحسن بن علي رضي الله تعالى عنهما نفسه عن الخلافة وتسليمها الى معاوية“ (غنية الطالبين، ص 172)-

(حضرت علی کی وفات اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے خلافت سے دستبردار ہو کر اسے حضرت معاویہ کے سپرد کردینے کے بعد حضرت معاویہ کی خلافت درست اور ثابت شدہ ہے)۔

اس اموی دور حکومت (41-132ھ) کے بارے میں بھی علامہ محمود عباسی نے سر آغا خان کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ:-

”دنیاۓ اسلام کی صدیوں کی تباہی اور بربادی کے بعد پاکستان بحیثیت سب سے پہلی عظیم ترین اسلامی مملکت کے عالم وجود میں آیا ہے، اس لئے یہ موزوں ترین وقت ہے کہ اسلامی تاریخ کے اس عظیم الشان دور یعنی بنی امیہ کے درخشاں دور صد سالہ کی سچی تاریخ لکھی جائے اور پاکستانی پبلک کے سامنے پیش کی جائے جن کو اپنے ماضی کے سچے اور بے لاگ تناظر و تبصرے کی شدید حاجت ہے۔“

(خلافت معاویہ و یزید، ص 48، بحوالہ پیش لفظ نوشتہ سر آغا خان مندرجہ ”دی گریٹ امیہ“ مؤلفہ محمد اے حارث)۔

سر آغا خان کی فروری 1951ء میں کراچی میں تقریر بعنوان ”اسلامی مملکتوں کی تاریخ عروج و زوال و مستقبل کی توقعات“ کا حوالہ دیتے ہوئے محمود عباسی، فرمان آغا خان نقل کرتے ہیں:-

”یقین جانئے صحیح اسلام جلد نہیں بلکہ متحرک و فعال تھا اور ہے۔ امویوں کے شاندار عہد میں وہ فعال و متحرک، سیدھا سادہ خالص و بے میل رہا اور اس کی بنیادیں کشادہ اور گہری رہیں۔ اتنی کشادہ اور گہری کہ آئندہ کی تمام کمزوریوں کے باوجود، منگولوں کی تاخت و تاراج کے اور اس کے بعد اس سے بھی زیادہ خطرناک یورپ دشمنی کے باوجود وہ قائم و برقرار رہا۔“

یہ دونوں چیزیں ان کی دعوت کے ساتھ چل رہی ہیں اور یہ کوئی خفیہ ہدایات یا پرائیویٹ خطوط کی شکل میں نہیں ہیں، مطبوعہ اور شائع شدہ رسائل کی شکل میں ہیں۔

ثمنی صاحب کی یہ دونوں چیزیں (امامت اور ائمہ کے بارے میں خیال اور صحابہ پر طعن و الزام) کوئی چھپی ڈھکی چیز نہیں تھی اور ان کی یہ کتابیں ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں ایران اور ایران سے باہر پھیل چکی ہیں۔“

(مولانا محمد منظور نعمانی، ایرانی انقلاب، امام ثمنی اور شیعیت، مقدمہ از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، ص 12-13، مطبوعہ مکتبہ مدنیہ، لاہور)۔

علامہ سید محمود احمد عباسی جو اپنی تصنیف ”خلافت معاویہ و یزید“ کے حوالہ سے وسیع پیمانے پر مابین مدح و ذم رہے ہیں، شیعہ اسماعیلیہ کے حاضر امام سر سلطان محمد شاہ آغا خان سوم سابق صدر کل ہند مسلم لیگ و یکے از قائدین مسلمانان برصغیر کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

”محترم امام شیعہ اسماعیلیہ کی زریں مثال شیعہ ہدایت ہے جنہوں نے واشگاف الفاظ میں صاف کہہ دیا کہ خلیفہ سوم کی شہادت کے وقت تک کامل اتحاد رہا کوئی اختلاف نہ تھا۔ حضرت علی خلفائے ثلاثہ سے پورا تعاون کرتے رہے، خلافت کا کوئی سوال نہیں اٹھایا۔ جب انہوں نے ہی نہ اٹھایا تو ہم بھی کیوں اٹھائیں، جب وہ ان کا احترام کرتے تھے تو ہم کیوں نہ کریں۔“

اے کاش امت کا ہر طبقہ اختلاف عقائد کے باوصف اسی رواداری پر عمل پیرا ہو تو چن اسلام پاکستان میں بھی اتحاد بین المسلمین سے وہی کیفیت ہو کہ:-

گلمائے رنگ رنگ سے ہے رونق چن

اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے“

(محمود احمد عباسی، خلافت معاویہ و یزید، جاوید پرنٹنگ پریس، میکلوڈ روڈ کراچی، طبع چہارم جون 1962ء، عرض مؤلف، ص 51، بحوالہ فرمان سر آغا خان بعنوان ”اسماعیلی اور پہلے تین خلفاء“ اسلامک ریویو ”کرنگ“ ”The Great Umayyad“ (دی گریٹ امیہ) مطبوعہ پاکستان پرنٹنگ ورکس، کراچی)۔

دفعہ تا ابد ناقابل تبدیل ہے۔ دیگر عمومی اسلامی فقہی مسالک، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، و زیدی مکمل احترام کے حق دار ہیں اور ان کے پیروکار اپنی اپنی فقہ کے مطابق مذہبی مراسم کی انجام دہی میں آزاد ہیں۔ دینی تعلیم و تربیت اور احوالِ عُصیہ (شادی بیاہ، طلاق، وراثت اور وصیت) نیز ان سے متعلق دعوے عدالتوں میں قانونی حیثیت کے حامل ہوں گے۔

اہل ایران کے تسلیم و نپذیرہ اس اصول کے مطابق پاکستان میں بھی اکثریتی عقیدہ اہل سنت والجماعت کو سرکاری عقیدہ قرار دے کر صدر مملکت سمیت تمام کلیدی عہدے سنی مسلمانوں کے لئے مخصوص کرنا نیز قرآن و سنت کی سنی تشریح کو سرکاری و عدالتی سطح پر اسلامی تشریح کا درجہ دینا اور تمام سنی فقہی مسالک کو یکساں طور پر مستند و مبنی بر قرآن و سنت تسلیم کرتے ہوئے اکثریت کے فقہی مسلک ”فقہ حنفی“ کو قرآن و سنت کی اس برتری کے ساتھ قانون عام (پبلک لاء) قرار دینا ناگزیر ہے کہ اگر کوئی فقہی مسلک قرآن و سنت کے منافی ثابت ہو جائے یا کسی اور فقہی مسلک کی رائے اقرب الی القرآن والسنت ثابت کر دی جائے تو فقہ حنفی کا وہ مسئلہ مسترد و غیر مروج قرار دیا جاسکے گا۔ اور اس کے ساتھ ہی تمام مسلم اقلیتی فرقوں اور غیر مسلم اقلیتوں کو ان کے شخصی حقوق اور تعلیم و تربیت کے مواقع دستوری طور پر حاصل رہیں گے۔

اسی اصول کے نفاذ و دستوری اقرار سے اہل سنت کی اثنا عشریہ و دیگر فرقوں کے ساتھ عملی و قومی کشمکش و تصادم کو ختم کرنے میں مؤثر مدد مل سکتی ہے اور ان تمام اقلیتی فرقوں کے حقوق کا مؤثر تحفظ بھی ہو سکتا ہے جو اہل سنت کی ان کے بارے میں آراء و فتاویٰ سے قطع نظر اقلیتی فرقہ کی حیثیت سے ان کا جمہوری و انسانی حق ہے۔

نفاذ فقہ و شریعت کے حوالہ سے قابل عمل حل پیش کرتے ہوئے پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری فرماتے ہیں:-

”فقہ کی صورت یہ ہے کہ پوری دنیا میں ایک جمہوری اصول ہے، مسلمان ممالک پاکستان، ایران، سعودی عرب اور دیگر ممالک میں بھی، کہ فقہ بنیادی طور پر اسلام اور شریعت کا نام نہیں ہے، بلکہ شریعت کے احکام کی تعبیر کے مختلف ضابطے ہیں۔ یعنی شریعت کے احکام کی مختلف تعبیرات ہیں جو مختلف آئمہ نے کی ہیں، جس کی بنیاد قرآن و سنت پر مبنی ہے۔“

آپ اپنے مورخین سے مطالبہ کیجئے اور اپنے مفکرین سے کہئے کہ وہ اس شاندار صد سالہ اموی دور پر اپنی توجہ مرکوز کریں اور اس کے سیدھے ساوے عقیدے، کشادہ ذہنیت نیز قانونی اور منظمانہ جگہ بندیوں سے آزاد و فعال خصوصیت کو بطور مثال کے سامنے رکھیں۔“

(خلافت معاویہ و یزید، عرض مؤلف، ص 49، طبع چہارم، کراچی، جون 1962ء)۔
جناب محمود احمد عباسی اور شیعہ اسماعیلیہ کے حاضر امام سر سلطان محمد شاہ آغا خان کے ان بیانات سے نہ صرف شدید اختلاف عقائد کے باوجود انصاف پسند شخصیات کے اعلیٰ اخلاق و طرز عمل کی عکاسی ہوتی ہے بلکہ تمام تر فکری کشمکش کے باوجود پر امن بقائے باہم کی مساعی کا عملی ثبوت بھی فراہم ہوتا ہے اور اختلاف عقائد کے باوجود یہ طرز فکر و رواداری دینی و قوی نیز اخلاقی و انسانی ہر لحاظ سے قابلِ داد و تحسین ہے۔

اس طرز فکر و عمل کے ساتھ اگر خود اہل ایران کے وضع کردہ اس دستوری اصول کو پاکستان سمیت سنی اکثریت کے تمام مسلم ممالک کی اثنا عشری اقلیتیں تسلیم کر لیں تو عملی تصادم کا بڑی حد تک خاتمہ ہو سکتا ہے جس کے مطابق ہر مسلم ملک میں اکثریت کے عقیدہ و مذہب کو سرکاری عقیدہ و مذہب قرار دینے کو انقلاب ایران کے بعد نفاذ اسلام کی واحد قابل عمل شکل قرار دیا گیا ہے، جبکہ اقلیتی مسلم فرقوں کے لئے ان کا قانون احوالِ شخصی (پرسنل لاء) اور غیر مسلم اقلیتوں کے لئے ان کی مذہبی و شخصی آزادی کی ضمانت دی گئی ہے۔

”دین رسمی ایران اسلام و مذہب جعفری اثنا عشری است۔ و این اصل الی الابد غیر قابل تغیر است۔ و مذہب دیگر اسلامی اعم از حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی و زیدی دارای احترام کامل میباشند و پیروان این مذہب در انجام مراسم مذہبی طبق فقہ خودشان آزادند۔ و در تعلیم و تربیت دینی و احوالِ عُصیہ (ازدواج، طلاق، ارث و وصیت) و دعاوی مربوط بہ آن در دادگاہا رسمیت دارند۔“

(قانون اساسی جمہوری اسلامی ایران، فصل اول، اصل دوازدہم، ص 19، دبیرخانہ مجلس بررسی نمائی قانون اساسی، تہران، 1358ھ۔ ش 1979ء، چاپخانہ مجلس شورای ملی، جمہوری اسلامی ایران)۔

ترجمہ:- ایران کا سرکاری دین اسلام اور مذہب جعفری اثنا عشری ہے، اور یہ بنیادی

چاہئے، یہ فقہ حنفی کے ڈھانچے کے منافی نہیں ہوگا۔ یہ ضابطہ فقہ حنفی کے اصول میں درج ہے۔

اس میں تیسری چیز یہ ہے کہ اہل تشیع چونکہ مکمل طور پر ایک الگ فقہ کے حامل ہیں، لہذا ان کو اپنے ذاتی قوانین میں مکمل آزادی ملنی چاہئے تاکہ فقہ جعفریہ کے مطابق ان کو استحقاق ملے۔ اسلام میں کسی فقہ پر کوئی اعتراض نہیں تو اپنی فقہی آزادی کو تجویز کرتے ہوئے باقی مذاہب کو ایک مقام دیتے ہوئے فقہ حنفی بنیادی ڈھانچہ ہوگا۔ (انٹرویو ڈاکٹر طاہر القادری، جمعہ میگزین روزنامہ جنگ لاہور، 7 اپریل 1995ء، ص 6)۔

اس اکثریتی جمہوری طرز فکر کی ترجمانی بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح (رح) کے طرز عمل سے بھی بخوبی ہو جاتی ہے، اور وہ پوری قوم کے لئے مشعل راہ ہے کہ انہوں نے سنی و اسماعیلی و اثنا عشری ہر قسم کے خاندانی اثرات و عزیز و اقارب کی موجودگی میں اپنے آپ کو کسی فرقہ سے منسوب کئے بغیر نہ صرف سنی اکثریت کے عقیدہ و فقہ کے مطابق ارکان اسلام کی عوامی سطح پر پابندی فرمائی بلکہ جب ان کی وفات پر اہل تشیع نے بعض حوالوں سے ان کے عقیدہ و مسلک کو اپنے فرقہ کی طرف منسوب کر کے شیعہ امام سے نماز جنازہ پڑھوانے کی کوشش کی تو مادر ملت محترمہ فاطمہ جناح نے قائد اعظم کی وصیت کے حوالہ سے جلیل القدر سنی حنفی عالم دین اور قائد اعظم کے دست راست شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کو امامت نماز جنازہ کی تلقین فرمائی۔ اور انہوں نے ہی قائد اعظم کی نماز جنازہ کی امامت فرمائی۔ حتیٰ کہ قائد اعظم کے بارے میں یہ روایت بھی معروف ہے کہ آپ کی خاص کتب میں قرآن مجید (مع انگریزی ترجمہ) اور مولانا شبلی نعمانی کی ”الفاروق“ کا انگریزی ترجمہ ”عمر دی گریٹ“ سرفہرست تھیں۔ پس اگر سرکاری و قومی سطح پر غالب سنی اکثریت کے عقائد و احساسات و جذبات کو ترجیحاً ملحوظ رکھنے کا اسوہ قائد اعظم پیش نظر رہے تو اس کے بعد سنی اکثریت کے کسی فرد کی جانب سے اقلیتی فرقوں کے ساتھ فراخ دلی و وسیع المشرب کے منافی کوئی بھی رویہ قابل مذمت قرار پائے گا، بشرطیکہ اقلیتی فرقے بھی اکثریت کے اکابر و عقائد و جذبات کا احترام ملحوظ رکھنے کو اپنا شعار بنالیں۔

اسی سلسلہ کلام میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ مفکر پاکستان علامہ محمد اقبال نے اپنے فرزند کے نام وصیت میں ہدایت فرمایا کہ:-

اب جس ملک میں مسلمانوں کی اکثریت اسلامی شرعی نظام میں حنفی خیالات کی پیروی کا ہوگی تو اس میں جب اسلامی نظام آئے گا تو اس کا قانونی ڈھانچہ بہر صورت جمہوری ضابطوں اور تقاضوں کے تحت حنفی فقہ پر مبنی ہونا چاہئے، جہاں اہل تشیع کی بھاری اکثریت ہوگی تو وہاں ڈھانچہ جعفریہ لازم پر مبنی ہوگا، جیسا کہ ایران میں ہے۔ آپ کتاب و سنت کو جب نافذ کریں گے تو پھر قانونی اور فقہی تعبیرات آتی ہیں، اور ایک سکول آف لاء کو اپنانا ہوگا۔

(روزنامہ جنگ لاہور، جمعہ میگزین، 7 اپریل 1995ء، ص 5-6، انٹرویو ڈاکٹر طاہر القادری)۔

اس سوال کے جواب میں کہ پاکستان میں کون سا فقہ نافذ کرنا ہوگا فرماتے ہیں:-
”پاکستان میں اکثریت حنفی المذہب مسلمانوں کی ہے، لہذا فقہی طور پر جو بنیاد اور آؤٹ لائن ہوگی وہ اسلامی شریعت کے قوانین میں حنفی المذہب ہوگی۔ میری بات میں دوسروں کی نسبت فرقہ ہے، میں کہہ رہا ہوں کہ جو اسلامی شریعت کا نظام نافذ ہوگا، اس کا بنیادی خاکہ حنفی فقہ کے مطابق ہوگا، مگر اس میں دو چیزوں کا اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔
نمبر 1- یہ عمومی ڈھانچہ ہوگا اور یہ عمومی ڈھانچہ اسلامی قوانین میں حنفی فقہ کے مطابق ہوگا۔ اور

نمبر 2- میں اس بات کا قائل ہوں اور تقاضا کرتا ہوں کہ اس دور میں ایسا وقت آگیا ہے کہ اسلامی نظام کو کتاب و سنت کے نظام کو نافذ کرنے کے لئے اسلامی نظام کو جدید دور کے تقاضوں کے مطابق بہت زیادہ قابل عمل اور جدید عصری تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ کرنے اور اسے بین الاقوامی پیش رفت کے ساتھ ساتھ شانہ بشانہ چلانے کے لئے بنیاد ایک فقہ پر ہو جائے گی لیکن باقی تقسیم بین نہیں ہونی چاہئیں۔ اور جہاں بھی میرے تقاضے کے مطابق نہ ہوں، جہاں فقہ حنفی کے علاوہ فقہ مالکی، فقہ شافعی، فقہ حنبلی یا دیگر جو فقہی مذاہب ہیں اگر یہاں کے معاشی، سماجی مشکلات کو زیادہ بہتر طریقے سے حل کریں اور قرآن و سنت کے زیادہ قریبی تعبیر کے مطابق پیش کریں تو اصول تلفیق ہوتا ہے۔ اصول تلفیق کے مطابق ان کو بھی اپنالینے سے کوئی حرج نہیں، کیونکہ فوقیت کسی فقہی مذہب کو نہیں بلکہ قرآن و سنت کو حاصل ہے۔ پھر فقہ اس کی ایک تعبیر ہے، لہذا کسی بھی تعبیر پر قرآن و سنت کے نظام کو قریان نہیں کیا جاسکتا۔ اور دوسرے اسلامی فقہ کا کوئی ایکشن یا چیز جو کام کی ہو اس کو اپنالینا

توسط سے اہل بیت رسول (ص) بھی ہیں، ان سب کی عظمت و احترام کی پاسبانی سنی اقبال نے یوں فرمائی ہے کہ اہل تشیع اس کی بھی مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں جبکہ مدح ابو بکر و عمرو عثمان و جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تو اہل تشیع بالکل عیسیٰ دامن ہیں اور کوئی جامع مثال پیش کرنے سے عاجز ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اہل سنت والجماعت حب صحابہ کے ساتھ ساتھ حب اہل بیت میں بھی کسی سے پیچھے نہیں بلکہ فائق و برتر ہیں اور ایک دہریہ کو بلا جواب کرنے کے لئے سیدنا علی کے منطقی استدلال کے مطابق کہ اگر بالفرض حیات بعد الموت نہ ہوئی تو ہم دونوں برابر اور اگر ہوئی تو حیات بعد الموت پر ایمان رکھنے والا فائدہ میں رہے گا، اہل سنت، صحابہ و اہل بیت (ازواج و اولاد) ہر دو کے معتقد و خدام ہیں اور ہر دو کے ہمراہ جنت میں جانے کا استحقاق باذن اللہ رکھتے ہیں، جبکہ اہل تشیع صرف اہل بیت کے ساتھ اور وہ بھی تمام ازواج و اولاد رسول کے بجائے صرف سیدنا علی و فاطمہ نیز شیعیت سے منسوب آل فاطمہ کے ہمراہ، بشرطیکہ وہ ان کی افراط و تفریط پر مبنی عقیدت و عقائد کو سند قبولیت عطاء فرمائیں۔ وایں خیال است و محال است و جنوں۔

بہر حال قدیم و جدید علماء و مفکرین امت کے ترجمان سنی اقبال کے بارے میں امام خمینی کے فرزند معنوی اور دست راست سید مرتضیٰ مطہری بھی فرماتے ہیں:-

”اقبال اگرچہ رسمی طور پر سنی مذہب رکھتا تھا لیکن وہ محمد اور اہل بیت کے ساتھ بے پناہ عقیدت رکھتا تھا، اس نے ان کی شان میں ایسی انقلابی اور تعریفی نظمیں کہی ہیں کہ جو تمام شیعہ شعراء کی فارسی زبان میں شائع شدہ کتابوں میں نہیں ملتیں۔ تاہم اقبال کا متہائے نظر شاعری کرنا نہیں تھا، اس کو اس نے صرف مسلم سوسائٹی کو بیدار کرنے کے لئے استعمال کیا۔“

(سید مرتضیٰ مطہری، نصف ہائے اسلامی در صد سلاہ اخیر، بیسویں صدی کی اسلامی تحریکیں، اردو ترجمہ از ڈاکٹر ناصر حسین نقوی، مرکز انتشارات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ص 37)۔

امام خمینی اور سید علی خامنہ ای جیسے جبہ و دستار پوش روایتی اثنا عشری علمائے مجتہدین کے ترجمان سید مرتضیٰ مطہری کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر علی شریعتی نے بھی اس حقیقت کبریٰ کا اعتراف کیا ہے، جو جدید ایران کے بلاشبہ عظیم ترین اثنا عشری مفکر و مصنف ہیں اور جنہیں

”راستہ حضرات اہل سنت ہی کا لائق اتباع ہے۔“

مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے مورخہ 16 رمضان 1356ھ/22 نومبر 1937ء کو اپنے پھوپھا سید طحہ حسنی (سابق استاذ اور نیشنل کالج لاہور) اور برادر عزیز مولانا سید ابراہیم حسنی کے ہمراہ علامہ اقبال سے لاہور میں ان کے دولت کدے پر ملاقات کی جس میں رد تشیع و الحاد اور تجدید و احیائے دین میں عظیم الشان خدمات کے حامل اکابر و مشائخ اہل سنت، مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ اور اورنگ زیب کے بارے میں اقبال کی رائے نقل کرتے ہوئے مولانا ندوی فرماتے ہیں:-

”ہندوستان میں اسلام کی تجدید و احیاء کی بات نکلی تو شیخ احمد سرہندی (رح) شاہ ولی اللہ دہلوی (رح)، سلطان محی الدین عاتگیر کی بڑی تعریف کی۔ اور فرمایا کہ میں ہمیشہ کہتا ہوں کہ اگر ان کا وجود اور ان کی جدوجہد نہ ہوتی تو ہندوستانی تہذیب اور فلسفہ اسلام کو نگل جاتا۔“

(سید ابوالحسن علی ندوی، نقوش اقبال، ص 35، مجلس نشریات اسلام کراچی، 1396ھ/1976ء)۔

اس طرح جمہور المسلمین اور امت مسلمہ کے سوا اعظم سے اپنی اعتقادی وابستگی ظاہر کر کے اقبال نے اپنے کلام منظوم و منثور میں جو راستہ اختیار کیا اس میں صحابہ و اہل بیت کو بیک وقت واجب الاحترام اور عقیدہ و عمل میں مرجع و محور تسلیم کرنے کا سنی عقیدہ کار فرما ہے۔ اور یہی طرز عمل امام بخاری و مسلم سے عطار و رومی و رازی و غزالی نیز سعدی و حافظ و جہید و بایزید تک تمام محدثین و مفسرین و فقہاء و متکلمین و منور خین، نیز اہل شعروادب و تصوف جملہ اکابر اہل سنت کی اساس مشترک ہے جس کی ترجمانی اقبال کے صرف ان دو مصرعوں سے بخوبی ہو جاتی ہے جن میں سے ایک سیدنا ابو بکر کے بارے میں اور دوسرا سیدنا علی کے بارے میں ہے۔ سیدنا ابو بکر کے بارے میں فرماتے ہیں:-

ثانی اسلام و غار و بدر و قبر (کلیات اقبال)

اور سیدنا علی کے بارے میں فرماتے ہیں:-

مرتضیٰ مشکل کشا شیر خدا (کلیات اقبال)

چنانچہ اہل بیت رسول (تمام ازواج و اولاد رسول) اور اہل بیت علی جو سیدہ فاطمہ کے

ہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس

ان چند معروضات کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے درخواست ہے کہ وہ اس کتاب کو ان فکری و اعتقادی اہداف و مقاصد کو بطریق احسن پورا کرنے کا مؤثر ذریعہ بنائے جن کے لئے یہ تصنیف کی گئی ہے۔ اور اس کے ذریعے بالخصوص اہل سنت والجماعت کے جدید تعلیم یافتہ طبقوں نیز شیعیت کے لئے نرم گوشہ رکھنے والے علماء و متوفین کو عقائد اہل سنت میں محکم تر اور عقائد تشیع سے بعید تر لے جانے کا باعث ہو۔ نیز اہل سنت کے فقہی و فروعی اختلافات کے علی الرغم انہیں گمراہ فرقوں کے مقابلے میں متحد و مضبوط تر بنائے۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زیر قیادت پورے عالم اسلام میں سنی عقیدہ اور فقہ ائمہ اہل سنت کی بنیاد پر پورے ریاستی و عدالتی نظام کو قرآن و سنت و شریعت کے تقاضوں کے مطابق نافذ و غالب کرنے کا ذریعہ بنائے، اور اگر کوئی غلط بات اس کتاب میں راہ پائی ہو تو اس پر غصہ و درگزر فرمائے۔ نیز ان تمام اقلیتی فرقوں کو جو مسلمان ہونے کے دعویدار مگر فکری و اعتقادی انحرافات کے حامل ہیں۔ ہدایت اور اصلاح احوال کی توفیق ارزانی فرمائے آمین۔

و صلی اللہ علی سیدنا النبی الامین خاتم النبیین والمعصومین
المنصوصین وعلی ازواجہ و اولادہ و اصحابہ و اتباعہ اجمعین الی یوم
الدین۔ (س-د)

(ایک ہزار سے زائد فتاویٰ و تصدیقات بسلسلہ تکفیر اثنا عشریہ پر مشتمل)۔

4- شہید مظلوم عثمان ذوالنورین۔ از ڈاکٹر اسرار احمد، امیر تنظیم اسلامی پاکستان۔

5- واقعہ کرپلا اور اس کا پس منظر۔ از مولانا عتیق الرحمن سنبھلی (لندن)۔

اعتقادی و تاریخی حوالوں سے واقعہ کرپلا سمیت ہر معاملہ میں اہل سنت کے لئے شیعہ پروپیگنڈہ کا ازالہ اور سنی نقطہ نظر کی تلاش کتنی اہم ہے، اس کے لئے صرف یہ ایک مختصر مثل اہل عقل و دانش کے لئے بطور اشارہ کافی ہے کہ اہل تشیع اور ان کے زیر اثر بعض بے خبر اہل سنت بھی پرویز اور فیروز نام رکھتے ہیں اور فیروزہ پتھر کو مبارک سمجھتے ہیں۔ حالانکہ خسرو پرویز (کسریٰ فارس یعنی شہنشاہ ایران) نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوت اسلام پر مبنی نامہ مبارک کے ٹکڑے کر دیئے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گستاخ رسول کی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کی پیش گوئی اور دعا فرمائی تھی۔ نیز فیروز پاری، امام و خلیفہ ثانی سیدنا عمر فاروق کا قاتل اور مجوسی المذہب غیر مسلم تھا۔ جبکہ واقعہ کرپلا کے حوالہ سے شہرت یافتہ یزید کے تایا صحابی رسول (ص) سیدنا یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما اور واقعہ کرپلا کے بعد کے مشہور عالم و صوفی بایزید۔ سطاوی کے نام پر پاک و ہند کا کوئی سنی بھی نام نہیں رکھتا بلکہ اکثر اہل سنت کو سیدنا یزید بن ابی سفیان کی عظیم خدمات اور زوجہ رسول سیدہ ام حبیبہ کا بھائی ہونے کا علم تک نہیں۔ حتیٰ کہ یہ بات بھی کم ہی اہل سنت کو معلوم ہے کہ سیدنا علی کے تین بیٹوں کے نام ابو بکر و عمرو و عثمان اور سیدنا حسن کے ایک بیٹے کا نام معاویہ تھا۔ نیز اہل سنت بھی شیعہ اثرات کے تحت ہر ایرے غیرے کے لئے ”یزید“ عمر، بکر“ محاورات بول کر ان جلیل القدر ہستیوں کی توہین کے شیعہ عمل میں لاشعوری طور پر شریک ہو جاتے ہیں۔ نیز برصغیر کے اہل سنت میں ابو بکر و عمرو و عثمان و طلحہ زبیر و معاویہ اور عائشہ و حفصہ و رملہ و ام حبیبہ جیسے اسمائے مبارکہ بہت کم رکھے جاتے ہیں۔

اور خطبات جمعہ و عیدین میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تین بڑی صاحبزادیوں سیدہ زینب و رقیہ و ام کلثوم اور تین صاحبزادوں سیدنا قاسم و عبداللہ و ابراہیم نیز امات المؤمنین کے نام لینے کے بجائے بالعموم صرف سیدہ فاطمہ و سیدنا حسن و حسین کے اسمائے مبارکہ تک محدود رہا جاتا ہے۔ اور بہت سے سنی عوام کو یہ تک معلوم نہیں کہ حضرت داتا گنج بخش کا اسم گرامی علی بن عثمان جویری (رح) ہے اور لعل شہباز قلندر کا نام سید عثمان مردودی (رح)

شیعہ قارئین سے چند گزارشات

یہ کتاب بنیادی طور پر امت مسلمہ کی غالب اکثریت ”اہل سنت والجماعت“ کی دینی رہنمائی کے لئے تصنیف کی گئی ہے۔ تاہم چونکہ اس کا تعلق شیعہ عقائد و افکار کی تحقیق و تردید سے ہے۔ لہذا اگر یہ کتاب اہل تشیع کے زیر مطالعہ آئے تو وہ جذباتیت اور رد عمل کا شکار ہوئے بغیر کتب کے مندرجات کا مطالعہ و تجزیہ فرمائیں اور کتاب میں درج شیعہ کتب کے اقتباسات کی اصل کتب حوالہ سے تصدیق فرمائیں یا اگر یہ ممکن نہ ہو تو کم از کم ان کے درست و مصدقہ ہونے کا یقین رکھتے ہوئے اپنے عقائد و افکار کا غیر جانبدارانہ جائزہ لیں۔ اور اس سلسلے میں درج ذیل نقاط کو پیش نظر رکھتے ہوئے خود احتسابی اور اعتقادی اصلاح و تنقید کی کوشش فرمائیں تو ایک مثبت و معتدل راہ فکر و عمل کی تلاش میں کامیابی ہو سکتی ہے۔

- 1۔ اگر بارہ امام کائنات کی تکنیکی ولایت اور پوری کائنات پر اقتدار و تسلط رکھتے ہیں جیسا کہ عقیدہ امامت کے باب سے معلوم ہو گا تو کیا یہ نقطہ نظر اللہ تعالیٰ کے وحدہ لا شریک اور بلا شرکت غیرے مالک و رب کائنات ہونے کے عقیدہ توحید کے منافی اور شرک نہیں؟
- 2۔ اگر بارہ امام انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی طرح خدا کی طرف سے مقرر شدہ، معصوم عن الخطاء، واجب الطاعات، تمام انبیاء سابقین سے افضل اور حامل معجزات و جملہ صفات انبیاء ہیں تو کیا یہ شیعہ اعتقاد عقیدہ نبوت و رسالت کے منافی، انبیاء و مرسلین کے مقام و مرتبہ کی توہین و تنقیص اور عقیدہ ختم نبوت کا انکار نہیں؟
- 3۔ اگر بارہ اماموں کی امامت منصوصہ و معصومہ، افضل من النبوة پر ایمان توحید و رسالت و قیامت کے تین متفق علیہ اصول دین کی طرح اصول دین میں سے ہے، جیسا کہ اہل تشیع کے عقیدہ، کلمہ اور اذان وغیرہ میں شامل ہے اور اس عقیدہ امامت کو اصول دین میں سے تسلیم نہ کرتے ہوئے اس کا انکار کرنا اہل تشیع کے نزدیک کسی شخص کو اسی طرح غیر مومن و کافر بناتا ہے جس طرح توحید و رسالت یا قیامت پر ایمان کا انکار بناتا ہے تو ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام بشمول خلفائے راشدین سیدنا ابوبکر و عمرو عثمان و امات المؤمنین، انصار و مہاجرین اور بطور مجموعی ننانوے فیصد سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سب کے سب منکرین شیعہ عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ ہیں، کیونکہ ان سب نے سیدنا ابوبکر و

عمرو عثمان کی شرعی امامت و خلافت کی بیعت کی، اور سیدنا علی کو پہلا امام منصوص و معصوم اور خلیفہ بلا فصل ماننے سے انکار کیا۔ کیا نبی علیہ السلام کے تربیت یافتہ تقریباً ڈیڑھ لاکھ صحابہ کرام و اہل بیت رسول (ازواج مطہرات) جن و ماں کی قربانی ہجرت و جلا و صحبت رسول (ص) کے بلوجود معاذ اللہ اتنی دینی سمجھ بوجھ بھی نہیں رکھتے تھے جتنی صدیوں بعد کی پیداوار شیعہ علماء و مجتہدین رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں؟ اور کیا ایسی آخری نبوت معاذ اللہ تاقیامت پوری بنی نوع انسان کی رہنمائی کا فریضہ ادا کر سکتی ہے جس کے ننانوے فیصد اولین پیروکار وفات نبوی کے فوراً بعد امامت علی کی نص الہی و نبوی کا انکار کر کے بقول روایات اہل تشیع کفر و نفاق و ارتداد کے مرتکب قرار پائے؟ کیا ننانوے فیصد صحابہ کرام کی اس قدر توہین و تذلیل اور تکفیر و تنقیص نیز بالواسطہ طور پر نبوت رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ ناکام و نامراد قرار دینے سے یہ زیادہ قرن انصاف اور تقاضائے دین و ایمان نہیں کہ متبعہ امامت کی حامل اسلام کی دعویدار اس حقیر اقلیت کو کفر و نفاق و ارتداد کی مرتکب قرار دے دیا جائے جو امامت کو اصول دین میں شامل کر کے توہین رسالت و صحابیت اور نظام دین و شریعت کو دور ہم برہم کرنے کی مجرم قرار پاتی ہے؟

4۔ اگر بارہ اماموں کی امامت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوة پر ایمان لانا توحید و رسالت و قیامت کی طرح واجب و لازم ہے، جیسا کہ شیعہ اثنا عشریہ جمعہ کا ثابت شدہ عقیدہ ہے، تو دنیا بھر میں چودہ صدیوں سے امت مسلمہ کے نوے فیصد سے زائد افراد پر مشتمل سنی العقیدہ اکثریت سب کی سب دائرہ ایمان سے خارج، منکر امامت ائمہ اثنا عشر اور غیر مومن و کافر قرار پاتی ہے۔ اس کے جواب میں اگر یہ سنی اکثریت ہر زمان و مکان کے چند فیصد اسلام کے دعویدار افراد امت پر مشتمل شیعہ اقلیت کو اس باطل عقیدہ امامت کی بناء پر دائرہ ایمان سے خارج اور کافر و مرتد قرار دے دے تو کیا اہل تشیع کی جانب سے اس پر کسی شکوہ و شکایت کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟ اور کیا اس کی اصل ذمہ داری خود اہل تشیع پر عائد نہیں ہوتی۔ نیز ایک دوسرے کی تکفیر کے اس عمل میں نوے فیصد سے زائد اکثریت اور دس فیصد سے کم اقلیت میں سے کس کا فتویٰ و فیصلہ زیادہ معتبر و مستند قرار پاتا ہے؟

ب۔ اس پر متزاد یہ کہ تمام غیر سنی مسلم اقلیتی فرقتے (خوارج و معتزلہ و مرجئہ وغیرہ) بھی شیعہ عقیدہ امامت کو تسلیم نہ کرنے کی بناء پر غیر مومن اور کافر و منکر امامت قرار پاتے

امام سید محمد نور بخش کاظمی، بارہویں اثنا عشری امام، محمد المہدی کے مقابلے میں اپنی امامت کے دعویدار کیوں بتلائے جاتے ہیں؟ نیز شیعہ کیسانہ، زیدیہ، اسماعیلیہ، نور علیہ و اثنا عشریہ کے ائمہ اپنے ہی بھائیوں بھتیجیوں کے مقابلے میں امامت کا دعویٰ کر کے علیحدہ علیحدہ شیعہ فرقوں کے بانی کس طرح بن گئے۔ حتیٰ کہ پہلے، دوسرے اور تیسرے امام منصوم و معصوم، سیدنا علی و حسن و حسین نے سیدنا ابوبکر و عمرو عثمان کی بیعت امامت و خلافت کیوں کر لی؟ نیز دوسرے اور تیسرے امام منصوم و معصوم سیدنا حسن و حسین نے سیدنا معاویہ کی امامت و خلافت کی بیعت کیوں کی؟ اور سیدنا حسین کے بھائی سیدنا محمد بن علی ابن الحنفیہ نیز دیگر کئی برادران و اقارب حسین بشمول سیدنا عبداللہ بن عباس ہاشمی اور آپ کے بہنوئی و چچا زاد سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار کن وجوہ کی بناء پر کرنا نہ جاسکے اور سیدنا حسین سے محبت و قربت کے باوجود ان کی رفاقت کیوں اختیار نہ کیا؟ ان امور پر اہل سنت کے مواقف سے قطع نظر آخر شیعہ عقیدہ امامت کی رو سے ان تمام باتوں کا کیا کوئی ایسا جواز اور توجیہ ہے جس پر تمام شیعہ فرقے متفق ہوں؟

6- وہ شیعیان علی جن کی کوفہ میں اکثریت اور کل تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی۔ انہوں نے من حیث القوم نہ کبھی سیدنا علی و حسن کا کماحقہ ساتھ دیا اور نہ ہی سیدنا حسین کا ساتھ ہزاروں خطوط لکھ کر تشریف آوری کی دعوت اور یقین دہانی بیعت کے باوجود کر لائے دیا، بلکہ ان سیدنا حسین اور ان کے اہل بیت و رضاء کو بے یار و مددگار چھوڑ کر ابن زیاد کی بیعت کر لی۔ کیا یہی وہ بزدل، مصلحت پسند غداران حسین قرن اول کے خالص شیعہ ہیں جنہیں ہر دور کی شیعہ اقلیت شیعیان علی و حسین قرار دیتی ہے اور جن کی بے وفائیوں کی مذمت خطبات ”نوح البلاغہ“ تقاریر حسن و حسین اور خطبات زین العابدین و سیدہ زینب میں بالکلیہ موجود ہے، اور اگر ابتدائی شیعہ ہی اپنے ائمہ کے غدار و بے وفاسا تھی تھے تو صدیوں بعد کے شیعہ عقل و منطق کی رو سے کس زمرے میں شمار کئے جاسکتے ہیں؟

7- اگر سیدنا ابوبکر و عمرو عثمان کا سیدنا علی سمیت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجتماع و اتفاق سے کتابی شکل میں جمع و رائج کردہ قرآن مجید الحمد سے والناس تک ترتیب نبوی کے مطابق درست اور کامل ہے جس میں کمی بیشی اور تحریف و تبدیل کا عقیدہ رکھنا کفر ہے تو شیعہ اثنا عشریہ کے اکثر علماء و مجتہدین شیعہ حدیث کی مستند ترین کتاب ”الکافی“ اور

ہیں۔ لہذا اپنے ایمان و اسلام کے دفاع کی خاطر اہل سنت کی طرح اگر یہ سب اقلیتی فرقے بھی باطل عقیدہ امامت کی بناء پر اہل تشیع کے کافر و مرتد ہونے پر متفق ہوں تو اس کی اصل ذمہ داری کیا خود اہل تشیع پر عائد نہیں ہوتی؟

ج۔ مزید برآں ایک اثنا عشری جعفری فرقہ کو چھوڑ کر اہل تشیع کے کم و بیش تمام فرقے (کیسانہ، زیدیہ، اسماعیلیہ، تنفیلیہ، نور علیہ وغیرہ) بھی بارہ اماموں میں سے مختلف ائمہ کی امامت منصومہ و معصومہ کے کھلم کھلا منکر ہیں۔ نیز یہ سب فرقے بارہویں اثنا عشری امام عائب محمد المہدی کی امامت بلکہ انکے وجود ہی کا شدت سے انکار کرتے ہیں اور اس طرح شیعہ اثنا عشریہ جعفریہ کے نزدیک منکرین امامت ائمہ اثنا عشر ہونے کی بناء پر غیر مومن اور اہل سنت والجماعت نیز تمام غیر شیعہ اقلیتی فرقوں کی طرح دائرہ ایمان سے خارج قرار پاتے ہیں؟ اس کے بعد اگر وہ اپنے اسلام اور تشیع کو برحق ثابت کرنے کے لئے شیعہ اثنا عشریہ کو گمراہ، غیر مومن یا کافر و مرتد قرار دیں تو کیا اس کے ذمہ دار خود شیعہ اثنا عشریہ نہیں؟

حاصل کلام یہ کہ شیعہ اثنا عشریہ جعفریہ کے عقیدہ امامت ائمہ اثنا عشر کا لازمی و منطقی نتیجہ یہ ہے کہ امت مسلمہ کے چند فیصد افراد پر مشتمل اثنا عشری شیعہ اقلیت کو چھوڑ کر عالم اسلام کی سنی اکثریت، تمام غیر سنی مسلم فرقے اور تمام غیر اثنا عشری شیعہ فرقے منکرین امامت منصومہ و معصومہ ائمہ اثنا عشر ہونے کی بناء پر غیر مومن اور دائرہ ایمان سے خارج قرار پاتے ہیں۔ اس کے رد عمل کے طور پر اگر اہل سنت والجماعت نیز تمام غیر سنی اقلیتی فرقے اور تمام غیر اثنا عشری شیعہ فرقے بارہ اماموں کی امامت منصومہ و معصومہ افضل من النبوة کو توحید و رسالت و قیامت پر ایمان کی طرح اصول دین میں سے قرار دینے کی بنا پر اپنے اپنے ایمان و اسلام کے تحفظ کی خاطر شیعہ اثنا عشریہ کے گمراہ و کافر ہونے پر اتفاق کر لیں تو کیا اس کے ذمہ دار خود اثنا عشریہ اور ان کے عقائد نہیں؟

5- اگر شیعہ عقیدہ امامت درست اور اصول دین میں سے ہے، تو تمام شیعہ فرقے جن کی مجموعی تعداد بھی ہمیشہ کل امت کے دس فیصد سے کم افراد پر مشتمل رہی ہے، امامت جیسے بنیادی عقیدہ کے سلسلہ میں باہم بنیادی اور شدید اختلافات کا شکار کیوں ہیں، اور امام محمد بن علی (ابن الحنفیہ) اپنے بھتیجے امام علی زین العابدین کے مقابلے میں، امام زید شہید اپنے بھائی امام محمد الباقر کے مقابلے میں، امام محمد بن اسماعیل اپنے چچا موسیٰ الکاظم کے مقابلے میں اور

دیگر کتب کی سینکڑوں روایات کے مطابق عقیدہ تحریف قرآن کیوں رکھتے ہیں اور جو شیعہ علماء موجودہ قرآن کو درست ماننے کے دعویدار ہیں وہ بھی اہل سنت کی طرح ایسا متفق علیہ فتویٰ کیوں نہیں دیتے جس کی رو سے عقیدہ تحریف قرآن رکھنے والے تمام افراد اور فرقے بشمول شیعہ علماء و مجتہدین کافر، گمراہ اور دائرہ اسلام سے خارج قرار پاتے ہیں۔ کیا اس کا مطلب یہ نہیں کہ تمام اثنا عشری علماء کافرانہ عقیدہ تحریف قرآن رکھتے ہیں، البتہ ان میں سے ایک اقلیتی گروہ تقیہ کے طور پر اس بات کا بظاہر اقرار نہیں کرتا؟ اور اگر سیدنا ابوبکر و عمرو عثمان کی امامت و خلافت شرعی حیثیت کی حامل نہیں تو ان کے جمع و مرتب کردہ قرآن کی شیعہ کے نزدیک کیا حیثیت قرار پاتی ہے؟ نیز تمحیل قرآن اور وفات نبوی کے بعد سیدہ فاطمہ کے پاس جبریل و وحی کی آمدورفت اور قرآن سے تین گنا بڑے مصحف فاطمہ کی تدوین و تحریر کی شیعہ روایات پر امام خمینی اور تمام اثنا عشری علماء و عوام کا ایمان کیا عقیدہ ختم نبوت اور قرآن کے آخری کلام الہی ہونے کے منافی نہیں؟

8- شیعہ اصول حدیث و تفسیر کی رو سے حدیث و سنت رسول (ص) نیز دیگر علوم شریعت میں نبی صلی اللہ علیہ و سلم سے مروی، ازواج رسول (ص) سمیت نانوائے فیصد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات احادیث و دیگر علوم شرعیہ اہل تشیع کے نزدیک شرعاً ناقابل قبول اور ناقابل استنباط و استشاد ہیں، تو کیا اس سے بہتر یہ نہیں کہ نانوائے فیصد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو روایات شرعیہ میں ناقابل اعتبار و اعتماد قرار دینے والی چند فیصد شیعہ اقلیت ہی کو ناقابل اعتبار و اعتماد اور شرعاً کافرو مرتد قرار دے دیا جائے؟

9- اگر شیعہ عقیدہ درست ہے تو گزشتہ چودہ صدیوں سے امت مسلمہ کی نوے فیصد سے زائد اکثریت عقیدہ اہل سنت و الجماعت سے کیوں وابستہ چلی آ رہی ہے، اور شیعہ فرقوں کے باہم اختلافات امامت وغیرہ کے برعکس تمام اہل سنت، قرآن و حدیث، امامت و خلافت سیدنا ابوبکر و عمرو عثمان و علی و صحابیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمیت تمام کلائی و اعتقادی امور حتیٰ کہ فقہی مذاہب اربعہ کی صحت پر بھی متفق و متحد کیوں ہیں؟ اور اہل سنت میں گزشتہ چودہ صدیوں میں لاکھوں مفسرین و محدثین، فقہاء و متکلمین، اولیاء و متصوفین اور علماء و مجاہدین تمام تر فقہی و روحانی تنوع مذاہب و مشارب کے باوجود مذکورہ و غیر مذکورہ تمام اساسی امور میں متحد الفکر کیوں ہیں جب کہ اہل تشیع کے مختلف فرقوں میں ایسا کوئی اتحاد

فکر و عمل یا مشترکہ ذخیرہ تفسیر و حدیث و دیگر علوم شرعیہ کبھی بھی موجود نہیں رہا؟

10- اہل تشیع میں حب علی و آل علی وغیرہ جو مثبت افکار موجود ہیں، وہ تمام اہل سنت کے ہاں حب اہل بیت رسول (تمام ازواج و اولاد) اور حب اہل بیت علی کے حوالہ سے موجود ہیں، مگر اہل تشیع کے باطل عقائد اور صحابہ کرام و ازواج و اقارب رسول (ص) کے بارے میں منفی و توہین آمیز افکار و اعمال سے اہل سنت کا دامن پاک ہے۔ اہل سنت نہ صرف تمام اصحاب رسول (ص) سے عقیدت و محبت میں بے مثال ہیں بلکہ حب اہل بیت (ازواج و اولاد رسول) کے سنی و شیعہ ہر دو تصورات کے مطابق اعلیٰ ترین محبان اہل بیت ہیں جس کی ایک عمدہ مثال لاکھوں علماء و اولیائے اہل سنت اور ان کے روحانی سلاسل ہیں۔ آل علی میں سے ائمہ شیعہ تصور کئے جانے والے چند حضرات تو اہل سنت کے نزدیک دیگر صحابہ و تابعین کی طرح غیر منصوص و غیر معصوم صحیح العقیدہ بزرگان دین اور امت کا مشترکہ سرمایہ ہیں، مگر ان کے علاوہ سیدنا عبد القادر جیلانی و جنید بغدادی و بایزید بسطامی سے سیدنا علی بن عثمان ہجویری اور سید عثمان مروندی (لعل شہباز قلندر) تک لاکھوں وابستگان سلاسل اور اولیاء و صالحین (قلوری، چشتی، نقشبندی، اویسی، سروردی، سلسلہ ابن عربی وغیرہ) اعلیٰ روحانی کمالات کی حامل جلیل القدر ہستیاں ہیں، مگر اہل تشیع میں ان کے متوازی کیفیت و کیت ہر دو لحاظ سے جلیل القدر روحانی قائدین موجود نہیں اور مذکورہ تمام سلاسل اہل سنت کے بزرگان اہل تشیع کے گمراہ اور باطل ہونے پر بھی متفق ہیں۔ حتیٰ کہ بقول شاہ ولی اللہ محدث دہلوی خواب میں نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے ان کے استفسار کے جواب میں شیعہ فرقہ کو باطل قرار دیا۔ پس اہل تشیع و روحانیت کا اہل تشیع سے تنفر و اجتناب پر اتفاق، کیا شیعہ کے بطلان کی روحانی دلیل نہیں؟

ان گزارشات کے بعد شیعہ قارئین کے لئے مخلصانہ اور درد مندانہ مشورہ یہ ہے کہ وہ مذکورہ نقاط و سوالات پر غیر جذباتی انداز میں غور و خوض نیز کتاب کے مشتملات کا مطالعہ کر کے غیر جانبدارانہ تحقیق و تجزیہ فرمائیں اور قرآن و سنت، امامت و خلافت، جماعت صحابہ (رض) نیز دیگر حوالوں سے ان تمام منفی افکار و معتقدات کو مسترد کریں جو اہل تشیع بالخصوص شیعہ اثنا عشریہ کی تکفیر کا باعث ہیں۔ اس سلسلہ میں مفکر ایران ڈاکٹر علی شریعتی کی کتاب ”تشیع علوی و تشیع صفوی“ اور عراقی شیعہ عالم ڈاکٹر موسیٰ موسوی کی تصنیف ”الشیعہ و تصحیح“

”اردو ترجمہ بنام اصلاح شیعہ“ کا مطالعہ شیعہ اثنا عشریہ کو اہل تشیع کے اندرونی تضادات اور اثنا عشری علماء و مفکرین کی مختلف و متضاد دینی تشریحات سے روشناس کرانے میں معاون ہو سکتا ہے۔ مزید برآں امام زین العابدین کے فرزند امام زید بن علی بن حسین کے مجموعہ احادیث شیعہ ”مسند الامام زید“ کا مطالعہ شیعہ روایات اہل بیت کے حوالہ سے فقہ شیعہ (فقہ زیدی و جعفری) کے مختلف و متضاد مسائل کا تجزیہ کرنے میں بھی بڑا معاون ثابت ہو سکتا ہے۔ جس کے نتیجے میں انصاف پسند اہل تشیع کو تحقیق و تجزیہ کی رو سے شیعہ افکار و عقائد کے بارے میں فیصلہ کن رائے اختیار کرنے میں کافی مدد مل سکتی ہے۔ واللہ معدی من یشاء۔

وما ملینا الا البلاغ المبین۔

باب اول

قرآن مجید

1- قرآن مجید

شیعہ اثنا عشریہ کی بنیادی اور مسلمہ کتابوں کے مطالعہ سے یہ حقیقت بھی ایسے یقین کے ساتھ آنکھوں کے سامنے آئی جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ اثنا عشریہ کا عقیدہ ہے کہ موجودہ قرآن محرف ہے، اس میں اسی طرح تحریف ہوئی ہے جیسی اگلی آسمانی کتابوں تورات، انجیل وغیرہ میں ہوئی تھی۔ وہ بعینہ وہ کتاب اللہ نہیں ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمائی گئی تھی۔

اثنا عشریہ کی حدیث کی ان کتابوں میں جن میں ان کے ائمہ معصومین کی روایات جمع کی گئی ہیں (جن پر مذہب شیعہ کا دار و مدار ہے) خود ان کے اکابر محدثین و مجتہدین کے بیان کے مطابق دو ہزار سے زیادہ ائمہ معصومین کی وہ روایات ہیں جن سے قرآن کا محرف ہونا ثابت ہوتا ہے اور ان کے ان علماء و مجتہدین نے جو اثنا عشری مذہب میں سند کا درجہ رکھتے ہیں، اپنی کتابوں میں اعتراف کیا ہے کہ یہ روایات متواتر ہیں اور تحریف قرآن پر ان کی دلالت صاف اور صریح ہے، جس میں کوئی ابہام و اشباہ نہیں ہے، اور یہ کہ یہی ہمارا عقیدہ ہے۔

اس مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تیسری صدی ہجری کے آخر بلکہ چوتھی صدی کے قریب نصف تک پوری شیعہ دنیا کا یہی عقیدہ رہا۔ اس صدی کے قریباً وسط میں سب سے پہلے صدوق ابن بابویہ قمی (متوفی 381ھ) نے اور اس کے بعد پانچویں صدی میں شریف مرتضیٰ (متوفی 436ھ) اور شیخ ابو جعفر طوسی (م 460ھ) نے اپنا یہ عقیدہ ظاہر کیا کہ وہ قرآن کو عام مسلمانوں کی طرح محفوظ اور غیر محرف مانتے ہیں، لیکن شیعہ دنیا نے ان کی اس بات کو قبول نہیں کیا بلکہ ائمہ معصومین کی متواتر اور صریح روایات کے خلاف ہونے کی وجہ سے رد کر دیا۔

مختلف زمانوں میں شیعوں کے اکابر و اعظم علماء و مجتہدین نے قرآن کے محرف ہونے کے موضوع پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ اس سلسلہ کی سب سے اہم کتاب جو مطالعہ میں آئی وہ شیعوں کے ایک بڑے مجتہد اور خاتم المحدثین علامہ حسین محمد تقی نوری طبری کی کتاب ہے جس کا نام ہے۔ ”فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب۔“

یہ عربی زبان میں باریک قلم سے لکھی ہوئی تقریباً چار سو صفحات کی کتاب ہے، اس کے مصنف نے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ قرآن میں ہر طرح کی تحریف ہوئی ہے۔ دلائل کے

یعقوب کلینی نے بارہویں امام محمد المہدی کو ان کی غیبت صغریٰ کے دوران میں غار میں پیش کیا تو انہوں نے یہ فرما کر تصدیق کی کہ ”ہذا کاف لشیعتنا“ (یہ ہمارے شیعوں کے لئے کافی ہے۔ لہذا اس کا نام ”کتاب الکافی“ پڑ گیا اور تمام کتب احادیث میں اس کا مقام وہی ہے جو اہل سنت میں ”صحیح البخاری“ کا ہے بلکہ اس سے بھی برتر کیونکہ بخاری کو کسی امام منصوص و معصوم کے حوالے سے آسمانی سند حاصل نہیں اور نہ اہل سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی امام کو منصوص و معصوم مان کر اس کے قول کو خدا اور رسول کے قول کا درجہ دینا درست سمجھتے ہیں، بلکہ ایسے عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ کو ختم نبوت کے منافی قرار دیتے ہیں۔ بہر حال علامہ سیالوی فرماتے ہیں۔

”اب رہا قرآن کریم تو اس کے متعلق بائیان مذہب تشیع و رازداران فرقہ مذکورہ اس قرآن کریم کا صریحاً انکار کرتے نظر آتے ہیں۔ نمونہ کے طور پر اس ”اصول کافی“ ص 671 پر یہ روایت دیکھیں کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت علی قرآن کریم کو جمع کرنے اور اس کی کتابت سے فارغ ہوئے تو لوگوں سے کہا کہ اللہ عزوجل کی کتاب یہ ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اس کو نازل فرمایا ہے، اور میں نے ہی اس کو اکٹھا کیا ہے، جس پر لوگوں نے کہا کہ ہمارے پاس قرآن شریف موجود ہے، ہمیں کسی نئے قرآن کی کیا ضرورت ہے۔ اس پر حضرت علی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم آج کے دن کے بعد تم اس قرآن کو کبھی نہ دیکھو گے۔

اسی صفحہ پر امام جعفر صادق صاحب سے منسوب ایک روایت اور بھی ملاحظہ فرمائیں کہ جو قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبریل علیہ السلام لائے تھے، اس کی سترہ ہزار (17000) آیتیں تھیں، اور غریب اہل السنۃ و الجماعت کے پاس تو صرف چھ ہزار چھ سو چھیالیس (6666) آیات والا قرآن کریم ہے۔

اسی اصول کافی کے صفحہ 670 پر بھی نظر ڈالتے جائیے اور اگر اس قرآن کریم سے صراحتاً انکار کی شان کسی حد تک تفصیل کے ساتھ دیکھنا چاہیں تو اصول کافی ص 261 تا ص 268 اور ص 670، و ص 671 اور تاریخ التواریخ جلد 2، صفحہ 493-494 اور تفسیر صافی، جلد اول، ص 14 مطالعہ فرمائیں اور بائیان مذہب تشیع کی سیاست کی داد دیں کہ کس طرح صراحت اور وضاحت کے ساتھ اس فرقہ نے سرے سے قرآن شریف کا انکار کیا ہے۔“

انبار لگائیے ہیں، اس کے علاوہ ان کتابوں کی طویل فہرست دی ہے جو مختلف زمانوں میں شیعہ اثنا عشریہ کے اکابر علماء و مجتہدین نے موجودہ قرآن کو محرف ثابت کرنے کے لئے لکھی ہیں۔ اس کے مطالعہ کے بعد اس میں شک نہیں رہتا کہ اثنا عشریہ کا عقیدہ قرآن پاک کے بارے میں یہی ہے کہ اس میں تحریف ہوئی ہے اور ہر طرح کی تحریف ہوئی ہے، اور اثنا عشری فرقہ کے جن لوگوں نے خاص کر جن علماء و مصنفین نے تحریف کے عقیدہ سے انکار کیا ہے، اس کی سمجھ میں آنے والی کوئی توجیہ اس کے سوا نہیں کی جاسکتی کہ انہوں نے یہ انکار کچھ مصلحتوں کے تقاضے سے کیا ہے، یعنی تقیہ کیا ہے (یہ بات خود شیعوں کے اکابر علماء و مجتہدین نے لکھی ہے)۔

یہ کتاب مصنف نے تیرہویں صدی کے آخر میں اس وقت لکھی تھی جب شیعہ اثنا عشریہ کے بہت سے علماء نے ازراہ مصلحت بنی قرآن پاک میں تحریف کے اپنے عقیدہ سے انکار کی پالیسی اختیار کر لی تھی۔ علامہ حسین محمد تقی نوری طبری نے اس کو ائمہ معصومین اور اثنا عشری مذہب سے انحراف سمجھا اور اس کی تردید ضروری سمجھی، اور یہ کتاب لکھی۔ یہ کتاب مصنف کی زندگی ہی میں ایران میں طبع ہوئی تھی۔ اسی کا عکس لیکر حال ہی میں پاکستان میں اس کو طبع کر دیا گیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس کتاب نے کسی شیعہ کے لئے تحریف کے عقیدہ سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی ہے۔“

(منظور نعمانی، ثمنی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ طبع لاہور ص

53-54)

محسن اہل سنت مولانا محمد منظور نعمانی، سابق نائب امیر جماعت اسلامی ہندو شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند جو بین الاقوامی شہرت یافتہ عالم دین و مصنف اور رکن ”رابطہ عالم اسلامی“ مکہ مکرمہ ہیں۔ نیز تبلیغی جماعت و دیگر علمی و بین الاقوامی اداروں کے حوالہ سے بھی معروف ہیں، ان کے مذکورہ ارشادات کی تائید پاکستان کے جلیل القدر عالم و مصنف شیخ الاسلام محمد قمر الدین سیالوی، سجادہ نشین آستانہ عالیہ، سیال شریف و بانی صدر ”جمعیت علمائے پاکستان“ کی شہرہ آفاق علمی تصنیف ”مذہب شیعہ“ کے درج ذیل اقتباس سے بھی ہوتی ہے، جس میں انہوں نے شیعوں کی حدیث کی مستند ترین کتاب ”الکافی“ کے حوالے دیئے ہیں۔ اور اس کتاب الکافی کے بارے میں روایت ہے کہ اسے مکمل کر کے مؤلف ابو جعفر محمد بن

اور اسی طرح اصول کافی کے ”باب فضل القرآن“ میں امام جعفر صادق سے روایت ہے۔

فاذا قام القائم قرا كتاب الله عز وجل على حدة واخرج المصحف الذي كتبه على عليه السلام وقال اخرج على عليه السلام الى الناس حين فرغ منه وكتبه فقال لهم هذا كتاب الله عز وجل كما انزله الله على محمد صلى الله عليه وآله جمعه من اللوحين فقالوا: هوذا عندنا مصحف جامع فيه القرآن لا حاجة لنا فيه۔ فقال اما والله ماترونه بعد يومكم هذا۔ (اصول الكافي ص 671)

جب قائم (یعنی امام مہدی غائب) ظاہر ہوں گے تو وہ قرآن کو اصلی اور صحیح طور پر پڑھیں گے، اور قرآن کا وہ نسخہ نکالیں گے جس کو علی علیہ السلام نے لکھا تھا، اور امام جعفر صادق نے یہ بھی فرمایا کہ جب علی علیہ السلام نے اس کو لکھ لیا اور پورا کر لیا تو لوگوں سے (یعنی ابو بکر و عمر وغیرہ سے) کہا کہ یہ اللہ کی کتاب ہے، ٹھیک اس کے مطابق جس طرح اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر نازل فرمائی تھی۔ میں نے اس کو لوہین سے جمع کیا ہے، تو ان لوگوں نے کہا کہ ہمارے پاس یہ جامع مصحف موجود ہے، اس میں پورا قرآن ہے، ہم کو تمہارے جمع کئے ہوئے اس قرآن کی ضرورت نہیں، تو علی علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم اب آج کے بعد تم کبھی اس کو دیکھ بھی نہ سکو گے۔

بہر حال کتب شیعہ کی یہ روایات جن میں موجودہ قرآن میں تحریف، اسقاط اور اضافے اور تغیر و تبدل کا ذکر ہے۔ خاص کر وہ روایات جن میں قرآن میں سے حضرت علی اور آئمہ کا تذکرہ نکال دینے کا ذکر کیا گیا ہے۔ شیعہ حضرات کی طرف سے اس سوال کا سمجھ میں آنے والا جواب پیش کرتی ہیں کہ جب عقیدہ امامت، توحید و رسالت ہی کے درجہ کا بنیادی عقیدہ ہے تو اس کا ذکر قرآن مجید میں کیوں نہیں کیا گیا ہے۔ راقم سطور نے اسی بنیاد پر عرض کیا تھا کہ قرآن میں تحریف اور کمی بیشی کا عقیدہ مذہب شیعہ کی اساس و بنیاد عقیدہ امامت کے لوازم میں سے ہے۔ اس کے علاوہ اس عقیدہ کی تصنیف کا ایک خاص محرک اور مقصد یہ بھی ہے کہ حضرات شیعیان و ذوالنورین کو غصب خلافت اور غصب مذک و غیرہ جرائم کے علاوہ کتاب اللہ کا بھی مجرم ثابت کیا جائے جو یقیناً شدید ترین جرم اور بدترین کفر ہے۔

(مذہب شیعہ، تالیف شیخ الاسلام محمد قمر الدین سیالوی، ص 8-9، مطبوعہ اردو پریس، لاہور 1960ء و شائع کردہ مکتبہ ضیاء شمس الاسلام، سیال شریف ضلع شاہ پور)۔
مولانا منظور نعمانی اپنی عالی شہرت یافتہ تصنیف ”ایرانی انقلاب، امام شیعہ اور شیعیت“ میں اس سلسلے میں درج ذیل عنوان کے تحت فرماتے ہیں:-

”اصلی قرآن وہ تھا جو حضرت علی نے مرتب فرمایا تھا، وہ امام غائب کے پاس ہے اور موجودہ قرآن سے مختلف ہے۔

یہ بات بھی مذہب شیعہ اور شیعہ دنیا کے معروف مسلمات میں سے ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ نے قرآن مرتب فرمایا تھا اور وہ اس کے بالکل مطابق تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا، اور وہ موجودہ قرآن سے مختلف تھا، وہ حضرت علی ہی کے پاس رہا اور ان کے بعد ان کی اولاد میں سے آئمہ کے پاس رہا اور اب وہ امام غائب کے پاس ہے اور جب وہ ظاہر ہوں گے تب ہی اس قرآن کو بھی ظاہر فرمائیں گے۔ اس سے پہلے کوئی اس کو نہیں دیکھ سکتا۔

اس سلسلہ میں ”اصول کافی“ کی مندرجہ ذیل دو روایتیں نذر ناظرین ہیں۔
اصول کافی، کتاب الحج میں ایک باب ہے۔

باب انہ لم یجمع القرآن کله الا الانعة علیہم السلام

باب اس بیان میں کہ پورے قرآن کو آئمہ علیم السلام کے سوا کسی نے بھی جمع نہیں کیا۔ (یعنی پورا قرآن آئمہ کے سوا کسی اور کے پاس بھی نہیں تھا اور نہیں ہے)
اس باب میں پہلی روایت ہے کہ امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:-

ما ادعی احد من الناس انہ جمع القرآن کله کما انزل الکذاب وما جمعه وحفظه کما انزله الله الا علی بن ابی طالب والانعة من بعده۔
(اصول الكافي ص 139)۔

جو آدمی یہ دعویٰ کرے کہ اس کے پاس پورا قرآن ہے جس طرح کہ نازل ہوا تھا وہ کذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تنزیل کے مطابق قرآن کو صرف علی بن ابی طالب ہی نے اور ان کے بعد آئمہ علیم السلام نے جمع کیا اور اس کو محفوظ رکھا۔

(مولانا منظور نعمانی، ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت، مکتبہ مدنیہ، لاہور، ص 258-260)۔

روایات تحریف قرآن در کتاب الکافی وغیرہ

1- عن هشام بن سالم عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: ان القرآن الذی جاء به جبرئیل علیہ السلام الی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ سبعۃ عشر الف آیت۔

(اصول الکافی، طبع لکھنؤ، ص 671، باب فضل القرآن)۔

ترجمہ: هشام بن سالم سے روایت ہے کہ ابی عبد اللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا: وہ قرآن جو جبرئیل علیہ السلام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر لے کر نازل ہوئے تھے، سترہ ہزار آیات پر مشتمل تھا۔

اصول کافی کے شارح علامہ قزوینی نے اس روایت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

مراد انست کہ بسیارے ازال قرآن ساقط شدہ و در مصاحف مشہورہ نیست۔

(صافی شرح اصول کافی، طبع لکھنؤ، جزء ششم، ص 75)۔

مراد یہ ہے کہ اس اصل قرآن میں سے بہت سا حصہ ساقط اور غائب کر دیا گیا اور قرآن کے مشہور نسخوں میں اب موجود نہیں۔

اصول کافی کے (باب فیہ نکت و نتف من التنزیل فی الولایۃ) میں درج ذیل روایتیں آیات قرآن میں ولایت علی کے حوالہ سے کی گئی تحریف کے سلسلہ میں موجود ہیں۔

2- عن ابی جعفر علیہ السلام قال: نزل جبرئیل بہذہ الآیۃ علی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ: بنسما اشتروا بہ انفسہم ان یکفروا بما انزل اللہ (فی علی، بغیا۔ الآیۃ۔ اصول الکافی، ص 263)۔

مطلب یہ کہ سورہ البقرہ کی اس آیت نمبر 90 کے بارے میں ابو جعفر (امام باقر) علیہ السلام نے فرمایا کہ جبرئیل نے اس آیت کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس طرح نازل کیا تھا کہ اس میں (فی علی) کے الفاظ بھی شامل تھے، یعنی جس چیز کے بدلے میں انہوں نے اپنی جانوں کو بیچا ہے اس لئے کہ اللہ نے (علی کے بارے میں) جو کچھ نازل کیا ہے اس کا سرکشی دکھاتے ہوئے انکار کر دیں، وہ بہت بری چیز ہے۔

3- عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: نزل جبریل علی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ بہذہ الآیۃ: یا ایہا الذین اوتوا الكتاب آمنوا بما نزلنا (فی علی، نوراً مبیناً۔ اصول الکافی، ص 264)۔

ترجمہ: ابی عبد اللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ جبریل اس آیت کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر یوں لے کر نازل ہوئے تھے کہ:

”اے لوگو جنہیں کتاب دی گئی ہے اس پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا ہے (علی کے بارے میں) جو نور مبین ہے، یہ آیت موجودہ قرآن میں کیسے نہیں ہے، مطلب یہ ہوا کہ یہ آیت ہی نکال دی گئی ہے۔

4- عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی قولہ تعالیٰ: سل سائل، عذاب واقع للکافرین (بولایہ علی) لیس لہ دافع، ثم قال: حکذا واللہ نزل بھا جبریل علی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ (اصول کافی، ص 266)۔

ابو بصیر نے ابی عبد اللہ علیہ السلام (امام جعفر صادق) سے اللہ تعالیٰ کے اس قول (آیت) کے سلسلے میں روایت کیا ہے کہ: ایک پوچھنے والے نے سوال کیا اس عذاب کے بارے میں جو (علی کی ولایت کا) انکار کرنے والے پر نازل ہوگا اور جسے کوئی دور کرنے والا نہ ہوگا۔

پھر آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم جبریل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر اس آیت کو اسی طرح لے کر نازل ہوئے تھے (کہ اس میں ”فی علی“ کے الفاظ موجود تھے)۔

5- عن ابی جعفر علیہ السلام قال: انزل جبریل بہذہ الآیۃ: حکذا... یا ایہا الناس قد جاءکم الرسول بالحق من ربکم (فی ولایہ علی) فامنوا خیرا لکم وان تکفروا (بولایہ علی) فان للہ ما فی السموات وما فی الارض)۔

ابی جعفر (امام باقر) علیہ السلام سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: جبریل یہ آیت اس طرح لے کر نازل ہوئے۔

”اے لوگو پیغمبر تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے (ولایت علی کے بارے میں) حق بات لے کر آیا ہے، پس ایمان لاؤ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم (ولایت علی کا) کفر و انکار کر دو گے تو بے شک جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اللہ کا ہی تو ہے۔

10- عن ابی جعفر علیہ السلام قال: کذا انزلت هذه الآية

”ولو انهم فعلوا ما یوعظون به (فی علی) لکان خیرا۔ (اصول الکافی)
باب فیہ نکت من التنزیل فی الولاية ص 107-

ابی جعفر (امام باقر) علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا۔ یہ آیت یوں نازل ہوئی تھی۔

”اگر وہ لوگ اسی طرح عمل کرتے جس طرح انہیں (علی کے بارے میں) نصیحت کی گئی تھی تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا۔“

کتاب الکافی کی ان تمام روایات میں قوسین میں دیئے گئے الفاظ شیعوں کے نزدیک اصل نازل شدہ قرآن میں موجود تھے، مگر سیدنا ابوبکر کے دور امامت و خلافت میں اجماع صحابہ سے تحریری طور پر جمع و تدوین شدہ موجودہ قرآن سے نکال دیئے گئے تھے۔ نیز کئی آیات اور سورتیں بھی تحریف کر کے نکال دی گئی تھیں۔ تحریف قرآن کے سلسلے میں کتاب الکافی میں سینکڑوں روایات موجود ہیں، نیز دیگر کتب شیعہ میں بھی ایسی روایات بکثرت موجود ہیں جن کے مطابق علی و آل علی کے حق میں نازل شدہ الفاظ و آیات سمیت بہت سی آیات و سور ابوبکر و عمرو عثمان و غیرہم کی خواہش کے مطابق علی سے پہلے کے زمانہ خلافت میں تحریف کر کے نکال دی گئیں۔

قرآن مجید میں تحریف کے علاوہ شیعہ وفات رسول کے بعد سیدہ فاطمہ زہراء کے پاس جبریل کی آمد و رفت و ہمکاری کے بھی قائل ہیں، جس کے نتیجہ میں مصحف فاطمہ تیار ہوا۔ ”ابوبصیر کی روایت کے مطابق امام جعفر صادق نے اس سوال کے جواب میں کہ مصحف فاطمہ کیا ہے؟ فرمایا:

”ان الله لما قبض نبیہ علیہ السلام دخل فاطمة من الحزن مالا یعلمہ الا الله عزوجل فارسل اليها ملکا یسلى عنها و یحدثها فشکت ذلک الی امیر المومنین علیہما السلام فقال لها: اذا احسست بذلک وسمعت الصوت قولی لی۔ فاعلمته بذلک فجعل امیر المومنین علیہ السلام یکتب کما سمع حتی اثبت من ذلک مصحفا۔

(اصول الکافی ص 147 طبع لکھنؤ) باب فیہ ذکر الصحیفة و الجفر و

6- ابوبصیر کی روایت ہے کہ سورہ احزاب کے آخری رکوع کی آیت ”ومن یطع الله و رسوله فقد فاز فوزا عظیما“ کے بارے میں فرمایا کہ یہ اس طرح نازل ہوئی تھی۔

”و من یطع الله و رسوله فی ولاية علی و الانعة من بعده فاز فوزا عظیما۔ (اصول کافی ص 262) اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی (علی اور ان کے بعد والے ائمہ کی ولایت کے سلسلے میں) اطاعت کی تو بے شک اسے بہت بڑی کامیابی حاصل ہوگئی۔

7- عن ابی جعفر علیہ السلام قال: نزل جبریل علیہ السلام بهذه الآية هكذا:

فابی اکثر الناس (بولاية علی) الا کفورا۔

ابی جعفر (امام باقر) علیہ السلام نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام اس آیت کو یوں لے کر نازل ہوئے: ”پس اکثر لوگوں نے (ولایت علی) کا کفر و انکار کیا۔“

8- قال و نزل جبریل بهذه الآية هكذا:

”وقل الحق من ربکم (فی ولاية علی) فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر انا اعتدنا للظلمین (بآل محمد) نارا۔ (اصول کافی) باب فیہ نکت و نکت من التنزیل فی الولاية ص 108-

امام باقر نے یہ بھی فرمایا کہ جبریل یہ آیت اس طرح لے کر نازل ہوئے تھے: اور کہہ دیجئے کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے (ولایت علی کے بارے میں) پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے انکار کرے۔ یقیناً ہم نے (آل محمد پر) ظلم کرنے والوں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے۔

9- عن ابی جعفر قال: نزل جبرئیل بهذه الآية هكذا۔ ”ان الذین ظلموا (آل محمد حقہم) لم یکن الله لیغفر لهم۔ الآية (اصول الکافی) باب فیہ نکت من التنزیل فی الولاية ص 107-

ابی جعفر (امام باقر) سے روایت ہے کہ جبریل اس آیت کو یوں لے کر نازل ہوئے۔ بے شک جن لوگوں نے (آل محمد کا حق مار کر) ظلم کیا، اللہ ان کی مغفرت نہیں کرے گا۔

الجامعة و مصحف فاطمة۔

ترجمہ:

اللہ نے جب اپنے نبی علیہ السلام کی روح قبض کر لی تو فاطمہ کو ایسا رنج و غم ہوا جس کا بس اللہ عزوجل کو ہی اندازہ تھا، پس اس نے ان کی طرف ایک فرشتہ بھیجا تاکہ ان کے غم میں انہیں تسلی دے اور ان سے کلام کیا کرے، تو انہوں نے امیر المومنین کو یہ بات بتلائی۔ پس آپ نے فرمایا جب تم کو اس کی آمد کا احساس ہو اور آواز سنو تو مجھے بتا دینا، چنانچہ فاطمہ نے آپ کو اس کی خبر دیدی تو امیر المومنین جو کچھ اس فرشتہ کو کہتے سنتے لکھتے جاتے، یہاں تک کہ اس سے ایک مصحف تیار کر لیا۔ (یہی مصحف فاطمہ ہے)

اسی سلسلہ میں ابو بصیر کے ایک سوال کے جواب میں امام جعفر صادق نے فرمایا!

”وانا عندنا لمصحف فاطمة علیہا السلام“ و ما یدرہم ما مصحف فاطمة؟ قال فیہ مثل قرآنکم هذا ثلاث مرات واللہ ما فیہ من قرآنکم حرف واحد۔

(اصول الکافی، باب فیہ ذکر الصحیفۃ والجفر والجامعة و مصحف

فاطمہ، ص 146)

ہمارے پاس مصحف فاطمہ علیہا السلام ہے اور لوگوں کو کیا خبر ہے کہ مصحف فاطمہ کیا ہے۔ امام نے فرمایا کہ اس میں تمہارے اس قرآن سے تین گنا ہے اور اللہ کی قسم اس میں تمہارے قرآن کا ایک حرف بھی نہیں۔

امام جعفر نے اسی طویل روایت کے آخری حصے میں اس بیان سے پہلے یہ بھی ذکر فرمایا کہ:

”وان عندنا الجفر وما یدرہم ما الجفر؟ قال: وعاء من ادم فیہ علم

النبيين والوصیین و علم العلماء مضوا من بنی اسرائیل (ایضاً)

اور ہمارے پاس ”الجفر“ ہے، اور لوگوں کو کیا معلوم کہ الجفر کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ وہ جفر کیا ہے تو آپ نے فرمایا وہ چمڑے کا ایک تھیلا ہے۔ اس میں تمام نبیوں اور وصیوں کا علم ہے اور بنی اسرائیل میں جو اہل علم پہلے گزرے ہیں ان کا علم بھی اسی میں ہے۔ (یعنی تمام گزشتہ انبیاء و اوصیاء و علمائے بنی اسرائیل کے علوم کا خزانہ ہے)

تحریف قرآن، مصحف فاطمہ اور علوم انبیاء و اوصیاء و علمائے بنی اسرائیل وغیرہ کے حوالہ سے ان روایات سے شیعوں کے افکار و خیالات اور ان کے اپنے ائمہ کے بارے میں نیسوں اور رسولوں کی طرح حامل وحی و علوم وحی بلکہ برتر از انبیاء ہونے کے اعتقادات کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے، اور قرآن کے بعد سلسلہ آمدورفت وحی و جبریل سیدہ فاطمہ کے پاس رہنے سے عقیدہ ختم نبوت کے بارے میں اثنا عشری نقطہ نظر کا بھی آسانی سے فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ثم انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تحریف قرآن اور تفسیر باطل کے سلسلے میں مزید معلومات و روایات کے سلسلہ میں اردو دان قارئین کے لئے بالخصوص شیعہ مترجم مولوی مقبول احمد دہلوی کے اردو ترجمہ قرآن نیز مولوی فرمان علی صاحب کے اردو ترجمہ قرآن کا مطالعہ بھی مفید ہوگا۔ اور عام تعلیم یافتہ حضرات کی اس غلط فہمی کو دور کرنے میں مدد و معاون ثابت ہوگا کہ اہل تشیع تحریف قرآن کے قائل نہیں اور موجودہ قرآن پر غیر مشروط ایمان رکھتے ہیں۔ یہاں صرف دونوں مترجمین کے حوالہ سے صرف ایک دو مثالوں پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔ فہن شاء ذکرہ۔

مولوی مقبول احمد دہلوی سورہ احزاب کی آخری آیت کے آخری کلمات ”وكان الله غفوراً رحیماً“ (اور اللہ غفور و رحیم ہے) کے حاشیہ میں شیعہ کتاب ”ثواب الاعمال“ سے نقل فرماتے ہیں:-

”ثواب الاعمال“ میں جناب امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ سورہ احزاب سورہ بقرہ سے بھی زیادہ طویل تھی، مگر چونکہ اس میں عرب کے مردوں اور عورتوں کی عموماً اور قریش کی خصوصاً بد اعمالیاں ظاہر کی گئی تھیں، اس لئے اسے کم کر دیا گیا اور اس میں تحریف کردی گئی ہے۔“ (ترجمہ مولوی مقبول احمد دہلوی، حاشیہ آخر سورہ احزاب، ص 682)۔

سورہ یوسف کی آیت نمبر 49 ”ثم یاتی من بعد ذلک عام فیہ یفث الناس وفیہ“ (پھر اس کے بعد ایک ایسا برس آئے گا جس میں لوگ سیراب ہو جائیں گے اور جس میں وہ نچوڑیں گے۔) کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ:

”پھر اس کے بعد ایک ایسا برس آئے گا جس میں لوگ سیراب ہو جائیں گے اور جس میں وہ نچوڑیں گے۔“

پھر اس پر حاشیہ لکھا ہے کہ: تفسیر قمی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول

جس کا مطلب دونوں پاؤں کا مسح بنتا ہے اور اسی پر اثنا عشریہ کا عمل ہے لہذا پاؤں دھونا ان کے ہاں جزو وضو نہیں، آیت یوں ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ (العائدة: 6)

اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو اپنے چہرے اور کہنیوں تک ہاتھ دھولیا کرو، نیز اپنے سروں کا مسح کیا کرو اور اپنے دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھویا کرو۔

مگر بارہ اماموں کی امامت ماننے کے دعویدار (شیعہ اثنا عشریہ) کی بد قسمتی یہ ہے کہ کئی ملین افراد پر مشتمل شیعہ فرقہ زیدیہ جو چوتھے امام زین العابدین کے بڑے بیٹے امام زید شہید سے منسوب ہے، ان کی روایات اہل بیت کے مطابق حضرت علی وضو میں دونوں پاؤں دھوتے تھے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سورہ مائدہ کے نازل ہونے سے پہلے پاؤں کا مسح فرماتے تھے، مگر اس کے نزول کے بعد مسح فرمانا ختم کر دیا اور دونوں پاؤں دھونے لگے۔

”حدثنا زيد بن علي عن ابيه عن جده عن علي عليه السلام ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم مسح قبل نزول المائدة فلما نزلت آية المائدة لم يمسح بعدها“

(مسند الامام زيد، كتاب الطهارة باب المسح على الخفين والجباثر، ص 80، طبع بيروت، دار مكتبة الحياة 1986 م)

ترجمہ: (راوی ابو خالد واسطی کا بیان ہے کہ) مجھے زید بن علی نے اپنے والد (علی زین العابدین) اور دادا (سیدنا حسین) کے توسط سے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کرتے ہوئے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورہ المائدہ کے نازل ہونے سے پہلے مسح کیا کرتے تھے، مگر جب مائدہ کی آیت (وضو) نازل ہو گئی تو اس کے بعد انہوں نے مسح نہیں کیا۔

مولوی فرہان علی صاحب اپنے اردو ترجمہ قرآن میں سورہ الحجرات کی درج ذیل آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون“ (الحجر: 9)

ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام کے سامنے ایک شخص نے یہ آیت یوں تلاوت کی: ثم يأتي من بعد ذلك عام فيه يغاث الناس وفيه همصرون۔ یعنی۔ همصرون کو معروف پڑھا (ی) پر زبر اور ص کے نیچے زیر کے ساتھ) جیسا کہ آپ موجودہ قرآن شریف میں دیکھتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا وائے ہو تجھ پر وہ کیا نچوڑیں گے؟ آیا نچوڑیں گے؟ اس شخص نے عرض کیا یا امیر المومنین! پھر میں اسے کیونکر پڑھوں؟ فرمایا: خدا نے تو نازل فرمایا ہے۔

ثم يأتي من بعد ذلك عام فيه يغاث الناس وفيه همصرون۔ یعنی۔ همصرون کو مجھول بتلایا (ی) پر پیش اور ص پر زبر کے ساتھ) جس کے معنی میں یہ فرمایا کہ ان کو بادلوں سے پانی بکھرت دیا جائے گا اور دلیل اس امر پر خدا کا یہ قول لائے: وازلنا من المعصرات ماء ثجاجا (اور ہم نے بدلیوں سے موسلا دھار پانی اتارا ہے) آگے مترجم اور محشی مقبول احمد دہلوی ”قول مترجم“ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

”معلوم ہوتا ہے کہ جب قرآن میں اعراب لگائے گئے ہیں تو شراب خور خلفاء کی خاطر همصرون (ی) پر پیش ص پر زبر) کو همصرون (ی) پر زبر ص کے نیچے زیر) سے بدل کر معنی کو زیر و زبر کیا گیا ہے، یا مجھول کو معروف سے بدل کر لوگوں کے لئے ان کے کروت کی معرفت آسان کر دی۔ ہم اپنے امام کے حکم سے مجبور ہیں کہ جو تغیر یہ لوگ کر دیں تم اس کو اسی کے حال پر رہنے دو اور تفسیر کرنے والے کا عذاب کم نہ کرو، ہاں جہاں تک ممکن ہو لوگوں کو اصل حال سے مطلع کرو۔ قرآن مجید کو اس کی اصلی حالت میں لانا صاحب العصر علیہ السلام کا حق ہے اور ان کے وقت میں وہ حسب تنزیل خدائے تعالیٰ پڑھا جائے گا“ (ترجمہ قرآن مولوی مقبول احمد، ص 384)

اس سے معلوم ہوا کہ صاحب العصر یعنی بارہویں امام محمد المہدی جو ساڑھے گیارہ سو سال سے غائب ہیں، ان کے دوبارہ ظہور فرمانے تک موجودہ تحریف و تبدیل شدہ قرآن کی تلاوت بھی امام کے حکم کے مطابق لازم ہے۔ اس میں اللہ رسول کے براہ راست حکم کا کوئی دخل نہیں۔

اس سلسلہ میں یہ بھی پیش نظر رہے کہ شیعہ اثنا عشریہ سورہ المائدہ کی آیت وضو میں بھی تلاوت میں ”وارجلکم“ (ل) پر زبر کے ساتھ) پڑھتے ہیں جس کا مطلب وضو میں دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھونا بنتا ہے، مگر اصل میں ”وارجلکم“ (ل) کے نیچے زیر کے ساتھ) مانتے ہیں

شقوت و مل عائشہ و حفصہ، ص 870)

ترجمہ: عیاشی نے معتبر سند کے ساتھ حضرت (جعفر) صادق سے روایت کیا ہے کہ عائشہ و حفصہ نے آنحضرت کو زہر دے کر شہید کیا تھا۔

ملا صاحب روایات نقل کر کے انتہائی تفصیل کے ساتھ یہ لکھتے ہیں کہ ابوبکر و عمر نے خلافت حاصل کرنے کے لئے اپنی بیٹیوں کے ساتھ مل کر یہ کام کیا۔

”پس آں دو منافق و آں دو منافقہ بایک دیگر اتفاق کردند کہ آنحضرت را بزہر شہید کنند۔“

(حیات القلوب، جلد دوم، ص 745، باب 55)

پس ان دو منافقوں (ابوبکر و عمر) اور ان دو منافق عورتوں (عائشہ و حفصہ) نے اس بات پر آپس میں اتفاق کیا کہ آنحضرت کو زہر دے کر شہید کر دیں۔ (نستقرف اللہ و نعوذ باللہ من ذلک الخرافات)

انہی ام المومنین سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما سے مصحف صدیقی حاصل کر کے امام و خلیفہ سوئم حیدنا عثمان نے زید بن ثابت ہی کے زیر نگرانی لغت قریش کے مطابق اختلاف قرات دور کیا۔ صحابہ کرام نے اس پر اجماع و اتفاق رائے کیا، پھر اس مصحف عثمانی کی نقول تمام عالم اسلام میں سرکاری طور پر بھجوا دیں، اور اختلاف قرات سے بچنے کے لئے اسے پورے عالم اسلام میں یکساں طور پر رائج فرمادیا۔

چنانچہ جب سیدنا ابوبکر و عمرو عثمان کی امامت و خلافت اور سیدہ حفصہ ام المومنین سمیت ان تمام حضرات کا ایمان و اسلام ہی مشکوک ہے اور علی کے مقابلے میں ان کی امامت و خلافت تسلیم کرنے والے تمام کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اسی زمرے میں آتے ہیں حتیٰ کہ سیدنا علی و حسن رضی اللہ عنہما بھی اپنے دور خلافت میں اسی قرآن کو برقرار رکھنے پر مجبور کر دیئے گئے (کیونکہ شیعہ روایات کی رو سے حضرت علی کا جمع کردہ نسخہ قرآن مصحف صدیقی کے مقابلے میں تسلیم کرنے سے امت نے انکار کر دیا تھا) تو پھر ان جامعین کا جمع و رائج کردہ اور انہی حفاظ قرآن (ابوبکر و عمرو عثمان) نیز ان کے حامی منکرین امامت منصوصہ علی حفاظ و شاہدین آیات قرآن کا تصدیق کردہ قرآن کس طرح قائل قبول ہو سکتا ہے۔ لہذا امام علی کا غائب کردہ نسخہ قرآن جو بارہویں امام مہدی دوبارہ لائیں گے تناوی قائل اعتبار و غیر تحریف شدہ نسخہ قرآن ہے۔

بے شک ہم نے ہی قرآن نازل کیا اور ہم ہی تو اس کے نگہبان ہیں۔
مولوی صاحب حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

”ذکر سے ایک تو قرآن مراد ہے جس کو میں نے ترجمہ میں اختیار کیا ہے، تب اس کی نگہبانی کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کو ضائع اور برباد نہ ہونے دیں گے، پس اگر تمام دنیا میں ایک نسخہ بھی قرآن مجید کا اپنی اصلی حالت پر باقی ہو تب بھی یہ کہنا صحیح ہو گا کہ وہ محفوظ ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں تو شک ہی نہیں کہ ترتیب بالکل بدل دی گئی ہے۔ (ترجمہ مولوی مقبول احمد دہلوی، ص 361)۔

ان چند مختصر مثالوں سے شیعہ اثنا عشریہ کا تحریف قرآن لفظی و معنوی ہر دو کے قائل و مرتکب ہونا کسی مزید ثبوت کا محتاج نہیں رہتا اور عقلمند کے لئے یہ چند اشارات ہی کافی ہیں۔ تاہم اس سلسلہ میں یہ عقلی و منطقی بات بھی قائل غور ہے کہ جب شیعہ اثنا عشریہ سیدنا ابوبکر و عمرو عثمان رضی اللہ عنہم کے امام و خلیفہ اول و دوم و سوئم ہونے کا انکار کر کے سیدنا علی کے شرعاً امام اول و خلیفہ بلا فصل (بغیر فاصلہ کے جانشین پیغمبر یعنی خلیفہ اول) ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اپنی اذان کلمہ اور عقیدہ میں بار بار اس کا اعلان کرتے ہیں تو وہ قرآن مجید ان کے لئے کس طرح قائل قبول ہو سکتا ہے جو ان کے عقیدہ کے مطابق اصل امام اول و خلیفہ بلا فصل سیدنا علی کو حق امامت و خلافت سے عملاً محروم کرنے والے ابوبکر کے زمانہ میں عمر کے مشورہ سے سیدنا زید بن ثابت کے زیر نگرانی تحریری طور پر جمع و تدوین کے مراحل سے گزرا اور جس مصحف صدیقی پر علی کو حق امامت و خلافت سے محروم کرنے والے حفاظ و صحابہ کرام نے اجماع و اتفاق کیا، جو سیدنا ابوبکر کی وفات کے بعد سیدنا عمر کے پاس رہا اور ان کی شہادت کے بعد ام المومنین سیدہ حفصہ بنت عمر کے پاس محفوظ رہا، جن کے بارے میں شیعہ مجتہد اعظم ملا باقر مجلسی (جن کی فارسی کتب کے مطالعہ کی امام خمینی نے بطور خاص تلقین فرمائی ہے) لکھتے ہیں۔

”و عیاشی، سند معتبر از حضرت صادق روایت کردہ است کہ عائشہ و حفصہ آنحضرت را بزہر شہید کردند۔“

(علامہ باقر مجلسی، حیات القلوب، طبع ایران، جلد دوم، باب پنجم و پنجم در بیان احوال

ہے جس کے متعدد ایڈیشن ایران میں شائع ہو چکے ہیں۔ مصر کے ایک بڑے ماہر قانون پروفیسر محمد علی سعودی نے مشہور مستشرق براؤن (BROWN) کے پاس ایران میں لکھا ہوا قرآن کا ایک قلمی نسخہ دیکھا تھا، اس میں یہ ”سورۃ الولایہ“ تھی۔ انہوں نے اس کا فوٹو لے لیا جو مصر کے رسالہ ”الفتح“ کے شمارہ نمبر 842 کے صفحہ نمبر 9 پر شائع ہو گیا تھا۔

شیخ محی الدین الحطیب نے اسی کا عکس اپنی کتاب کے ص 31 پر شائع کر دیا ہے۔

(بحوالہ مولانا محمد منظور نعمانی، ایرانی انقلاب، امام خمینی اور شیعیت، ص 276-277)

مولانا منظور نعمانی نے اس کا عکس جس کے بین السطور میں فارسی ترجمہ غیر واضح ہے، اپنی تصنیف ”ایرانی انقلاب، امام خمینی اور شیعیت“ (مطبوعہ لاہور، مکتبہ مدنیہ) ص 278 پر شائع کر دیا ہے جس کے الفاظ یوں ہیں۔

سورۃ الولایہ سبع آیات
بسم الله الرحمن الرحيم

ياايها الذين آمنوا آمنوا بالنبي وبالولي الذين بعثناهما يهديانكم الى صراط مستقيم- نبي و ولي بعضهما من بعض وانا العليم الخبير- ان الذين يوفون بعهدالله لهم جنت النعيم- والذين اذا تليت عليهم آيتنا كانوا باياتنا مكذبين ان لهم في جهنم مقاما- عظيما- اذا نودي لهم يوم القيمة اين الظالمون المكذبون للمرسلين- ما خلقهم المرسلين الا بالحق و ماكان الله ليظهرهم الى اجل قريب- وسبح بحمد ربك وعلى من الشاهدين-

”اس سورۃ الولایہ کے بارے میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ علامہ نوری طبری نے بھی اپنی کتاب ”فصل الخطاب“ میں اس سورۃ کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ ان سورتوں میں سے ہے جو قرآن مجید سے ساقط کر دی گئی ہیں، (فصل الخطاب ص 22)۔

(بحوالہ مولانا منظور نعمانی، ایرانی انقلاب، امام خمینی اور شیعیت، ص 278)۔

علامہ نوری طبری کی شہرہ آفاق تصنیف ”فصل الخطاب“ کے حوالہ سے مولانا منظور نعمانی کا بیان بڑا واضح اور جامع ہے اور اس کے چند اقتباسات کو من و عن نقل کرنا ناگزیر ہے۔

یہی وہ نقطہ نظر ہے جس کی تائید میں علامہ نوری طبری نے اپنی ضخیم تصنیف ”فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب“ تیرہویں صدی ہجری کے آخر میں تصنیف کی اور اس شیعہ اقلیت کا ناقابل تردید دلائل کے ساتھ رد کیا جو تقیہ یا مصلحت کے طور پر موجودہ رائج شدہ قرآن کو غیر تحریف شدہ قرار دیتی ہے۔ مولانا منظور نعمانی اس کتاب کا حوالہ دینے کے علاوہ کتاب الکافی کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

”راقم سطور عرض کرتا ہے کہ جس شخص نے ”الجامع الکافی“ کی چاروں جلدوں کا مطالعہ کیا ہے، بلکہ جس کی نظر سے اس کی صرف وہ روایات بھی گزری ہیں جو تحریف کے موضوع سے متعلق ناظرین کرام نے گزشتہ چند صفحات میں ملاحظہ فرمائی ہیں، اس کو اس میں شک شبہ نہیں ہو سکتا کہ اس کے مؤلف اور جامع ابو جعفر یعقوب کلینی رازی قرآن میں تحریف اور کمی بیشی کے قائل ہیں، اور انہوں نے اپنی اس کتاب میں ائمہ کی روایات سے اس کا ایسا ثبوت فراہم کر دیا ہے جس کے بعد شیعہ حضرات کو اس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔“

(مولانا منظور نعمانی، ایرانی انقلاب، امام خمینی اور شیعیت، ص 265، مطبوعہ مکتبہ مدنیہ،

لاہور)۔

”مولانا منظور نعمانی یہ بھی فرماتے ہیں:-

”اب سے قریباً ایک صدی پہلے عراق کے علامہ سید محمود شکر آلوسی نے ”تحفہ اثنا عشریہ“ کی عربی میں تلخیص کی تھی جو ”مختصر التحفہ الاثنی عشریہ“ کے نام سے شائع ہوئی تھی۔ بعد میں مصر کے جلیل القدر عالم شیخ محی الدین الحطیب نے (جنہوں نے چند ہی برس پہلے وفات پائی ہے اور جن سے اللہ تعالیٰ نے شیعیت کے سلسلہ میں بہت کام لیا) اس کو ایڈٹ کیا اور تصحیح و تنحیہ اور مقدمہ کے اضافہ کے ساتھ شائع کرایا، اس میں انہوں نے ایران میں لکھے ہوئے قرآن کے ایک قلمی نسخہ سے لیا ہوا ایک سورہ (سورۃ الولایہ) کا فوٹو بھی شائع کیا ہے (جو موجودہ قرآن میں نہیں ہے) اس کے بارے میں انہوں نے لکھا کہ:

”پروفیسر نولدکی (NOELDEKE) نے اپنی کتاب تاریخ مصاحف قرآن۔۔

(HISTORY OF THE COPIES OF THE QURAN) میں اس سورہ کو شیعہ فرقہ کی معروف کتاب ”دستان مذاہب“ (فارسی، مصنفہ محسن فانی کشمیری) کے حوالے سے نقل کیا

کتاب کے مصنف علامہ نوری طبری نے لکھا ہے کہ ہمارے علمائے متقدمین میں صرف چار ایسے افراد ملتے ہیں جنہوں نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ ان کے طبقہ میں ان کے ساتھ کوئی پانچواں بھی نہیں ہے۔ پھر ان چار حضرات نے اپنے اختلافی موقف کے ثبوت میں جو کچھ لکھا تھا علامہ نوری طبری نے اس کا جواب بھی دیا ہے جو شیعہ حضرات کے لئے موجب اطمینان ہونا چاہئے۔

بہر حال یہ کتاب ایسی دستاویز ہے جس کے معائنہ کے بعد کسی بھی منصف مزاج کے لئے اس میں شک شبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ مذہب شیعہ اور ائمہ معصومین کے ارشادات کی رو سے موجودہ قرآن قطعاً محرف ہے، اس میں اسی طرح تحریف ہوئی ہے جیسی کہ اس سے پہلی آسمانی کتابوں تورات و انجیل وغیرہ میں ہوئی تھی۔ نیز یہ کہ یہی عام شیعہ علمائے متقدمین کا موقف اور عقیدہ رہا ہے۔

اگر اس موضوع سے متعلق اس کتاب کی وہ تمام عبارتیں نقل کی جائیں جو نقل کرنے کے لائق ہیں تو اندازہ ہے کہ ان کے لئے پچاس صفحات بھی ناکافی ہوں گے۔ اس لئے بطور ”مشتے نمونہ از خردارے“ چند ہی عبارتیں نذر ناظرین کی جاتی ہیں۔“

(مولانا محمد منظور نعمانی: ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت، مکتبہ مدنیہ لاہور، ص 262-263)۔

”شیعی دنیا میں علامہ نوری طبری کا مقام و مرتبہ“ کے زیر عنوان مولانا نعمانی فرماتے ہیں۔

”ہم یہاں اپنے ناظرین کو یہ بتلادینا بھی مناسب سمجھتے ہیں کہ ”فصل الخطاب“ کے مصنف علامہ نوری طبری کو جنہوں نے قرآن میں ہر طرح کی تحریف، کمی بیشی اور تغیر و تبدل ثابت کرنے کے لئے یہ کتاب تصنیف فرمائی، شیعہ دنیا میں عظمت و تقدس کا یہ مقام حاصل تھا کہ جب 1320ھ میں ان کا انتقال ہوا تو ان کو نجف اشرف میں مشہد مرتضوی کی عمارت میں دفن کیا گیا، جو شیعہ حضرات کے نزدیک ”اقدس البقاع“ یعنی روئے زمین کا مقدس ترین مقام ہے۔

یہ علامہ نوری طبری اپنے دور میں شیعوں کے عظیم مجتہد ہونے کے ساتھ بہت بڑے محدث بھی تھے، ان کی مرتب کی ہوئی حدیث کی ایک کتاب ”مستدرک الوسائل“ ہے۔ یہ

”ہم جیسوں کے لئے آسان بلکہ ممکن نہیں تھا کہ شیعہ علمائے متقدمین کی تصانیف حاصل کر کے ان کا مطالعہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ انتظام فرمایا کہ اب سے قریباً سو سال پہلے جب شیعہ علماء نے عام طور سے عقیدہ تحریف سے انکار کی پالیسی اپنی اور اس اہم مسئلہ میں اپنا عقیدہ وہی ظاہر کرنے لگے جو سینوں کا ہمیشہ سے عقیدہ ہے (یعنی یہ کہ موجودہ قرآن بعینہ وہ کتاب اللہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی، اور اس میں ہرگز کوئی تحریف اور کمی بیشی نہیں ہوئی) تو ایک بہت بڑے شیعہ عالم، محدث اور مجتہد علامہ نوری طبری نے یہ محسوس کر کے کہ یہ اپنے اصل مذہب سے انحراف اور ائمہ معصومین کے ایک دو نہیں، سینکڑوں بھی نہیں، بلکہ ہزاروں ارشادات کے خلاف بغاوت ہے (اور شیعہ دنیا کو اس وقت اس بارے میں تقیہ کی کوئی ضرورت اور مجبوری بھی نہیں ہے) اس موضوع پر ایک مستقل ضخیم کتاب حضرت علی مرتضیٰ کی طرف منسوب شہر نجف اشرف میں خاص مشہد امیر المومنین میں بیٹھ کر لکھی۔“

(منظور نعمانی، ایرانی انقلاب، امام خمینی اور شیعیت، ص 261-262)

(مصنف نے کتاب کے آخر میں لکھا ہے کہ وہ اس تصنیف سے جمادی الاخریٰ 1292ھ میں فارغ ہوئے۔ (ایرانی انقلاب، 262، حاشیہ 1 از مولانا منظور نعمانی)۔

”اس کتاب کا نام ہے۔ ”فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب“۔

یہ اتنی ضخیم ہے کہ اگر اسے عام فہم اوروں میں منتقل کیا جائے تو اندازہ ہے کہ اس کے صفحات ہزار سے کم نہ ہوں گے۔ کچھ اوپر ہی ہوں گے۔

اس کتاب کے مصنف علامہ نوری طبری نے اپنے شیعہ نقطہ نظر کے مطابق اس دعویٰ کے ثبوت میں دلائل کے انبار لگادیئے ہیں کہ موجودہ قرآن میں تحریف ہوئی ہے اور ہر طرح کی تحریف ہوئی ہے۔ اس میں سے بہت سا حصہ غائب اور ساقط بھی کیا گیا ہے، اور تحریف کرنے والوں (یعنی خلفائے ثلاثہ اور ان کے رفقاء) نے اس میں اپنی طرف سے اضافے بھی کئے ہیں اور ہر طرح کا تغیر و تبدل ہوا ہے، اور یہ کہ ہمارے ائمہ معصومین کی ہزاروں روایات یہی بتلاتی ہیں اور یہی ہمارے عام علمائے متقدمین کا عقیدہ اور موقف رہا ہے، اور انہوں نے اپنی تصانیف میں صراحت اور صفائی کے ساتھ اسی عقیدہ کا اظہار کیا ہے، بلکہ اس کو دلائل سے ثابت کیا ہے۔

(3) تیسرے یہ کہ اسی کے مطابق متقدمین علماء شیعہ کا عقیدہ رہا ہے۔ صرف چار حضرات نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ ”(ایرانی انقلاب، ص 274)
 ”کیا کسی صاحب علم شیعہ کے لئے تحریف سے انکار کی گنجائش ہے؟“ اس عنوان کے تحت مولانا نعمانی رقمطراز ہیں:-

”یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ تحریف کے بارے میں ائمہ معصومین کی ہزاروں روایات کے ہوتے ہوئے جن میں بہت بڑی تعداد ”الجامع الکافی“ جیسی معتبر ترین کتابوں میں ہے، اور مذہب شیعہ میں سند کا درجہ رکھنے والے اکابر علماء کے اس اعتراف اور اقرار کے باوجود کہ یہ روایات متواتر ہیں اور صراحتاً تحریف پر دلالت کرتی ہیں، اور انہی کے مطابق ہمارے علمائے متقدمین کا عقیدہ رہا ہے۔ کیا کسی صاحب علم اور باخبر شیعہ کے لئے تحریف سے انکار کی گنجائش رہتی ہے؟ ظاہر ہے کہ اس کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ ہاں تقیہ کی بنیاد پر انکار کیا جاسکتا ہے، جس طرح شیعہ روایات کے مطابق ائمہ نے ازراہ تقیہ اپنی امامت سے بھی انکار فرمایا ہے، اس لئے قیاس یہی ہے کہ ان چار حضرات نے تحریف سے انکار تقیہ ہی کی بنیاد پر کیا ہو۔ واللہ اعلم۔“ (ایرانی انقلاب، ص 274-275)

علامہ نوری طبری نے روایات ائمہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن میں تورات و انجیل کی طرح تحریف و تغیر و تبدل ہوا ہے۔ اس سلسلے میں عظیم شیعہ عالم و مصنف سید نعمت اللہ جزائری کی بعض تصانیف کے حوالے سے یہ درج فرمایا ہے کہ اس سلسلہ میں احادیث و روایات ائمہ وغیرہ کی تعداد دو ہزار سے زیادہ ہے اور اکابر علماء کی ایک جماعت نے مثلاً شیخ مفید، محقق داماد اور علامہ مجلسی نے ان حدیثوں کے مستفیض اور مشہور ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور شیخ طوسی نے بھی تبیان میں بصراحت لکھا ہے کہ ان روایتوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

”روایات تحریف کے تواتر کا دعویٰ کرنے والے اکابر علماء شیعہ“

پھر کتاب کے آخر میں ان اکابر و اعظم علماء شیعہ کا مصنف نے ذکر کیا ہے جنہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ قرآن میں تحریف اور تغیر و تبدل کی روایتیں متواتر ہیں اور بلاشبہ ان کا یہ دعویٰ شیعہ حضرات کی کتب حدیث کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے۔ مصنف رقم طراز ہیں:-

”وقد ادعی تواتره (ای تواتر وقوع التحریف والتغییر والنقص،

بات پہلے ذکر کی جا چکی ہے کہ روح اللہ مبینی صاحب نے اپنی کتاب ”الحکومت الاسلامیہ“ میں اپنے نظریہ ”ولایۃ الفقیہ“ کے سلسلے میں اس کا حوالہ بھی دیا ہے، اور وہاں علامہ نوری طبری کا ذکر پورے احترام کے ساتھ کیا ہے، حالانکہ وہ ان کی کتاب ”فصل الخطاب“ سے یقیناً واقف ہیں اور ہر شیعہ عالم واقف ہے۔

فصل الخطاب کے سلسلے میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جب یہ کتاب تیرہویں صدی ہجری کے اواخر میں شائع ہوئی تو ایران و عراق کے شیعہ علماء کی طرف سے جنہوں نے عقیدہ تحریف سے انکار کی پالیسی اپنالی تھی، اس کے خلاف بڑا ہنگامہ برپا کیا گیا اور معلوم ہوا ہے کہ اس کا جواب بھی لکھا گیا۔ علامہ طبری نے اس کے جواب میں بھی مستقل کتاب لکھی، اس کا نام ہے۔

”روایات عن فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب“

واقعہ یہ ہے کہ ان دو کتابوں نے شیعہ حضرات کے لئے عقیدہ تحریف سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں چھڑی ہے۔ و کفی اللہ المؤمنین القتال۔

(مولانا منظور نعمانی، ایرانی انقلاب، امام خمینی اور شیعیت، ص 275-276)

اس سلسلے میں مزید فرماتے ہیں:-

”علامہ نوری طبری نے ”فصل الخطاب“ میں جو عبارتیں متقدمین اور متاخرین شیعہ علماء کی جو مذہب شیعہ میں سند کا درجہ رکھتے ہیں تحریف کے بارے میں نقل کی ہیں، ان میں تین باتیں صراحت اور صفائی کے ساتھ لکھی گئی ہیں جو بہت اہم ہیں اور اس مسئلہ پر غور کرتے وقت ان کا پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

(1) ایک یہ کہ قرآن میں تحریف اور کمی بیشی کی روایات (جو ائمہ معصومین کے ارشادات ہیں) متواتر ہیں۔ سید نعمت اللہ جزائری محدث کی تصریح کے مطابق دو ہزار سے بھی زیادہ ہیں، اور علامہ مجلسی کے بیان کے مطابق ان کی تعداد مذہب شیعہ کی اساس و بنیاد مسئلہ امامت کی روایات سے کم نہیں زیادہ ہی ہے۔

(2) دوسرے یہ کہ یہ روایات اور ائمہ کے یہ ارشادات قرآن میں تحریف اور کمی تبدیلی کو ایسی صراحت اور صفائی کے ساتھ بتلاتے ہیں جس کے بعد کسی کے لئے شک شبہ کی اور کسی تاویل کی گنجائش نہیں رہتی۔

کی روایات) کے متواتر ہونے کا دعویٰ ہمارے اکابر علماء کی ایک جماعت نے کیا ہے، جن میں سے ایک مولانا محمد صالح ہیں جنہوں نے شرح الکافی میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے کہ (وہ قرآن جو جبرئیل نبی کے پاس لائے تھے سترہ ہزار آیات پر مشتمل تھا، اور ایک راوی حدیث سلیم کی روایات کے مطابق، اٹھارہ ہزار آیات پر مشتمل تھا) فرمایا ہے: قرآن میں تحریف اور اس کے بعض حصوں کا ساقط کر دیا جانا ہمارے طرق حدیث سے معنوی تواتر کے ساتھ ثابت ہے، جیسا کہ ہر اس شخص پر ظاہر ہے جس نے ہماری کتب احادیث کا ابتداء سے آخر تک غور سے مطالعہ کیا ہو۔

اور انہی (تحریف قرآن کے دعویدار علماء شیعہ) میں سے ایک صاحب فضیلت قاضی القضاۃ علی بن عبدالعالی بھی ہیں۔ جیسا کہ جناب سید نے ”شرح وافہ“ میں ان سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے ان میں سے اکثر روایات کی سندوں کے ضعیف ہونے کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ (ہمارے اکابر محدثین کا اپنی معتبر کتابوں میں جن کے مشتملات کی صحت کے وہ ضامن ہیں، ان روایات کو بیان کرنا ان کی صحت و درستی کا فیصلہ کر دیتا ہے، کیونکہ ان کے لئے روایات کی صحت ثابت کرنے کے لئے راویوں کے حال سے قطع نظر دوسرے طریقے بھی موجود ہیں۔ مثلاً ”متن کے مضمون پر اجماع و اتفاق اور مثلاً“ ایسے قرائن کی موجودگی جن سے ان کے مضمون کی صحت کا یقین حاصل ہوتا ہے۔

اور انہی میں سے ایک شیخ محدث جلیل ابوالحسن شریف ہیں جنہوں نے اپنی تفسیر کے ابتدائی مباحث میں ان روایات کے معنوی تواتر کا دعویٰ کیا ہے۔

اور ہمارے انہی علماء کبار میں سے ایک علامہ مجلسی ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب مرآۃ العقول، اصول کافی کے باب (پورا قرآن ائمہ علیہم السلام کے علاوہ کسی نے جمع نہیں کیا) کی شرح میں شیخ مفید کا کلام نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ: (قرآن میں کمی اور تبدیلی کے سلسلے میں خواص اور عام لوگوں کی سندوں سے جو روایات و احادیث نقل کی گئی ہیں وہ متواتر ہیں)۔

اور کتاب الکافی کے اس صحیح نسخے پر جسے وہ اپنے والد کے سامنے پڑھتے تھے اور جس پر ان دونوں باپ بیٹے کے قلم کی تحریر موجود ہے۔ (الکافی کے حصہ) کتاب فضل القرآن کے اختتام پر جہاں امام جعفر صادق کا یہ قول روایت کیا گیا ہے کہ (جو قرآن جبرئیل محمد کے پاس

جماعة منهم المولى محمد صالح فى شرح الكافى حيث قال فى شرح ماورد ان القرآن الذى جاء به جبرئيل الى النبى سبعة عشر الف آية، وفى رواية سليم، ثمانية عشر الف آية، مالفظة. واسقاط بعض القرآن و تحريفه ثبت من طرقنا بالتواتر معنى كما يظهر لمن تأمل من كتب الأحاديث من اولها الى آخرها. ومنهم الفاضل قاضى القضاة على بن عبدالعالى على ما حكى عنه السيد فى شرح الوافية بعد ما اورد على اكثر تلك الأخبار بضعف الاسناد مالفظة: ان ايراد اكابر الاصحاب لأخبارنا فى كتبهم المعتبرة التى ضمنوا صحة ما فيها قاض بصحتها فان لهم طرقا تصحيحها من غير جهة الرواة كالاجماع على مضمون المتن واحتفائه بالقرائن المفيدة للقطع...

ومنهم الشيخ المحدث الجليل ابوالحسن الشریف فى مقدمات تفسيره۔

ومنهم العلامة المجلسى قال فى مرآة العقول فى شرح۔ باب انه لم يجمع القرآن كله الا لائمة عليهم السلام. بعد نقل كلام المفيد مالفظة: والأخبار من طرق الخاصة والعامة فى النقص والتغيير متواترة۔

وبخطه على نسخة صحيحة من الكافى كان يقرأها على والده، عليها خطهما فى آخر ”كتاب فضل القرآن“ عند قول الصادق (ع): القرآن الذى جاء به جبرئيل على محمد سبعة عشر الف آية۔ مالفظة: لا يخفى ان هذا الخبر وكثير من الأخبار الصحيحة صريحة فى نقص القرآن وتغييره۔

وعندى ان الاخبار فى هذا الباب متواترة معنى وطرح جميعها يوجب رفع الاعتماد عن الأخبار راسا۔ بل ظنى ان الاخبار فى هذا الباب لا يقصر عن اخبار الامامة فكيف يشبثونها بالخبر؟

(نورى الطبرسى: فصل الخطاب فى اثبات تحريف كتاب رب الارباب، ص 328-329، وراجع ايضا: ايراني انقلاب، ص 270-273)۔

ترجمہ: ان روایات (یعنی قرآن میں تحریف و تغیر و تبدل اور اس کو ناقص بنائے جانے

والی طبقہ لم يعرف اختلاف صریحا الامن هذه المشانخ الاربعة:-

(فصل الخطاب، ص 34 و ایرانی انقلاب، ص 267)

ترجمہ: اور ابو علی طبری کے طبقہ تک (یعنی چھٹی صدی ہجری کے وسط تک) ان چار مشائخ کے علاوہ کسی کے متعلق یہ معلوم نہیں کہ اس نے اس مسئلہ میں صریحا اختلاف کیا ہو۔

مزید لکھا ہے:

”ولم يعرف من القدماء خامس لهم۔“ (فصل الخطاب، ص 38)۔ ان چار کے ساتھ علمائے متقدمین میں کوئی پانچواں ان کا ہم خیال معلوم نہیں ہو سکا۔

ان تمام تفصیلات سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ شیعہ اثنا عشریہ تحریف قرآن کا اجتماعی عقیدہ رکھتے ہیں اور ان کے تمام علمائے متقدمین اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن مجید میں مختلف قسم کی کمی بیشی، تحریف و تبدیل، کلمات و آیات و سور و ترتیب میں ہوئی ہے۔ اصل نسخہ قرآن جو امام علی نے جمع کیا تھا، تناوہی غیر تحریف شدہ نسخہ ہے جو بارہویں امام غائب محمد المہدی کے پاس محفوظ ہے اور جب وہ ظہور فرمائیں گے تو اس قرآن کو ساتھ لائیں گے، تب تک حکم ائمہ ہی کے مطابق موجودہ تحریف شدہ قرآن کی تلاوت جاری و ساری رہے گی، اور جن چار علماء و مجتہدین نے اپنی احادیث کے مستند ترین مجموعہ کتاب الکافی کی سینکڑوں احادیث و روایات سمیت دو ہزار سے زائد روایات ائمہ وغیرہ کو جھٹلاتے ہوئے عقیدہ تحریف قرآن کا انکار کیا ہے یا جنہوں نے بعد ازاں ان کی تائید کی ہے، وہ محض تقیہ و مصلحت کی بنا پر ہے، جس کا ثبوت ان کے اس ”مصحف فاطمہ“ پر ایمان و اعتقاد سے بھی ملتا ہے جو وفات نبوی کے بعد جبرئیل علیہ السلام کے سیدہ فاطمہ زہراء سے ہم کلام ہونے اور سیدنا علی کے اسےقلند کر لینے کا نتیجہ ہے۔ اس طرح قرآن کی تکمیل کے بعد اور اختتام نبوت کے بعد بھی وحی ربانی کا سلسلہ جاری رہا اور تمام تاریخ انبیاء و عقیدہ ختم نبوت کے برعکس ایک محترم خاتون کو اس ”مصحف“ کے نزول کے لئے منتخب کیا گیا۔ و علی هذا القیاس۔

اس سلسلہ کلام میں امام خمینی کا یہ فرمان مصحف فاطمہ کے بارے میں شین نقطہ نظر اور عقیدہ تحریف کی مذکورہ بالا بحث کو سمجھنے میں مددگار ہو سکتا ہے۔

لائے تھے اس میں سترہ ہزار آیات تھیں) علامہ مجلسی نے اپنے قلم سے لکھا ہے کہ: ظاہر ہے کہ یہ حدیث اور اس کے علاوہ بہت سی دیگر صحیح احادیث صراحت کے ساتھ یہ بتاتی ہیں کہ قرآن میں کمی اور تبدیلی کی گئی ہے۔

اور میرے (مجلسی کے) نزدیک اس باب میں احادیث معنی کے لحاظ سے درجہ تواتر کی حامل ہیں، اور ان سب کو نظر انداز دینے کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ احادیث و روایات پر سے اعتماد بالکل اٹھ جائے گا، بلکہ میرا گمان ہے کہ اس باب (تحریف قرآن) کی احادیث امامت کی احادیث و روایات سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔ پس ان متواتر روایات تحریف کو جھٹلا کر احادیث و روایات سے مسئلہ امامت بھی کیونکر ثابت کیا جاسکے گا۔

علامہ طبری نے کتاب الکافی کے مؤلف علامہ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی اور ان کے شیخ علی بن ابراہیم قمی کا تحریف قرآن کے قائل علماء میں سب سے پہلے ذکر فرمایا ہے۔ واضح رہے کہ یہ دونوں حضرات وہ ہیں جنہوں نے شیعہ نظریہ کے مطابق غیبت صغریٰ کا پورا زمانہ پایا ہے بلکہ ان کے تذکرہ نویسوں کے بیان کے مطابق ان دونوں نے گیارہویں امام معصوم حسن عسکری کا بھی کچھ زمانہ پایا ہے۔

اس کے بعد علامہ طبری نے پورے پانچ صفحے میں دوسرے ان متقدمین اکابر علماء شیعہ کا ذکر کیا ہے جنہوں نے اپنی تصانیف میں تحریف و تغیر و تبدل کا دعویٰ کیا ہے ان کی تعداد تیس چالیس سے کم نہ ہوگی، زیادہ ہی ہوگی۔ (ایرانی انقلاب، ص 266)۔

تاہم اس رائے سے اختلاف کرنے والے معدودے چند علماء کا ذکر یوں کیا ہے۔

”نعم و خالف فیہا الرضی والصدوق والشیخ الطبری۔“ (فصل الخطاب، ص 30)

ہاں اس رائے (تحریف قرآن) سے شریف مرتضیٰ، شیخ صدوق اور شیخ طبری نے اختلاف کیا ہے۔ آگے چل کر چوتھا امام ابو جعفر طوسی کا درج کیا ہے، اور تحریف کے انکار کے سلسلے میں ان سب کی عبارتیں نقل کر کے مصنف نے سب کا جواب دیا ہے۔

لموظ رہے کہ یہ چاروں حضرات، ابو جعفر یعقوب کلینی اور ان کے شیخ علی بن ابراہیم قمی سے کافی متاخر ہیں۔ پھر ان میں سب سے متاخر ابو علی طبری ہیں (ان کا سن وفات 548 ہے) انہوں نے تحریف سے انکار کے سلسلہ میں جو کچھ لکھا تھا اس کا جواب دینے کے بعد مصنف علامہ نوری طبری نے لکھا ہے۔

”ان للامام مقاما- محمودا- ودرجة سامية وخلافة تكوينية تخضع لولايتها و سيطرتها جميع ذرات الكون- وان من ضروريات مذهبنا ان لانعتنا مقاما لا يبلغه ملك مقرب ولا نبي مرسل- وبموجب مالدینا من الروایات والاحادیث فان الرسول الاعظم (ص) والائمة (ع) كانوا قبل هذا العالم انوارا- فجعلهم الله بعرضه محدقین وجعل لهم من المنزلۃ والزلفی مالا يعلمه الا الله- وقد قال جبرئیل كما ورد فی روایات المعراج لودنوت انملة لا تحترق-

وقد ورد عنهم (ع): ان لنا مع الله حالات لا یسمعها ملك مقرب ولا نبي مرسل ومثل هذه المنزلۃ موجودۃ لفاطمة الزهراء لا بمعنی انها خليفة او حاکمة او قاضیة فهذه المنزلۃ شئی آخر وراء الولاية والخلافة والامرة-

(روح الله خمینی: الحكومة الاسلامیة ص 52-53 الحركة الاسلامیة فی ایران طبع بیروت)-

ترجمہ: امام کے لئے وہ قابل تعریف مقام بلند ترین درجہ اور خلافت تکوینی ہے جس کی ولایت و سلطنت و غلبہ کے سامنے کائنات کا ذرہ ذرہ سرنگوں ہے اور ہمارے مذہب کے ضروری عقائد میں سے یہ عقیدہ ہے کہ ہمارے ائمہ کو وہ بلند مقام حاصل ہے جس تک نہ تو کوئی مقرب فرشتہ پہنچ سکتا ہے اور نہ نبی مرسل-

اور ہماری روایات و احادیث کے مطابق رسول اعظم (ص) اور ائمہ (ع) اس دنیا کی تخلیق سے پہلے نورانی وجود تھے جنہیں اللہ نے اپنے عرش پر جلوہ آراء فرمایا اور ان کو وہ قربت اور مقام عطاء فرمایا جس کا مکمل علم صرف اللہ ہی کو ہے اور جبرئیل نے بھی جیسا کہ روایات معراج میں آیا ہے۔ (ایک حد پر رک کر کہہ دیا تھا کہ اگر میں ایک باشت بھی آگے بڑھتا تو جل کر راکھ ہو جاتا۔

اور ان ائمہ (ع) سے یہ بھی روایت ہے کہ: ہماری اللہ کے ساتھ ایسی حالتیں ہوتی ہیں جن کی گنجائش کسی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل کے لئے بھی نہیں ہے اور یہی قدر و منزلت فاطمہ زہراء کے لئے بھی موجود ہے اس معنی میں نہیں کہ وہ خلیفہ حاکم یا قاضی ہیں بلکہ وہ

مقام ولایت و خلافت و امارت سے بلوراء و بلند تر کوئی اور ہی مقام ہے۔
 ثمنی صاحب کے بیان اور سابقہ روایت جس میں چڑے کے تھیلے جعفر میں انبیاء بنی اسرائیل کے علوم ائمہ کے پاس محفوظ ہونے کا ذکر تھا ان دونوں کے بعد مصحف فاطمہ پر اہل تشیع کا ایمان اور وفات نبوی کے بعد آمدورفت جبرئیل برائے فاطمہ زہراء نیز معجزات ائمہ پر اعتقاد کو سمجھنا کوئی مشکل مسئلہ نہیں رہتا اور اس تناظر میں دور جدید میں تقیہ و مصلحت کے طور پر امام خمینی وغیرہ شیعہ علماء کا موجودہ قرآن کو غیر تحریف شدہ قرار دینا اور ساتھ ہی مصحف فاطمہ و کائنات کے ذرے ذرے پر ائمہ کے تسلط و حکومت کا عقیدہ جن تضادات کا حامل ہے وہ اہل نظر سے مخفی نہیں۔ ڈاکٹر موسوی لکھتے ہیں۔

”دنیا نے شیعہ مذہب کے ایک مقتدر عالم کو طہران میں شیعہ عوام کے سامنے براہ راست نشر ہونے والے خطاب میں یہ کہتے ہوئے سنا۔

”جبریل حضرت فاطمہ الزہراء کے پاس ان کے والد گرامی کی وفات کے بعد آتے تھے اور بہت سے معاملات کے متعلق انہیں خبر دیتے تھے“ (اصلاح شیعہ ص 267-268)۔
 بہر حال امام خمینی اس کے باوجود فرماتے ہیں جیسا کہ ایران کے عظیم مجتہد شیخ جعفر سبحانی کا بیان ہے۔

”فی احد الايام قال الامام: ان المرحوم الميرزا الشيرازي لو كان على قيد الحياة اثناء نشر كتاب (فصل الخطاب) لكان قد فند هذا الكتاب. أفقده كل قيمة واعتبار ولاعلن انه ليس سوى حفة من الروایات المرسلۃ او الصنعیۃ التي كانت مورد اعتراض المحققين الاسلاميين منذ اليوم الاول“۔

(الشيخ جعفر السبحانی: ملامح القرآن و ابعاده المختلفة فی رأى الامام الخمينی مطبوعه مجلة ”التوحيد“ عربی ایڈیشن طہران ذوالقعدة۔ ذوالحجة 1410ھ ص 80-81)۔

ترجمہ: ایک روز امام خمینی نے فرمایا: مرحوم مرزا شیرازی اگر کتاب ”فصل الخطاب“ کی اشاعت کے وقت زندہ ہوتے تو وہ اپنے دلائل سے اس کتاب کی دھجیاں بکھیر دیتے اور اس کو کسی اعتبار اور قدر و قیمت کے لائق نہ چھوڑتے اور امام خمینی نے یہ بھی اعلان فرمایا کہ فصل

الخطاب میں مٹھی بھر مرسل یا ضعیف روایات کے سوا کچھ بھی نہیں جو ابتدائی زمانہ ہی سے اسلامی محققین کے اعتراض و تنقید کا نشانہ بنتی رہی ہیں۔
امام ثینی کے اعلان عدم تحریف قرآن کے حوالہ سے جعفر سجانی یہ بھی نقل فرماتے ہیں۔

”ثم يتطرق الامام الى الروايات المختلفة الموثقة في كتب الفريقين حول قضية التحريف ويقسمها الى اربعة انواع:

1- بين ضعيف لا يستدل به۔

2- ومجموع تلوح منه آثار الجعل۔

3- وغريب يقضى منه العجب۔

4- وصحيح يدل على ان مضمونه تفسير الكتاب و تبیین معنى الآية۔

(نفس المرجع ص 80)

ترجمہ: پھر امام نے فریقین کی کتب میں مسئلہ تحریف کے بارے میں موجود مختلف روایات کا جائزہ لے کر انہیں چار اقسام میں تقسیم کیا ہے۔

1- ضعیف روایات جن سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

2- جعلی روایات جن کا جعلی ہونا صاف ظاہر ہو جاتا ہے۔

3- غریب روایات جو باعث تعجب ہیں۔

4- صحیح روایات جو (متن قرآن کا حصہ نہیں بلکہ) تفسیر قرآن اور آیات کے معنی پر مشتمل ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

قطع نظر اس بات سے کہ ثینی صاحب نے شیعہ علمائے متقدمین کی اس غالب اکثریت کے بارے میں کوئی فتویٰ تکفیر جاری نہیں فرمایا جو عقیدہ تحریف قرآن کی حامل ہے، وہ صحیح روایات جو بقول امام ثینی تفسیر قرآن ہیں، اس کی مثال وہ آیات ہیں جو سابقہ صفحات میں مذکور بعض روایات میں بھی (فی علی وغیرہ) کے حوالہ سے آئی ہیں اور اگر انہیں تفسیر قرآن قرار دیا جائے تو اس سے بھی قرآن کی ایسی تشریحات سامنے آتی ہیں جو صحابہ کرام سے ثابت نہیں اور تحریف معنوی کے طور پر معروف ہیں، نیز صحابہ و تابعین نے اسے تفسیر کے طور پر بھی قبول نہیں کیا، اور شاہ ولی اللہ نے ایسی تشریحات کرنے والوں کو زندیق قرار دیا ہے۔

”وان اعترف به ظاهرا لكنه يفسر بعض ما ثبت من الدين ضرورة بخلاف ما فسرہ الصحابة والتابعون واجمعت عليه الامة فهو الزنديق۔

(المسوی شرح الموطا للامام مالک ج 2 ص 110 طبع دہلی 1293ھ)۔

اور اگر کوئی شخص بظاہر دین اسلام کو مانتا ہو مگر بعض ایسی دینی حقیقتوں کی جو ضروریات دین میں سے ہیں، ایسی تشریح اور تاویل کرتا ہے جو صحابہ و تابعین اور اجماع امت کے خلاف ہے تو اس کو زندیق کہا جائے گا۔

آگے اس حوالہ سے شیعہ عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ وغیرہ کا ذکر کرنے کے بعد زندیق کے بارے میں آخر میں فرماتے ہیں۔

”وقد اتفق جماهير المتأخرين من الحنفية والشافعية على قتل من يجرى ذلك المجرى۔“

(المسوی شرح الموطا جلد 2 ص 110 طبع دہلی 1293ھ)۔

اور جمہور متاخرین حنفیہ و شافعیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ ایسے لوگ اسلامی قانون کی رو سے سزائے موت کے مستحق ہیں۔

شیخ جعفر سجانی حضرت عثمان کے زمانہ میں امت کو ایک قرآن پر جمع کرنے کے بارے میں ثینی صاحب سے روایت کرتے ہیں۔

كان الامام طيلة فترة بحثه يعتقد ان القرآن الكريم لم يكن له الا نص واحد وقرأه لاكثر وان النبي الاكرم (ص) لم يعلم الناس غير قراءة واحدة فحسب، واذ كان قد حصل ما حصل في زمن الخليفة الثالث فانه لم يكن سوى توحيد لفظ مفردات القرآن و ذلك حسب لهجة قريش لان القرآن الكريم نزل بلهجة ام القرى ولا ريب في ان تلك اللهجة يجب ان تبقى مصانة۔“

(جعفر سبحانی: ملامح القرآن، مطبوعة عربية مجلة التوحيد،

طهران، ذوالقعدة۔ ذوالحجة 1410ھ ص 81)۔

ترجمہ: امام ثینی اپنی تحقیق کے تمام دور میں یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ قرآن کریم کی نص و قرات ایک ہی تھی، ایک سے زیادہ نہیں، اور نبی اکرم (ص) نے لوگوں کو صرف ایک ہی طرز

للمراوندى بسند صحيح عن الامام موسى بن جعفر عليهما السلام-
وكذلك نقلا- عن كتاب "دعائم الاسلام" في الباب 11 من ابواب صفات
القاضي' الحديث 5 عن الامام جعفر بن محمد عليهما السلام-

(الخميني' الحكومة الاسلامية، مطبوعة الحركة الاسلامية في ايران'
ص 67 حاشية¹)

ترجمہ :- "الکافی، کتاب فضل العلم، باب 13، حدیث 5- اور یہ نزائی کی روایات میں
سے ہے۔

نیز اس حدیث کو نوری مرحوم نے "مستدرک الوسائل" (باب 38، من ابواب
ما یکتسب بہ، حدیث 8) میں روایت کیا ہے، انہوں نے اسے راوندی کی کتاب النوادر سے
صحیح سند کے ساتھ امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے روایت کیا ہے۔ نیز کتاب "دعائم
الاسلام" (باب 11، من ابواب صفات القاضي، حدیث 5) سے نقل کر کے امام جعفر بن محمد
علیہما السلام سے روایت کیا ہے۔

علامہ نوری طبری سے پہلے گیارہویں صدی ہجری کے عظیم شیعہ مجتہد اعظم و خاتم
المحدثین علامہ باقر مجلسی جو تحریف قرآن کے شدت سے قائل ہیں اور بیس جلدوں میں
عربی شیعہ دائرۃ المعارف "بحار الانوار" نیز عربی و فارسی میں بہت سی شیعہ کتب کے مؤلف
ہیں۔ انہیں مرحوم و قائل احترام قرار دیتے ہوئے امام خمینی غیر عربی دان ایرانیوں کو ان کی
فارسی تصانیف کے مطالعہ کی تلقین فرماتے ہیں تاکہ شیعہ مذہب پر معترضین کے اعتراضات کا
جواب دے سکیں اور لا جواب ہونے سے بچ جائیں۔

"کتاب ہای فارسی را کہ مرحوم مجلسی برای مردم پارسی زبان نوشته بخوانید تا خود را مبتلا
بیک مجمو رسوائی بنمودانہ کنید۔" (خمینی، کشف اسرار، ص 152، مطبوعہ ایران، 15 ربیع
الثانی، 1363ھ)۔

ترجمہ :- مجلسی مرحوم نے فارسی دان لوگوں کے لئے جو کتب فارسی زبان میں لکھی ہیں
ان کا مطالعہ کرو تاکہ اپنے آپ کو احمقانہ طور پر ذلت و رسوائی میں مبتلا ہونے سے بچاسکو۔
انہی علامہ مجلسی کی ضخیم عربی تصنیف "بحار الانوار" کا تعارف کرواتے ہوئے فرماتے
ہیں۔

کی قرأت قرآن کی تعلیم دی۔ خلیفہ ثالث کے زمانہ میں جو کچھ اس سلسلے میں ہوا وہ اس سے
زیادہ کچھ نہیں تھا کہ قرآن کے مفردات کے تلفظ کو قریش کے لہجہ و زبان کے مطابق یکساں
(کر کے اختلاف قرأت دور) کر دیا گیا، کیونکہ قرآن ام القریٰ (مکہ) کے لہجہ میں نازل ہوا تھا اور
بے شک اس لہجہ کو محفوظ و باقی رکھنا لازم تھا۔

اس اقتباس میں نام لئے بغیر اور "رضی اللہ عنہ" کے بغیر سیدنا عثمان کا جو ذکر خلیفہ
ثالث کہ کر کیا گیا ہے، اس سے صرف منصب خلافت پر ان کا دنیاوی غلبہ و تسلط مراد ہے،
ورنہ شرعاً سیدنا ابوبکر و عمرو عثمان کی امامت و خلافت کے بجائے ثمنی صاحب اور اہل تشیع
سیدنا علی ہی کو امام اول و خلیفہ بلا فصل تسلیم کرتے ہیں۔ نیز اس اعتراف لہجہ قریش و قرأت
قرآن کے بعد بھی پوری امت کے برعکس سورۃ المائدہ کی آیت وضوء میں "ارجلکم" (زیر
کے ساتھ) پڑھ کر تشریح میں (زیر کے ساتھ) ماننا اور پاؤں دھونے کے بجائے مسح پر اصرار
کئے جانا کیا اس شیعہ نقطہ نظر کو ماننے کی دلیل نہیں کہ یہ قرأت امام مہدی کے اصل نسخہ
قرآن لانے تک مجبوراً کی جاتی ہے، اصل قرأت زیر کے ساتھ ہی مانتے ہیں اور پاؤں کے
مسح پر ان کا عمل ان کے اس شیعہ اثنا عشری موقف کی شہادت دیتا ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اگرچہ امام خمینی نے علامہ نوری طبری کی اپنی تصنیف
"فصل الخطاب" میں بیان کردہ روایات تحریف قرآن کو مشکوک و ضعیف قرار دیا ہے، مگر
عقیدہ تحریف قرآن کے شدت سے قائل علامہ نوری طبری کو کافریا قائل مذمت قرار دینے
کے بجائے انہیں بحیثیت محدث مستند اور قابل اعتبار جانتے ہوئے ان کی تصنیف
"مستدرک الوسائل" سے حدیث نقل فرمائی ہے حالانکہ عقیدہ تحریف قرآن کا حامل نوری
طبری اگر تحریف قرآن کے سلسلہ میں مشکوک و ضعیف شیعہ احادیث نقل کرتا ہے تو وہ علم
الحديث میں کیونکر قابل اعتبار قرار دیا جاسکتا ہے۔ بہر حال تقیہ و تضاد بیانی کے مظہر امام خمینی
اپنی مشہور تصنیف "الحکومت الاسلامیہ" میں شیعہ حدیث "العقضاء اثناء الرسل الخ" کے
مراجع درج فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"الکافی، کتاب فضل العلم، الباب 13، الحديث 5، وهذا من جملة
مارواه النراقی وقد رواه المرحوم النوری فی "مستدرک الوسائل" فی
الباب 38 من ابواب ما یکتسب بہ، الحديث 8 نقلا- عما ورد فی کتاب النوادر

ضرورت نہیں۔ ایسے ہی یہ بات (کہ اس قرآن میں کچھ زائد چیزیں تھیں جو اس وقت موجود قرآن میں نہیں ہیں) بھی اگرچہ درست ہے مگر یہ اس امر کی دلیل نہیں بن سکتی کہ وہ زائد چیزیں قرآن کا حصہ تھیں، اور انہیں تحریف کر کے اڑا دیا گیا ہے، بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ زائد اشیاء تفسیر تھیں جو تاویل اور مفہوم کلام کے طور پر لکھی گئی تھیں یا مقصد قرآن تھا یا منشاء و مراد کی تشریح کے لئے وحی الہی تھی۔“ (تفسیر البیان، ص 222)۔

مصحف فاطمہ (رض)

امام ثمنی وفات نبوی کے بعد سیدہ فاطمہ کے پاس جبرئیل کی آمد، انہیں غیب کی خبریں دینے اور مصحف فاطمہ کی حدیث کو درست قرار دیتے ہوئے اس کے حق میں دلائل بھی دیتے ہیں جس کے نتیجہ میں قرآن مجید کا خدا کا آخری کلام ہونا باطل قرار پاتا ہے۔ اپنی مشہور فارسی تصنیف ”کشف الاسرار“ میں سیدنا علی بن الحسین کے حوالہ سے ایک حدیث نقل کرنے کے بعد دوسری حدیث یوں بیان فرماتے ہیں:

”یکی احادیث دیگر است کہ جبرئیل پس از فوت پیغمبر (ص) می آمد و اخبار از غیب برای فاطمہ می آورد و امیرالمومنین آنہا را مینوشت و آن مصحف فاطمہ است۔“ (امام ثمنی: کشف الاسرار، طبع ایران، 15 ربیع الثانی، 1363، ص 157)۔

ترجمہ:- ایک اور حدیث یوں ہے کہ جبرئیل پیغمبر (ص) کی وفات کے بعد آیا کرتے تھے اور سیدہ فاطمہ کے لئے غیب کی خبریں لایا کرتے تھے اور امیرالمومنین ان باتوں کو لکھ لیتے تھے، یہی مصحف فاطمہ ہے۔

تکمیل قرآن اور وفات نبوی کے بعد اس آمد و رفت جبرئیل کے حق میں دلائل دیتے ہوئے ”معنی پیغمبری حیثیت“ کے زیر عنوان فرماتے ہیں:

”اما اشکال سوم کہ نموده اند کہ باید در صورت مراد وہ ملائکہ با امام چہارہ پیغمبر داشتہ باشیم ناشی از آن است کہ انہما معنی پیغمبری را نمیدانند ازین جہت گمان میکنند ہر کس ملائکہ را دید یا چیزی از او آموخت پیغمبر میشود۔ و اس خطای بزرگی است زیرا معنی پیغمبری کہ در پارسی پیام بری است و در عربی رسالت یا نبوت است عبارت از آنست کہ خداوند عالم یا توسط ملائکہ یا بی واسطہ کسی را برانگیزد برای تأسیس شریعت و احکام و قانون گزاری در مردم، ہر کس چنین شد پیغمبر یعنی پیام آور است چہ ملائکہ براو نازل شود یا نشود۔ و ہر کس اس سمت را نہ داشت و

کتاب بحار الانوار کہ تالیف عالم بزرگوار و محدث عالی مقدار محمد باقر مجلسی است مجموعہ ایت از قریب چہار صد کتاب و رسالہ۔“

(ثمنی، کشف الاسرار، ص 404-405)۔

ترجمہ:- کتاب بحار الانوار جو عالم بزرگوار اور محدث عالی مرتبت محمد باقر مجلسی کی تالیف ہے، تقریباً چار سو کتب و رسائل (احادیث) کا مجموعہ ہے۔

ان مثالوں سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ علامہ باقر مجلسی اور نوری طبری جیسی عقیدہ تحریف قرآن کی حامل اثنا عشری علماء کی غالب اکثریت کو نہ صرف امام ثمنی جیسے بظاہر تحریف قرآن کا انکار کرنے والے شیعہ علماء نے کافر اور قابل مذمت قرار نہیں دیا بلکہ انہیں قابل احترام شیعہ محدثین و مجتہدین و مؤلفین اور مستحق مغفرت مرحومین تسلیم کیا ہے۔ حالانکہ ان کی تصانیف، تحریف قرآن اور تکفیر و تفسیق صحابہ کرام پر مبنی زہریلے مواد سے پر ہیں۔ اس طرح خود امام ثمنی جیسے علماء کا موجودہ قرآن کو درست اور غیر تحریف شدہ قرار دینے کا ظاہری دعویٰ مشکوک اور تقیہ و تضاد کا حامل قرار پاتا ہے۔

تحریف و عدم تحریف قرآن ہی کے حوالہ سے اہل تشیع کی تضاد بیانی کی ایک اور مثال عصر جدید کے مجتہد اعظم آیت اللہ العظمی ابوالقاسم خوئی کی مشہور تفسیر ”البیان“ کے درج ذیل دو اقتباسات ہیں جن میں سے پہلے میں مختلف علماء کی آراء پیش کر کے فرماتے ہیں:

”ہمارے مذکورہ بیان سے قاری پر بخوبی واضح ہو گیا ہو گا کہ تحریف قرآن کی حدیث خرافات میں سے ہے، اس کا قائل یا تو کوئی ضعیف العقل ہو سکتا ہے یا جس نے اس کے تمام پہلوؤں پر کماحقہ غور نہ کیا ہو یا وہ شخص جو مجبور ہو، صرف اس قسم کے لوگ اس قول کو پسند کرتے ہیں۔ کسی بھی چیز کی محبت انسان کو اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے۔ کوئی بھی عقلمند انصاف پسند اور غور و فکر سے بہرہ ور شخص اس میں شک نہیں کرے گا کہ یہ رائے باطل اور خرافات ہے۔“ (تفسیر البیان للامام الخوئی، ص 259)۔

دوسری رائے بھی اسی کتاب کے صفحہ 222 پر مذکور ہے:

”اس بات میں کوئی شک نہیں ہونا چاہئے کہ امیرالمومنین علیہ السلام کے پاس ایک مصحف موجود تھا جس کی سورتوں کی ترتیب موجودہ قرآن سے بالکل متضاد تھی۔ سربر آوردہ علماء کا اس پر اتفاق ہمارے لئے کافی ہے۔ اس کے اثبات کے لئے مزید کسی تکلف کی

چہارہ نفر شود۔ چہ شد کہ شما این معلومات سرشار و خردی پایان گاهی کارهای خدای را تمسین میکنید و پیغمبر تراش میشوید۔ بہتر این نبود کہ پا از گھیم خود دراز نکرده بخود مارا برحمت نمایانداختید۔“ (امام مہینی کشف اسرار، ص 161)

ترجمہ :- خلاصہ کلام یہ کہ پیغمبری جو کہ خدا کی جانب سے قانون پہنچانے کا منصب ہے نہ تو امامت سے باہم وابستہ ہے جو حفاظت بیان قانون اور لوگوں کو اس کی تعلیم دینے کا نام ہے اور نہ ہی پیغمبری کا فرشتوں کو دیکھنے اور ان کی آمدورفت یا علم غیب میں سے کوئی چیز یاد کر لینے یا کسی دیگر ایسی ہی بات سے کوئی لازمی تعلق ہے۔ یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص فرشتوں سے سن کر ماضی و مستقبل کی خبریں یاد کر لے اور علوم حاصل کر لے، مگر وہ پیغمبر یا امام نہ ہو مثلاً مریم کہ مہیسی اور ان کی نبوت کی بات کی اور کلام و معجزات مہیسی کو فرشتوں سے حاصل کیا حالانکہ نہ وہ پیغمبر تھیں اور نہ امام۔

پس اگر پیغمبر اسلام کی کرامت سے جو کہ تمام انبیائے عالم میں عظیم ترین ہیں اور عالم امکان کے اشرف الموجودات ہیں، خداوند عالم فرشتے بھیجتا ہے جو آپ کی بیٹی کو والد کی وفات اور اس تمام رنج و غم پر جو ان کے والد کی امت کی جانب سے انہیں پہنچا، تسلی دیتے ہیں اور واقعات عالم اور اخبار غیب کی انہیں اطلاع دیتے ہیں اس سے کسی عالم کو کہاں سے یہ دلیل ملتی ہے اور کیونکر لازم آتا ہے کہ چودہ معصومین چودہ پیغمبر قرار پائیں۔

اپنے تین ان معلومات سرشار و عقل بے پایاں سے کیا تم کبھی خدا کے کاموں کا تعین کرو گے اور خدا تراش بنو گے اور کبھی کار پیغمبر کا تعین کر کے پیغمبر تراش بننے ہو اس سے تو یہ بہتر نہیں کہ پاؤں اپنی گدڑی سے زیادہ دراز نہ کر د اور خواہ مخواہ ہمیں زحمت میں نہ ڈالو۔

امام مہینی کی ان تشریحات سے بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ شیعہ علماء نہ صرف تکمیل وحی قرآنی اور وفات نبوی کے بعد مصحف فاطمہ کے نام سے ایک علیحدہ آسمانی کتاب (مصحف فاطمہ) پر ایمان رکھتے ہیں بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے بعد اپنے اماموں کے پاس فرشتوں کی آمدورفت اور ان کو غیب کی خبریں اور احکام پہنچانے کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں۔

عقیدہ تحریف قرآن کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کے خدا کا آخری کلام ہونے کا ہی سرے سے انکار کرنا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے بعد فرشتہ اور وحی کا سلسلہ

مامور اس کار نبود پیغمبر نیست چہ ملائکہ را پسند یا نپسند۔ پس پیغمبری با ملائکہ دیدن بہ صحت و بچوند بہم نیست۔“ (کشف اسرار، ص 159)۔

ترجمہ :- (معتز مہینی کا) تیسرا اشکال کہ امام کے پاس فرشتوں کی آمدورفت کی صورت میں ہمارے (چودہ معصومین کو) چودہ پیغمبر ہونا چاہئے، اس بناء پر ہے کہ یہ لوگ جو پیغمبری کا معنی نہیں جانتے، اس لحاظ سے یہ خیال کرتے ہیں کہ ہر شخص جو فرشتوں کو دیکھ لے یا اس سے کوئی چیز سیکھ لے پیغمبر بن جاتا ہے، مگر یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ پیغمبری جس کا معنی فارسی میں پیغام رسانی ہے اور عربی میں رسالت یا نبوت کو کہتے ہیں۔ اس بات سے عبارت ہے کہ خداوند عالم فرشتوں کے ذریعے یا بلا واسطہ کسی کو لوگوں کے درمیان تائیس شریعت و احکام اور قانون گزاری کے لئے مبعوث فرمائے، اور جو کوئی ایسا ہو وہ پیغمبر یعنی پیغام لانے والا ہے، خواہ فرشتے اس پر نازل ہوں یا نہ ہوں، اور ہر وہ شخص جو اس ذمہ داری کا حامل نہیں اور جس کو اس کام پر مامور نہیں کیا گیا وہ پیغمبر نہیں ہے خواہ اسے فرشتے نظر آتے ہوں یا نہ ہوں۔ پس پیغمبری کا فرشتوں کو دیکھنے سے کسی لحاظ سے بھی کوئی تعلق نہیں۔

مزید دلائل سے یہ ثابت کرتے ہوئے کہ غیر نبی کے پاس فرشتے آسکتے ہیں اور غیب کی خبریں دے سکتے ہیں، آخر میں عنوان باندھتے ہیں:

”نتیجہ خنناں اور سوائی یا وہ گوہا“

(ہماری گفتگو کا نتیجہ اور یادہ گوؤں کی رسوائی)

اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

”جملہ خن آنکہ پیغمبری کہ شغل قانون گزاری است از جانب خدا با امامت کہ شغل حفظ قانون و بیان آن و تعلیم بہر دمان است و دیدن و مراودہ با ملائکہ و یاد گرفتن چیزی از علم غیب یا غیر آن صمیمیک پیوستہ بہم نیست۔ ممکن است یکی از ملائکہ خبرهای یاد گیرد از آیندہ و گزشتہ و علمای فرا گیرد، و پیغمبر و امام نباشد مثل مریم کہ خبرهای مہیسی و نبوت او گفتہ و گفتہ ہا و معجزہ های او را از ملائکہ فرا گرفت در صورتی کہ نہ پیغمبر بود نہ امام۔ پس اگر بکرامت پیغمبر اسلام کہ بزرگترین پیغمبران جہان است و اشرف موجودات عالم امکان است خدای عالم ملائکہ بفرستد و دختر اورا تسلیت از مردن پدر و آنھم رنج ہا کہ امت پدرش با و وارد کردند بدھند، از اخبار عالم و غیب ہا با و اطلاع دھند کجای عالم مہم می خورد و چرا لازم میاید کہ پیغمبر

تصدیق شدہ کتاب کی سینکڑوں ہزاروں روایات ضعیف و مشکوک ہیں تو قرآن و آئمہ پر بہتان تراشی اور غلط روایات منسوب کرنے والے انہی شیعہ راویان کی بیان کردہ دیگر احادیث و روایات کیونکر غیر ضعیف اور غیر مشکوک قرار دی جاسکتی ہیں؟ اور اس صورت میں بقول علامہ مجلسی وغیرہ روایات و احادیث کا تمام تر ذخیرہ ہی مشکوک و ناقابل اعتبار قرار پانے سے کیونکر بچ سکتا ہے؟ اور نتیجہ کلام یہ کہ روایات صحیح ہونے کی صورت میں مذہب شیعہ کی اساس اول قرآن اور غلط ہونے کی صورت میں اساس ثانی، سنت نیز غلط بحث کی صورت میں ہر دو منہدم ہونے سے کیونکر بچ سکتی ہیں۔

2- چار پانچ علمائے متقدمین کو چھوڑ کر تمام شیعہ علمائے متقدمین کا بالاتفاق تحریف قرآن کی سینکڑوں روایات کو تواتر لفظی یا معنوی کے لحاظ سے درست قرار دینا بجائے خود اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ننانوے فیصد شیعہ علماء عقیدہ تحریف قرآن پر متفق و متحد ہیں۔ جن چند علمائے متقدمین نے ان کی اجماعی رائے سے اختلاف کیا وہ تقیہ و مصلحت کی بنا پر کیا اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ انہوں نے بلا تقیہ و مصلحت صدق دل سے ایسا کیا تو پھر بھی ان کا قول اس لحاظ سے بے معنی ہے کہ وہ اسی کتاب ”الکافی“ مؤلف کافی اور تحریف کی معتقد غالب شیعہ اکثریت کو اپنے جلیل القدر محدثین و مفسرین و مجتہدین تسلیم کرتے ہیں حالانکہ عقیدہ تحریف قرآن کی تائید کرنے والی ہر شخصیت قابل اتباع و تعظیم ہونے کے بجائے قابل تکفیر ہے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ تحریف و عدم تحریف قرآن کا مسئلہ شیعہ اثنا عشریہ کے نزدیک فی نفسہ بنیادی شرعی مسئلہ اور کفر و ایمان کے مابین حد فاصل نہیں اور معتقدین و منکرین تحریف قرآن ہر دو قسم کے شیعہ علماء و مجتہدین قابل تسلیم و اتباع اور واجب التعظیم والتعلیم ہیں۔

اس کے برعکس بطور دلیل شیعہ صاحبان اہل سنت کی کتابوں کے حوالوں سے جو روایات یہ ثابت کرنے کے لئے پیش کرتے ہیں کہ ان سے قرآن میں تحریف ثابت ہوتی ہے، ان کی بنیاد پر آج تک اہل سنت میں سے ایک آدمی بھی قرآن میں تحریف کا قائل نہیں ہوا، بلکہ تمام متقدمین و متاخرین اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص قرآن کی ایک آیت میں بھی تحریف کا قائل ہو، وہ واڑہ اسام سے خارج ہے، اس کے برخلاف اس بارے میں شیعوں کا جو حال ہے وہ بیان کیا جا چکا ہے۔

جاری رہنے پر اصرار کرنا نہ صرف قرآن پر ایمان کو بے معنی بنادیتا ہے بلکہ انکار ختم نبوت کے حوالہ سے کسی جھوٹے نبی پر ایمان کی طرح کسی غیر نبی کے لئے فرشتہ و وحی و اخبار غیب کے سلسلہ کے جاری رہنے کا اقرار کرنا بھی اسی نوعیت کا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر سنگین جرم اور کفر ہے اور اس سلسلہ میں سیدہ مریم سلام اللہ علیہا کے پاس فرشتوں کے آئینا حوالہ دینا دیگر دلائل سے قطع نظر اس لحاظ سے بھی غلط قرار پاتا ہے کہ سیدہ مریم کا زمانہ آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کا ہے، اس سے اگر یہ ثابت کر بھی دیا جائے کہ غیر نبی کے پاس کبھی فرشتہ آیا تھا، تب بھی خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سیدہ فاطمہ سمیت کسی بھی عظیم سے عظیم ہستی کے پاس فرشتہ و وحی کی آمد پر ایمان رکھنا خدا کے آخری کلام قرآن مجید اور خدا کے آخری نبی محمد صلی اللہ وسلم کی ختم نبوت دونوں پر ایمان کے منافی کا فرانہ عقیدہ ہے۔

ان تمام تفصیلات کے بعد تحریف قرآن کو غلط قرار دینے والے اور تقیہ و مصلحت کی بنا پر موجودہ قرآن کو درست تسلیم کرنے کا اعلان کرنے والے علماء اثنا عشریہ کے حوالہ سے درج ذیل نقاط قابل غور ہیں۔

1- قرآن مجید کے بعد سنت رسول و ائمہ معصومین کے سلسلہ میں کتاب ”الکافی“ بارہ اماموں کے ماننے والے اہل تشیع کے نزدیک احادیث کا مستند ترین مجموعہ ہے، جسے شیعہ روایات کے مطابق بارہویں امام محمد المہدی کی تصدیق و تائید بھی حاصل ہے۔ اس اہم ترین کتاب میں روایات ائمہ کے حوالہ سے سینکڑوں احادیث تحریف قرآن کی موجودگی بجائے خود شیعہ اثنا عشریہ کے عقیدہ تحریف قرآن کا ناقابل تردید ثبوت ہے، ورنہ تحریف قرآن کی ان سینکڑوں روایات کو ضعیف و مشکوک قرار دینا اور قرآن کے بارے میں اس قسم کی کافرانہ روایات بیان کرنے والے منکرین صحت قرآن راویان کو شاہد و عادل سمجھتے ہوئے انہی سے امامت و دیگر امور میں روایات قبول کرنا چہ معنی وارد؟ اور مؤلف کافی جناب ابو جعفر یعقوب کلینی کا ان روایات کو بلا تحقیق اپنی اس تصنیف میں شامل کر کے ان کی تائید کرنا کیا خود کلینی کو عقیدہ تحریف قرآن کی بنیاد پر کافر قرار دینے کے لئے کافی نہیں؟ اور اگر اس کتاب کے حق میں امام غائب محمد المہدی کا قول ”هذا کاف شیعتنا“ (یہ کتاب ہمارے شیعوں کے لئے کافی ہے) موجود ہے تو انکار تحریف قرآن کیونکر ممکن ہے؟ نیز اگر ”الکافی“ جیسی امام مہدی کی

جواب دینے کے بجائے وہ الزامی جواب کے طور پر سیوٹی کی "انفن" اور "ور مشور" وغیرہ کے حوالوں سے وہ روایات پیش کرتے ہیں جن میں بعض صحابہ کرام سے نقل کیا گیا ہے کہ ہم پہلے قرآن مجید میں یہ آیت پڑھا کرتے تھے (جو موجودہ قرآن میں نہیں ہے) واقعہ یہ ہے کہ ان شیعہ علماء و مصنفین کا یہ محض مغالطہ اور فریب ہے (جس میں بلاشبہ ان کو خاص مہارت حاصل ہے)۔

اس قسم کی روایتوں کے بارے میں تفصیلی بحث تو حضرت مولانا محمد عبدالغفور صاحب فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف "تنبیہ الحارین" میں دیکھی جائے۔ یہاں تو راقم سطور اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل چند مختصر باتیں لکھ دینا کافی سمجھتا ہے۔

1۔ اہل سنت کی طرح شیعہ علماء بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں جب قرآن مجید کے نزول کا سلسلہ جاری تھا تو ایسا بھی ہوتا تھا کہ ایک آیت نازل ہوتی اور اس کی تلاوت کی جاتی، پھر کچھ مدت کے بعد اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے اس کے منسوخ کئے جانے کا حکم آجاتا جس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ یہ آیت اتنی ہی مدت کے لئے نازل کی گئی تھی۔ (آیتوں کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس طرح منسوخ کئے جانے کا ذکر خود قرآن مجید سورہ بقرہ کی آیت نمبر 106۔ مانسوخ من آیہ، الایہ۔ میں بھی کیا گیا ہے)۔

پھر یہ نسخ کبھی اس طرح ہوتا کہ آیت کی تلاوت بھی منسوخ ہو جاتی اور اس کے ذریعہ آنے والا حکم بھی منسوخ ہو جاتا، اور کبھی ایسا ہوتا کہ صرف تلاوت منسوخ ہوتی اور حکم باقی رہتا، اور کبھی اس کے برعکس یہ بھی ہوتا کہ آیت کے ذریعہ آنے والا صرف حکم منسوخ ہوتا اور آیت قرآن مجید میں رہتی اور اس کی تلاوت بھی کی جاتی۔

نسخ کی ان تین صورتوں کا ذکر چھٹی صدی کے مشہور شیعہ عالم و مفسر ابوعلی طبری نے اپنی تفسیر مجمع البیان میں سورہ بقرہ کی آیت نمبر 106۔ "مانسوخ من آیہ اوند ما نات بخیر منها او مثلها" الایہ کے ذیل میں اس طرح کیا ہے۔

والنسخ فی القرآن علی ضرب منہا ان یرفع حکم الایۃ وتلاوتها کما روی عن ابی بکرۃ انہ قال کنا نقراء (لا ترغبوا عن آباءکم فانہ کفر بکم) ومنہا ان تثبت الایۃ فی الخط و یرفع حکمها کقولہ تعالیٰ (فان فاتکم شر

آخری بات اس سلسلہ میں یہ ہے کہ موجودہ قرآن پاک کا تحریف سے محفوظ بعینہ وہ کتاب اللہ ہونا جو سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ وسلم پر نازل ہوئی تھی خود قرآن سے اور اعلیٰ درجہ کے تواتر سے ثابت ہے، پس اگر بالفرض کوئی روایت کسی بھی کتاب میں ایسی ہو جس سے قرآن میں تحریف کا شبہ بھی پیدا ہوتا ہو، اور کوئی قابل قبول توجیہ بھی نہ کی جاسکتی ہو تو وہ قابل رد ہوگی۔ یہ اہل سنت کا مسلم اصول ہے، یہی صراط مستقیم ہے اور یہی عقل سلیم کا فیصلہ۔ واللہ یقول الحق و هو بحدی السیل۔

(منظور نعمانی، ثمنی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ، حصہ دوم، ص 60)

(مطبوعہ لاہور)

عقیدہ تحریف کے بارے میں شیعہ علماء کا ایک پر فریب مغالطہ

اس عنوان کے تحت مولانا منظور نعمانی فرماتے ہیں۔

راقم سطور نے شیعوں کے عقیدہ تحریف قرآن کے بارے میں استثناء میں قریباً بیس صفحات پر (53 تا 71) جو کچھ لکھا ہے اور اس کے ساتھ کے مقدمہ میں اور پھر اس شمارے کے بھی گزشتہ صفحات میں جو کچھ لکھا گیا ہے اور اس سب سے پہلے "ایرانی انقلاب" امام خمینی اور شیعیت" میں اسی موضوع پر 32 صفحات پر جو کچھ لکھا جا چکا ہے اس کے مطالعہ کے بعد کسی کے لئے اس بارے میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ شیعہ اثنا عشریہ کا ایمان اس حقیقت پر نہیں ہے کہ موجودہ قرآن، تحریف اور تغیر و تبدل سے محفوظ بعینہ وہی کتاب اللہ ہے جو سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ وسلم پر نازل ہوئی تھی، بلکہ از روئے عقل بھی ان کے لئے اس حقیقت پر ایمان ممکن نہیں ہے۔

راقم سطور کا یہ بھی خیال ہے کہ اس کھلی اور غیر مشکوک حقیقت کو ان شیعہ علماء نے بھی محسوس کر لیا ہے جو موجودہ قرآن پر ایمان کا دعویٰ اور تحریف سے انکار کرتے ہیں، اسی وجہ سے اس مسئلہ کے بارے میں انہوں نے یہ رویہ اختیار کر لیا ہے کہ اپنے ائمہ معصومین کی دو ہزار سے زیادہ ان روایات کے بارے میں جن میں پوری صراحت کے ساتھ قرآن مجید میں ہر طرح کی تحریف کا ہونا بیان کیا گیا ہے اور جن کے متعلق ان کے اکابر علماء نے اقرار کیا ہے کہ یہ روایات متواتر ہیں، اور ان ہی کے مطابق ہمارا اور ہمارے اکابر و مشائخ کا عقیدہ ہے، افرض ان روایات اور اپنے اکابر علماء کے اس اقرار کے بارے میں کوئی معقول تحقیق

انکے بارے میں نسخ کی یہ بات نہیں کہی جاسکتی، ان میں سے بہت سی روایات میں تصریح ہے کہ قرآن میں یہ تحریف اور قطع و برید منافقین نے کی ہے جس سے قرآن کا حلیہ ہی بگڑ گیا ہے، راقم سطور کی کتاب ”ایرانی انقلاب“ امام خمینی اور شیعیت“ میں وہ روایتیں دیکھی جاسکتی ہیں۔

2- یہاں یہ بات بھی قائل لحاظ ہے کہ علامہ سیوطی کا طریقہ ”انقن“ و ”در مشور“ اور اکثر دوسری تصانیف میں بھی یہ ہے کہ وہ ہر طرح کی رطب و یابس روایات نقل کر دیتے ہیں اور تنقید و تحقیق کا کام کتاب کا مطالعہ کرنے والے اہل علم کے لئے چھوڑ دیتے ہیں اور اسی لئے ان کتابوں میں کسی روایت کا ہونا ہرگز اس کی دلیل نہیں ہے کہ وہ قائل استناد ہے۔

3- شیعہ صاحبان اہل سنت کی کتابوں کے حوالوں سے جو روایات یہ ثابت کرنے کے لئے پیش کرتے ہیں کہ ان سے قرآن میں تحریف ثابت ہوتی ہے، ان کی بنیاد پر آج تک اہل سنت میں سے ایک آدمی بھی قرآن میں تحریف کا قائل نہیں ہوا۔ بلکہ تمام متقدمین و متاخرین اہلسنت کا اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص قرآن کی ایک آیت میں بھی تحریف کا قائل ہو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس کے برخلاف اس بارے میں شیعوں کا جو حال ہے وہ استفتاء میں بھی بیان کیا جا چکا ہے۔

4- آخری بات اس سلسلہ میں یہ ہے کہ موجودہ قرآن پاک کا تحریف سے محفوظ بعینہ وہ کتاب اللہ ہوتا جو سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وعلیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی خود قرآن سے اور اعلیٰ درجہ کے تواتر سے ثابت ہے۔ پس اگر بالفرض کوئی روایت کسی بھی کتب میں ایسی ہو، جس سے قرآن میں تحریف کا شبہ بھی پیدا ہوتا ہو اور کوئی قائل قبول توجیہ بھی نہ کی جاسکتی ہو تو وہ قائل رد ہوگی۔ یہ اہل سنت کا مسلم اصول ہے، یہی صراط مستقیم ہے اور یہی عقل سلیم کا فیصلہ ہے۔ واللہ یقول الحق وھو محمدی السلیل۔

(خمینی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ مرتبہ مولانا منظور نعمانی، مطبوعہ لاہور، حصہ دوم، ص 57-60)۔

5- ”فصل الخطاب“ کے مصنف علامہ نوری طبرسی نہ صرف خود تحریف قرآن کے پوری شدت کے ساتھ قائل ہیں بلکہ انہوں نے اس مسئلہ کے بارے میں علمائے حقہ میں کا

من ازواجکم الی الکفار فعاقبتہم) فہذہ ثابتۃ اللفظ فی الخط مرتفعۃ الحکم۔ ومنہا ما یرتفع اللفظ ویثبت الحکم کآیۃ الرجم فقد قیل انہا کانت منزلة فرفع لفظہا۔

قرآن میں نسخ کئی قسم کا ہوا ہے، ان میں سے ایک صورت یہ ہے کہ آیت کا حکم اور اس کی تلاوت دونوں منسوخ ہو جائیں، جیسا کہ ابوبکر (صحابی) سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ہم پڑھا کرتے تھے۔ لاترغبوا عن آباءکم فانہ کفر بکم۔ اور نسخ کی دوسری صورت یہ ہے کہ آیت کے الفاظ کتابت میں باقی رہیں، مگر حکم منسوخ ہو جائے۔ اس کی مثل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔ فان فاتکم شئی من ازواجکم الی الکفار“ الا یہ۔ اس آیت کے الفاظ کتابت میں باقی ہیں مگر حکم منسوخ ہو گیا ہے۔ اور نسخ کی ایک تیسری صورت یہ ہے کہ آیت کی تلاوت منسوخ ہو جائے، لیکن حکم باقی رہے، جیسا کہ آیت رجم میں ہوا ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ رجم کی آیت نازل ہوئی تھی اس کے الفاظ منسوخ ہو گئے۔ ابو علی طبرسی نے نسخ کی یہ تینوں صورتیں ذکر کرنے کے بعد آخر میں لکھا ہے۔

قد ذکرنا حقیقۃ النسخ عند المحققین۔

ہم نے نسخ کی وہ حقیقت بیان کر دی ہے جو محققین کے نزدیک مسلم ہے۔

معلوم ہوا کہ قرآنی آیات میں نسخ کی ان تینوں صورتوں کے بارے میں ابو علی طبرسی نے جو کچھ لکھا ہے، وہ ان کی ذاتی رائے نہیں ہے، بلکہ عام محققین علمائے شیعہ اسی کے قائل ہیں۔

اس کے بعد راقم سطور عرض کرتا ہے کہ ”انقن“ اور ”در مشور“ وغیرہ کے حوالوں سے جو روایتیں پیش کر کے شیعہ صاحبان ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اہل سنت کی کتابوں میں بھی تحریف کی روایتیں ہیں، حقیقت یہ ہے کہ ان روایتوں میں سے جو کسی درجہ میں قائل اعتبار ہیں ان میں نسخ کی انہی صورتوں کا ذکر ہے جن میں آیتوں کی تلاوت منسوخ ہو گئی ہے، خود علامہ سیوطی نے ان روایتوں کو نسخ کی اسی صورت کی مثل کے طور پر نقل کیا ہے۔

الغرض ان روایتوں کی بنیاد پر یہ دعویٰ کرنا کہ اہل سنت کی کتابوں میں بھی تحریف کی روایتیں ہیں محض مغالطہ اور فریب ہے۔۔۔ اس کے برخلاف شیعوں کے ائمہ معصومین کی دو ہزار سے اوپر جو روایتیں ہیں جن میں قرآن میں ہر طرح کی تحریف کا ہونا بیان کیا گیا ہے،

اجماع و اتفاق رائے (چار کے استثنائے ساتھ) بے شمار دلائل و اقوال علماء کے ساتھ ثابت کیا ہے، مگر ان کی وفات (1270ھ) پر انہیں نہ صرف نجف اشرف جیسے مقدس مقام پر مشہد مرتضوی میں دفن کر کے عزت و تکریم کا اعلیٰ مقام عطا کیا گیا بلکہ علامہ مبین سمیت کسی بھی نمایاں شیعہ مجتہد نے ان کی بیان کردہ احادیث تحریف قرآن کے راویان، ان کی تصنیف میں بیان شدہ معتقدین تحریف قرآن یا خود ان کو تحریف قرآن کا قائل ہونے کی بنا پر کافر اور دائرہ تشیع و اسلام سے خارج قرار نہیں دیا، بلکہ امام مبین نے ان کی تالیف حدیث ”مستدرک الوسائل“ کا حوالہ بطور سند اپنی شہرہ آفاق تصنیف ”الحکومۃ الاسلامیہ“ میں درج فرمایا ہے۔

نیز علامہ باقر مجلسی (م 1111ھ) جو گیارہویں صدی ہجری کے شیعہ مجتہد اعظم تھے، ایران کے شاہ سلیمان و شاہ حسین صفوی کے ہم عصر اور شیخ الاسلام کے منصب پر فائز تھے۔ نیز بیس سے زائد جلدوں پر مشتمل شیعہ انسائیکلو پیڈیا ”بحار الانوار“ کے مؤلف اور متعدد عربی و فارسی کتب کے مصنف ہیں، اور تمام شیعہ علماء و مجتہدین انہیں اثنا عشری مجتہد اعظم کی حیثیت سے تسلیم کرتے ہیں، وہ بھی نہ صرف تحریف قرآن کا عقیدہ رکھتے ہیں بلکہ ان کا دعویٰ ہے کہ اگر مذکورہ ہزاروں روایات تحریف قرآن کے لفظی یا معنوی توازن و صحت کو تسلیم نہ کیا جائے تو کم و بیش اتنی ہی روایات امامت نیز دیگر روایات و احادیث بھی راویان و روایات کے حوالہ سے مشکوک و غیر مستند قرار پاتی ہیں۔ لہذا عقیدہ تحریف قرآن پر ایمان لازم ہے، مگر اس کے باوجود نہ تو گیارہویں سے پندرہویں صدی ہجری تک کے جدید شیعہ علماء و مجتہدین نے نہ صرف ان کو عقیدہ تحریف قرآن کی بنا پر کافر قرار نہیں دیا بلکہ وہ صف اول کے شیعہ علماء و مصنفین میں شمار کئے جاتے ہیں اور امام مبین نے اہل تشیع کو ان کی تصانیف پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے۔ (ملاحظہ ہو کشف الاسرار، مطبوعہ ایران، 15 ربیع الثانی 1363ھ، ص 152)۔

اور اتفاقاً علم یہ بھی جانتے ہیں کہ صحابہ کرام، خلفاء و امہات نیز عقائد اہل سنت کے بارے میں جتنی زہریلی ان کی تصانیف ہیں اس کا تصور بھی محال ہے۔

یہ سب امور اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ جدید شیعہ علماء عقیدہ تحریف قرآن کو بنیادی شرعی و تکفیری مسئلہ نہیں سمجھتے، ورنہ وہ قدیم و جدید ہر زمان و مکان کے اہل السنہ و الجماعہ (حنفی و مالکی و شافعی و حنبلی و اہلحدیث وغیرہ) کی طرح اس بات پر اجماع و اتفاق ظاہر

کرتے کہ وہ تمام شیعہ راویان و علمائے حقدین و متاخرین جو عقیدہ تحریف قرآن کے قائل ہیں، بلا امتیاز و تفریق کافر اور دائرہ اسلام و تشیع سے خارج ہیں، مگر ایسا متفق علیہ فتویٰ نہ انقلاب ایران سے پہلے کسی زمانہ میں دیا گیا نہ بعد ازاں۔ نہ امام مبین نے ایرانی انقلاب کے بعد بحیثیت نائب امام و صاحب منصب ولایت فقیہ (برتر از منصب صدارت ایران) ایسا اقدام فرمایا نہ ایرانی مجلس الفقہاء یا دنیا بھر کے ایرانی و غیر ایرانی شیعہ علماء و مجتہدین نے ایسے کسی فتویٰ پر اجماع و اتفاق کیا، حالانکہ نص قرآنی (انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون۔ سورۃ الحجر۔ ہم نے ہی اس قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں) اس معاملہ میں قطعی اور یقینی ہے کہ خلافت راشدہ سے آج تک ہر زمان و مکان میں موجود و رائج قرآن مجید محفوظ و غیر محرف ہے اور اسی بناء پر تحریف قرآن کا عقیدہ رکھنے والے کے کافر اور دائرہ ایمان و اسلام سے خارج ہونے پر اجماع صحابہ و اہل سنت ہے۔ نیز ایسا عقیدہ رکھنے والے کو کافر قرار نہ دینا بھی اجماع امت کی رو سے کفر ہے۔

6۔ علاوہ ازیں اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ امام مبین اور عصر جدید کے وہ تمام شیعہ علماء جو موجودہ رائج قرآن کو الفاتحہ سے الناس تک اسی ترتیب کے مطابق غیر تحریف شدہ و محفوظ قرار دے کر اپنے گزشتہ ایک ہزار سال سے زائد عرصہ کے علمائے حقدین و متاخرین کی تکذیب و تردید کر رہے ہیں۔ وہ تقیہ و مصلحت سے کام نہیں لے رہے، تاکہ شیعوں کو اہل سنت کے اجتماعی و متفق علیہ فتویٰ تکفیر نیز منکرین قرآن ہونے کے جرم کے مرتکب قرار پانے سے بچایا جاسکے۔

اس شک و شبہ کو اس بات سے بھی تقویت ملتی ہے کہ امام مبین نے تقیہ مداراتی (جان و مال کے خطرہ کے بغیر خوش اخلاقی والا تقیہ بسلسلہ اہل سنت) کی بنا پر نہ صرف اہل سنت کے ساتھ نماز باجماعت کی تلقین فرمائی بلکہ اس ضمن میں تقیہ کے طور پر دونوں ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے، آمین کہنے اور نماز جنازہ میں پانچ کی بجائے چار تکبیروں پر اکتفا کرنے کو درست قرار دیا ہے حالانکہ تقیہ کے بغیر ایسا کرنے سے نماز باطل قرار پاتی ہے اور اسے دہرائنا لازم ہے۔ (ملاحظہ ہو امام مبین کی تصنیف ”تحریر الوسیلہ“ کتاب الصلاۃ، القول فی مبطلات الصلاۃ و توضیح المسائل، کتاب الصلاۃ، نیز فتاویٰ ج امام مبین 1979ء)۔

نماز میں ہاتھ باندھنے، آمین و تکبیرات جنازہ وغیرہ جیسے فقہی مسائل میں تقیہ کی بنا پر

باطل کے برحق قرار پانے کا فتویٰ دینے والے نائب امام و صاحب ولایت فقیہ نیز ان کے اس فتویٰ پر عمل پیرا دنیا بھر کے ایرانی و غیر ایرانی مجتہدین و مقلدین (جبکہ جان و مال کا خطرہ بھی لاحق نہیں) کیا تقیہ و مصلحت کی بناء پر عقیدہ تحریف قرآن سے اپنی برات و انکار کا اعلان نہیں کر سکتے جبکہ تحریف قرآن پر اعتقاد کا اعلان اہل سنت کی جانب سے تکفیر شیعہ اور اہل تشیع سے مکمل علیحدگی و بیزاری کے حقیقی خطرہ اور عالم اسلام پر غلبہ ایران و اہل تشیع میں رکاوٹ کا باعث بن سکتا ہے۔

7- امام خمینی و دیگر فقہاء مجتہدین مصحف عثمانی و قرأت قریش کے مطابق قرآن کی متفق علیہ قرأت کو تسلیم کرنے کے دعویٰ کے باوجود سورۃ المائدہ کی آیت و ضوء میں ”ارجلکم“ (ل) پر زبر کے ساتھ) پڑھتے ہیں جس کا ترجمہ و ضوء میں دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھونا بنتا ہے اور اہل سنت نیز شیعہ زیدیہ و دیگر اقلیتی مسلم فرقوں کا اسی پر عمل ہے، مگر اس تلاوت کے باوجود جعفری اثنا عشری فقہ و تفسیر میں ”ارجلکم“ (ل) کے نیچے زبر کے ساتھ) روایات شیعہ کے مطابق درست قرار دے کر ”ارجلکم“ کا عطف ”ایدکم“ کے بجائے ”برؤوسکم“ پر ٹھہراتے ہیں اور پوری امت کے برعکس دونوں پاؤں دھونے کے بجائے ننگے پاؤں کا مسح ثابت کرتے اور اس پر عمل پیرا ہیں۔ کیا اس تلاوت قرآنی کے مطابق ثابت شدہ متفق علیہ و ضوء کے برخلاف صرف تقیہ کے طور پر نماز اہل سنت میں شرکت کے لئے دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھونے کی اجازت کا فتویٰ (بحوالہ فتاویٰ امام خمینی برائے حجاج 1979ء) موجود قرآن و قرأت کے بارے میں امام خمینی و دیگر مجتہدین کے اہل سنت سے مختلف اعتقاد نیز تقیہ کی دلیل نہیں؟ و علیٰ ہذا القیاس۔

8- امام خمینی نے روایات تحریف قرآن کی تین ناقابل قبول اقسام (ضعیف، جعلی اور غریب) بیان فرما کر چوتھی قسم کی روایات کو صحیح قرار دیا ہے مگر انہیں جزو قرآن سمجھنا غلط قرار دیتے ہوئے تشریح آیات و تفسیر قرآن کے طور پر قبول فرمایا ہے، اور علمائے متقدمین کے برعکس گزشتہ صفحات میں نقل شدہ روایات کافی نیز دیگر سینکڑوں روایات میں موجود قوسین میں تحریر کردہ الفاظ (فی علی، وغیرہ) کو توجیہ متن قرآن کے بجائے شرح قرآن کے طور پر درست تسلیم کیا ہے۔

اگر امام خمینی جیسے جدید علماء کی اس توجیہ کو درست مان لیا جائے تو مذکورہ و غیر مذکورہ

آیات کی ایسی گمراہ کن تشریحات سامنے آتی ہیں جو عقیدہ امامت منصوبہ و معصومہ افضل من النبوة و ولایت تکوینی ائمہ سمیت ہر حوالہ سے تحریف معنوی قرار پاتی ہیں، اور نہ صرف امت مسلمہ کی نوے فیصد سے زائد اکثریت پر مشتمل اہل سنت و الجماعت کے عقیدہ قرآن و حدیث اور اجماع و روایات صحابہ رضی اللہ عنہم کے منافی و باطل ہیں، بلکہ مختلف اقلیتی مسلم فرقوں کے لئے بھی قابل قبول نہیں اور امام احمد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی رائے کے مطابق نرم سے نرم الفاظ میں بھی ایسی تشریح و تفسیر سامنے والے زندیق ہیں جن کے بارے میں حنفی و شافعی فقہاء متاخرین شرعاً سزائے موت کے مستحق ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں۔

علاوہ ازیں آیہ ”ثانی اثین“ (توبہ: 40) آیت استخفاف (نور: 55) ازواج رسول (ص) بحیثیت اہل بیت رسول (ص) در آیہ تطہیر (احزاب: 33) برات و تعظیم سیدہ عائشہ ام المومنین (آیات سورہ نور) تعداد بنات رسول (احزاب: 59) غرض لاتعداد نصوص و آیات قرآن کی شیعہ تشریحات فرقہ اثنا عشریہ کے علماء و مفسرین اور فقہاء و محدثین کو کم از کم زندیق و تحریف معنوی کے مرتکب ثابت کرنے کے لئے پیش از پیش ہیں جو بظاہر تحریف قرآن کا انکار کرتے ہیں۔ اور اس پر مستزاد مولوی مقبول احمد دہلوی اور مولوی فرمان علی صاحب جیسے جدید علمائے شیعہ کے تراجم و تشریحات قرآن ہیں جن میں عقیدہ تحریف قرآن کو درست قرار دیا گیا ہے اور برصغیر پاک و ہند کے اردو داں اہل تشیع خواص و عوام میں ان تراجم کو مدت دراز سے قبول عام حاصل ہے۔

9- قرآن مجید کے علاوہ شیعہ روایات کی رو سے مصحف علی کا ترتیب و زوائد میں موجود قرآن سے مختلف و متغایر ہونا نیز ان زوائد باتوں کا علمائے شیعہ کے اجماع و اتفاق کی رو سے فشاء و مراد قرآن کی تشریح کے لئے وحی الہی ہونے کا امکان ظاہر کرنا موجود قرآن کو کامل و حتمی آخری وحی الہی تسلیم کرنے کے بعد چہ معنی دارد؟

نیز وفات نبوی کے بعد ہر قسم کا سلسلہ وحی قیامت تک کے لئے منقطع اور ختم ہو گیا۔ جیسا کہ وفات نبوی کے بعد سیدنا ابوبکر کے علاوہ سیدنا علی کے حوالہ سے بھی نوح البلاغہ میں یہی قول مروی ہے:

بابی انت و امی لقد انقطع بموتک عالم ینقطع بموت غیرک من

ابوبکر و عمر کے تاریخی نام سے بھی معروف ہیں، ہر زبان و مکان میں ان کے ثابت شدہ عقیدہ تحریف قرآن کی بناء پر کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ جن میں سے چند اہم اقوال و فتاویٰ درج کئے جا رہے ہیں:

النبوة والانبياء و اخبار السماء۔

میرے مں باپ آپ پر قربان آپ کی وفات سے نبوت اور آسمان سے خبریں آنے کا وہ سلسلہ منقطع ہو گیا جو آپ کے سوا کسی اور کی موت سے منقطع نہیں ہوا تھا۔

اس کے بعد مصحف علی میں اضافی وحی الہی کے وجود کا امکان اور سیدہ فاطمہ کے پاس آمد و رفت فرشتہ وحی کے نتیجہ میں قرآن سے تین گنا بڑے مصحف فاطمہ پر ایمان نیز ائمہ و سیدہ فاطمہ کی کائنات کے ذرہ ذرہ پر ولایت و حکومت تکوینی کا اعتقاد رکھنا صرف شیعہ عقیدہ تحریف قرآن ہی کی تائید نہیں کرتا بلکہ مشارکت فی التوحید (خدا کی وحدانیت میں شریک ہونا) اور انکار ختم نبوت کو بھی لازم ٹھہراتا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخصیت کے پاس کسی بھی شکل میں وحی و فرشتہ وحی کی آمد کا اعتقاد رکھنا اجماع امت کی رو سے کفر اور عقیدہ ختم نبوت کے منافی ہے۔

10۔ یہ نقطہ بھی قابل بحث ہے کہ سیدنا ابوبکر و عمر عثمان کی شرعی امامت و خلافت کا انکار کر کے سیدنا علی کو شرعی امام اول قرار دینا پہلے تین ائمہ اور ان کی بیعت خلافت کرنے والے تمام صحابہ کرام کی حیثیت کو مشکوک ٹھہرانے کا باعث ہے۔ پھر ان کے جمع کردہ مصحف صدیقی، اور متفق علیہ قرات پر مبنی مصحف عثمانی نیز ہر دو موقعوں پر ان ائمہ و خلفاء ثلاثہ کے اقدام پر اتفاق و اجماع کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شاہد و عادل اور برحق بیعت کنندگان خلفائے برحق تسلیم کئے بغیر مصحف صدیقی و عثمانی کو غیر تحریف شدہ تسلیم کرنے کا اعلان کرنا اور ساتھ ہی سیدنا ابوبکر و عمر عثمان رضی اللہ عنہم کی شرعی امامت، ان کی خلافت کی شرعی حیثیت کا انکار کرنا اور خلفاء ثلاثہ سمیت ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات تفسیر و حدیث و دیگر علوم دین کو اصول شیعہ کی رو سے مسترد کر دینا ایسے تضادات ہیں جن کی روشنی میں عقیدہ تحریف قرآن پر تقیہ و مصلحت سے کام نہ لینے والے علماء حقہدین و متوسلین و متاخرین کی مجموعی غالب اکثریت کا موقف و اعتقاد ہی عقل و منطق کی رو سے ثابت شدہ حقیقت قرار پاتا ہے۔ پس ان تمام افکار و معتقدات کی موجودگی میں عقیدہ تحریف قرآن سے انکار چہ معنی دارد؟

لہذا اکابر اہل سنت والجماعت نے شیعہ اثنا عشریہ کو جو شیعہ امامیہ بھی کہلاتے ہیں اور سیدنا ابوبکر عمر کی شرعی امامت و خلافت کو تسلیم نہ کرنے کی وجہ سے روافض (مکرین امامت

نہیں ہیں۔

2- قاضی عیاض مالکی (رح) م 544ھ

قاضی عیاض مالکی نے اپنی کتاب "الشفاء" میں شیعوں کے عقیدہ تحریف قرآن حوالہ سے تحریر فرمایا ہے کہ:

وكذلك من انكر القرآن حرفا منه او غير شيئا منه او زاد فيه.

(قاضی عیاض: کتاب الشفاء، المجلد الثانی، ص 289)۔

ترجمہ: اور اسی طرح ہم اس شخص کو بھی قطعیت کے ساتھ کافر قرار دیتے ہیں جو قرآن کا انکار کرے یا اس کے ایک حرف ہی کا انکار کرے یا اس کے کسی کلمہ کو بدلے یا اس میں اضافہ کرے۔

3- شیخ عبدالقادر جیلانی حنبلی بغدادی (رح) م 561ھ

غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی اپنی مشہور تصنیف "غنیۃ الطالبین" میں گمراہ فرقوں کے باب میں شیعوں کے عقیدہ تحریف قرآن کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"واليهود حرفت التوراة وكذلك الرافضة حرفوا القرآن لانهم قالوا: القرآن غير و بدل و خولف بين نظمه و ترتيبيه و احيل عما انزل عليه و قرئ على وجوه غير ثابتة عن الرسول و انه قد نقص منه و زيد فيه"

(عبدالقادر الجیلانی، غنیۃ الطالبین، ص 162)۔

ترجمہ:۔ اور یہودیوں نے تورات میں تحریف کی اور اسی طرح رافضیوں نے قرآن میں تحریف کی کیونکہ انہوں نے یہ کہا کہ قرآن میں تغیر و تبدل کیا گیا ہے اور اس کے نظم و ترتیب کو الٹ پلٹ کیا گیا ہے اور وہ جیسا نازل ہوا تھا اس شکل سے بدل دیا گیا ہے، اور وہ اس طرح پڑھا جاتا ہے جو رسول سے ثابت نہیں اور اس میں کمی بھی کی گئی ہے اور اضافہ بھی کیا گیا ہے۔

4- شیخ الاسلام ابن تیمیہ حنبلی (رح) م 728ھ

امام ابن تیمیہ نے مختلف حوالوں سے شیعوں کی وجہ تکفیر بیان فرمائی ہیں اور ان کے نزدیک جس شخص یا گروہ کا یہ عقیدہ ہو کہ قرآن کی آیات میں کچھ کمی ہوئی ہے یا کچھ آیتوں

فتاویٰ تکفیر اثنا عشریہ بر بنائے عقیدہ تحریف قرآن

1- امام ابن حزم اندلسی (رح) م 456ھ

امام ابن حزم اندلسی اپنی معروف تصنیف "الفصل فی الملل و الاہواء والنحل" میں فرقہ شیعہ امامیہ (اثنا عشریہ) کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"ومن قول الامامية كلها قديما وحديثا ان القرآن مبدل زيد فيه ما ليس منه و نقص منه كثير و بدل كثير."

(ابن حزم، کتاب الفصل فی الملل و الاہواء والنحل، جلد سوئم، ص

182)۔

ترجمہ:۔ پورا فرقہ امامیہ، ان کے متقدمین و متاخرین سب اس کے قائل ہیں کہ قرآن بدل ڈالا گیا ہے، اس میں وہ کچھ بڑھایا اور شامل کر دیا گیا ہے جو اس میں نہیں تھا اور بہت کچھ اس میں سے کم بھی کر دیا گیا ہے، اور بہت سی تحریف و تبدیلی کی گئی ہے۔

انہی امام ابن حزم نے اپنی اسی کتاب میں دوسری جگہ اسلام اور قرآن پر عیسائیوں کے کچھ اعتراضات نقل کئے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ تھا کہ:

"ان الروافض يزعمون ان اصحاب نبیکم بدلوا القرآن واسقطوا منه و زادوا فيه."

شیعہ روافض کا خیال و دعویٰ ہے کہ تمہارے نبی کے صحابہ نے قرآن میں تبدیلی کر دی تھی، اس میں سے بہت کچھ ساقط کر دیا اور اس میں اضافہ بھی کیا۔ (لہذا خود اس مسلم فرقہ کے نزدیک تمہارا قرآن محفوظ و قائل اعتبار نہیں)۔

امام ابن حزم نے عیسائیوں کے تمام اعتراضات کا بالترتیب جواب دیا اور اس اعتراض کے جواب میں تحریر فرمایا ہے:

اما قولهم في دعوى الروافض بتبديل القرأت فان الروافض ليسوا من المسلمين۔

(ابن حزم، الملل والنحل، ج 2، ص 78)۔

ترجمہ: اور ان عیسائیوں نے جو روافض کے دعویٰ کے بارے میں کہا ہے کہ وہ قرآن و قرات میں تبدیلی کے قائل ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ روافض (شیعہ) مسلمانوں میں سے

فوائح الرحموت، ص 617، طبع نول كشور، لكهنؤو۔

ترجمہ: جس کا یہ قول اور عقیدہ ہو تو وہ ضروریات دین میں سے ایک ضروری امر کے انکار کی وجہ سے کافر ہے پس اس بات کو سمجھ لینا چاہئے۔

7۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی (رح) م 1340ھ / 1921ء

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی اپنے مشہور مطبوعہ فتویٰ ”ردالرفضہ“ میں شیعوں کے عقیدہ تحریف قرآن کے حوالہ سے بھی انہیں کافر قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ”ہمت سے عقائد کفریہ کے علاوہ دو کفر صریح ہیں، ان کے عالم، جاہل، مرد، عورت چھوٹے بڑے سب بالاتفاق گرفتار ہیں۔“

کفر اول: قرآن عظیم کو ناقص بتاتے ہیں۔ کوئی کتا ہے کہ اس میں کچھ سورتیں امیر المومنین عثمان ذوالنورین یا دیگر صحابہ رضی تعالیٰ عنہم یا اہل سنت نے گھٹادیں۔ کوئی کتا ہے کہ کچھ لفظ بدل دیئے، کوئی کتا ہے کہ یہ نقص و تبدیل اگرچہ یقیناً ثابت نہیں محتمل ضرور ہے، اور جو شخص قرآن مجید میں زیادت، نقص یا تبدیل، کسی طرح کے تصرف بشری کا دخل مانے یا اسے محتمل جانے، بالاجماع کافر و مرتد ہے کہ صراحتاً قرآن عظیم کی تکذیب کر رہا ہے، اور اللہ عزوجل سورہ حجر میں فرماتا ہے ”انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون۔“ (ردالرفضہ ص 17)۔

پھر آپ نے شیعوں کا کفر دوم ائمہ کو انبیاء سے افضل ماننا قرار دیا ہے۔

8۔ اکابر و مشائخ دارالعلوم دیوبند (رح)

دیگر اکابر امت کی طرح علمائے دیوبند نے بھی شیعوں کے عقیدہ تحریف قرآن کو واضح فرمایا ہے، اور آج سے تقریباً ستر برس پہلے امام و مناظر اہل سنت مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنؤی مجددی نقشبندی نے شیعہ اثنا عشریہ کے بارے میں ایک فتویٰ مرتب کر کے اس دور کے اکابر علماء و اصحاب فتاویٰ کی تصدیقات کے ساتھ شائع کیا تھا اور جس کی اشاعت کے بعد حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی اس کی مکمل تائید و مدافعت فرمائی تھی۔ (ملاحظہ ہو امداد الفتاویٰ، طبع دیوبند، جلد چہارم، ص 584 تا 587)۔ اس فتویٰ کا متن درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حامداً و معیلاً۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ شیعہ اثنا عشری،

کو چھپایا گیا ہے، تو اس شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں، بلکہ جو اس کے کفر میں شک کرے ان کی رائے میں اس کا کفر بھی لازم ہے۔ (الصارم المسلول علی شاتم الرسول، ص 591-592)۔

امام ابن تیمیہ مزید فرماتے ہیں:

قال ابو بکر بن ہانی: لا توکل ذبیحة الرافضة والقدرية كما لا توکل ذبیحة المرتد مع انه توکل ذبیحة الكتاب لان هؤلاء القوم يقومون مقام المرتد (ابن تیمیہ: الصارم المسلول، ص 575)۔

ترجمہ: امام ابو بکر ابن ہانی نے فرمایا ہے کہ روافض اور قدریہ کا ذبیحہ کھانا جائز نہیں، جبکہ اہل کتاب (یسود و نصاریٰ) کا ذبیحہ کھانا جائز ہے۔ شیعہ روافض اور قدریہ کا ذبیحہ کھانا اس لئے جائز نہیں کہ شرعی حکم کے لحاظ سے یہ لوگ مرتدین ہیں۔

5۔ علامہ علی قاری حنفی (رح) م 1014ھ

علامہ علی قاری نے ”شرح الفقہ الاکبر“ میں ان عقائد اور فرقوں کا ذکر کرتے ہوئے جن کے کفر پر ائمہ و علماء کاجماع ہے، تحریر فرمایا ہے۔

”من جحد القرآن ای کله او سورة منه او آية۔“

(ملا علی قاری: شرح الفقہ الاکبر، ص 530)۔

ترجمہ: جو شخص پورے قرآن یا اس کی ایک سورت یا ایک آیت ہی کا انکار کرے۔ وہ

دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

6۔ علامہ عبدالعلی بحر العلوم لکھنؤی (رح) م 1235ھ / 1819ء

برصغیر کے جلیل القدر عالم و مؤلف ”فوائح الرحموت شرح مسلم الثبوت“ وغیرہ کو جب شیعہ عالم ابو علی طبری کی تفسیر ”جامع البیان“ کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ شیعوں کا یہ عقیدہ ہے کہ موجودہ قرآن کمال مکمل نہیں ہے، اس کے جمع کرنے اور ترتیب دینے والے صحابہ کی تفسیر اور کوتاہی سے اس کے کچھ حصے غائب ہو گئے (اگرچہ خود اس مصنف کو اس عقیدہ سے اختلاف ہے)۔ بہر حال ابو علی طبری کی اس کتاب کے مطالعہ سے جب علامہ بحر العلوم کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے تحریر فرمایا۔

”فمن قال بهذا القول فهو کافر لانکاره الضروری فافهم۔“

شریف کی تحریف کا جو قائل ہے وہ قطعاً کافر ہے۔

المتحر شیعوں کا کفر برائے عقیدہ تحریف قرآن محل تردد نہیں ہے۔ علاوہ اس کے کچھ اور وجوہ کفر بھی ہیں۔ مثل عقیدہ بداء، قذف ام المؤمنین وغیرہ کے، مگر ان میں کچھ تاویل کی گنجائش ہے۔

لہذا شیعوں کے ساتھ مناکحت قطعاً ناجائز اور ان کا ذبیحہ حرام، ان کا چندہ مسجد میں لینا ناروا ہے۔ ان کا جنازہ پڑھنا یا ان کو جنازہ میں شریک کرنا جائز نہیں ہے۔ ان کے مذہبی تعلیم ان کی کتابوں میں یہ ہے کہ سینوں کے جنازہ میں شریک ہو کر یہ دعا کرنا چاہئے کہ یا اللہ اس کی قبر کو آگ سے بھر دے اور اس پر عذاب نازل کر۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ احقر العبد ناجیز محمد عبدالککور علقاہ مولانا۔

(بحوالہ فہین اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ، مرتبہ مولانا منظور نعمانی، حصہ اول، ضمیمہ، ص 170-171)۔

اس فتویٰ کے شائع ہونے کے بعد اس کی تائید حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی فرمائی نیز اس پر درج ذیل اکابر اہل سنت و اصحاب فتویٰ کی تصدیقات تھیں۔

- 1- مولانا سید حسین احمد مدنی
- 2- مولانا سید محمد مرتضیٰ حسین چاند پوری
- 3- مولانا محمد اعجاز علی
- 4- مولانا محمد ابراہیم بلیاوی
- 5- مولانا شبیر احمد عثمانی
- 6- مولانا مفتی مسعود
- 7- مولانا خلیل احمد مراد آبادی
- 8- مولانا حافظ عبدالرحمن امرہوی
- 9- مولانا مفتی مہدی حسن شاہ جہان پوری
- 10- مولانا مفتی محمد شفیع
- 11- مولانا اصغر حسین
- 12- مولانا قاری محمد طیب

مسلمان ہیں یا خارج از اسلام؟ اور ان کے ساتھ مناکحت جائز اور ان کا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں۔ ان کے جنازہ کی نماز پڑھنا یا ان کو اپنے جنازہ میں شریک کرنا درست ہے یا نہیں، نیز اگر وہ کسی مسجد کی تعمیر کے لئے چندہ دینا چاہیں تو لیا جائے یا نہیں؟

الجواب واللہ الموفق للصواب

شیعہ اثنا عشری قطعاً خارج از اسلام ہیں۔ ہمارے علمائے سابقین کو چونکہ ان کے مذہب کی حقیقت کما-بغنی معلوم نہ تھی بوجہ اس کے کہ یہ لوگ اپنے مذہب کو چھپاتے ہیں اور کتابیں بھی ان کی نایاب تھیں۔ لہذا بعض محققین نے بناء بر احتیاط ان کی تکفیر نہیں کی تھی، مگر آج ان کی کتابیں نایاب نہیں رہیں، اور ان کے مذہب کی حقیقت منکشف ہو گئی، اس لئے تمام محققین ان کی تکفیر پر متفق ہو گئے ہیں۔

ضروریات دین کا انکار قطعاً کفر ہے اور قرآن شریف ضروریات دین میں سب سے اعلیٰ و ارفع چیز ہے اور شیعہ بلا اختلاف کیا ان کے حقد میں اور کیا متاخرین سب کے سب تحریف قرآن کے قائل ہیں۔ ان کی معتبر کتابوں میں زائد از دو ہزار روایات تحریف قرآن کی موجود ہیں، جن میں پانچ قسم کی تحریف قرآن شریف میں بیان کی گئی ہے۔ کمی، بیشی، تبدیل الفاظ، تبدیل حروف، خرابی ترتیب۔ خرابی ترتیب سورتوں میں بھی، اور آیتوں میں بھی، کلمات میں بھی۔

ان پانچ قسم کی تحریف کی روایات کے ساتھ ان کے علماء کا اقرار رہا ہے کہ یہ روایات متواتر ہیں۔ تحریف قرآن پر صریح الدلائل ہیں اور انہی کے مطابق اعتقاد ہے۔ علمائے شیعہ میں گنتی کے چار آدمی تحریف قرآن کے منکر ہیں۔ شیخ صدوق ابن بابویہ قی، شریف مرتضیٰ، ابو جعفر طوسی، ابو علی طبری، مصنف تفسیر مجمع البیان۔ تو ان چار اشخاص کے اقوال چونکہ محض بے دلیل اور روایات متواترہ کے خلاف ہیں، اس لئے خود علمائے شیعہ نے ان کو رد کر دیا ہے۔ پوری تحقیق اس بحث کی میری کتاب ”تنبیہ الحائرین“ میں ہے۔ من شاء فليطالع۔

علامہ بحر العلوم فرنگی علی پہلے شیعوں کے مسلمان ہونے کا فتویٰ دیتے تھے، مگر تفسیر ”مجمع البیان“ کے دیکھنے سے ان کو معلوم ہوا کہ شیعہ تحریف قرآن کے قائل ہیں۔ لہذا انہوں نے ”فواتح الرحموت شرح مسلم الشبوت“ میں شیعوں کے کفر کا فتویٰ دیا، اور لکھا کہ قرآن

13- مولانا رسول خان

14- مفتی اعظم ہند، مفتی کفایت اللہ، وغیرہم۔

9- شیخ الاسلام محمد قمر الدین سیالوی چشتی (رح) م 1401ھ / 1981ء

شیخ الاسلام محمد قمر الدین سیالوی چشتی (م 18 رمضان 1401ھ / 1981ء) بانی صدر جمعیت العلماء پاکستان و سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف، اہل تشیع کے عقیدہ تحریف قرآن کے سلسلہ میں مختلف شیعہ روایات و کتب کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

”شیعوں کے مذہبی پیشوا مطلقاً قرآن کا انکار ظاہر کرتے ہیں، بلکہ جو قرآن کریم حضرت امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام صحابہ حفاظ کو طلب فرما کر جمع فرمایا جو ہمارے سینوں میں ہے، اور مسلمانوں کی ہر مسجد میں جس کو بچے سے لے کر بوڑھے تک پڑھتے ہیں اور جو مسلمانوں کے سات سات سال عمر کے بچوں کو یاد ہے۔ جس کو رمضان المبارک میں نماز تراویح میں ختم کیا جاتا ہے، جس کے تیس پارے ہیں، جو سورہ فاتحہ سے شروع ہوتا ہے اور سورہ ناس پر ختم ہوتا ہے، بانیان مذہب شیعہ نے اس کا انکار کیا ہے، اور جب بھی اپنا ایمان قرآن پر ثابت کرتے ہیں تو اپنا موصوم قرآن (سترگز والا ہے جس نے قیامت سے پہلے لوگوں کو ہدایت کے لئے منہ نہیں دکھانا، حلال و حرام کی تعلیم صرف قیامت کو دے گا) ہی مراد لیتے ہیں، تو پھر جس قرآن پر اس کا ایمان نہیں اس کو ہزار دفعہ جھوٹ بولتے وقت سر پر رکھیں ان کے مذہب کو کیا نقصان کا اندیشہ ہو سکتا ہے؟

قرآن کریم پر مدعیان تولی کے ایمان کا نمونہ اصل عبارات میں پیش کرتا ہوں تاکہ اہل علم لوگ تصدیق کر سکیں۔ (اصول کافی، ص 671)۔

فقال ابو عبد الله عليه السلام (الى ان قال) اخرجه على عليه السلام الى الناس حين فرغ منه و كتبه فقال لهم هذا كتاب الله عز وجل كما انزله الله على محمد (صلى الله عليه وسلم) من اللوحين - فقالوا هوذا عندنا مصحف جامع فيه القرآن لا حاجة لنا فيه - فقال: اما والله ما ترونه بعد يومكم هذا ابدا - اما كان على ان اخبركم حين جمعت لتقرأؤا - (المنح)

یعنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ (کی طرف منسوب کر کے) کہتے ہیں کہ جب حضرت علی (رض) قرآن کریم کے جمع کرنے اور اس کی کتابت سے فارغ ہوئے تو لوگوں سے

کہا کہ یہ اللہ عزوجل کی کتاب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کو نازل فرمایا اور میں نے دو لوگوں سے اس کو اکٹھا کیا ہے جس پر لوگوں نے کہا کہ یہ ملاحظہ فرما لو کہ ہمارے پاس مصحف مبارک جامع موجود ہے، جس میں قرآن ہی ہے۔ ہمیں آپ کے لائے ہوئے قرآن کی ضرورت نہیں۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم آج کے بعد تم اس کو کبھی نہ دیکھو گے۔ میرے لئے ضروری تھا کہ جب میں نے اس کو جمع کیا ہے، تو تمہیں اس کی خبر دوں، تاکہ تم اس کو پڑھتے۔ (المنح)

اب جب روایت اصول کافی امام عالی مقام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب حدیث اور امام عالی مقام سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الشریف کا قسم اٹھانا کہ آج کے بعد تم اس کو نہ دیکھو گے تو اس کے باوجود جو قرآن اہل تشیع دیکھتے ہیں اور اہل سنت سے سنتے ہیں جس کو اہل سنت یاد کرتے ہیں، تراویح میں ختم کرتے ہیں، جس کو امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جمع کیا ہے، یہ تو بہر صورت وہ قرآن نہیں ہو سکتا جو قیامت سے پہلے آبی نہیں سکتا۔

(محمد قمر الدین سیالوی، مذہب شیعہ، مطبوعہ لاہور، 1377ھ، ص 86-87)۔

علامہ سیالوی اسی سلسلہ کلام میں مزید فرماتے ہیں:

”اسی اصول کافی ص 670 پر امام عالی مقام موسی کاظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کے ایک شیعہ صاحب بنام ”احمد بن محمد“ کہتے ہیں کہ مجھے امام موسی کاظم رضی اللہ عنہ نے مصحف مبارک عطاء فرمایا اور فرمایا کہ اس کو کھول کر مت دیکھنا۔ میں نے کھولا اور دیکھا اور سورہ لم یکن الذین الخ پڑھی تو اس سورت میں قریش کے ستر آدمیوں کے نام بمعہ ان کے آباء کے لکھے ہوئے موجود پائے تو امام صاحب نے میری یہ شان تعمیل حکم دیکھ کر میری طرف آدمی بھیجا کہ میرا قرآن مجھے واپس کر دو۔

یہ واپسی کا قصہ تو اس ضرورت کے ماتحت کھڑا پڑا کہ کوئی کہہ دے کہ امام صاحب کا لکھا ہوا قرآن ہمیں بھی دکھاؤ تو فصاحت و بلاغت قرآنی سے ملتی جلتی عبارت کمال سے پیدا کی جاتی۔ پھر وہ قرآن جس کی سورہ لم یکن الذین میں قریش کے ستر آدمیوں کے نام ہوں اور ان کے آباء کے نام ہوں، وہ کوئی اور ہی ہے جس پر اہل تشیع کا ایمان ہے، یہ قرآن نہیں، اہل تشیع کے محمد اعظم نے اپنی کتاب ”فصل الخطاب“ میں تو ایمان بالقرآن کا قصہ ہی

علماء و مفتیان نے فرمائی ہے، 8 صفر 1407ھ کو مولانا منظور نعمانی کے مشہور استفتاء کے جواب میں تکفیر شیعہ اثنا عشریہ کا فتویٰ صادر فرماتے ہوئے عقیدہ تحریف قرآن کا بھی تفصیلی ذکر فرمایا ہے:

الجواب باسمہ تعالیٰ

فاضل مستفتی نے شیعہ اثنا عشریہ کے جن حوالہ جات کا ذکر کیا ہے وہ ہم نے شیعہ کتابوں میں خود پڑھے ہیں، بلکہ ان سے بڑھ کر شیعوں کی کتابوں میں ایسی عبارات صاف صاف موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ:-

الف: وہ تمام جماعت صحابہ کو مرتد اور منافق سمجھتے ہیں یا ان مرتدین کے حلقہ بگوش۔
ب: وہ قرآن کریم کو جو امت کے ہاتھوں میں موجود ہے، بعینہ اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ نہیں سمجھتے بلکہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اصل قرآن جو خدا کی طرف سے نازل ہوا تھا وہ امام غائب کے پاس غار میں موجود ہے اور موجودہ قرآن (نعوذ باللہ) محرف و مبدل ہے۔ اس کا بہت سا حصہ (نعوذ باللہ) حذف کر دیا گیا ہے، بہت سی باتیں اپنی طرف سے ملادی گئی ہیں۔ قرآن شریف ضروریات دین میں سب سے اعلیٰ و ارفع چیز ہے اور شیعہ بلا اختلاف ان کے متقدمین اور متاخرین سب کے سب تحریف قرآن کے قائل ہیں، اور ان کی کتابوں میں زائد از دو ہزار روایات تحریف قرآن کی موجود ہیں جن میں پانچ قسم کی تحریف بیان کی گئی ہے۔
نمبر 1: نمبر 2: بیسی، نمبر 3: تبدل الفاظ، نمبر 4: تبدل حروف، نمبر 5: تبدل ترتیب، سورتوں، آیتوں اور کلمات میں بھی۔

”اصول کافی“ اور اس کا ترجمہ الروضہ، ملا باقر مجلسی کی کتابوں ”جلاء العیون“ ”حق الیقین“ ”حیات القلوب“ ”زاد المعاد“ نیز حسین بن محمد تقی النوری الطبری کی کتاب ”فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب“ (جو 398 صفحات پر مشتمل ہے) میں قرآن کریم کا محرف ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ مؤلف مذکور طبری نے بزم خود بے شمار روایات سے قرآن کریم کی تحریف ثابت کی ہے۔

(اقتباس از فتویٰ مفتی ولی حسن، بحوالہ متفقہ فیصلہ، حصہ اول، ص 153)۔

بعد ازاں مختلف تفصیلات، بحوالہ عقیدہ تحریف قرآن و امامت و انکار خلافت شیعیں و تکفیر و توہین صحابہ درج فرما کر آخر میں لکھتے ہیں:-

ختم کر دیا ہے۔ (مذہب شیعہ، ص 87-88)۔

اسی تسلسل میں علامہ سیالوی تفصیلی حوالہ جات دیتے ہوئے مزید فرماتے ہیں:

”اصول کافی ص 671 کی ایک اور روایت بھی ملاحظہ کریں جس کے لفظ بلفظ ترجمہ پر انکفار کرتا ہوں۔ اہل علم حضرات منطق فرمائیں۔

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو قرآن حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف حضرت جبرئیل علیہ السلام لائے تھے اس کی ستر ہزار آیتیں تھیں“ اور اہل السنہ والجماعت غریبوں کے پاس تو صرف چھ ہزار چھ سو چھیانوہ آیات پر مشتمل قرآن حکیم ہے۔

اگر کسی قدر تفصیل کے ساتھ اہل تشیع کا قرآن کریم سے انکار دیکھنا چاہیں تو اصول کافی ص 261 تا ص 268 و ص 670 و 671 کا مطالعہ فرمائیں اور ایمان بالقرآن کی داد دیں کہ ایک سے دوسری روایت بڑھ چڑھ کر انکار قرآن میں وارد ہے، اور کتاب ”مناخ التواریخ“ جلد نمبر 2، ص 493 و ص 494 پر تو اس قرآن کریم کے انکار پر شیعوں کا اجماع ثابت ہے، اور اس قرآن کریم میں ردوبدل اور اس کی تنقیص میں تو ایک سے ایک بڑھ کر روایتوں کے انبار لگائے گئے ہیں۔ تفسیر صافی، جلد اول، ص 14 میں قرآن کی تحریف اور اس میں ردوبدل ثابت کرنے کے کمال دکھائے گئے ہیں، اور مصنف کافی یعقوب کلینی اور ان کے استاد علی بن ابراہیم قمی کا اس بارے میں غلو بیان کیا گیا ہے۔ اہل تشیع کی معتبر ترین کتب ”منہاج البراءہ“ جلد اول، ص 202 تا ص 206 میں تحریف قرآن و ردوبدل میں جو روایتیں موجود ہیں ملاحظہ فرمائیں، اور خود ہی فیصلہ کریں اور اہل تشیع کی مایہ ناز روایت کہ اس قرآن میں ”کفر کے ستون“ صحابہ نے قائم کئے ہیں، ذاکروں نے اہل تشیع کو یاد کرائی ہوگی، ورنہ اہل تشیع کی کتابوں میں ملاحظہ فرمالو اور شیعہ مذہب کے گھرنے والوں کی داد دو۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔“

(محمد قمر الدین سیالوی، مذہب شیعہ، 1377ھ مطبوعہ اردو پریس لاہور، ص 88)

10- مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن (رح) م 1415ھ / 1995ء

رئیس دارالافتاء، جامعہ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن کراچی مفتی ولی حسن ٹوکی (م رمضان 1415ھ / 1995ء) نے جن کے فتویٰ کی تصدیق پاکستان و بنگلہ دیش کے سینکڑوں

12- علامہ مفتی خلیل احمد قادری خلوم، دارالافتاء، بدایوں۔
محترم مفتی خلیل احمد قادری، عقیدہ تحریف قرآن، عقیدہ امامت اور انکار خلافت شیعین و تکفیر و توہین صحابہ کی بنیاد پر مولانا منظور نعمانی کے استفتاء کے جواب میں تکفیر شیعہ اثنا عشریہ کا فتویٰ صادر فرماتے ہیں۔ اس سلسلہ میں مولانا عبدالباری فرنگی علی کے حوالہ سے یہ بھی لکھتے ہیں۔

”مولانا عبدالباری فرنگی علی نے سراجی کے حاشیہ میں موانع ارث کے مسئلہ میں اختلاف دینین کی تشریح کرتے ہوئے ایک بہت اہم اصولی بات لکھی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ:

(جو اہل ہواء دعویٰ اسلام کے باوجود کبھی ضروریات دین میں سے کسی بات کے منکر ہوں، خواہ ان کا انکار کسی ریکٹ تاویل ہی کی بنیاد پر ہوا) کہ کفر میں اور ترکہ کے مستحق نہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ جیسا کہ غالب روافض کا معاملہ ہے جو قطعاً دین کی تکذیب اور ادعاء تحریف قرآن وغیرہ کی وجہ سے خدا و رسول کی تکذیب کرتے ہیں۔“ (سراجی، ص 9 بحوالہ متفقہ فیصلہ، ص 117)

بعد ازاں مولانا احمد رضا خان بریلوی کے حوالہ سے مذکورہ سابقہ اقتباس و دیگر احکامات نقل فرما کر مولانا منظور نعمانی کے استفتاء اور مولانا اعظمی کے فتویٰ کی مکمل تائید کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں:

”الحاصل قرآن عظیم میں زیادتی یا کمی یا تحریف و تبدیل کو ماننا دین اسلام کو باطل قرار دیتا ہے۔ روافض کا نعوذ باللہ یہ عقیدہ کہ قرآن مجید میں کمی یا تغیر یا تحریف واقع ہو گئی ہے یا اس کا تحمل ماننا یقیناً کفر اور اسلام کی دشمنی ہے۔

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ نے تفسیر کبیر میں فرمایا:

(ادعاء البروافض ان القرآن دخله الزيادة والنقصان والتغيير والتحرير ذلک يبطل الاسلام)۔

رافضیوں کا قرآن پاک میں کمی یا زیادتی و تحریف و تغیر کو ماننا اسلام کو باطل کر دیتا ہے۔ پھر ائمہ اہل بیت کرام کو انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل ماننا بھی یقیناً کفر ہے۔ ان عقائد کفریہ پر مطلع ہونے کے بعد کوئی مسلمان بھی اس فرقہ روافض کے کفر میں

”لہذا شیعہ اثنا عشری رافضی کافر ہیں۔ مسلمانوں سے ان کا نکاح، شادی بیاہ جائز نہیں حرام ہے۔ مسلمانوں کے لئے ان کے جنازے میں شرکت جائز نہیں، ان کا بیچہ حلال نہیں، ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں، غرض ان کے ساتھ غیر مسلموں جیسا سلوک اور معاملہ کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و ملہ اتم و احکم۔۔۔۔۔ (مفتی) ولی حسن۔۔ 8 صفر 1407ھ۔

رئیس دارالافتاء، جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی۔
مفتی اعظم پاکستان، مفتی ولی حسن کے اس فتویٰ کی تصدیق و تائید پاکستان بھر کے چاروں صوبوں نیز بنگلہ دیش کے سینکڑوں علماء و مفتیان نے فرمائی ہے۔ مکمل فتویٰ و تصدیقات کے لئے ملاحظہ ہو، متفقہ فیصلہ، حصہ اول ص 153-160 نیز حصہ دوم، ص 78-92 وغیرہ۔

11- محدث جلیل علامہ العصر مولانا حبیب الرحمن الاعظمی
محسن اہل سنت مولانا محمد منظور نعمانی کے مشہور استفتاء کے جواب میں 7 صفر الحظفر 1407ھ کو مولانا حبیب الرحمن اعظمی نے عقیدہ تحریف قرآن، عقیدہ امامت و انکار خلافت شیعین و توہین و تکفیر صحابہ کی بنا پر شیعہ اثنا عشریہ کے کافر و مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا تفصیلی فتویٰ صادر فرمایا۔ (ملاحظہ ہو ثمنی اور شیعہ کے بارے میں علمائے کرام کا متفقہ فیصلہ، حصہ اول، ص 99-112)

اس فتویٰ میں کتاب الکافی کی متعدد روایات نقل کرنے کے علاوہ جن میں سے بعض کا ذکر پہلے آچکا ہے، ابتداء میں فرماتے ہیں:

الجواب

”اثنا عشری شیعہ بلاشبک و شبہ کافر مرتد ہیں، کیونکہ تحریف قرآن کے بر ملا قائل اور معتقد ہیں، اور اس کا خود شیعوں کو اعتراف ہے، ان دونوں باتوں کا ناقابل تردید ثبوت خود مستفتی نے پیش کر دیا ہے۔“

مولانا اعظمی کے اس تفصیلی فتویٰ کی تائید و تصدیق جس کا یہ اقتباس تحریف قرآن کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے، برصغیر پاک و ہند کے سینکڑوں سے زائد علماء و مفتیان نے کی ہے جن کا تعلق اہل سنت کے تمام فقہی و فروعی مکاتب فکر (حنفی دیوبندی و بریلوی و اہلحدیث وغیرہ) سے ہے۔

(بحوالہ متفقہ فیصلہ، حصہ اول، ص 119، اقتباس از فتویٰ مولانا خلیل احمد قادری)

13- مولانا مفتی شمس الدین قاسمی، مہتمم جامعہ حسینیہ، ڈھاکہ

مولانا مفتی شمس الدین قاسمی ناظم عمومی جمعیت علماء اسلام، بنگلہ دیش و مہتمم جامعہ حسینیہ عرض آباد، میرپور ڈھاکہ، بنگلہ دیش، نے مولانا منظور نعمانی کے استفتاء کے جواب میں مولانا حبیب الرحمن اعظمی و مفتی ولی حسن وغیرہما کے فتویٰ کی بھرپور تائید و تصدیق فرماتے ہوئے 19 رجب 1408ھ کو ایک تفصیلی فتویٰ بھی صادر فرمایا جس کی تائید و تصدیق بنگلہ دیش کے سینکڑوں علماء و مفتیین نے فرمائی ہے۔ (ملاحظہ ہو متفقہ فیصلہ، حصہ دوم، ص 94-102)۔

اس فتویٰ میں عقیدہ تحریف قرآن کے حوالہ سے فرماتے ہیں:

”پوری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ تمیں پارہ قرآن مجید جو ہمارے سامنے موجود ہے بیحد ہی لوح محفوظ میں ہے، از اول تا آخر منزل من اللہ ہے۔ اس میں کسی قسم کی تحریف و تبدیلی نہیں ہوئی۔ پورے قرآن کا انکار جس طرح کفر ہے، اسی طرح کسی ایک آیت کا انکار بھی کفر ہے۔ اس پر تمام امت کا اجماع ہے، مگر شیعہ اثنا عشریہ اس قرآن پاک کو محرف سمجھتے ہیں اور اس میں تبدیلی و تحریف کے قائل ہیں حالانکہ یہ سراسر کفر ہے۔“

(متفقہ فیصلہ، حصہ دوم، ص 94-95، اقتباس از فتویٰ مولانا شمس الدین قاسمی)۔

14- مولانا یعقوب اسماعیل قاسمی، ڈیوڑری، برطانیہ۔

مولانا منظور نعمانی کے عالمی شہرت یافتہ مذکورہ استفتاء کے جواب میں دیگر وجوہ کفر کے علاوہ عقیدہ تحریف قرآن کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

”شیعہ اثنا عشریہ کا موجودہ قرآن کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ وہ محرف ہے اور اس میں حضرات خلفاء ثلاثہ (رضی اللہ عنہم) نے تحریف اور ردوبدل کر دیا ہے، اور یہ وہ اصلی قرآن کریم نہیں ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا، اصلی قرآن کریم تو امام غائب اپنے ساتھ لے کر غار میں روپوش ہو گئے ہیں جو آخری زمانہ میں اس کو لے کر باہر نکلیں گے۔ (نعوذ باللہ)

تمام مسلمانوں کا قرآنی آیت کریمہ ”انا نحن نزلنا الذکر و انا نحن لافظون“ (ہم ہی نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں) کے تحت بلا اتفاق یہ عقیدہ ہے کہ موجودہ قرآن کریم ہی وہ اصل کتب اللہ ہے جو اللہ کے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ

شک نہیں کر سکتا ہے۔ علامہ العصر حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی دامت فیوضہم نے جو جواب تحریر فرمایا ہے وہ حق اور صحیح ہے، اس کے بعد فقیر کو کچھ لکھنے کی حاجت نہیں۔ صرف تصدیق و تائید کے طور پر چند کلمات لکھ دیئے کہ (تعلو فی علی البر و التتوی) ارشاد رب العالمین ہے۔ رب تعالیٰ مسلمانوں کو حق کے قبول اور ناحق سے دور و نفور رہنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ واللہ الموفق۔

فقیر خلیل احمد قادری غفرلہ، خادوم دار الافتاء بدایوں

11 جمادی الاخر 1407ھ۔ (مہر)

(بحوالہ متفقہ فیصلہ، حصہ اول، ص 118-119)۔

تصدیق علماء بدایوں

بسم اللہ حامداً و ملئياً

اس میں کوئی شک نہیں کہ علامہ رافضہ جس کا دوسرا نام شیعہ بھی ہے۔ اس گروہ کے عقائد انتہائی واہیات و خرافات امور پر مشتمل ہیں۔ ان کے مرتد و کافر ہونے کے لئے صرف ان کا ایک اہم عقیدہ تحریف قرآن ہی کافی و دافی ہے کہ صریح قرآن مجید (انا نحن نزلنا الذکر و انا نحن لافظون) وغیرہ وغیرہ کے خلاف و منافی ہے۔

بہر حال اس بارے میں جو کچھ علامہ موصوف نے فتویٰ تحریر فرمایا ہے وہ عین حق و صواب ہے، احقر راقم الحروف کا یہی عقیدہ ہے اور امت مسلمہ حقہ کا یہی عقیدہ از اول تائیں دم رہا ہے، اور ہے۔ رب کریم سب کو بالخصوص اس گروہ مرتدین کو توفیق قبول (حق) عنایت فرمائے۔ آمین، بجاہ سیدنا الایمن علیہ الصلوٰۃ والسلام و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔

احقر العباد محمد اقبال قادری غفرلہ۔

صدر مدرس مدرسہ قادریہ، خطیب جامع مسجد شمس بدایوں

الجواب صحیح، احقر فضل الغفر خاں غفری عنہ، مہتمم مدرسہ ظفر العلوم، بدایوں۔

الجواب صحیح و الجیب ممتقن۔ العبد محمد ابراہیم قادری غفرلہ، صدر مدرس، مدرسہ ظفر العلوم۔

الجواب صحیح۔ احقر خلیق الغفر خاں، فاضل دارالعلوم منظر اسلام بریلی، وارد حال بدایوں۔ 4 رجب المرجب 1407ھ۔

باب دوم

حدیثِ نبوی

علیہ وسلم پر نازل کی گئی تھی، اور اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہوا، نہ ہی کسی حرف یا زیرِ زبر میں تحریف ہوئی ہے۔ اس لئے موجودہ قرآن کریم کے بارے میں تحریف اور تغیر و تبدل کا عقیدہ رکھنا قرآن کی تکذیب اور کفرین ہے۔“

(بحوالہ متفقہ فیصلہ، حصہ دوم، ص 118-119، نیز مکمل فتویٰ مع اسی سے زائد تصدیقات علمائے برطانیہ کے لئے ص 118 تا 123 ملاحظہ ہو۔)

15- حزب العلماء، یو کے (برطانیہ)

برطانیہ میں مقیم علماء کی ایک تنظیم حزب العلماء یو کے کے اجلاس منعقدہ 2 اپریل 1988ء میں سو سے زائد شریک علماء نے فیمنی اور اثنا عشریہ کی تکفیر کے مسئلہ پر غور کر کے ایک تجویز متفقہ طور پر منظور کی جس کا ایک اقتباس درج ذیل ہے۔ (حضرت مولانا سے مراد: مولانا منظور نعمانی ہیں)۔“

”حضرت مولانا کے استفتاء کے جواب میں ہندوپاک کے بزرگانِ دین اور مفتیانِ شرع متین کا جو متفقہ فیصلہ شائع ہوا ہے، برطانیہ کے علماء کرام کا یہ نمائندہ اجلاس اس کی تصدیق کرتا ہے۔ حقیقت میں اثنا عشری شیعوں کے خلاف اسلام عقائد مثلاً ”ختم نبوت کا انکار اور تحریف قرآن کے قائل ہونے کی وجہ سے بلاشبہ یہ لوگ کافر و مرتد ہیں۔“

منجانب :- حزب العلماء یو کے، جمعیت علماء برطانیہ، مرکزی جمعیت علماء یو کے۔ (مرسلہ) یعقوب مفتاحی، سیکرٹری حزب العلماء، یو کے۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو متفقہ فیصلہ، حصہ دوم، ص 125-127)۔

2- حدیث نبوی

قرآن مجید کے ساتھ اسلام کی دوسری بنیاد حدیث و سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اگرچہ حدیث لغوی لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور سنت آپ کے عمل یا فعل کو کہتے ہیں، مگر اصطلاحی طور پر حدیث نبوی یا سنت نبویہ کا اطلاق تمام اقوال و اعمال پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا ہے نیز ان میں آپ کی تمام تقاریر بھی شامل ہیں، یعنی وہ عمل جو آپ نے اپنے سامنے ہوتے دیکھے مگر ان سے منع نہیں فرمایا۔ گویا خاموش رہ کر آپ نے ان کی تقریر (یعنی اثبات و تائید) فرمادی۔

چنانچہ اقوال و اعمال و تقاریر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور مجموعی احادیث و سنن کا نام دیا جاتا ہے، اور اگر صرف حدیث نبوی یا سنت نبویہ کہا جائے تو اس سے مراد آپ کے اقوال و اعمال و تقاریر ہیں اور حدیث (قول) و سنت (فعل) کے لغوی معنی سے قطع نظر دونوں ایک دوسرے کے متبادل اور تمام اقوال و افعال و تقاریر پیغمبر پر محیط کلمات سمجھے جاتے ہیں۔ حدیث و سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن مجید کے ساتھ اسلام اور اسلامی شریعت کی دوسری بنیاد و ماخذ ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے۔ مثلاً

1- وما آتاکم الرسول فخذوه وما نهاکم عنه فانتهوا۔ (الحشر: 8)

رسول جو کچھ تمہیں دیں اسے تمہارے لئے اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔

2- قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی يحببکم الله و یغفر لکم ذنوبکم

(آل عمران: 31)

کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔

2- لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوة حسنة۔ (الاحزاب: 21)

تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات میں عمدہ نمونہ ہے۔

3- قل اطیعوا الله و اطیعوا الرسول۔ (آل عمران: 32)

کہہ دیجئے کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔

4- وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم۔ (النحل: 45)

ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا ہے تاکہ جو ان لوگوں کی جانب نازل کیا گیا ہے آپ اس

صحابہ کا اجتہاد ہوگا جس پر سب نے اتفاق کر لیا ہوگا، یا ان کے خلفاء کا اجتہاد ہوگا جس پر اجماع ہو گیا ہوگا، کیونکہ انہی کا اجماع حقیقتاً "اجماع" ہے، اور ان کے خلفاء کا عمل بھی اس جہت سے حقیقت اجماع کی طرف راجع ہوتا ہے کہ پھر سب لوگ اس پر عامل ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ مصالح امت پر ان کی جو نظر تھی اس کا یہی اقتضاء ہوتا ہے۔

پس لفظ سنت کے اس اطلاق (تعالیٰ صحابہ یا عمل خلفائے راشدین) کے تحت مصالح مرسلہ اور استحسان آجاتے ہیں، جیسا کہ انہوں نے شرب خمر کی حد مقرر کرنے اور کاری گروں کے ضمان اور مصحف کے جمع کرنے سے متعلق اقدامات کئے اور جیسا کہ ت حروف میں سے ایک حرف (لغت قریش) پر قرأت قرآن پر لوگوں کو جمع کیا یا جیسا کہ مردم شماری اور بیت المال کے حسابات وغیرہ سے متعلق رجسٹروں کے بنانے کی کارروائی اور اسی قبیل کے دوسرے اقدامات۔

لفظ سنت کے اس اطلاق (خلفائے راشدین کے طرز عمل) پر یہ ارشاد نبوی دلالت کرتا ہے کہ "علیکم بسنتی و بسنة الخلفاء الراشدين المہدیین" (میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو)

(علامہ رانجب الطباخ: الشفاعة الاسلامیة بحوالہ صاحب المواقف اردو ترجمہ از مولانا افتخار احمد بلخی بنام تاریخ افکار و علوم اسلامی، جلد اول، ص 342-343 مطبوعہ اسلامک پبلی کیشنز لیمٹڈ لاہور۔ اشاعت دوم، جولائی 1976ء)۔

مصالح مرسلہ اور استحسان کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا افتخار احمد بلخی لکھتے ہیں۔

"مصالح مرسلہ سے مراد وہ دینی و ملی مصلحتیں ہیں جن سے فوائد کا حصول اور برائیوں سے اجتناب مطلوب ہو اور عمومی طور پر جن کا قائم کرنا شریعت کے مقاصد میں سے ہے، اور شریعت کی نصوص اور اس کے اصول زندگی کے سارے گوشوں کی تنظیم میں ان مصالح کا لازمی طور سے اعتبار کرنے پر دلالت کرتے ہیں، اور شریعت نے ذاتی یا نوعی حیثیت سے ان کی تحدید نہیں کی ہے۔

اور استحسان اس کا نام ہے کہ کسی ضرورت کے داعی ہونے یا کسی مصلحت کے اقتضاء کے پیش نظر کسی اہم حاجت کی تکمیل یا کسی نقصان و حرج کے دفعیہ کی خاطر کسی مسئلہ کا حکم اس حکم کے خلاف ظاہر کیا جائے جو ظاہر قیاس کی رو سے اس کا مسئلہ ہے۔"

کی توضیح و تشریح فرمائیں۔

5- یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنفذ عثم فی شئی فردوہ الی اللہ و الرسول (النساء: 59)۔

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو نیز ان کی جو تم میں سے اہل امر ہیں، پھر اگر تم کسی بات میں باہم اختلاف کرو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دیا کرو۔

علاوہ ازیں حدیث نبوی ہے۔

1- الا انی او تیت القرآن و مثله معہ۔ (الحديث)

دیکھو مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس کے مثل اور چیز بھی۔

2- قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بہما، کتاب اللہ و سنتہ و سولہ۔

(مشکاة المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب و السنة، رواہ مالک بن انس فی الموطا مرسلًا)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم لوگوں میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک انہیں مضبوطی سے تھامے رکھو گے ہرگز گمراہ نہ ہو پاؤ گے، وہ ہیں اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت۔

ان چند اشارات سے قرآن مجید کے ساتھ ساتھ سنت رسول کی شرعی و لازمی حیثیت واضح طور پر ثابت ہو جاتی ہے اور دنیا بھر میں چودہ صدیوں سے پھیلی ہوئی امت مسلمہ کے نوے فیصد سے زائد افراد پر مشتمل اہل سنت و الجماعت حدیث و سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں ایک لاکھ سے زائد تمام کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات حدیث و سنت کو بلا امتیاز و تفریق قبول کرنا شرعاً واجب و لازم سمجھتے ہیں اور اس معاملے میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شاہد و عادل تسلیم کرتے ہیں۔

"نیز لفظ سنت کا اطلاق صحابہ کے عمل پر بھی کیا جاتا ہے، خواہ وہ عمل کتاب یا سنت میں صراحتاً مذکور ہو یا نہ ہو کیونکہ یہ امر طے شدہ ہے کہ انہوں نے یقیناً اس سنت کی اتباع کی جو ان کے نزدیک ثابت شدہ تھی۔ یہ اور بات ہے کہ وہ ہم تک نہیں پہنچی یا پھر وہ عمل ان

نے کیا کیا صعوبتیں اور اذیتیں برداشت کیں اور یہ کہ زمانہ حج میں آپ قبائل کے پاس کیسے جاتے، ان کو کس کس طرح عبادت الہی کی طرف دعوت دیتے اور جنوں کی پرستش چھوڑنے کی تلقین فرماتے۔

☆ اللہ کی طرف دعوت دینے کے معاملہ میں کن حکمتوں اور بصیرتوں اور کیسے روشن دلائل اور قطعی براہین سے آپ کام لیا کرتے اور مخالفین سے کس قدر بہترین انداز سے مباحثہ و مکالمہ فرماتے۔

☆ اس میں ان دینی و سیاسی معاہدات کا بیان ہے جو آپ کے اور ان سرداران مدینہ کے درمیان ہوئے تھے جو اسلام لاپکے تھے اور پھر وہ انصار کے نام سے پکارے جانے لگے اور ان معاہدات کے بعد آپ نے مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی۔

☆ اس میں مسجد نبوی کی تعمیر کا بیان ہے جو ذکر الہی کے لئے اور نماز قائم کرنے اور وعظ و ارشاد اور تعلیم احکام و آداب کے لئے بنائی گئی تھی۔

☆ بہت سے ان معجزات کا بیان ہے جو آپ سے ظاہر ہوئے اور جو آپ کی حقیقی نبوت کی تائید کرتے اور آپ کے عظیم مرتبہ پر دلالت کرتے ہیں۔

☆ اس میں ان مکاتیب نبوی کی تفصیلات ہیں جو آپ (ص) نے ان بادشاہوں اور امراء کو بھیجے تھے جو جزیرۃ العرب اور اس کے اطراف میں تھے، اور جن میں آپ نے اللہ کا دین اختیار کرنے اور صراطِ مستقیم پر چلنے کی دعوت دی تھی، اور یہ کہ اگر وہ اسلام لائیں گے تو دنیا و آخرت کی تمام ادویوں سے محفوظ رہیں گے۔

☆ ان امور کے علاوہ حدیث ہی سے غزوات و سرایا اور لشکروں کی تیاری کے حالات معلوم ہوتے ہیں جو دعوت حق کی تائید اور نور اسلام کے اتمام کے لئے اور اس دین کو تمام ادیان پر غالب کر دینے کے لئے تھے، اور اس بات کی تفصیل بھی حدیث میں ملتی ہے کہ ان غزوات و سرایا میں کیا کیا واقعات پیش آئے اور کیا کیا احکام صادر کئے گئے، اور یہ کہ آپ نے سپہ سالاروں کی فوجوں کے معاملہ میں کیا ہدایتیں دیں اور کس طرح جنگ کرنے کے احکام دیئے، اور یہ کہ اقوام کے ساتھ کس طرح معاملات ہوا کرتے اور ان پر غالب آنے کے بعد کیسے معاملے کئے جاتے۔ نیز یہ کہ ان پر کتنا جزیہ عائد کیا جائے جو ان پر بار نہ ہو اور ان کی اراضی پر کتنا لگان عائد کیا جائے جو ان کی ہلاکت کا باعث نہ ہو۔

(تاریخ افکار و علوم اسلامی، جلد اول، ص 342، حاشیہ مترجم)۔

علم الحدیث کی قسمیں

علم الحدیث کی دو قسمیں ہیں۔ علم حدیث بلحاظ روایت اور علم حدیث بلحاظ روایت۔ علم حدیث بلحاظ روایت وہ علم ہے جس سے اس قول یا فعل یا تقریر یا صفت (عادات و خصائل) کا منقول ہونا معلوم ہوتا ہے جس کی نسبت رسول کی طرف کی گئی ہے یا کسی صحابی یا صحابی کے بعد کسی شخص کی طرف۔

اس (علم حدیث بلحاظ روایت) کی ایک تعریف یوں بھی کی گئی ہے کہ یہ وہ علم ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک احادیث کے اتصال کی کیفیت سے بحث کی جاتی ہے۔ اس حیثیت سے کہ ضبط و عدالت کے باب میں راویوں کے کیا احوال ہیں اور یہ کہ سند کے متصل یا منقطع ہونے کے لحاظ سے کیا کیفیت ہے۔ یہ علم ”اصول حدیث“ کے نام سے مشہور ہے۔

علم حدیث بلحاظ روایت اس علم کو کہتے ہیں جس میں الفاظ حدیث کے معنی و مفہوم سے عربی قواعد اور قوانین شریعت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کا لحاظ کرتے ہوئے بحث ہوتی ہے۔

(راغب الطباخ، الشفاۃ الاسلامیۃ، اردو ترجمہ بنام تاریخ افکار و علوم اسلامی، جلد اول، ص 344)

حدیث کے مقاصد اور اس کے موضوعات

حدیث کا موضوع اور اس کے مقاصد وہی ہیں جو قرآن کا موضوع اور اس کے مقاصد ہیں، اور ذخیرہ احادیث جن معلومات پر مشتمل ہے، ان میں سے چند اہم ترین یہ ہیں:

☆ اس میں ان امور کی تفصیلات ہیں جو اللہ کی کتاب میں مجمل بیان کئے گئے ہیں، مثلاً نماز و حج اور زکوٰۃ اور تجارتی لین دین کے معاملے، نکاح و ازدواج کے احکام کی تفصیلات اور جرائم اور ان کی سزاؤں سے متعلق احکام کی تفصیل وغیرہ۔

☆ اس میں وحی کی کیفیت کا بیان ہے جو نبوت کا ستون ہے۔

☆ دعوت نبوی کے مراحل و کوائف کیا رہے، اور اس راہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم

راغب کے اصل عربی جملہ کا حوالہ دیتے ہیں۔

”اصل جملہ یہ ہے کہ: (واتسع الخرق على الراقع) مگر یہ مختصر سا جملہ اپنے اندر ایک پوری تاریخ رکھتا ہے۔ حضرت عمر کی شہادت سے اسلامی نظام کی دیوار میں جو شکاف ہوا ہے وہ آج تک نہ بھر سکا۔ پھر فتنہ پردازوں اور سازشی گروہ نے ایک اور ضرب لگائی اور شہادت عثمان کا حادثہ پیش آیا اور یہ شکاف اور بڑھ گیا۔ یہاں تک کہ حضرت علی کی شہادت کا سانحہ رونما ہوا، پھر اختلال و فساد ڈالنے والے فئاق کیش اعدائے دین نے اسلام کو نیست و نابود کر دینے اور امت مسلمہ کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کی جو چالیں چلی ہیں تاریخ جاننے والوں سے وہ پوشیدہ نہیں۔ اس چھوٹے سے جملہ کا پس منظر یہ ساری داستان ہے۔“

اسی سلسلہ کلام میں ابن حجر عسقلانی تدوین حدیث کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

”تو پہلے پہل اس تدوین کا کام ربیع بن صبیح (متوفی 160ھ) اور سعید بن عروبہ (متوفی 156ھ) وغیرہم نے کیا، اور یہ حضرات ہر باب سے متعلق علیحدہ علیحدہ تصنیف کیا کرتے۔ یہاں تک کہ دوسرے طبقہ کے بڑے علماء دوسری صدی ہجری کے درمیانی زمانے میں اٹھے اور احکام کی تدوین کی۔ چنانچہ مدینہ میں امام مالک بن انس نے ”موطا“ لکھی، اور اہل حجاز کی قوی حدیثیں اور صحابہ و تابعین اور ان کے بعد والوں کے اقوال جمع کئے، اور مکہ میں ابو محمد عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج نے ایک کتاب لکھی اور شام میں ابو عمرو عبدالرحمن بن عمرو الاوزاعی (متوفی 157ھ) نے ایک کتاب لکھی اور کوفہ میں ابو عبداللہ سفیان بن سعید ثوری (متوفی 161ھ) نے ایک کتاب لکھی اور بصرہ میں ابو سلمہ حماد بن سلمہ بن دینار (متوفی 167ھ) نے ایک کتاب لکھی۔“

(راغب الطباخ، الثمناۃ الاسلامیۃ، اردو ترجمہ بعنوان تاریخ افکار و علوم اسلامی، جلد اول، ص 388 بحوالہ الرسالة المستطرفہ)۔

علاوہ ازیں شیخ الاسلام زکریا انصاری کے حوالہ سے صاحب رسالہ مستطرفہ نے درج ذیل مدونین کے نام بھی لکھے ہیں۔

ابن ابی ذئب (متوفی 159ھ) جن کا نام محمد بن عبدالرحمن بن مغیرہ تھا۔۔۔۔۔ مدینہ میں۔
معمر بن راشد (متوفی 153ھ) اور خالد بن جمیل۔۔۔۔۔ یمن میں
جمیل (یا جریر) بن عبدالحمید (متوفی 188ھ)۔۔۔۔۔ رے میں

☆ نیز حدیث ہی سے ہمیں یہ تفصیلات بھی ملتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور آپ کی ہدایتوں کے ماتحت مجاہدین کس طرح بندگان خدا کو ہدایت اور دین حق کی طرف دعوت دیتے اور اللہ کی وہ کتاب اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وہ سنت پھیلاتے جو لوگوں کے لئے طہیات کو حلال اور خبائث کو حرام کرتی ہیں، اور جو مکارم اخلاق سے آراستہ ہونے اور زائم اخلاق سے اجتناب کا حکم دیتی ہیں، تاکہ ان کی بدولت لوگ تاریکیوں سے نور کی طرف اور گمراہیوں سے ہدایت کی طرف نکلیں، اور یہ سب بنے دنیا میں ان کی فلاح اور آخرت میں ان کی سعادت کا، اور یہی بحث نبوی کا بلند مقصد تھا اور رسالت محمدی کی یہی اونچی اور بلند غرض و غایت تھی۔“

(راغب الطباخ، الثمناۃ الاسلامیۃ، اردو ترجمہ از علامہ بلخی بعنوان تاریخ افکار و علوم اسلامی، جلد اول، ص 345-346)۔

تدوین و کتابت حدیث کی بحث و اختلاف کے سلسلہ میں علامہ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب ”فتح الباری“ کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ:-

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار (احادیث و سنن) صحابہ کرام اور کبار تابعین کے زمانے میں کتابوں میں مدون اور مرتب نہ تھے۔ اس کی دو وہمیں تھیں، ایک تو یہ کہ شروع شروع میں لوگ کتابت حدیث سے روک دیئے گئے تھے، جیسا کہ صحیح مسلم کی ایک روایت سے اس پر روشنی پڑتی ہے کیونکہ یہ اندیشہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کچھ احادیث قرآن عظیم سے خلط ملط ہو جائیں، اور دوسری وجہ یہ تھی کہ اولاً تو بہترے لوگ لکھنا نہیں جانتے تھے، اور ثانیاً یہ کہ اس کی چنداں ضرورت بھی نہ تھی، اس لئے کہ لوگوں کا حافظہ نہایت قوی تھا، اور ان کے اذہان بہت تیز تھے۔ پھر تابعین کے آخری دور میں احادیث و سنن کی تدوین اور تبویب کا کام شروع ہوا جب کہ علماء مختلف شروہ اور ملکوں میں پھیل گئے، اور خارجیت، راضیت اور انکار تقدیر کی بدعتیں اور ضلالتیں بڑھنے لگیں اور پیوند لگانے والوں کے لئے شکاف میں وسعت ہونے لگی اور قریب تھا کہ حق کے ساتھ باطل کی پوری طرح آمیزش کر دی جائے۔“

(تاریخ افکار و علوم اسلامی، جلد اول ص 387-388)

ص 388 کے حاشیہ میں مترجم علامہ بلخی ”شکاف“ کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی بہت بڑی تعداد نے احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرمائی ہیں جن میں خلفائے راشدین، اہل بیت، اموات المؤمنین، عشرہ مبشرہ، انصار و مہاجرین اور دیگر مختلف صحابہ و صحابیات رضوان اللہ علیہم اجمعین شامل ہیں۔ مگر گیارہ کمترین (زیادہ روایت بیان کرنے والے) کے نام عظیم محدث حافظ ابن حزم نے اپنے ایک رسالہ (کتب خانہ احمدیہ، حلب، مخطوطہ نمبر 308) میں دیئے ہیں جسے حافظ ابن الجوزی نے اپنی کتاب ”تلخیص فہوم الاثر“ مطبوعہ ہند میں پھیلایا ہے۔ اس کے شروع میں مذکور ہے کہ یہ بنی صحابہ کے نام ہیں جن کا ذکر امام حافظ عبدالرحمن بن مہدی بن مخلد کی سند میں ہے۔ بہر حال دونوں نسخوں کے اختلاف کی طرف اشارہ کر کے علاوہ راغب البلبخ درج ذیل گیارہ اسماء اصحاب رسول (ص) بیان کرتے ہیں۔

نام صحابی۔۔۔۔۔ سن وفات (صحیح یا اختلافی)۔۔۔۔۔ تعداد مرویات

- 1- حضرت ابو ہریرہ۔۔۔ (متوفی 57ھ یا 58ھ یا 59ھ)۔ (5374)
 - 2- حضرت عبداللہ بن عمر، متوفی 74ھ مکہ میں وفات پائی۔ (2630)
 - 3- حضرت انس بن مالک۔ (متوفی 90ھ یا 91ھ یا 92ھ یا 93ھ)۔ (2286)
 - 4- حضرت عائشہ۔۔۔ (وفات 57 یا 58ھ)۔۔۔ (2210)
 - 5- حضرت عبداللہ بن عباس۔۔۔ (متوفی 68ھ طائف میں وفات پائی)۔۔۔ (1660)
 - 6- حضرت جابر بن عبداللہ۔۔۔ (متوفی 78ھ مدینہ میں وفات پائی)۔۔۔ (1540)
 - 7- حضرت ابوسعید خدری (سعد بن مالک) (متوفی 74ھ مدینہ میں وفات پائی) (1170)
 - 8- حضرت عبداللہ بن مسعود۔ (متوفی 32ھ مدینہ میں وفات پائی)۔ (848)
 - 9- حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص۔ (متوفی 65ھ)۔ ایک قول کے مطابق مصر میں وفات پائی۔ (700)
 - 10- حضرت عمر بن الخطاب۔ (شہادت 23ھ مدینہ میں شہادت پائی)۔ (537)
 - 11- حضرت علی بن ابی طالب۔ (شہادت 40ھ کوفہ میں شہادت پائی)۔ (536)
- عماد حنبلی نے اپنی تاریخ ”شذرات الذہب“ کی جلد اول (ص 63) میں کسی کا یہ قول نقل کیا ہے۔

عبداللہ بن مبارک (متوفی 181ھ)۔۔۔۔۔ خراسان میں۔

(تاریخ افکار و علوم اسلامی، جلد اول، ص 389)

سیدنا عبداللہ بن مبارک کی ”کتاب الزہد و الرقائق“ ایک اہم اور معروف مجموعہ احادیث ہے۔ نیز علامہ راغب البلبخ نے محمد بن اسحاق صاحب المغازی (متوفی 151ھ) اور لیث بن سعد فہمی (متوفی 175ھ) کا نام بھی لکھا ہے۔ (تاریخ افکار و علوم اسلامی، جلد اول، ص 389)

مترجم کتاب علامہ بلخی نے معمر بن کدام (متوفی 155ھ) شعیب بن حمزہ (متوفی 163ھ) ابو معشر سندھی (متوفی 170ھ) سلیمان بن بلال (متوفی 172ھ) اور ابن لہیعہ (متوفی 174ھ) کے ناموں کا اضافہ کیا ہے۔ (تاریخ افکار و علوم اسلامی، جلد اول، ص 390)۔ و علی هذا القیاس۔

یہ بات بھی تاریخ حدیث کے واقفین سے پوشیدہ نہیں کہ سرکاری طور پر جمع و تدوین حدیث کا حکم اموی خلیفہ راشد سیدنا عمر بن عبدالعزیز (شہادت 101ھ) نے دمشق سے پورے عالم اسلام کے اہم بلاد و امصار بالخصوص مکہ و مدینہ کو ارسال کیا تاکہ صحابہ و تابعین راویان حفاظ حدیث کے یکے بعد دیگرے انتقال کرتے چلے جانے سے ذخیرہ احادیث و سنن ضائع نہ ہو جائے۔ شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی (فتح الباری میں) ابو نعیم کی ”تاریخ اصہبان“ کے حوالہ سے یہ واقعہ ان الفاظ کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ:

”کتب عمر بن عبدالعزیز الی الآفاق. انظروا! حدیث رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم فاجمعوہ الخ۔“

عمر بن عبدالعزیز نے مملکت کے تمام اطراف و جوانب میں لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث تلاش کرو اور ان سب کو جمع کرلو۔ (تاریخ افکار و علوم اسلامی، جلد اول ص 382)

جمع و تدوین حدیث کی اہمیت کے بارے میں ابن صلاح کا یہ قول بڑا اہم ہے کہ اگر علم حدیث کی تدوین کتابوں میں نہ ہوئی ہوتی تو اخیر زمانوں میں وہ مٹ مٹا کر ختم ہو جاتا۔ (تاریخ افکار و علوم اسلامی، 1/379)

مشہور ترین حفاظ و محدثین

8- السنن (سنن ابن ماجہ) تالیف امام محمد بن یزید، ابن ماجہ قزوینی (م 275ھ)۔

ان میں سے مؤخر الذکر چھ کتب کو صحاح ستہ کے نام سے اہمات الکتاب شمار کیا جاتا ہے۔ نیز مسند احمد ان تمام کتب میں ضخیم ترین ہے جس میں اسماء صحابہ کی ترتیب کے مطابق اصل نسخہ میں تیس ہزار سے زائد احادیث بتائی جاتی ہیں، اور ان میں سے بعد میں آنے والے محدثین نے اپنے اپنے معیار انتخاب احادیث و جرح و تعدیل کے مطابق بہت بڑا ذخیرہ اپنی تالیفات میں شامل کر دیا ہے۔ نیز بہت سے علمائے اہل سنت ”سنن ابن ماجہ“ کے بجائے ”موطا“ کو مذکورہ ”صحاح ستہ“ میں شامل کرتے ہیں، اس طرح یہ کل سات کتابیں ہیں جنہیں عرف عام میں ”صحاح ستہ“ کہہ دیا جاتا ہے۔ بہر حال یہ تمام کی تمام مستند ترین کتب حدیث ہیں، اور امام ولی الدین محمد بن عبد اللہ خطیب تہریزی (م 743ھ) کی مشکاة المصابیح میں راویوں کے نام حذف کر کے صرف آخری راوی (صحابی یا تابعی) کے نام کے ساتھ صحاح ستہ وغیرہ کی احادیث کو بحوالہ کتب یکجا کر کے عام سنی العقیدہ مسلمان کے لئے ان تمام کتب سے استفادہ عمومی لحاظ سے آسان بنادیا گیا ہے۔ نیز ان کتب کے علاوہ امام ابو حنیفہ (م 150ھ) کی روایات حدیث پر مبنی مسند ابی حنیفہ (مسند الامام الاعظم)، امام شافعی (م 204ھ) کی مسند الشافعی اور موطا امام محمد بھی اسی سلسلہ احادیث کی اہم کڑیاں ہیں۔

موطا و مسند احمد و صحاح ستہ کے بعد چوتھی صدی ہجری میں بالخصوص اور بعد کی صدیوں میں بالعموم جمع و تدوین حدیث اور ترتیب و تنویب و تہذیب نیز شروح و حواشی حدیث کے حوالہ سے سینکڑوں مجموعہ ہائے احادیث و شروح مرتب و مدون ہوئے اور یہ سلسلہ ہنوز جاری و ساری ہے، جو علوم حدیث کے عظیم الشان ذخیرہ کے تنوع و کثرت اور علمائے امت کے اعتناء بالحدیث النبوی کی مین دلیل ہے۔ تاہم مذکورہ بنیادی کتب احادیث کے بعد مرتب شدہ مجموعہ ہائے احادیث اپنی تمام تر اہمیت و صحت کے باوجود علماء و محدثین کے نزدیک مقام و مرتبہ میں مذکورہ بالا مجموعہ ہائے احادیث کے مقام و مرتبہ کے بعد شمار ہوتے ہیں۔ و ہر گز را رنگ و بوئے دیگر است۔ ان سب کی قدر مشترک یہ ہے کہ وہ روایات جملہ صحابہ کرام (رض) پر مبنی ہیں۔

تیسری صدی ہجری کے بعد کے بعض اہم مجموعہ ہائے احادیث

1- صحیح ابن خزیمرہ - مؤلفہ ابن خزیمرہ محمد بن اسحاق (م 311ھ)

سبع من الصحب فوق الالف قد نقلوا

من الحديث عن المختار خير مضر

ابو ہریرۃ سعد جابر انس۔

صدیقہ و ابن عباس کذا ابن عمر

(سات ایسے صحابہ ہیں جن میں سے ہر ایک نے سید مختار (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کی جو قبیلہ مضر کے سب سے بہتر انسان تھے۔ ایک ہزار سے اوپر احادیث روایت کی ہیں۔ ابو ہریرہ، سعد، جابر، انس، عائشہ صدیقہ، ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم)۔
(بحوالہ تاریخ افکار و علوم اسلامی، جلد اول، ص 421-422)

اہم ترین مجموعہ ہائے احادیث برائے روایات جملہ صحابہ کرام (رض) پہلی سے تیسری صدی ہجری تک جمع و تدوین حدیث کا جو عظیم سلسلہ جاری رہا اس کے نتیجے میں درج ذیل مجموعہ ہائے احادیث و سنن کو پورے عالم اسلام میں قبول عام اور کتب اساسیہ کی حیثیت حاصل ہوئی اور امت کے نوے فیصد سے زائد افراد پر مشتمل سنت رسول (ص) و جماعت صحابہ (رض) سے وابستہ ”اہل سنت والجماعت“ کے تمام فقہی مسالک (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، اہلحدیث وغیرہ) میں یکساں اور متفقہ طور پر ان کتب حدیث کو بطور مجموعی مصادر حدیث و سنت کے طور پر بنیادی اہمیت اور شرعی حیثیت حاصل ہو گئی۔

1- الموطا (موطا امام مالک) تالیف امام دارالہجرۃ مالک بن انس (م 179ھ)

2- المسند (مسند احمد) تالیف امام احمد بن حنبل (م 241ھ)

3- الجامع الصحیح (صحیح بخاری) تالیف امام محمد بن اسماعیل البخاری (م 256ھ)

4- الجامع الصحیح (صحیح مسلم) تالیف امام مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری (م 261ھ)

5- السنن (سنن ابی داؤد) تالیف امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث ہمسثانی (م 275ھ)

6- الجامع الصحیح (جامع ترمذی) تالیف امام ابو میسی محمد بن میسی ترمذی (م 279ھ)

7- السنن (سنن نسائی) تالیف امام احمد بن شعیب نسائی (م 303ھ)

- 24- بلوغ المرام من اولہ الاحکام۔ ابن حجر عسقلانی (م 852ھ)
 25- جمع الجوامع۔ علامہ جلال الدین عبدالرحمان بن ابی بکر سیوطی (م 911ھ)
 26- کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال۔ علامہ علاؤ الدین علی بن حسام الدین المتقی
 الحندی (م 975ھ)
 27- سبل السلام شرح بلوغ المرام۔ امام محمد بن اسماعیل الصنعانی (م 1182ھ)
 28- نیل الاوطار شرح مستقی الاخبار۔ امام محمد بن علی الشوکانی (م 1250ھ)
 (تمام مذکورہ اسماء و دیگر اسماء کے لئے ملاحظہ ہوا تاریخ افکار و علوم اسلامی جلد اول، ص 453-458 بعد)۔

اہل بیت رسول سمیت تمام صحابہ کرام کی روایات پر مشتمل اس عظیم ذخیرہ حدیث و سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر امت مسلمہ کی نوے فیصد سے زائد اکثریت پر مشتمل اہل سنت والجماعت (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، اہلحدیث) کا اتفاق و انحصار ہے۔ اس وسیع و عظیم ذخیرہ حدیث میں صحاح ستہ کو بنیادی و اساسی حیثیت حاصل ہے، مگر اہل تشیع اصول روایت و درایت اور جرح و تعدیل کی روشنی میں بعض کتب (مثلاً سیوطی کی جمع الجوامع اور مستدرک وغیرہ) میں موجود بعض ضعیف احادیث پر تنقید کر کے انہیں ضعیف ثابت کرنے کے بجائے سرے سے صحابہ کرام کو بحیثیت راویان حدیث و سنت قبول کرنے سے ہی انکار کر دیتے ہیں، اور ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کے اصول حدیث کی روشنی میں اس بات کی اہلیت نہیں رکھتے کہ ان سے احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم قبول کی جائیں، اس سلسلے میں ان کا اصل موقف تو وہ ہے جس کے مطابق سیدنا علی کو امام اول اور خلیفہ بلا فصل تسلیم کرنے کے بجائے سیدنا ابوبکر کو امام اول و خلیفہ بلا فصل تسلیم کر کے ان کی بیعت کرنے کی وجہ سے ننانوے فیصد صحابہ کرام (معاذ اللہ) کافر و مرتد قرار پائے تھے۔ لہذا ان سے قبول روایات قرآن و سنت چہ معنی دارد؟

- 1- عن ابی جعفر علیہ السلام قال: کان الناس اهل ردة بعد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ الا ثلاثة فقلت ومن الثلاثة؟
 فقال: المقداد بن الاسود و ابوذر الغفاری و سلمان الفارسی
 رحمة اللہ علیہم و برکاتہ۔ افروغ الکافی، جلد سوئم، کتاب الروضة، ص

- 2- صحیح ابی عوانہ۔ مؤلفہ ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق (م 316ھ)
 3- مصنف الطہادی۔ مؤلفہ امام ابو جعفر طہاوی (م 321ھ)
 4- المستقی۔ مؤلفہ قاسم بن اصبح محدث الاندلس (م 340ھ)
 5- صحیح المستقی۔ مؤلفہ ابن السکن سعید بن عثمان بغدادی (م 353ھ)
 6- صحیح ابن حبان۔ مؤلفہ ابو حاتم محمد ابن حبان البستی (م 354ھ)
 (7-8-9) المعجم الکبیر والصغیر والاصول مؤلفہ امام سلیمان بن احمد طبرانی (م 360ھ)
 طبرانی کی معجم کبیر میں راویان احادیث صحابہ کرام کے نام حروف حتمی کی ترتیب کے لحاظ سے ہیں اور اس ترتیب سے تقریباً بیس ہزار احادیث پر مشتمل ہے۔
 10- سنن دار قطنی۔ مؤلفہ ابو الحسن علی بن عمر دار قطنی (م 385ھ)
 11- مسند ابن شاپین (1500 اجزاء) ابو حفص بن شاپین عمر بن احمد بغدادی (م 385ھ)
 12- المستدرک علی الصحیحین۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم نیشاپوری (م 405ھ)
 13- مسند الخوارزمی۔ مؤلفہ ابوبکر احمد بن محمد برقانی (م 425ھ) (1500 اجزاء)۔
 14- المحلی۔ مؤلفہ حافظ ابو محمد علی بن احمد المعروف بہ ابن حزم ظاہری (م 456ھ)
 (15-18)۔ السنن الکبریٰ والصغریٰ وشعب الایمان و کتاب الزہد۔ مؤلفہ ابوبکر احمد بن حسین بن علی السعفی (م 458ھ)
 19- مصابیح السنہ (4719 احادیث)۔ مؤلفہ امام حسین بن مسعود البغوی (م 516ھ)
 اس کی ایک شرح مشکاة المصابیح مؤلفہ شیخ ولی الدین ابو عبد اللہ الخلیل التبریزی ہے جو 736ھ میں تکمیل پذیر ہوئی، اور دوسری شیخ علی بن سلطان ملا علی قاری (م 1014ھ) کی شرح مرقاۃ المصابیح ہے، اور مشکاة المصابیح حذف اسناد کے ساتھ صحاح ستہ و موطا وغیرہ کی تمام احادیث کے متون پر مشتمل وسیع تر عالمی شہرت کی حامل ہے۔
 20- الترغیب والترہیب۔ امام ذکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری (م 565ھ)
 21- جامع الاصول۔ امام ابو السادات مبارک بن محمد ابن اور جزری (م 606ھ)
 22- مستقی الاخبار۔ امام مجد الدین عبد السلام بن تیمیہ الحرانی (م 652ھ) (یہ مشہور امام ابن تیمیہ کے جد امجد ہیں)۔
 23- مجمع الزوائد و منبع الفوائد۔ امام نور الدین علی بن ابی بکر الحیثمی (م 807ھ)

ترجمہ: اہل جعفر علیہ السلام سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تین کے سوا تمام لوگ مرتد ہو گئے تھے (راوی کہتا ہے) پس میں نے عرض کیا کہ وہ تین کون تھے تو آپ نے فرمایا مقداد بن اسود، ابوذر غفاری اور سلمان فارسی رحمۃ اللہ علیہم و برکاتہ۔

2- مگر بظاہر وہ اس بات کو علی الاعلان کہنے کے بجائے یہ موقف اختیار کرتے ہیں کہ صحابہ کی نسبت اہل بیت احادیث و سنن رسول (ص) کو زیادہ جانتے ہیں، لہذا ہم اس سلسلے میں صرف انہی پر انحصار کرتے ہیں اس سلسلے میں ان کا کہنا ہے کہ

”صاحب البیت ادری بما فی البیت“

(صاحب خانہ اپنے گھر کے اندرونی معاملات کو بہتر جانتا ہے)

اس طرح اہل بیت سے باہر ایک لاکھ سے زائد تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس زمرے سے بیک جنبش قلم خارج کرنے کے بعد اہل بیت میں سے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات (سیدہ عائشہ و حفصہ و ام حبیبہ وغیرہ) کو خارج قرار دیتے ہیں، اسی طرح سیدہ فاطمہ کی تینوں بڑی بہنوں سیدہ زینب و رقیہ و ام کلثوم، دختران رسول اور داماد رسول سیدنا ابوالعاص اموی (شوہر سیدہ زینب) و سیدنا عثمان ذوالنورین (شوہر سیدہ رقیہ و ام کلثوم) کو بھی اہل بیت رسول (ص) سے خارج قرار دیتے ہیں اور ان کو بھی روایات حدیث و سنت کے سلسلے میں قابل اعتماد و قبول نہیں سمجھتے، بلکہ صرف سیدنا علی و فاطمہ اور آل علی و فاطمہ نیز ان کے ساتھی چند بنو ہاشم و دیگر حضرات مقداد و سلمان و ابوذر وغیرہ کو قابل قبول قرار دیتے ہیں۔

3- اہل بیت کے شیعہ تصور کے مطابق صرف سیدنا علی و فاطمہ و حسن و حسین رضی اللہ عنہم اور ان کی اولاد کو اہل بیت میں شمار کرنے کے بعد بارہ اماموں کے ماننے والے اہل تشیع (شیعہ اثنا عشریہ جعفریہ) صرف بارہ اماموں کے ماننے والے اہل بیت علی بن ابی طالب کو مومن اور بحیثیت راوی حدیث مستند قرار دیتے ہیں۔ لہذا سیدنا علی کے فرزند محمد بن علی (ابن الحنفیہ) اور ان کے شیعہ فرقہ کیسانہ کے پیروکار علوی و ہاشمی اعزہ و اقارب و متبعین کی احادیث کو بھی مسترد کرتے ہیں۔

ب۔ اسی طرح اثنا عشریہ، امام علی زین العابدین کے فرزند اور امام باقر کے بھائی امام زید شہید اور ان کی اولاد و متبعین یعنی شیعہ زیدیہ کی روایات اہل بیت کو قبول نہیں کرتے۔

ج۔ سیدنا جعفر الصادق کے فرزند اور امام موسیٰ کاظم کے بڑے بھائی سیدنا اسماعیل اور آل اسماعیل و متبعین فرقہ شیعہ اسماعیلیہ کی روایات کو بھی اثنا عشریہ ناقابل اعتبار قرار دے کر رد کرتے ہیں۔

د۔ امام موسیٰ کاظم کی اولاد میں سے سید محمد نور بخش بانی شیعہ فرقہ نور علیہ اور آل نور بخش و متبعین نور علیہ کی روایات حدیث کو بھی اثنا عشریہ قبول نہیں کرتے۔ و علی هذا القیاس۔

لہذا اہل بیت رسول (ص) کے محدود شیعہ تصور کے مطابق بھی شیعہ اثنا عشریہ آل علی و فاطمہ میں سے امام ابن الحنفیہ، امام زید شہید، امام اسماعیل، امام سید محمد نور بخش اور ان کی ہاشمی و فاطمی اولاد نیز ان کے اصحاب و انصار و متبعین کو بھی ناقابل اعتبار قرار دے کر اس دائرہ کو محدود ترکر دیتے ہیں، اور اس کے نتیجہ میں یہ تمام ائمہ اور ان سے منسوب شیعہ فرقے بھی شیعہ اثنا عشریہ کے ذخیرہ و سرمایہ حدیث کو مسترد کر دیتے ہیں۔ پس یہ ہے (صاحب الیست ادری بمافی الیست) کی تشریح و تفصیل اور محدود ترین نوعیت و حقیقت۔

4۔ اس کے ساتھ ہی ”صاحب الیست“ والا شیعہ اصول اس لحاظ سے بھی غلط ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سیدہ عائشہ اور دیگر ازواج مطہرات کے ساتھ علیحدگی میں ہوتے تھے تو نہ وہاں علی و فاطمہ و حسن و حسین رضی اللہ عنہم مجتمعین میں سے کوئی ہوتا تھا نہ کوئی اور ہاشمی و قریشی موجود ہوتا تھا۔ سفر ہجرت و غار ثور و دیگر مواقع پر جب تنہا سیدنا ابو بکر آپ کے ہمراہ تھے تو وہاں کوئی اور نہ تھا۔ جب گھر سے باہر آپ ابو ہریرہ جیسے کل وقتی مصاحبین کے ساتھ تشریف فرما ہوتے تو ابو بکر و عمرو عثمان و علی وغیرہم اپنے اپنے معاش و کاروبار میں مشغول ہوتے، لہذا احادیث کے لئے کسی فرد واحد یا چند افراد پر انحصار کرنا ممکن نہیں۔ خود سیدنا ابو ہریرہ کے قول کا خلاصہ یہ ہے کہ باقی لوگ فکر معاش کے لئے چلے جاتے مگر وہ فکر و فاقہ سے بے نیاز روکھی سوکھی پر مبر شکر کر کے تین سال مسلسل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اکثر و بیشتر اوقات گزارتے رہے، لہذا ان کی روایات احادیث بھی زیادہ ہیں، جبکہ شیعہ اس قسم کے مکمل اعتراضات بھی کرتے ہیں کہ علی کی نسبت کتب اہل سنت میں

کرتے ہیں کہ تقیہ اور کذب بیانی ان کا دین و ایمان تھا۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)۔
چنانچہ اہل تشیع کی انتہا درجہ معتبر کتاب ”کافی“ مصنفہ (اہل تشیع کے مجتہد اعظم)
ابو جعفر یعقوب کلینی میں مستقل باب تقیہ کے لئے مخصوص ہے، اور اس کو اصول دین میں
شمار کرتے ہیں۔ نمونہ کے طور پر ایک دو روایتیں امام ابو عبد اللہ جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی
طرف منسوب پیش کرتا ہوں۔

”عن ابی عمیر الأعجمی قال: قال لى ابو عبد الله عليه السلام: يا ابا
عمیر ان تسعة اعشار الدين فى التقية ولا دين لمن لا تقية له۔

یعنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک خاص شیعہ ابی
عمیر الاعجمی سے فرمایا کہ دین میں نوے فیصد تقیہ اور جھوٹ بولنا ضروری ہے، اور فرمایا کہ جو
تقیہ (جھوٹ) نہیں کرتا وہ بے دین ہے (باقی دس کی بھی کسر نہ رہی)۔ دیکھو اصول کافی 482،
اور ص 483 پر بھی کثرت کے ساتھ روایات ہیں۔

(محمد قمر الدین سیالوی: مذہب شیعہ، ص 3-4، مطبوعہ لاہور، 1377ھ)۔

اس حوالہ سے مزید روایات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:-

”اب جبکہ ابتدائی واسطہ یعنی صحابہ کرام کی ذات قدسی صفات ہی کو قابل اعتماد تسلیم نہ
کیا جائے، یعنی تین چار کے بغیر ظاہری مخالفت کی بنا پر قابل اعتبار نہ رہیں اور یہ تین چار
بوجود انتہائی دعویٰ محبت و تولیٰ کے سخت ناقابل اعتماد ثابت کئے جائیں کہ جو بھی ان کی
روایات ہوں گی یقیناً غلط اور خلاف واقعہ امر کی طرف رہنمائی کریں گی، یا تو خود ان ہستیوں
نے حقیقت و کتماناً للحق غلط اور خلاف واقعہ فرمایا۔ یا ان کے عجب خدمت گاران شیعوں
نے بہ قہر آئندہ کذب، جھوٹ اور خلاف واقعہ روایت فرمائیں۔ بہر صورت ان روایات کو
صحیح کہنا اپنی بے دینی اور بے ایمانی پر واضح دلیل پیش کرنا ہے۔“ (مذہب شیعہ، ص 8)۔

تحریف قرآن و راویان حدیث کے بارے میں شیعہ نقطہ نظر بیان فرمانے کے بعد شیخ
الاسلام سیالوی اہل سنت سے سوال کرتے ہیں:-

”اب میرے محترم بھائیو! حدیث کا اس طریقہ سے انکار اور قرآن کا اس طرح سے
انکار تو کوئی بتائے کہ مذہب اسلام اور شریعت مقدسہ کسی طرح بھی ممکن الوجود ہو سکتی
ہے؟“ (مذہب شیعہ، ص 9)

ابو ہریرہ کی روایات کیوں زیادہ ہیں، حالانکہ کتب اہل سنت میں خلفائے راشدین میں سے
سیدنا ابوبکر کی روایات سب سے کم ہیں کیونکہ جلد وفات کے علاوہ وہ روایت حدیث میں محتاط
تر تھے۔ کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ سیدنا ابوبکر کے مقابلے میں علی و ابو ہریرہ کی زیادہ احادیث
اپنی کتب میں شامل کر کے اہل سنت نے سیدنا ابوبکر کا مقام (معاذ اللہ) کم کر دیا ہے، اور اہل
الیست ادوی بمبانی الیست کے شیعہ تصور کے مطابق تو ایک معنی نقطہ یہ بھی نکالا جاسکتا ہے کہ
اہل مکہ و مدینہ جناب رسالت مآب کے اہل خاندان و اقارب اور ان سے قریب تر ہیں۔ لہذا
ان کا اسلام آج بھی ایرانیوں کے اسلام سے زیادہ خالص اور اصل سے قریب تر ہے۔ نیز
سیدنا علی چونکہ بیت رسول اور روضہ رسول (ص) سے دور کوفہ منتقل ہو گئے تھے، اور سیدہ
عائشہ 58ھ تک مدینہ منورہ میں رہیں اور سیدنا حسن کوفہ سے مدینہ لوٹ آئے۔ پھر وہیں
مدفون ہوئے، لہذا سیدہ عائشہ و حسن کو شہر نبی میں وفات و تدفین کی وجہ سے سیدنا علی پر
فضیلت حاصل ہے اور وہ امور بیت کو بہتر سمجھ پائے۔ اس قسم کے خود ساختہ دلائل نہ
صرف روایت حدیث بلکہ دیگر حوالوں سے بھی بہت سے منطقی مگر غلط استدلال کی راہیں
کھول دیتے ہیں۔ ونعوذ باللہ من ذلک۔

چنانچہ اہل تشیع اپنے ان اصول قبولیت احادیث کی رو سے ازواج مطہرات و دیگر اہل
بیت رسول سمیت ننانوے فیصد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ناقابل اعتبار اور غیر مستند قرار
دے کر عملاً منکرین حدیث و سنت قرار پاتے ہیں۔ اس حوالہ سے شیخ الاسلام قمر الدین
سیالوی کا بیان بڑا اہم اور تقیہ کے حوالہ سے بقیہ ایک فیصد راویان کی روایات اہل بیت کو
بھی ناقابل قبول ثابت کرنے میں بڑا جامع ہے۔

”اہل تشیع نے اپنے مخصوص مذہب کی بناء ایسی روایات پر رکھی ہے جو انتہا درجہ محدود
ہے کہ احادیث کے معنی شاہد یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جن کی تعداد
تاریخ عالم کی رو سے ڈیڑھ لاکھ کے قریب ہے اور بجز اہل تشیع کے باقی تمام اقوام عالم پیغمبر
اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لانے والوں کی تعداد اس سے کم نہیں بتاتے تو اس
قدر تعداد میں سے صرف چار یا پانچ آدمیوں کی روایت قابل تسلیم اور باقی تمام کے تمام صحابہ
کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی روایات ناقابل تسلیم یقین کرتے ہیں۔ دوسرا جن اصحاب
سے اور اماموں سے روایتیں لینا جائز بتاتے ہیں ان کے متعلق اس ضروری عقیدہ کا دعویٰ

اسی مقام حاصل ہے۔

ان تمام نقاط و اشارات سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ شیعہ اثنا عشریہ نہ صرف ننانوے فیصد یعنی ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بحیثیت راویان احادیث و سنن رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسترد کر کے عملاً منکرین حدیث و سنت رسول (ص) قرار پاتے ہیں بلکہ بارہ اماموں کو نبیوں رسولوں کی طرح معصوم و منصوص، مفترض الطاعة نیز افضل من الانبیاء السابقین مانتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و احادیث میں بحیثیت معصومین شریک ٹھہرا کر مشارکت فی النبوة والسنن النبویہ (نبوت اور سنت نبویہ میں شراکت) کے مرتکب و منکرین ختم نبوت بھی قرار پاتے ہیں۔ نیز اہل تشیع کے تمام دیگر فرقوں (کیسانہ، زیدیہ، اسماعیلیہ، نورعشیہ وغیرہ) کی شیعہ کتب و راویان حدیث (مسند الامام زید وغیرہ) کو شرعاً مسترد کرنے کی وجہ سے ان تمام غیر اثنا عشری شیعہ فرقوں کے نزدیک بھی قاتل مذمت و ناقابل اعتبار ہیں، اور ان تفیلات کو دیکھتے ہوئے روانض اثنا عشریہ پر امام ابن تیمیہ کا یہ قول پوری طرح صادق آتا ہے جو انہوں نے رفض و تشیع کے بارے میں ارشاد فرمایا:

”حركة انتقامية من اليهود ضد النبوة المحمدية“ (منہاج السنۃ)۔

شیعیت، نبوت محمدیہ کے خلاف یہود کی انتقامی تحریک کا نام ہے۔

5۔ شیعہ کتب حدیث کے حوالہ سے یہ نقطہ بھی قابل غور ہے کہ شیعہ کتب حدیث میں احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو کم ہیں البتہ احادیث معصومین کے نام سے بارہ اماموں کے اقوال بہت زیادہ ہیں جن میں سے صرف تین یعنی سیدنا علی و حسن و حسین صحابی تھے، اور آخر الذکر دونوں امام بھی وفات رسول کے وقت (روایت حدیث کے حوالہ سے) سات آٹھ برس کے صغیر السن بچے تھے، جبکہ بقیہ نو اثنا عشری امام وفات نبوی کے وقت تک پیدا ہی نہیں ہوئے تھے، مگر شیعہ عقیدہ کے مطابق بارہ اماموں کے اقوال کا بھی وہی شرعی مقام و حیثیت ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا ہے، جبکہ اہل سنت کے نزدیک بارہ اماموں کو منصوص و معصوم، افضل من الانبیاء السابقین اور واجب الطاعة مانتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و احادیث میں شریک کرنا مشارکت فی النبوة (نبوت میں شراکت) اور انکار سنت و ختم نبوت ہے، اور شیعہ اثنا عشریہ اس حوالہ سے منکرین سنت و ختم نبوت قرار پاتے ہیں۔ انقلاب ایران کے بعد دستور ایران میں بھی سنت رسول کے بجائے چودہ معصوموں کی سنت کو دستوری اساس اجتہاد قرار دیا گیا ہے اور ان چودہ معصوموں میں سے ایک معصوم محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں۔

”اجتہاد مستمر فقہائی جامع الشرائط بر اساس کتاب و سنت معصومین سلام اللہ علیہم اجمعین“۔ (قانون اساسی جمہوری اسلامی ایران، اصل دوم، ص 15، مطبوعہ طهران 1979ء)۔
ترجمہ:- کتاب و سنت معصومین سلام اللہ علیہم اجمعین کی بنیاد پر کیا گیا جامع الشرائط فقہاء کا مسلسل اجتہاد (اساس دستور ہو گا)۔

بہر حال شیعہ اثنا عشریہ کے چار اہم ترین مجموعہ ہائے احادیث درج ذیل ہیں جو موطا مالک و مسند احمد و صحاح ستہ کی تدوین کے بعد چوتھی اور پانچویں صدی میں مرتب کئے گئے۔

1۔ کتاب الکافی۔ تالیف الشیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب الکلینی (م 329ھ)۔

2۔ من لاسخرفہ الفقہ۔ تالیف الشیخ محمد بن علی ابن بابویہ القمی (م 381ھ)۔

3۔ کتاب التہذیب۔ تالیف الشیخ محمد بن حسن الطوسی (م 460ھ)۔

4۔ کتاب الاستبصار۔ تالیف الشیخ محمد بن حسن الطوسی (م 460ھ)۔

ان کتب کے بعد سلسلہ اثنا عشریہ کی روایات ”معصومین“ پر مشتمل دیگر کتب حدیث بھی مرتب کی گئیں مگر ان کتب اربعہ (چار کتابوں) کو اہل سنت کی صحاح ستہ کی طرح بنیادی و

باب سوم

عقیدہ امامت

3- عقیدہ امامت

تمام اہل تشیع بالعموم اور شیعہ اثنا عشریہ بالخصوص اپنے ائمہ کو انبیاء و رسل کی طرح منصوص من اللہ (اللہ کی طرف سے مقرر شدہ) معصوم عن الخطاء اور مفترض الطاعة (جن کی اطاعت نبیوں رسولوں کی طرح فرض ہے) مانتے ہیں۔ نیز محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دیگر تمام انبیاء و مرسلین بشمول سیدنا آدم و ابراہیم و اسماعیل و اسحاق و داؤد و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام سے افضل و برتر قرار دیتے ہیں۔

عقیدہ ختم نبوت کے منافی اس شیعہ عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوة کی تفصیل بیان کرتے ہوئے غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی (م 561ھ) گمراہ فرقوں کے باب میں اہل تشیع (روافض) کے حوالہ سے فرماتے ہیں:-

”والذی اتفقت علیہ طوائف الرافضة و فرقها اثبات الامامة عقلا و ان الامامة نص وان الانعمة معصومون من الآفات والغلط والسهو والخطا۔“

ومن ذلک ان الامام یعلم کل شئی ماکان وما یکون من امر الدنیا والدین حتی عدد الحصى وقطر الامطار وورق الاشجار وان الانعمة تظهر علی ایدیہم المعجزات کالانبياء علیہم السلام۔“ (الشیخ عبدالقادر الجیلانی، غنیۃ الطالبین، ص 156-157)۔

روافض (شیعوں) کے تمام گروہوں اور فرقوں کا اس پر اتفاق ہے کہ ان کا مسئلہ امامت از روئے عقل بھی ثابت ہے اور امام کا تعین اللہ تعالیٰ کے صریح حکم سے ہوتا ہے اور یہ کہ امام ہر طرح کی آفات، غلطی اور بھول چوک سے معصوم ہوتا ہے۔

اور ان کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ امام کو دنیا اور دین کی تمام چیزوں کا علم ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ دنیا بھر کے سنگریزوں اور کنکروں، بارش کے قطروں اور درختوں کے پتوں کی تعداد کا بھی ان کو علم ہوتا ہے اور اماموں کے ہاتھ پر انبیاء علیہم السلام کی طرح معجزات بھی ظاہر ہوتے ہیں۔

امام الحسین شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م 1176ھ) اسی تسلسل و تواتر میں شیعوں کو عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوة کی بناء پر منکرین ختم نبوت اور کافر قرار

احادیث و روایات معصومین درج کی جارہی ہیں جن سے شیعہ عقیدہ امامت کی مختلف تفصیلات اور امت کے عقیدہ ختم نبوت سے اس کے تحالف و تصادم پر کماحقہ روشنی پڑتی ہے۔ بعد ازاں اس عقیدہ امامت کے حوالہ سے بعض دیگر کتب شیعہ بالخصوص علامہ باقر مجلسی و امام خمینی نیز مؤلفین ”تفسیر نمونہ“ جیسے عظیم المرتبت شیعہ علماء و مجتہدین کی تصانیف کی بعض عبارات بھی تائید و تصدیق مزید کے لئے درج کر دی گئی ہیں تاکہ عصر جدید میں ایک ارب سے زائد اہل سنت و الجماعت (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، اہلحدیث) پر مشتمل امت مسلمہ، اسلام کے دعویدار اس اقلیتی فرقہ کے ختم نبوت کے منافی عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوة کی تفصیلات سے کماحقہ واقف ہو سکے، اور ان ہزاروں روایات شیعہ میں سے بعض کا بذات خود مطالعہ و تجزیہ کر سکے جو سیدنا علی و حسن و حسین و علی زین العابدین نیز محمد الباقرو جعفر الصادق وغیرہ جیسے صحیح العقیدہ غیر منصوص و غیر معصوم صحابہ و تابعین سے غلط طور پر منسوب کر کے مذہب شیعہ اور عقیدہ امامت کا جواز فراہم کرنے کی کوشش کی گئی ہے، حالانکہ عقیدہ امامت کی اس قدر بیان شدہ اہمیت و حیثیت کے باوجود اہل سنت سے قطع نظر خود مختلف شیعہ فرقے (زیدیہ و اسماعیلیہ و نور عشیہ وغیرہ) تعداد ائمہ و تفصیلات امامت میں شیعہ اثنا عشریہ سے شدید اختلاف رکھتے ہیں، اور ان کے مقابلے میں مختلف و متضاد روایات امامت و شیعیت کے علبردار ہیں اور ”ان الذین غرّقوا دینہم و کانوا شیعاً“۔ (جن لوگوں نے اپنے دین میں تفریق ڈالی اور گروہوں میں بٹ گئے) کی عملی مثال ہیں۔

شیعہ عقیدہ امامت کے سلسلہ میں یہ بات بھی قابل وضاحت ہے کہ اہل تشیع ”امامت و خلافت و ولایت و وصایت“ جیسی عربی و اسلامی اصطلاحات کا لغوی و عمومی مطلب و مفہوم مراد نہیں لیتے، بلکہ ان تمام کلمات کو مخصوص شیعہ اصطلاحی مفہوم میں استعمال کرتے ہیں، چنانچہ شیعہ اثنا عشریہ کے نزدیک امامت و خلافت کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ آخری نبی (خاتم الانبیاء و المرسلین) ہیں جن کے بعد نہ تو کوئی نبی ہے نہ رسول اور نہ ہی کوئی ایسا غیر نبی امام آنا ممکن ہے جو انبیاء کی طرح منصوص من اللہ، معصوم عن الخطاء، مفترض الطاعہ یا افضل من الانبیاء ہو، لہذا صحابہ کرام نے اجماع و اتفاق رائے سے غیر منصوص و غیر معصوم، غیر افضل من الانبیاء مگر بالترتیب افضل الخلق بعد الانبیاء و المرسلین

دیتے ہوئے فرماتے ہیں:-

”امام باصطلاح ایشاں معصوم، مفترض الطاعہ، منصوب للخلق است، و وحی باطنی در حق امام تجویزی نمایند۔ پس در حقیقت ختم نبوت را منکر اند گو بزبان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را خاتم الانبیاء می گفتم باشند۔“

(شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، تفسیمات البیہ، ص 244 و وصیت نامہ، 7- طبع مسیحی، باہتمام محمد مسیح الزماں کانپور، 1273ھ)

ترجمہ:- شیعوں کی اصطلاح کے مطابق امام معصوم ہوتا ہے، اس کی اطاعت فرض ہوتی ہے اور وہ مخلوق کے لئے (اللہ کی طرف سے) مقرر و نامزد ہوتا ہے۔ نیز وہ امام کے لئے وحی باطنی کے قائل ہیں۔ پس شیعہ اگرچہ زبان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء کہتے ہیں، مگر درحقیقت وہ منکرین ختم نبوت ہیں۔

شیعہ عقیدہ امامت کے حوالہ سے بارہ اماموں (سیدنا علی و حسن و حسین و علی زین العابدین، محمد الباقرو جعفر الصادق و موسیٰ کاظم و علی الرضا، محمد تقی و علی التقی و حسن العسکری و محمد المہدی) کی امامت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوة کا عقیدہ رکھنے والے فقہ جعفری کی پیروی کے دعویدار، شیعہ اثنا عشریہ جعفریہ کی کتابوں میں سینکڑوں روایات ائمہ درج ہیں۔ ان کتب احادیث و روایات شیعہ میں معتبر ترین مجموعہ احادیث ”الجامع الکافی“ ہے جس میں سولہ ہزار سے زائد روایات ہیں اور جس کے مؤلف شیعہ محدث و مجتہد اعظم علامہ ابو جعفر محمد بن یعقوب الکلینی (م 329ھ) بارہویں اثنا عشری امام محمد المہدی کے ہم عصر ہیں بلکہ شیعہ روایت کے مطابق علامہ کلینی کی تالیف کردہ اس ”کتاب الکافی“ کی تائید و تحمیل خود بارہویں امام محمد المہدی نے یہ کہہ کر فرمائی کہ:- ”هذا كما قال لشيعةنا“۔ (یہ کتاب ہمارے شیعوں کے لئے کافی ہے)۔ اور اسی لئے اس کا نام الکافی قرار پایا، اور امام مہدی کا یہ قول ”کتاب الکافی“ کے سرورق پر بالاہتمام درج کیا جاتا ہے۔

شیعہ اثنا عشریہ کے سولہ ہزار سے زائد روایات پر مشتمل اس مستند و معتبر ترین مجموعہ احادیث معصومین ”الجامع الکافی“ کا ایک ایڈیشن چار جلدوں میں 1302ھ میں مطبعہ نو کشور لکھنؤ سے شائع ہوا ہے، جس کے تقریباً ڈھائی ہزار صفحات ہیں، چنانچہ اس مستند و معتبر کتاب سے حتی الامکان اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے عقیدہ امامت کے حوالہ سے بطور نمونہ کچھ

بار بار ہکلام ہونے سے قرآن سے تین گنا بڑا مصحف فاطمہ تیار ہوا۔
راوی ابوبصیر کی اصول کافی میں موجود روایت کے مطابق امام جعفر صادق نے ایک سوال کے جواب میں کہ مصحف فاطمہ کیا ہے؟ فرمایا کہ:-

”ان الله لما قبض نبيه عليه السلام دخل فاطمة من الحزن مالا يعلمه الا الله عز وجل فارسل ملكا يسلى غمها ويحدثها - فشكت ذلك الى امير المؤمنين عليهما السلام فقال لها اذا احسست بذلك وسمعت الصوت قولى لى فاعلمته بذلك - فجعل امير المؤمنين عليه السلام يكتب كلما سمع حتى اثبت من ذلك مصحفاً“

(اصول الكافي، باب فيه ذكر الصحيفة والجفر والجامعة و مصحف فاطمة عليها السلام، ص 147)۔

ترجمہ:- جب اللہ نے اپنے نبی علیہ السلام کو وفات دے دی تو فاطمہ کو اس قدر رنج و غم ہوا جس کا علم اللہ عزوجل کے سوا کسی کو نہیں۔ پس اللہ نے ایک فرشتہ ان کے پاس بھیجا جو ان کے غم میں انہیں تسلی دے، اور ان سے باتیں کیا کرے۔ فاطمہ نے امیر المؤمنین علیہما السلام کو یہ بات بتائی تو انہوں نے فرمایا کہ جب تمہیں اس فرشتہ کی آمد کا احساس ہو اور اس کی آواز سنو تو مجھے بتادینا۔ پس فاطمہ نے انہیں (فرشتہ کی آمد پر) بتلادیا، تو امیر المؤمنین جو کچھ فرشتہ سے سنتے لکھتے جاتے۔ یہاں تک کہ انہوں نے اس کلام سے ایک مصحف (مصحف فاطمہ) تیار کر لیا۔

قرآن مجید میں امامت و ائمہ کا بیان بمطابق روایات شیعہ اصول کافی، کتاب الحج میں ایک باب کا عنوان ہے:-

”باب فيه نكتة وتنف من التنزيل في الولاية“

وہ باب جس میں ولایت و امامت کے بارے میں قرآن مجید کے نکات و رشحات بیان ہوئے ہیں۔ اس طویل باب میں تقریباً ایک سو روایات ولایت و امامت ائمہ کے بارے میں درج ہیں جن میں سے بطور اشارہ چند ایک درج کی جارہی ہیں تاکہ اہل علم و دین اندازہ کر سکیں کہ اہل تشیع نہ صرف شدت کے ساتھ عقیدہ امامت و ولایت کو توحید و رسالت و قیامت کی طرح اصل دین اور واجب الایمان سمجھتے ہیں بلکہ اس عقیدہ امامت و ولایت کے

تسلیم کرتے ہوئے یکے بعد دیگرے سیدنا ابوبکر و عمرو عثمان و علی رضی اللہ عنہم کو سربراہ حکومت و ریاست (امیر المؤمنین و امام المسلمین) اور جانشین پیغمبر (خلیفہ) منتخب کر لیا۔ اسی طرح شیعوں کے نزدیک ولایت سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ کسی بزرگ ہستی کو دینی و روحانی لحاظ سے خدا کا ولی و دوست یا عمومی معنی میں مسلمانوں کے معاملات چلانے والا (ولی الامر المسلمین) سمجھا جائے، جیسا کہ سیدنا ابوبکر و عمرو عثمان و علی نیز دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے، اور نہ ہی وصایت کا مطلب شیعوں کے نزدیک یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سے پہلے سیدنا ابوبکر صدیق کو اپنی جگہ امامت نماز کی وصیت و تلقین فرما کر ان کی امامت و خلافت کا اشارہ دے دیا، بعد ازاں سیدنا ابوبکر نے وفات سے پہلے سیدنا عمر فاروق کے بارے میں وصیت امامت و خلافت فرمائی۔ پھر سیدنا عمر فاروق نے شہادت سے پہلے عشرہ مبشرہ کے چھ جلیل القدر اصحاب (سیدنا عثمان و علی و طلحہ و زبیر و عبد الرحمن بن عوف و سعد بن ابی وقاص) میں سے کسی ایک کی امامت و خلافت پر متفق ہونے کی وصیت فرمائی، اور اس وصیت کے مطابق سیدنا ابوبکر و عمرو عثمان بالترتیب امام و خلیفہ، اجماع صحابہ سے منتخب کر لئے گئے، بلکہ اہل تشیع کے نزدیک امامت و خلافت و ولایت و وصایت کا اصطلاحی مفہوم و مطلب، سیدنا علی و دیگر ائمہ شیعہ کی امامت و خلافت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوة، ولایت کا مطلب ائمہ کا دنیا و آخرت پر اقتدار کامل اور وصایت کا مطلب اللہ رسول کی طرف سے ابوبکر و عمرو عثمان کی بجائے علی کے امام اول و خلیفہ بلا فصل (بلا فاصلہ جانشین) ہونے کی وصیت نبوی ہے۔ و علی هذا القياس۔

الف۔ شیعہ احادیث و روایات بسلسلہ امامت

اب اس شیعہ عقیدہ امامت و خلافت و ولایت و وصایت و عصمت ائمہ کے حوالہ سے شیعہ اثنا عشریہ کی احادیث و روایات معصومین ملاحظہ ہوں۔ اس سلسلہ میں پہلے سیدہ فاطمہ زہراء کے بارے میں درج ذیل روایت قابل مطالعہ ہے جو اگرچہ خاتون ہونے کی بناء پر بارہ اماموں میں تو شامل نہیں مگر اثنا عشری عقیدہ کی رو سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بارہ اماموں کے ہمراہ ”پنودہ معصومین“ میں شامل ہیں، اور انہیں وہ تمام مقامات و مراتب و صفات و کمالات حاصل ہیں جو ائمہ معصومین کے لئے مخصوص ہیں۔

1۔ وفات نبوی کے بعد فرشتہ کے چودہ معصومین میں شامل سیدہ فاطمہ سے

4۔ سورہ مائدہ میں ”نازل شدہ“ سے مراد قرآن نہیں ولایت و امامت ہے

قرآن مجید سورہ مائدہ کے نویں رکوع کی آیت نمبر 77 ہے۔

”ولو انهم اقاموا التوراة والانجيل وما انزل اليهم من ربهم... الخ“

اگر وہ (یسود و نصاری) تورات و انجیل پر نیز اور جو کچھ ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا (یعنی قرآن) اس پر عمل کرتے (تو ان پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتیں)

اصول کافی میں امام باقر سے روایت ہے کہ انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں بھی یہی فرمایا ”الولایۃ“ (اصول کافی، ص 262)

یعنی ”جو کچھ ان کی طرف ان کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا“ سے مراد قرآن کے بجائے مسئلہ ولایت و امامت (علی) ہے۔

5۔ قرآن میں علی و فاطمہ و حسن و حسین و دیگر ائمہ

معصومین کا ذکر تھا جسے تحریف کر کے نکال دیا گیا۔

قرآن مجید سورہ طہ کی آیت نمبر 115 اس طرح ہے۔

”ولقد عہدنا الی آدم من قبل فہنس ولم نجد له عزما“

ہم نے آدم کو پہلے ہی حکم دے دیا تھا (کہ اس درخت کے پاس مت جانا) پھر وہ بھول گئے اور ہم نے ان میں عزم نہ پایا۔

مگر اصول کافی کی شیعہ روایت کے مطابق امام جعفر صادق نے قسم کھا کر فرمایا کہ اصل آیت یوں نازل ہوئی تھی۔

”ولقد عہدنا الی آدم من قبل... کلمات فی محمد و علی و فاطمہ

والحسن والحسین والائتمة من ذریعتهم۔ فہنس... الخ۔

ہكذا واللہ انزلت علی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم“۔ (اصول

الکافی، ص 263)۔

ترجمہ:- اور ہم نے پہلے ہی آدم کو حکم دے دیا تھا کچھ باتوں کا۔ محمد، علی، فاطمہ، حسن،

حسین اور ان کی نسل سے پیدا ہونے والے باقی اماموں کے بارے میں۔ پھر وہ (آدم) اس کو بھول گئے۔

حوالہ سے بھی قرآن مجید میں خوفناک حد تک تحریف لفظی و معنوی ہر دو کے مرکب قرار پاتے ہیں۔

2۔ جس امانت کا بوجھ آسمانوں، زمین اور پہاڑوں نے

اٹھانے سے انکار کر دیا وہ امانت علی تھی۔

سورہ احزاب کی آیت نمبر 72 ہے۔

انا عرضنا الامانة على السموات والارض والجبال فابین ان يحملنها واشفقن منها وحملها الانسان انه كان ظلوما جهولا۔

ترجمہ:- ہم نے امانت (خلافت الہی) آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی مگر انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس (امانت) سے کلپ اٹھے مگر انسان نے اس کا بوجھ اٹھالیا، بے شک وہ صاحب ظلم و جہالت ہے۔

اصول کافی میں امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:-

ہی ولایۃ امیر المؤمنین علیہ السلام (اصول کافی، ص 261)۔

ترجمہ:- (امامت سے) مراد امیر المؤمنین (علی) علیہ السلام کی امامت (ولایت و حاکمیت) ہے۔

3۔ سورہ شعراء کی آیت میں قرآن کے بجائے مسئلہ امامت مراد ہے

سورہ شعراء کے آخری رکوع کی آیت 193-194 میں فصیح عربی زبان میں نزول قرآن کا ذکر ہے:- ”نزل به الروح الامین علی قلبک لتکون من المنذرین بلسان عربی مبین“۔ اس (قرآن) کو روح الامین (جبریل) فصیح عربی زبان میں لے کر آپ کے قلب پر نازل ہوئے تاکہ آپ (کفر کے برے انجام سے) ڈرانے والے بنیں۔

اصول کافی میں امام باقر کے ارشاد کے مطابق قرآن کے بجائے مسئلہ امامت کے ساتھ نازل ہونا مراد ہے۔

”ہی الولایۃ لامیر المؤمنین علیہ السلام“۔

(جبریل جو چیز لے کر آپ (ص) کے قلب پر نازل ہوئے) وہ امیر المؤمنین (علی) علیہ السلام کی ولایت و امامت کا مسئلہ تھا۔

کفار و مشرکین کے بارے میں، اس آیت سے شیعہ تفسیر کے مطابق مراد علی کی امامت منصوصہ و معصومہ کا انکار کرنے والے ہیں۔ امام جعفر صادق کا اصول کافی میں قول ہے:-
 بلی من کسب سینۃ واحاطت به خطیئته قال:- اذا جحد امامۃ امیر المؤمنین فاولئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون۔ (اصول الکافی ص 270)۔

ترجمہ:- ہاں جس نے برائی کماٹی اور اس کی خطاؤں نے اسے گھیر لیا (امام جعفر نے فرمایا کہ: اس کا مطلب ہے جس نے امیر المؤمنین (علی) کی امامت کا انکار کیا) تو یہ لوگ جہنمی ہیں، جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔

اصول کافی میں اس قسم کی بیسیوں روایات میں سے بطور نمونہ یہ چند پیش کی گئی ہیں اور واضح رہے کہ ان میں بھی امامت و ولایت علی و ائمہ سے مراد عام معنی میں، سیدنا ابوبکر و عمرو عثمان کی طرح امام و خلیفہ یا ائمہ حدیث و فقہ اور اولیاء اللہ کی طرح امام و ولی ہونا مراد نہیں بلکہ شیعہ اصطلاح کے مطابق بارہ اماموں کی امامت و ولایت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوة مراد ہے۔

8۔ بارہ امام اللہ کا نازل کردہ نور ہیں۔

”عن ابی خالد الکابلی سألت ابا جعفر عن قول اللہ عزوجل:- ”آمنوا باللہ ورسلہ والنور الذی نزلنا“ فقال: یا ابا خالد النور واللہ الاثمة“۔

(اصول الکافی، باب ان الاثمة نور اللہ عزوجل، ص 117)۔

ترجمہ:- ابی خالد کابلی سے روایت ہے کہ میں نے ابو جعفر (امام باقر) سے اللہ عزوجل کے اس ارشاد کے بارے میں پوچھا۔ (ترجمہ:- اللہ، اس کے رسول اور اس نور پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل فرمایا ہے)۔

تو آپ (امام باقر) نے فرمایا:- اے ابو خالد خدا کی قسم یہاں نور سے مراد (بارہ) امام ہیں۔

9۔ امامت و ولایت امیر المؤمنین کا انکار اور ابوبکر کی بیعت کر کے صحابہ، کافر اور ایمان سے خالی ہو گئے۔

قرآن مجید سورہ نساء کی آیت 137 ہے:-

ان الذین آمنوا ثم کفروا ثم آمنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفرا لم یکن

بخدا یہ آیت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اسی طرح نازل ہوئی تھی۔

6۔ ”جو ہم نے نازل کیا“ سے مراد

قرآن کے بجائے مسئلہ امامت علی ہے۔

قرآن مجید میں ایک آیت ہے:-

”وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورة من مثله“۔

(البقرة: 23)۔

ترجمہ:- اور اگر تم اس (قرآن) کے بارے میں جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا شک و شبہ کرتے ہو تو اس جیسی ایک سورت ہی بنا لاؤ۔

اصول کافی میں امام باقر کی روایت کے مطابق یہاں قرآن کے بجائے امامت علی مراد ہے:-

”نزل جبریل بهذه الآية علی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم هكذا۔

ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا۔ فی علی۔ فاتوا بسورة من مثله“۔

(اصول الکافی، ص 264)۔

ترجمہ:- جبریل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت اس طرح لے کر نازل ہوئے تھے کہ اگر تم اس کی طرف سے جو ہم نے اپنے بندے پر۔ (امامت) علی کے سلسلے میں نازل کیا۔ شک و شبہ میں ہو تو اس جیسی ایک سورت ہی بنا کر دکھاؤ۔

یعنی آیت میں (فی علی) کے الفاظ موجود تھے جو قرآن کو تحریری شکل میں محفوظ کرنے والے امام و خلیفہ (سیدنا ابوبکر و عمرو عثمان رضی اللہ عنہم) نے معاذ اللہ تحریف کر کے آیت سے نکال دیئے۔

7۔ امامت علی کا انکار کرنے والے جہنمی ہیں۔

قرآن مجید سورہ بقرہ کی آیت نمبر 81 ہے:-

بلی من کسب سینۃ واحاطت به خطیئته فاولئک اصحاب النار ہم

فیہا خالدون۔

ترجمہ:- ہاں جس نے برائی کماٹی اور اس کی خطاؤں نے اسے گھیر لیا تو یہی لوگ اہل

جہنم ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

مگر اہل سنت کے برعکس اہل تشیع کے نزدیک اس سے علی کا نبی (ص) کے بعد امام اول و خلیفہ بلا فصل ہونا مراد ہے جس کا انکار کر کے فلاں و فلاں (ابوبکرو عمرو عثمان) کافر ہو گئے اور دیگر صحابہ سمیت جہنم کے مستحق ٹھہرے۔ (معاذ اللہ)

اصول کافی کی شرح الصافی میں اس حدیث کی شرح میں مذکورہ آیت کے حوالہ سے درج ہے کہ ”امام گفت ایس آیت نازل شد در ابوبکرو عمرو عثمان ‘الخ‘۔“

(الصافی، جزء سوم، حصہ دوم، ص 98)۔

ترجمہ:- امام نے فرمایا کہ یہ آیت ابوبکرو عمرو عثمان کے بارے میں نازل ہوئی (معاذ اللہ)

10۔ ابوبکرو عمرو عثمان، ولایت و امامت علی کو ترک کر دینے کی وجہ سے مرتد قرار پائے۔ (معاذ اللہ)۔

قرآن مجید سورہ محمد کی آیت نمبر 25 ہے:-

ان الذین ارتدوا علی اديبارهم من بعد ماتبين لهم الهدى۔

ترجمہ:- وہ لوگ جو پلٹ کر مرتد ہو گئے بعد اس کے کہ ہدایت ان پر واضح ہو گئی تھی۔

اس آیت کی تفسیر میں اصول کافی کی مندرجہ بالا سے متصل روایت کے مطابق امام جعفر صادق نے فرمایا:-

”فلان و فلان و فلان ارتدوا عن الايمان في ترك ولاية امير المؤمنين عليه السلام“۔ (اصول کافی، ص 265)۔

ترجمہ:- فلاں اور فلاں اور فلاں (یعنی ابوبکرو عمرو عثمان) مراد ہیں جو امیر المؤمنین (علی) علیہ السلام کی ولایت و امامت ترک کر دینے کی وجہ سے ایمان اسلام سے مرتد ہو گئے۔

دیگر روایات و احادیث شیعہ بسلسلہ امامت۔

آیات قرآن مجید کی شیعہ تفسیر کے علاوہ بھی ”کتاب الکافی“ میں سینکڑوں دیگر احادیث بسلسلہ شیعہ عقیدہ امامت موجود ہیں، جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:- (بحوالہ الکافی، مطبوعہ نو کشور، لکھنؤ، 1302ھ)۔

11۔ اللہ کی جنت اس کی مخلوق پر امام کے بغیر قائم نہیں ہو سکتی۔

اصول الکافی، کتاب الحج میں امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:-

ان الحجة لا تقوم لله عز وجل على خلقه الا بامام حتى يعرف-

اللہ لیغفر لهم الآیۃ۔

اس میں ایسے بد بختوں منافقوں کے بارے میں جنہوں نے بظاہر اسلام قبول کیا، لیکن اس کے بعد پلٹ گئے اور کفر کا طریقہ اپنایا، اس کے بعد پھر ایمان کا اظہار کیا اور اس کے بعد پھر کفر کی طرف لوٹ گئے، اور پھر کفر ہی میں آگے بڑھتے رہے۔ (تو ایسے بد بختوں کے بارے میں اسی آیت میں) فرمایا گیا ہے کہ ان کی ہرگز مغفرت نہیں ہوگی۔

مگر اصول کافی کی روایت کے مطابق امام جعفر صادق نے فرمایا:-

نزلت فی فلان و فلان و فلان۔ آمنوا بالنبي صلى الله عليه وسلم في اول الامر و كفروا حيث عرضت عليهم الولاية حين قال النبي صلى الله عليه وآله وسلم:- من كنت مولاه فهذا علي مولاه۔ ثم آمنوا بالبيعة لامير المؤمنين عليه السلام ثم كفروا حيث مضى رسول الله صلى الله عليه وآله فلم يقرؤا بالبيعة ثم ازدادوا كفرا باخذهم من بايعه بالبيعة لهم فهو لاء لم يبق فيهم من الايمان شئ“۔ (اصول کافی، ص 265)۔

ترجمہ:- یہ آیت فلاں اور فلاں اور فلاں (یعنی ابوبکرو عمرو عثمان) بحوالہ صافی شرح الکافی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ یہ تینوں شروع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور جب ان کے سامنے حضرت علی کی ولایت و امامت کا مسئلہ پیش کیا گیا اور آپ نے فرمایا:- من كنت مولاه فهذا علي مولاه۔ تو یہ تینوں اس سے منکر ہو کر کافر ہو گئے۔ پھر حضور کے فرمانے سے انہوں نے امیر المؤمنین کی بیعت کر لی اور اس طرح پھر ایمان لے آئے۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو پھر یہ (علی کی) بیعت کا انکار کر کے کافر ہو گئے، پھر یہ کفر میں اور آگے بڑھ گئے، جب انہوں نے ان لوگوں سے بھی بیعت خلافت لے لی جو علی سے بیعت کر چکے تھے، تو اب یہ سب اس حال میں ہو گئے کہ ان میں ذرہ برابر بھی ایمان باقی نہیں رہا۔

اہل تشیع قرآن مجید کی تحریف لفظی و معنوی کی طرح حدیث غدیر خم (من كنت مولاه ‘الخ‘) کا بھی من گھڑت مطلب لیتے ہیں حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ (جو مجھے دوست رکھتا ہے وہ علی کو بھی دوست رکھے) یا (جس کا میں دوست ہوں علی بھی اس کے دوست ہیں)

15- امامت ائمہ کا انکار اللہ رسول کو پہچاننے سے انکار کی مانند ہے۔
 عن ذریح قال۔ سئلت ابا عبد اللہ عن الائمة بعد النبی صلی اللہ
 علیہ وسلم فقال۔ کان امیر المؤمنین علیہ السلام اماما۔ ثم کان الحسن
 اماما۔ ثم کان الحسين اماما۔ ثم کان علی بن الحسين اماما۔ ثم کان محمد
 بن علی اماما۔ من انکر ذلک کان کمن انکر معرفة اللہ تبارک و تعالیٰ و
 معرفة رسول اللہ۔۔۔

(اصول الکافی، باب معرفة الامام والرد الیه، ص 106)۔
 ترجمہ: ذریح سے روایت ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ (امام جعفر) سے نبی صلی اللہ علیہ
 وسلم کے بعد آنے والے اماموں کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ امیر المؤمنین
 (علی) علیہ السلام امام تھے، پھر حسن امام تھے۔ پھر حسین امام تھے، پھر علی بن حسین (زین
 العابدین) امام تھے پھر محمد (الباقر) بن علی امام تھے۔ جس نے اس بات کا انکار کیا تو وہ اس منکر کی
 طرح ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ اور رسول اللہ کی معرفت (پہچان) کا انکار کر دے۔
 16- تمام انبیاء کو ولایت ائمہ شیعہ کے حکم کے ہمراہ مبعوث کیا گیا۔
 اصول کافی ہی میں امام جعفر صادق سے روایت ہے۔۔

”قال۔ ولایتنا ولایة اللہ التی لم یبعث نبی قط الا بها“۔ (اصول کافی،
 ص 276)۔

ترجمہ: آپ (امام جعفر) نے فرمایا کہ ہماری ولایت (یعنی بندوں اور مخلوق پر حاکمیت) و
 اقتدار بعینہ اللہ تعالیٰ کی وہ ولایت و حاکمیت ہے جس کے حکم کے بغیر کبھی کوئی نبی مبعوث
 نہیں کیا گیا۔

17- ولایت و وصایت علی کا حکم تمام صحف انبیاء میں موجود ہے
 ساتویں امام ابو الحسن موسیٰ کاظم سے روایت ہے۔۔

”قال۔ ولایة علی مکتوبة فی جمیع الصحف الانبیاء ولن یبعث اللہ
 رسولا الا بنبوۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ و وصیة علی علیہ السلام“۔
 (اصول کافی، ص 276)۔

ترجمہ: آپ (موسیٰ کاظم) نے فرمایا کہ علی کی ولایت (امامت و حاکمیت) انبیاء کے تمام

(اصول کافی، کتاب الحجۃ، باب ان الحجۃ لا تقوم للہ علی غلقہ الابام، ص 103)۔
 ترجمہ: بے شک اللہ عزوجل کی محبت اس کی مخلوق پر امام کے بغیر قائم نہیں ہوتی تاکہ
 اس کے ذریعہ خدا دین کی معرفت حاصل ہو سکے۔
 12- امام کے وجود کے بغیر دنیا قائم نہیں رہ سکتی
 ”عن ابی حمزة قال قلت لابی عبد اللہ۔ تبقی الارض بغیر امام قال۔
 لو بقیت الارض بغیر امام لساخت۔“

(اصول کافی، کتاب الحجۃ، باب ان الارض لا تخلو من حجۃ، ص 104)۔
 ترجمہ: ابی حمزہ سے روایت ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ (جعفر صادق) سے عرض کیا کہ
 کیا یہ زمین امام کے بغیر قائم رہ سکتی ہے تو آپ نے فرمایا کہ اگر زمین امام کے بغیر باقی رہے تو
 دھنس جائے (قائم نہ رہے)

13- امام کا وجود نہ ہو تو زمین اپنی آبادی
 کو سمندر کی لہروں کی طرح غرق کر دے۔

”عن ابی جعفر قال۔ لو ان الامام رفع من الارض ساعة لماجت
 بأهلها كما یعوج البحر بأمله“۔

(اصول کافی، کتاب الحجۃ، باب ان الارض لا تخلو من حجۃ، ص 104)۔
 ترجمہ: ابو جعفر (امام باقر) سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا اگر امام کو زمین سے ایک
 گھڑی کے لئے بھی اوپر اٹھالیا جائے تو وہ اپنی آبادی کے ساتھ اسی طرح ڈوب جائے گی، جس
 طرح سمندر کی لہروں (کی طغیانی) میں آبادیاں غرق ہو جاتی ہیں۔

14- اماموں پر ایمان لانا اللہ رسول پر ایمان کی طرح شرط ایمان ہے
 عن احدهما انه قال۔ لا یكون العبد مؤمنا۔ حتی یعرف اللہ و رسولہ
 والائمة کلہم و امام زمانہ۔

(اصول کافی، باب معرفة الامام والرد الیه، ص 105)۔
 ترجمہ: امام باقر یا جعفر میں سے کسی ایک سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:۔ بندہ
 اس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہو سکتا جب تک اللہ، اس کے رسول نیز تمام اماموں اور
 اپنے زمانہ کے (خاص) امام کی معرفت حاصل نہ کر لے۔

لئے مقرر شدہ ہے۔ کسی امام کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ امامت کو اپنے بعد والے متعین امام کے سوا کسی دوسرے کی طرف منتقل کر دے۔

20۔ بارہ اماموں میں سے ہر امام کی آئندہ امام کے بارے میں وصیت، اللہ اور اس کے رسول (ص) کی طرف سے ایک حکم اور عہد و پیمان ہے، حتیٰ کہ صاحب الامر (امام مہدی) پر یہ سلسلہ ختم ہے۔

اصول کافی میں روایت ہے کہ امام جعفر صادق نے اپنے خاص اصحاب سے فرمایا:-

”اتدرون الموصی منا یوصی الی من یرید؟ لا واللہ ولكن عهد من اللہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وآلہ لرجل حتی ینتہی الامر الی صاحبہ۔“

(اصول الکافی، باب ان الامامة عهد من اللہ عزوجل معہود من واحد

الی واحد علیہم السلام، ص 170)۔

ترجمہ:- کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم میں سے وصیت کرنے والا ہر امام اپنے بعد کے لئے جس کو چاہے وصی (امام) بنا سکتا ہے؟ بخدا ایسا نہیں بلکہ یہ تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے یکے بعد دیگرے ان متعین اشخاص (ائمہ) کے لئے عہد و پیمان ہے۔ یہاں تک کہ یہ سلسلہ صاحب الامر (بارہویں امام مہدی) تک پہنچ کر ختم ہوگا۔

21۔ بارہ امام، نبیوں کی طرح منصوص من اللہ (اللہ کی طرف

سے مقرر شدہ) ہیں اور ان پر ایمان لانا واجب و لازم ہے۔

اصول کافی میں روایت ہے کہ:-

”ان امیر المؤمنین علیہ السلام قال لا بی بکر یوما۔“ لا تحسبن

الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا۔ بل احياء عند ربهم یرزقون۔ واشہدان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ مات شہیدا۔ وانہ لیاؤتینک فایقن اذا جاء

ک فان الشیطان غیر متخیل بہ۔ فاخذ علی بید ابی بکر فاراه النبی فقال

یا ابابکر آمن بعلی وباحد عشر من ولده انہم مثلی الا النبوة وتب الی

اللہ مما بیدک وانہ لاحق لک فیہ ثم ذہب فلم یر۔

(اصول الکافی، باب ما جاء فی الاثنی عشر والنص علیہم، ص 348)۔

ترجمہ:- امیر المؤمنین (علی) علیہ السلام نے ایک دن ابوبکر سے کہا کہ:- ”جو لوگ راہ

صحیفوں میں تحریر شدہ ہے، اور اللہ نے ہرگز کوئی ایسا رسول نہیں بھیجا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور علی علیہ السلام کے وصی رسول ہونے پر ایمان لانے کا حکم نہ لایا ہو، اور اس نے اس کی تبلیغ نہ کی ہو۔

18۔ بارہ اماموں کی اطاعت اللہ کی طرف سے فرض کی گئی ہے۔

”عن ابی الصباح قال اشہدان سمعت ابا عبد اللہ یقول:- اشہدان علیا امام فرض اللہ طاعته وان الحسن امام فرض اللہ طاعته وان الحسين امام فرض اللہ طاعته وان علی بن علی بن الحسين امام فرض اللہ طاعته وان محمد بن علی امام فرض اللہ طاعته۔“

(اصول الکافی، باب فرض طاعة الائمة، ص 109)۔

ترجمہ:- ابو الصباح سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے ابو عبد اللہ (امام جعفر صادق) کو فرماتے سنا ہے کہ:- میں گواہی دیتا ہوں کہ علی ایسے امام ہیں جن کی اطاعت اللہ نے فرض قرار دی ہے اور حسن بھی ایسے امام ہیں جن کی اطاعت اللہ نے فرض قرار دی ہے اور حسین بھی ایسے امام ہیں جن کی اطاعت اللہ نے فرض قرار دی ہے اور علی بن حسین بھی ایسے امام ہیں جو اللہ کی طرف سے مفترض الطاعة ہیں اور محمد بن علی بھی ایسے امام ہیں جن کی اطاعت اللہ نے فرض قرار دی ہے۔

19۔ امامت اللہ کی طرف سے ایک عہد ہے جو ایک امام سے دوسرے امام تک منتقل ہوتا ہے۔ بارہ اماموں میں سے کسی امام کو بھی یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ اپنے بعد والے امام کے سوا کسی اور کی طرف امامت منتقل کر دے۔

اصول کافی میں روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:-

”ان الامامة عهد من اللہ عزوجل معہود لرجال مسمیین علیہم السلام یس للامام ان یزویہا عن الذی یکون من بعدہ۔“

(اصول الکافی، باب ان الامامة عهد من اللہ عزوجل معہود من واحد

الی واحد علیہم السلام، ص 170)۔

ترجمہ:- امامت اللہ عزوجل کی طرف سے ایک ایسا عہد ہے جو متعین و نامزد افراد کے

اشرك بين الاوصياء والرسول في الطاعة۔ (اصول الكافي، ص 110)۔
ترجمہ:- ابو الحسن عطار سے روایت ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ کو فرماتے سنا کہ:-

وصیوں (یعنی مقرر کردہ ائمہ) کو اطاعت میں رسولوں کے ساتھ شریک کرو (اگر اشرك صیغہ مجہول مانا جائے تو ترجمہ ہوگا۔ شریک کیا گیا ہے، یعنی رسولوں کی طرح ائمہ اوصیاء کی اطاعت بھی فرض ہے)۔

اصول کافی کے شارح علامہ قزوینی نے اس روایت کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "اشرك" امر کا صیغہ بھی ہو سکتا ہے اور ماضی مجہول واحد غائب کا صیغہ بھی ہو سکتا ہے۔ پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا۔ "شریک ٹھہراؤ" اور دوسری صورت میں ترجمہ ہوگا "شریک ٹھہرایا گیا ہے"

دونوں صورتوں میں مفہوم وہی ہے جو ترجمہ میں لکھا گیا ہے۔

(الصافی شرح اصول کافی، الجزء الثالث، حصہ اول، ص 58)۔

24۔ ائمہ انبیاء علیہم السلام کی طرح معصوم عن الخطاء ہیں۔

اصول کافی (باب نادر جامع فی فضل الامام و صفاته) میں آٹھویں امام علی رضا کا ایک طویل خطبہ ہے جس میں فضائل و خصائص ائمہ بیان کرتے ہوئے بار بار ان کے معصوم عن الخطاء ہونے کو صراحت سے بیان کیا گیا ہے۔ ایک جگہ فرمایا گیا ہے:-

الامام المعظم من الذنوب والمعبر من العیوب۔

(اصول کافی، باب نادر جامع فی فضل الامام و صفاته، ص 121)۔

ترجمہ:- امام ہر طرح کے گناہوں اور عیوب سے پاک اور مبرا ہوتا ہے۔

آگے اسی خطبہ میں صفات امام کے سلسلے میں درج ہے۔

"فهو معصوم من ذنوبه موفوق مسدد قد امن من الخطاء والزلل والعتار، یخصه اللہ بذلک لیکون حجة علی عباده و شایده علی خلقه"۔

(اصول کافی، باب نادر جامع فی فضل الامام و صفاته، ص 121-122)۔

ترجمہ:- پس وہ (امام) معصوم ہوتا ہے۔ اللہ کی خاص توفیق و تائید اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ اللہ اس کو سیدھا رکھتا ہے، وہ غلطی، بھول چوک اور لغزش سے محفوظ و مامون ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ معصومیت کی اس نعمت کے ساتھ اسے مخصوص کرتا ہے تاکہ وہ اس کے

خدا میں شہید ہوئے ان کو مردہ نہ سمجھو، بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے" (الایہ)۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی وفات شہادت تھی۔ خدا کی قسم وہ تمہارے سامنے آئیں گے، پس جب وہ تشریف لائیں تو یقین کر لیتا کہ یہ آپ (ص) ہی ہیں کیونکہ شیطان آپ کی شکل اختیار کر کے کسی کے خیال میں نہیں آسکتا۔

پھر علی نے ابو بکر کا ہاتھ پکڑا اور انہیں نبی (ص) کی زیارت کرا دی پس آپ (ص) نے فرمایا:- اے ابو بکر، علی پر اور ان کی اولاد میں سے گیارہ (ماموں) پر ایمان لاؤ یقیناً وہ سب میری مثل ہیں۔ مگر انہیں نبوت حاصل نہیں۔ اور (اے ابو بکر) تو نے جس چیز (امامت و خلافت) پر قبضہ کر رکھا ہے اس سے توبہ کر لے، کیونکہ تیرا اس میں کوئی حق نہیں۔ پھر آپ تشریف لے گئے اور نظر نہ آئے۔

22۔ اطاعت ائمہ واجب اور ائمہ کا انکار کرنے والا کافر ہے۔

اصول کافی، باب فرض طاعة الائمة، ہی میں امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ وہ فرماتے تھے:-

"نحن الذين فرض الله طاعتنا لا يسع الناس الا معرفتنا ولا يعذر الناس بجهالتنا۔ من عرفنا كان مؤمناً۔ ومن انكرنا كان كافراً۔ ومن لم يعرفنا ولم ينكرنا كان ضالاً۔ حتى يرجع الى الهدى الذي افترض الله عليه من طاعتنا الواجبة۔"

(اصول کافی، باب فرض طاعة الائمة، ص 110)۔

ترجمہ:- ہم وہ ہیں جن کی اطاعت اللہ نے فرض کی ہے۔ سب لوگوں کے لئے ہم کو پہچاننا اور ماننا لازم ہے۔ ہم سے بے خبر رہنے والے لوگوں کا عذر قبول نہ ہوگا، جس نے ہمیں پہچان لیا وہ صاحب ایمان ہے اور جس نے ہمارا انکار کر دیا وہ کافر ہے، اور جس نے نہ تو ہمیں پہچانا اور نہ انکار کیا تو وہ گمراہ ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس راہ ہدایت پر آجائے جو اللہ نے ہماری لازمی اطاعت کے سلسلہ میں اس پر فرض قرار دی ہے۔

23۔ ائمہ کی اطاعت رسولوں کی اطاعت کی طرح فرض ہے۔

عن ابی الحسن العطار قال سمعت ابا عبد اللہ یقول:-

عليه في شئ من احكامه كالمتعقب على الله وعلى رسوله والراد عليه في صغيرة او كبيرة على حد الشرك بالله۔ كان امير المؤمنين باب الله الذي لا يوتى الامنة۔ وسبيله الذي من سلك بغيره يهلك۔ وكذلك جرى لائمة الهدى واحداً بعد واحد۔ (اصول الكافي، كتاب الحجة، ص: 117)

ترجمہ: جو علی لے کر آئے ہیں میں اسے تھام لیتا ہوں اور جس سے انہوں نے منع فرمایا ہے اس سے باز رہتا ہوں۔ انہیں ویسی ہی فضیلت حاصل ہے جیسی محمد (ص) کو حاصل ہے، جبکہ محمد (ص) کو اللہ عزوجل کی تمام مخلوقات پر فضیلت حاصل ہے۔ علی کے کسی حکم پر اعتراض کرنے والا گویا کہ اللہ اور اس کے رسول پر اعتراض کرنے والا ہے، اور علی کی بات کسی چھوٹے بڑے معاملے میں رد کرنے والا اللہ کے ساتھ شرک کرنے کی حد پر پہنچ جاتا ہے۔ امیر المؤمنین وہ باب خدا ہیں جس کے بغیر کسی اور ذریعہ سے خدا تک نہیں پہنچا جاسکتا ہے اور علی اللہ کا وہ راستہ ہیں کہ جس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنے والا ہلاک ہو جاتا ہے، اور یہی صورت حال کیے بعد دیگرے تمام ائمہ ہدایت کی ہے۔

27۔ تمام پیغمبروں، فرشتوں نیز الروح نے (رسالت) محمد کے ساتھ (امامت) علی کا بھی اقرار کیا اور تقسیم جنت و جہنم کا خدائی اختیار علی کے پاس ہے۔ نیز ان کے پاس عصائے موسیٰ و خاتم سلیمان ہے۔ اصول کافی، کتاب الحجج میں امام جعفر صادق سے مروی طویل روایت مندرجہ بالا میں مزید یہ بھی درج ہے کہ:-

”وكان امير المؤمنين كثيراً ما يقول۔ انا تقسيم الله بين الجنة والنار۔ وانا صاحب العصا والميسم۔ ولقد اقرت لي جميع الملائكة والروح والرسول مثل ما اقروا به لمحمد۔“ (اصول الكافي، كتاب الحجة، ص: 117)

ترجمہ: اور امیر المؤمنین (علی) بکثرت فرمایا کرتے تھے کہ میں اللہ کی طرف سے اور جہنم تقسیم کرنے والا ہوں۔ میرے پاس عصائے موسیٰ اور خاتم سلیمان (تلموٹھی) ہے اور میری ذات کا تمام فرشتوں، پیغمبروں اور الروح (یعنی جبریل سے بھی اعلیٰ تر خاص فرشتہ) نے

بندوں پر اللہ کی حجت ہو اور اس کی مخلوق پر شاہد ہو۔
25۔ اللہ نے ائمہ کو معصوم و مطہر اپنی مخلوق پر گواہ اور زمین میں اپنی حجت قرار دیا ہے۔
روایت ہے کہ امیر المؤمنین (علی) نے فرمایا:-

”ان الله تبارك وتعالى طهرنا وعصمنا وجعلنا شهداء على خلقه وحجة في ارضه۔“

(اصول الكافي، باب ان الائمة شهداء الله عزوجل على خلقه، ص: 113)۔
ترجمہ: اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں پاک اور معصوم بنایا ہے اور ہمیں اپنی مخلوق پر گواہ اور زمین میں اپنی حجت قرار دیا ہے۔
اسی بات میں روایت ہے کہ امام جعفر صادق سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا۔
فكيف اذا جننا من كل امة بشهيد وجننا بك على هؤلاء شهيدا۔
کیا حال ہو گا اس وقت جب ہم ہر امت پر گواہ لائیں گے اور آپ کو ان لوگوں پر گواہ ٹھہرائیں گے۔
تو امام جعفر نے فرمایا:-

نزلت في امة محمد خاصة في كل قرن منهم امام منا شاهد عليهم و محمد شاهد علينا۔

(اصول الكافي، باب ان الائمة شهداء الله عزوجل على خلقه، ص: 112)۔
ترجمہ: یہ آیت بطور خاص امت محمد کے بارے میں نازل ہوئی جن کا ہر زمانہ میں ہم میں سے ایک امام مقرر ہے جو ان پر گواہ ہو گا اور محمد (ص) ہم پر گواہ ٹھہریں گے۔
26۔ امام علی سمیت بارہ اماموں کا درجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر اور دیگر تمام انبیاء و مخلوقات سے اعلیٰ و برتر ہے۔
اصول کافی، کتاب الحجج میں امام علی و دیگر ائمہ کی فضیلت و مقام کے بارے میں امام جعفر صادق کے ایک طویل ارشاد کا ابتدائی حصہ یوں ہے:-

”ما جاء به على آخذ به ونهى عنه انتهى عنه“ جرى له من الفضل مثل ما جرى لمحمد، ولمحمد الفضل على جميع خلق الله عزوجل المتعقب

”وانا عندنا علم التوراة والانجيل والزبور وتبيان مافي الالواح“

اصول الكافي: باب ان الانعمة عندهم جميع الكتب الخ ص (137)۔

ترجمہ:۔ اور ہمارے پاس تورات وانجیل وزبور کا علم ہے، نیز جو کچھ الواح میں ہے اس کا واضح بیان ہمارے پاس ہے۔

32۔ ائمہ کو قیامت تک کے لئے ماضی، حال اور مستقبل کا علم حاصل ہے، کوئی شے ان سے پوشیدہ نہیں اور امام جعفر صادق موسیٰ و خضر علیہم السلام سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔

اصول کافی میں ایک باب کا عنوان ہے:۔

”ان الانعمة عليهم السلام يعلمون ماكان و ما يكون وانه لا يخفى

عليهم شئ صلوات الله عليهم“۔

(یعنی ائمہ کو جو ہو چکا اور جو ہو رہا ہے یا ہونے والا ہے سب کا علم حاصل ہے اور کوئی چیز بھی ان کی نگاہ سے اوجھل نہیں)۔

اس باب کی پہلی روایت ہے کہ امام جعفر صادق نے اپنے خاص رازداروں کی ایک مجلس میں فرمایا:۔

”لو كنت بين موسى والخضر لا خبرتهما اني اعلم منهما ولا نباتهما ماليس في ايديهما۔ لان موسى والخضر عليهما السلام اعطيا علم ماكان ولم يعطيا علم ما يكون وما هو كائن حتى تقوم الساعة۔ وقد ورثناه من رسول الله صلى الله عليه وآله وراثته“۔

اصول الكافي: باب ان الانعمة عليهم السلام يعلمون ماكان وما يكون

وانه لا يخفى عليهم شئ صلوات الله عليهم ص (160)۔

ترجمہ:۔ اگر میں موسیٰ اور خضر کے درمیان ہوتا تو انہیں بتاتا کہ میں ان دونوں سے زیادہ علم رکھتا ہوں اور انہیں ان باتوں کی خبر دیتا جن کا علم ان دونوں کے پاس نہیں، کیونکہ موسیٰ و خضر کو تو صرف ماکان (جو ہو چکا یعنی ماضی) کا علم دیا گیا تھا، مگر ماکنون (جو ہو رہا ہے) اور جو قیامت برپا ہونے تک ہونے والا ہے اس کا علم انہیں نہیں دیا گیا، اور ہم نے یہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سے وراثت میں پایا ہے۔

33۔ ائمہ کو کسی بھی چیز کو حلال و حرام ٹھہرانے کا اختیار حاصل ہے

اصول کافی کتاب الحج، باب مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں محمد بن سنان سے روایت ہے کہ میں نے ابو جعفر ثانی (محمد بن علی تقی) سے حلال و حرام کے بارے میں شیعوں کے باہمی اختلاف کے متعلق دریافت کیا کہ اس کا کیا سبب ہے؟ تو آپ نے فرمایا:۔

”يامحمد! ان الله تبارك وتعالى لم يزل منفردا بوحدا نيته۔ ثم خلق محمداً وعلياً و فاطمة فمكثوا الف دهر۔ ثم خلق جميع الاشياء فاشهدهم خلقها واجرى طاعتهم عليها و فوض امورها اليهم۔ فهم يحلون مايشائون ويحرمون مايشائون۔ ولن يشائوا الا ان يشاء الله تبارك وتعالى“۔

اصول الكافي: كتاب الحجۃ، باب مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ص (278)

ترجمہ:۔ اے محمد اللہ تبارک وتعالیٰ ازل سے اپنی وحدانیت کے ساتھ منفرد رہا۔ پھر اس نے محمد و علی و فاطمہ کو تخلیق کیا۔ پھر یہ لوگ ہزاروں زمانوں تک ٹھہرے رہے۔ پھر اللہ نے تمام اشیاء کو پیدا کیا اور ان حضرات کو ان اشیاء کی تخلیق پر گواہ ٹھہرایا اور ان مخلوقات پر ان حضرات کی اطاعت لازم قرار دی، اور ان کے معاملات ان حضرات کے سپرد کر دیئے، تو یہ حضرات جس چیز کو چاہیں حلال کر دیتے ہیں اور جس چیز کو چاہیں حرام ٹھہرا دیتے ہیں اور یہ وہی چاہتے ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ چاہتا ہے۔

علامہ قزوینی نے اس حدیث کی شرح میں تصریح کی ہے کہ یہاں محمد، علی اور فاطمہ سے مراد یہ تینوں حضرات اور ان کی نسل سے پیدا ہونے والے تمام ائمہ ہیں۔

(الصافی شرح اصول الکافی، جزء سوم، حصہ دوم، ص 149)۔

34۔ ائمہ کے پاس فرشتوں کی آمد و رفت رہتی ہے۔

اصول کافی میں روایت ہے کہ امام جعفر صادق نے فرمایا:۔

”نحن شجرة النبوة وبيت الرحمة ومفاتيح الحكمة ومعدن العلم و موضع الرسالة و مختلف الملائكة“۔

اصول الكافي: باب ان الانعمة معدن العلم و شجرة النبوة و مختلف

اس سے موجود امام کے علم میں بے مثال اضافہ ہوتا ہے۔
اصول کافی میں امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:-

”ان لنا في ليالي الجمعة لسانا من الشان... يثودن لارواح الانبياء الموتى عليهم السلام وارواح الاوصياء الموتى وروح الوصي الذي بين اظهركم يعرج بها الى السماء حتى توافي عرش ربها فتطوف به اسبوعا فتصلى عند كل قائمة من قوائم العرش ركعتين ثم ترد الى الابدان التي كانت فيها فتصبح الانبياء والاوصياء قد ملنوا سرورا ويصبح الوصي الذي بين ظهرانيكم وقد زيد في علمه مثل الجم الغفير“۔ (اصول الكافي ص 155)۔

ترجمہ:- جمعہ کی راتوں میں ہماری ایک عجب شان ہوتی ہے۔ فوت شدہ انبیاء علیہم السلام اور فوت شدہ وصیوں کی ارواح نیز اس زندہ وصی کی روح کو جو تمہارے درمیان موجود ہوتا ہے اجازت دی جاتی ہے۔ ان کو آسمان کی طرف معراج دی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ سب عرش الہی تک پہنچ جاتی ہیں۔ وہاں پہنچ کر وہ عرش کا ست دفعہ طواف کرتی ہیں۔ پھر عرش کے پایوں میں سے ہرپائے کے پاس دو رکعت نماز ادا کرتی ہیں۔ پھر انہیں ان کے جسموں میں لوٹا دیا جاتا ہے جن میں وہ پہلے موجود تھیں۔ پھر یہ تمام انبیاء و اوصیاء اس حالت میں صبح کرتے ہیں کہ لذت و سرور سے لبریز ہوتے ہیں اور وہ وصی بھی جو تمہارے درمیان ہے اس حالت میں صبح کرتا ہے کہ اس کے علم میں مثل جم غفیر کے اضافہ ہو جاتا ہے۔

38۔ ائمہ اپنی موت کا وقت جانتے ہیں اور ان کی موت ان کے اختیار میں ہوتی ہے۔

اصول کافی میں ایک باب کا عنوان ہے:-

”ان الائمة عليهم السلام -علمون متى يموتون وانهم لايموتون الا باختيار منهم“۔

(ائمہ علیہم السلام جانتے ہیں کہ کب ان کی وفات ہوگی اور ان کی وفات ان کے اپنے اختیار ہی سے ہوتی ہے)

اس باب کی متعدد عجیب و غریب روایات میں سے آخری روایت درج ذیل ہے:-

”عن ابی جعفر علیہ السلام قال:- انزل الله عزوجل النصر علی

الملائكة،

ترجمہ:- ہم لوگ نبوت کے درخت ہیں اور رحمت کا گھر ہیں اور حکمت کی کنجیاں ہیں اور علم کا خزانہ ہیں اور رسالت کی جگہ ہیں اور ہمارے پاس فرشتوں کی آمد و رفت رہتی ہے۔

35۔ ائمہ کے سامنے ہر روز بندوں کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔
اصول کافی میں ایک باب ہے۔

باب عرض الاعمال علی النبی والائمة علیہم السلام۔

(باب اس بیان میں کہ بندوں کے اعمال نبی و ائمہ علیہم السلام کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں)۔

اس باب میں آٹھویں امام علی الرضا اپنے معتقد خاص عبداللہ بن ابان الزیاری سے فرماتے ہیں:-

”والله ان اعمالکم لتعرض علی فی کل یوم وليلة“

(اصول الکافی باب عرض الاعمال علی النبی والائمة علیہم السلام)

ترجمہ:- بخدا تمہارے اعمال ہر دن اور رات میں میرے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔

36۔ ائمہ دنیا و آخرت کے مالک و مختار ہیں جسے چاہیں عطاء کریں۔

اصول کافی کتاب الحجہ میں باب ہے:- باب ان الارض کلھا للامام علیہ السلام۔ (یعنی ساری زمین امام علیہ السلام کی ملکیت ہے)۔ اس باب میں راوی ابو بصیر کے ایک سوال کے جواب میں امام جعفر صادق فرماتے ہیں:-

”اما علمت ان الدنيا والاخرة للامام يضعها حيث شاء ويدفعها الى من يشاء“۔

(اصول الکافی باب ان الارض کلھا للامام علیہ السلام ص 259)۔

ترجمہ:- کیا تجھے معلوم نہیں کہ دنیا اور آخرت امام کی ملکیت ہیں۔ وہ انہیں جہاں چاہے رکھ دے اور جس کو چاہے عطاء کر دے۔

37۔ ہر جمعہ کی رات ائمہ کو عرش الہی تک معراج ہوتی ہے، پھر ان کی روحیں دوبارہ ان کے جسموں میں لوٹا دی جاتی ہیں اور

القامت ہو یا پستہ قد وہ زرہ اس پر ایک بالشت بڑی رہتی ہے۔
40۔ اللہ کی طرف سے مقرر شدہ (منصوص من اللہ)

امام پر ایمان نہ رکھنے والا بے دین ہے۔
اصول الکافی میں عبد اللہ بن جعفر سے ایک طویل روایت مروی ہے جس میں امام جعفر صادق نے فرمایا:-

”لادین لمن دان اللہ بولاية امام جائز ليس من اللہ ولا عتب علی من دان بولاية امام عادل من اللہ۔“

(اصول الکافی، باب فیمن دان اللہ عزوجل بغير امام من اللہ جل جلالہ، ص 238)

ترجمہ:- اس (نیک) شخص کا دین قابل اعتبار نہیں جو ایسے غیر عادل امام کی ولایت و امامت کا قائل ہو جو اللہ کی طرف سے مقرر شدہ (منصوص من اللہ) نہیں اور ایسے شخص (کے فسق و فجور) پر کوئی عتاب و گرفت نہیں جو اللہ کی طرف سے مقرر شدہ امام عادل پر ایمان رکھتا ہو۔

41۔ بارہ اماموں پر ایمان لانے والے (شیعہ) اگر ظالم و بدکار ہوں تب بھی جنتی ہیں اور ان کی امامت منصوصہ و معصومہ پر ایمان نہ لانے والے مسلمان اگر متقی پرہیزگار ہوں تب بھی جنتی ہیں۔
اصول کافی میں امام باقر سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:-

”ان اللہ لا یستحی ان یعذب امة دانت بامام ليس من اللہ وان کانت فی اعمالها برة تقية۔ وان اللہ لیستحی ان یعذب امة دانت بامام من اللہ وان کانت فی اعمالها ظالمة مسيئة۔“

(اصول الکافی، باب فیمن دان اللہ عزوجل بغير امام من اللہ جل جلالہ، ص 238)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ ایسی امت کو عذاب دینے سے نہیں شرمتا جو ایسے امام کی اطاعت کرے جو اللہ کی طرف سے مقرر شدہ نہیں (مثلاً ابوبکر و عمرو عثمان)۔ اگرچہ یہ امت اپنے اعمال میں نیکو کار اور متقی پرہیزگار ہی کیوں نہ ہو۔

الحسین علیہ السلام حتی کان بین السماء والارض ثم خیر النصر ولقاء اللہ فاختر لقاء اللہ عزوجل۔“

(اصول الکافی، باب ان الانعة یعلمون متى یموتون الخ، ص 159)

ترجمہ:- ابو جعفر (امام باقر) علیہ السلام سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:-

اللہ عزوجل نے حسین علیہ السلام کے لئے (کریم میں) آسمان سے مدد (فرشتوں کی فوج) بھیجی وہ آسمان اور زمین کے درمیان آگئی تھی۔ پھر حسین کو اختیار دیا گیا کہ (آسمانی) مدد اللہ کی ملاقات (شہادت و وفات) میں سے کوئی ایک قبول کر لیں تو انہوں نے اللہ عزوجل سے ملاقات (شہادت) کو اختیار فرمایا۔

39۔ عام انسانی فطرت کے خلاف اماموں کی دس خصوصیات ہیں۔

جناب زرارہ راوی ہیں کہ امام باقر نے فرمایا:-

”للامام عشر علامات۔ یولد مطهرا۔ مختونا۔ واذا وقع علی الارض وقع علی راحتیہ رافعا۔ صوته بالشهادتین۔ ولا یجنب وتنام عینہ ولا ینام قلبہ۔ ولا یتثائب۔ ولا یتعطى ویری من خلفہ کمایری من امامہ۔ ونجوه کرائحة المسک۔ والارض مامورة بستره وابتلاعه۔ واذا لبس درع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کانت وفقا۔ واذا لبسها غیرہ من الناس طویلهم وقصیرهم زادت علیہ شبرا۔“ (اصول الکافی، ص 246)

ترجمہ:- امام کی دس خاص نشانیاں ہیں۔ وہ بالکل پاک صاف اور ختنہ شدہ پیدا ہوتا ہے، اور جب بطن مادر سے زمین پر آتا ہے تو اس طرح آتا ہے کہ دونوں ہتھیلیاں زمین پر رکھے ہوتا ہے اور بلند آواز سے شہادت توحید و رسالت ادا کرتا ہے (کلمہ شہادت پڑھتا ہے) اور اس کو کبھی جنابت (نپاکی کی وجہ سے غسل کی حاجت) نہیں ہوتی، اور نیند کی حالت میں اس کی آنکھ سوری ہوتی ہے مگر دل بیدار رہتا ہے۔ اس کو کبھی جمای نہیں آتی نہ کبھی وہ انگڑائی لیتا ہے، اور وہ جس طرح آگے کی جانب دیکھتا ہے اسی طرح پیچھے کی جانب سے بھی دیکھتا ہے، اور اس کے پاخانہ میں مٹک کی سی خوشبو ہوتی ہے، اور زمین کو اللہ کا حکم ہے کہ وہ اس کو ڈھانک لے اور نگل لے، اور جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی زرہ پہنتا ہے تو وہ اس کے بالکل فٹ آتی ہے جبکہ کوئی دوسرا آدمی وہی زرہ پہنے تو چاہے وہ آدمی طویل

وہ اپنے والد امام حسن عسکری کی وفات سے صرف دس دن پہلے غائب ہو گئے اور وہ تمام چیزیں اور سارے سامان جو حضرت علی سے منتقل ہو کر امام کے پاس رہتے تھے، اور آخر میں امام حسن عسکری کے پاس تھے۔ (مثلاً حضرت علی کا جمع کیا اور لکھا ہوا اصلی اور کمال قرآن اور اس کے علاوہ قدیم آسمانی کتابیں، تورات، انجیل، زبور اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے صحیفے اپنی اصل شکل میں، مصحف فاطمہ اور الجعفر اور الجملہ والا بورا اور انبیاء سابقین کے معجزات، عصائے موسیٰ، قمیص آدم اور سلیمان علیہ السلام کی انگشتری وغیرہ جن کے متعلق تفصیلی روایات اصول کافی کے حوالہ سے ناظرین کرام گزشتہ صفحات میں ملاحظہ فرما چکے ہیں) الغرض شیعہ روایات کے مطابق چار یا پانچ سال کی عمر والے یہ صاحبزادے یہ سارے سامان تن تنہا اپنے ساتھ لے کر غائب اور اپنے شہر سرمن راہی کے ایک غار میں روپوش ہو گئے۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے، شیعہ صاحبان کا عقیدہ ہے کہ امام حسن عسکری کے یہی صاحبزادے امام آخر الزمان ہیں۔ ان پر امامت کا سلسلہ ختم ہو گیا اور چونکہ یہ ضروری ہے کہ جب تک یہ دنیا رہے ایک امام معصوم بھی دنیا میں موجود رہے، ورنہ دنیا قائم نہیں رہے گی، اس لئے یہ امام آخر الزمان قیامت تک زندہ رہیں گے اور اسی طرح غائب و روپوش رہیں گے اور جب وہ وقت آئے گا جو ان کے ظہور کے لئے مناسب ہو گا اس وقت وہ غار سے برآمد اور ظاہر ہوں گے اور پھر ساری دنیا میں ان کی حکومت ہوگی، اور یہ ہو گا اور وہ ہو گا۔ ان بارہویں امام کی پیدائش اور پھر غیبت و روپوشی سے متعلق روایات اصول کافی کے متعدد ابواب میں درج کی گئی ہیں۔ ”باب الاشارة الى صاحب الدار علیہ السلام“ اور ”باب تسبیہ من راہ“ (ص 202 تا 207) اور اس کے آگے ”باب مولد صاحب الزمان علیہ السلام“ (ص 233 تا 242)۔

(ملاحظہ ہو ایرانی انقلاب، امام خمینی اور شیعیت مؤلفہ مولانا منظور نعمانی، مکتبہ مدنیہ، لاہور، ص 169-171)

شیعہ مجتہد و عالم ڈاکٹر موسیٰ موسوی امام مہدی کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:-
”امامیہ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ جب ان کے گیارہویں امام بن 260 ہجری میں فوت ہوئے تو ان کا محمد ثانی ایک پانچ سالہ بیٹا تھا۔ وہی مہدی تھوڑے۔ جب کہ بعض دوسری روایات

اور اللہ ایسی امت کو عذاب دینے میں شرم محسوس کرتا ہے جو اللہ کی طرف سے مقرر شدہ (منصوص من اللہ) امام پر ایمان رکھتی ہو، اگرچہ وہ لوگ اپنی عملی زندگی میں ظالم و بدکار ہی کیوں نہ ہوں۔

شیعہ اثنا عشریہ کے بارہویں امام محمد المہدی۔

اثنا عشریہ کے نزدیک جو بارہ امام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نامزد ہیں اور جن پر ایمان لانا ضروری اور شرط نجات ہے ان میں گیارہویں امام حسن عسکری بن علی ہیں جو اصول کافی کے بیان کے مطابق رمضان سن 232ھ میں پیدا ہوئے اور قریباً صرف 28 سال کی عمر پر رجب الاول سن 260ھ میں وفات پائی (اصول کافی، ص 324)۔

ان کے حقیقی بھائی جعفر بن علی اور خاندان کے دوسرے لوگوں کا بیان ہے کہ یہ حسن عسکری لاولد فوت ہوئے اور حکومت کے ذمہ داروں کو بھی تحقیق و تفتیش سے یہی ثابت ہوا۔ اسی بنیاد پر ان کا ترکہ شرعی قانون کے مطابق ان کے بھائی اور دوسرے موجود وارثوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ یہ بھی اصول کافی ہی کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ (اصول کافی، ص 206)۔

اثنا عشریہ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ تیسرے امام، حسین کے بعد امام کا بیٹا ہی امام ہوتا ہے۔ اصول کافی میں ایک مستقل باب ہے۔ ”باب اثبات الامامہ فی الاعقاب“۔ (ص 175)۔

اس میں آئمہ معصومین کی متعدد روایات ہیں۔ ان سب کا حاصل یہی ہے کہ امام کا بیٹا ہی امام ہوتا ہے، کوئی دوسرا عزیز قریب بھی نہیں ہو سکتا۔ انہیں روایات پر اس عقیدہ کی بنیاد ہے۔

اس عقیدہ کی وجہ سے عوام اثنا عشریہ کو یہ مشکل پیش آئی کہ گیارہویں امام حسن عسکری کے بعد ”امامت“ کا سلسلہ کیسے چلے اور بارہواں اور آخری امام کس کو قرار دیا جائے؟ اس مشکل کو حل کرنے کے لئے یہ دعویٰ کیا گیا اور مشہور کیا گیا کہ امام حسن عسکری کی وفات سے چار یا پانچ سال پہلے (ایک روایت کے مطابق سن 255ھ میں اور دوسری روایت کے مطابق سن 256ھ میں) ان کے ایک صاحبزادے ان کی ایک کنیز کے بطن سے پیدا ہوئے تھے، جن کو عام نظروں سے چھپا کر رکھا جاتا تھا۔ اس لئے کوئی ان کو دیکھ نہیں سکتا تھا۔

روایات کے مطابق ہر سال شب قدر کے موقع پر آئندہ سال بھر کے معاملات پیش ہوئے ہیں تب ظاہر ہوں گے جب انہیں تین سو تیرہ مخلص شیعہ میسر آجائیں گے۔
اہل تشیع کی معتبر ترین کتب میں شامل کتاب "الاحتجاج" للبرقی میں نویں امام معصوم محمد تقی بن علی رضا ایک ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے "القائم" (امام مہدی آخر الزمان) کے بارے میں فرمایا:-

هو الذي يخفي على الناس ولادته ويغيب عنهم شخصه... يجتمع اليه من اصحابه عدة اهل بدر ثلاث مائة وثلاثة عشر رجلا من اقصا الارض -
فاذا اجتمعت له هذه العدة من اهل الاخلاص اظهر الله امره - (احتجاج طبرسی، طبع ایران، ص 220)

ترجمہ:- (نویں امام محمد تقی نے فرمایا) "ان (امام مہدی) کی ولادت لوگوں سے مخفی ہوگی اور ان کی شخصیت لوگوں کی نگاہوں سے غائب رہے گی اور دنیا کے کناروں سے اہل بدر کی تعداد کے مطابق ان کے تین سو تیرہ اصحاب ان کے پاس جمع ہوں گے۔
پس جب اہل اخلاص میں سے اتنی تعداد ان کے پاس جمع ہو جائے گی تو اللہ ان کے معاملہ کو ظاہر کر دے گا۔ (یعنی وہ غار سے باہر آکر اپنا کام شروع کر دیں گے)
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہزار سال سے زائد عرصہ تک شیعہ (اثنا عشری) امام مہدی کو دنیا بھر میں تین سو تیرہ مخلص شیعہ کبھی میسر نہیں آئے جو ان کے ظہور کی بنیادی شرط ہے۔ اس سے ہر زمان و مکان کے کروڑوں اثنا عشری اہل تشیع کے ایمان و اخلاص کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ فاعلموا یا اولی الابصار۔

کے مطابق مہدی اپنے والد امام حسن عسکری کی وفات کے بعد پیدا ہوئے۔ حقیقت کچھ بھی ہو مہدی نے منصب امامت اپنے والد کی وفات کے بعد اور ان کی تصریح کے مطابق پایا۔ وہ پورے پینسٹھ برس کی مدت تک نگاہوں سے پوشیدہ ہی رہے، اس دوران شیعہ ان نمائندوں کے ذریعہ ان سے رابطہ قائم کرتے تھے جنہیں خود امام نے اس مقصد کے لئے مقرر کیا ہوا تھا۔ یہ نمائندے عثمان بن سعید العمری، ان کے بیٹے محمد بن عثمان اور حسین بن روح اور آخر میں علی بن محمد السمری تھے۔

یہ چاروں انواب الخاص (خاص نمائندوں) کے لقب سے لقب ہوئے اور اس مدت کو "غیبت صغریٰ" کا زمانہ کہا جاتا ہے۔

سن 329 ہجری میں علی بن محمد السمری کی وفات سے چند ہی مہینے پیشتر امام کے دستخط کے ساتھ ایک رقعہ انہیں ملا جس میں تحریر تھا:-

لقد وقعت الغيبة الكبرى فلا ظهور الا بعد ان ياذن الله فمن ادعى رويتي فهو كذاب مفتر -

غیبت واقع ہو گئی ہے، اب اللہ تعالیٰ کے حکم کے بعد ہی ظہور ہو گا۔ لہذا جو شخص مجھے دیکھنے کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا اور فریب خوردہ ہے۔

یہی سال غیبت کبریٰ کا آغاز تھا۔ اس وقت سے شیعہ کا امام کے ساتھ بلا واسطہ اور بالواسطہ رابطہ منقطع ہے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی اس کا دعویٰ بھی کرے تو شیعہ، امام مہدی کی جانب سے آنے والے آخری خط میں موجود تصریح کے بموجب اسے جھوٹا سمجھتے ہیں۔

امامیہ شیعہ کے امام مہدی کے متعلق عقیدہ کا یہ خلاصہ ہے، اور شیعہ ہر سال پندرہ شعبان کو امام مہدی کی ولادت کی مناسبت سے بہت بڑا جشن مناتے ہیں۔ صرف یہی امام ہیں جن کا شیعہ کے ہاں صرف یوم ولادت منایا جاتا ہے، ورنہ دوسرے ائمہ کا یوم ولادت اور یوم وفات دونوں منائے جاتے ہیں۔

(ڈاکٹر موسیٰ موسوی، الشیعہ، تصحیح اردو ترجمہ از ابو مسعود آل امام بغوان اصلاح شیعہ، ص 111-112، فصل امام مہدی، مطبوعہ پاکستان فروری 1990ء)

ظہور مہدی کے لئے تین سو تیرہ مخلص شیعوں کا میسر آنا شرط ہے
یہ امام مہدی جو 15 شعبان کی رات (شب برات) پیدا ہوئے اور جن کے سامنے شیعہ

ب۔ محقیدہ امامت اور شیعہ مجتہد اعظم، خاتم المحدثین علامہ باقر مجلسی۔

شیعہ مجتہد اعظم، خاتم المحدثین علامہ باقر مجلسی (1037-1111ھ) میں سے زائد جلدوں میں شیعہ احادیث و روایات پر مشتمل ”بحار الانوار“ نامی انسائیکلو پیڈیا کے مؤلف ہیں، نیز عربی و فارسی میں دیگر متعدد کتب کے مصنف ہیں، اور صدیوں سے صف اول کے شیعہ علماء و مؤلفین اور مجتہدین و محدثین میں شمار کئے جاتے ہیں۔ آپ نے سینکڑوں کتب احادیث و روایات شیعہ کے جامع اپنے اس دائرۃ المعارف میں ائمہ شیعہ کے بے شمار معجزات بیان کرنے کے علاوہ خلفاء ثلاثہ سیدنا ابوبکر و عمرو عثمان نیز دیگر صحابہ کرام کے بارے میں انتہائی زہریلا اور منفی ذخیرہ روایات شیعہ بھی جمع کر دیا ہے، اور شمینی صاحب نے بھی اہل ایران کو دینی معلومات کے لئے ان کی کتب سے خصوصی استفادہ کا مشورہ دیا ہے (کشف الاسرار، مطبوعہ ایران، 1363ھ، ص 152)۔

بہر حال علامہ باقر مجلسی نے شیعہ عقیدہ امامت کے حوالہ سے اپنی مختلف کتب میں جو کچھ فرمایا ہے اس میں سے چند روایات درج ذیل ہیں:-

1۔ کمالات و شرائط و صفات میں پیغمبر اور امام برابر ہیں۔

علامہ مجلسی اپنی تصنیف ”حیات القلوب“ میں لکھتے ہیں:-

”و حق این است کہ در کمالات و شرائط و صفات فرقے میان پیغمبر و امام نیست۔“

(باقر مجلسی، حیات القلوب، طبع لکھنؤ، جلد سوئم، ص 2)

ترجمہ:- اور حق بات یہ ہے کہ کمالات و شرائط و صفات میں پیغمبر اور امام کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوتا۔

2۔ مرتبہ امامت مرتبہ نبوت سے اعلیٰ و برتر ہے۔

علامہ مجلسی شیعہ روایات کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:-

”از بعض اخبار معتبرہ کہ انشاء اللہ بعد ازیں مذکور خواہ شد معلوم می شود کہ مرتبہ امامت بالاتر از مرتبہ پیغمبری است، چنانچہ حق تعالیٰ بعد از نبوت حضرت ابراہیم خطاب فرمود کہ:- انی جامعک الناس اماما۔“

(باقر مجلسی، حیات القلوب، طبع لکھنؤ، جلد سوئم، ص 2)۔

ترجمہ:- اور بعض معتبر حدیثوں سے جن کا انشاء اللہ بعد میں ذکر کیا جائے گا، معلوم ہوتا

ہے کہ امامت کا مرتبہ پیغمبری (نبوت و رسالت) کے مرتبہ سے بالاتر ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو نبوت عطا کرنے کے بعد فرمایا تھا کہ میں تم کو لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔

3۔ محمد (ص) کو خاتم الانبیاء قرار دیئے جانے نیز آپ کی تعظیم کی وجہ سے

نبیوں سے برتر امام پر لفظ نبی یا اس کے ہم معنی لفظ کا اطلاق منع ہے۔

مجلسی اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ اگرچہ مقام امامت مقام نبوت و رسالت سے اعلیٰ و برتر ہے، مگر امام پر تمام صفات و کمالات نبوت کا حامل ہونے کے باوجود لفظ نبی یا رسول کا اطلاق نہ کرنا احترام رسول اللہ کا تقاضا ہے۔

”واذ برائے تعظیم حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و آنکہ آنجناب خاتم انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باشد منع اطلاق اسم نبی و آنچہ مرادف این است در آں آنحضرت کردہ اند۔“

(علامہ باقر مجلسی، حیات القلوب، جلد سوئم، ص 2)۔

ترجمہ:- اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم نیز آپ کے خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے نبی یا اس کے ہم معنی کسی لفظ کا اطلاق آنحضرت (امام) پر کرنے سے منع کر دیا گیا ہے۔

4۔ رسول اللہ (ص) شیعہ امام مہدی کے ظہور پر انکی بیعت کریں گے۔

علامہ باقر مجلسی نے اپنی کتب ”حق الیقین“ میں پانچویں اثنا عشری امام محمد الباقر سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا:-

”چوں قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیرون آید خدا اور یاری کند بلائکہ و اول کسے کہ باو بیعت کند محمد باشد و بعد ازاں علی۔“

(باقر مجلسی، حق الیقین، مطبوعہ ایران، ص 139)۔

ترجمہ:- جب قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (یعنی بارہویں شیعہ امام مہدی) ظاہر ہوں گے تو خدا فرشتوں کے ذریعے ان کی مدد فرمائے گا، اور سب سے پہلے ان کی بیعت کرنے والے محمد (ص) ہوں گے اور ان کے بعد علی ان کی بیعت کریں گے۔

5۔ شیعہ امام مہدی ام المؤمنین سیدہ عائشہ کو زندہ کر کے سزا دیں گے

علامہ مجلسی ”حق الیقین“ میں ابن بابویہ کی ”علل الشرائع“ کے حوالہ سے امام باقر سے

پاتا بلکہ پہلو میں ہوتا ہے، اور ہم رحم مادر سے باہر نہیں آتے بلکہ ماؤں کی رانوں سے پیدا ہوتے ہیں، کیونکہ ہم خدائے تعالیٰ کا نور ہیں اور اس نے گندگی و غلاظت و نجاست کو ہم سے دور رکھا ہے۔

روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:-

”چوں قائم مآظہر شود عانثہ رازندہ کند تا براو حد بزند و انتقام فاطمہ ما ازو بکشد۔“

ترجمہ:- جب ہمارے قائم (بارہویں امام مہدی) ظہور فرمائیں گے تو عانثہ کو زندہ کریں گے تاکہ ان پر حد جاری کر کے انہیں سزا دیں اور وہ ہماری فاطمہ کا انتقام ان (عانثہ) سے لیں گے (معاذ اللہ)۔

واضح رہے کہ یہ امام باقر جناب قاسم بن محمد بن ابی بکر کے داماد تھے اور سیدہ عانثہ ام المؤمنین امام باقر کی زوجہ اور جعفر الصادق کی والدہ ام فروہ (فاطمہ) کے والد (قاسم بن محمد بن ابی بکر) اور والدہ (اسماء بنت عبد الرحمن بن ابی بکر) دونوں کی پھوپھی تھیں۔ جن سے امام باقر سے منسوب غلط شیعہ روایات کے مطابق سیدہ فاطمہ کا انتقام لیا جائے گا۔

6- شیعہ امام مہدی، کفار سے پہلے سنی علماء و عوام کو قتل کریں گے۔

علامہ مجلسی کی ”حق الیقین“ میں اسی سلسلہ کی ایک اور روایت درج ذیل ہے۔

”وفتیکہ قائم علیہ السلام ظاہری شود پیش از کفار ابتداء بہ سنیان خواہد کرد با علماء ایشاں و ایشاں را خواہد کشت۔“ (حق الیقین)

ترجمہ:- جس وقت قائم علیہ السلام (بارہویں اثنا عشری امام مہدی) ظاہر ہوں گے تو کفار سے پہلے اہل سنت سے ابتداء کریں گے، اور اہل سنت کے علماء اور خود ان (عوام اہل سنت) کو موت کے گھاٹ اتاریں گے۔

7- اماموں کا حمل ماؤں کے رحم میں نہیں بلکہ پہلو میں

قائم ہوتا ہے اور وہ ان کی ران سے پیدا ہوتے ہیں۔

علامہ مجلسی نے حق الیقین میں گیارہویں امام حسن عسکری سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:-

”حمل ما اوصیائے پیغمبر را در شکم نمی باشد در پہلو باشد و از رحم بیرون نمی آئیم بلکہ از ران مادران فردی آئیم۔ زیرا کہ ما نور خدائے تعالیٰ ایم و چرک و کثافت و نجاست راز ما دور گردانیدہ است۔“

(باقر مجلسی، حق الیقین، طبع ایران، ص 126)۔

ترجمہ:- ہم پیغمبر کے وصیوں (یعنی ائمہ) کا حمل ماؤں کے پیٹ یعنی رحم میں قرار نہیں

ترجمہ:- ہم قرآن اور احادیث پیغمبر اسلام سے اس بات کی دلیل رکھتے ہیں کہ یہ (نبوت و امامت) جزو دین ہیں۔

2- قرآن میں ”اولی الامر“ سے مراد ”امام“ ہے۔

”هذا بحکم اللہ والیہو الرسول واولی الامر منکم“ بر تمام بشر واجب کردہ کہ ہر چیز کہ پیغمبر و امام گفت باید اطاعت کنید۔“ (ثمنی، کشف اسرار، ایران 1363ھ، ص 221)۔

ترجمہ:- اللہ نے یہ حکم دے کر کہ (اللہ کی اطاعت کرو اور پیغمبر کی، نیز اس صاحب امر کی اطاعت کرو جو تم میں سے ہے) تمام انسانوں پر واجب قرار دے دیا ہے کہ جو کچھ پیغمبر اور امام فرمائے اس کی اطاعت کریں۔

3- قرآن میں ”حبل اللہ“ (اللہ کی رسی) سے مراد علی بن ابی طالب

ہیں

قرآن مجید میں ایک آیت ہے:-

”واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا“۔ (سورۃ آل عمران۔ آیت

98)۔

اس آیت کا مطلب ہے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقہ نہ ڈالو۔ مگر امام ثمنی اللہ کی رسی سے عام سنی ترجیحی روایات کے مطابق قرآن مجید یا دین اسلام مراد لینے کے بجائے اصرار کرتے ہیں کہ اللہ کی رسی سے مراد علی بن ابی طالب ہیں۔

”حبل اللہ کہ باید مردم بلا متمسک شوند علی بن ابی طالب است۔“

(امام ثمنی، کشف اسرار، ص 225، مطبوعہ ایران، 15 ربیع الثانی 1363ھ)

ترجمہ:- اللہ کی وہ رسی جس سے لوگوں کو مضبوطی سے چمٹ جانا چاہئے، علی بن ابی

طالب ہیں۔

ان چند مختصر اشارات کے بعد بارہ اماموں کی امامت کے بارے میں ان کا جامع بیان

ملاحظہ ہو۔

4- اماموں کے مقام تک کوئی نبی مرسل اور مقرب فرشتہ بھی نہیں پہنچ سکتا

امام ثمنی اپنی تصنیف ”الحکومۃ الاسلامیہ“ میں شیعہ عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ

افضل من النبوة پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

ج- عقیدہ امامت اور امام ثمنی (م 1989ء)۔

عصر جدید میں شیعہ اثنا عشریہ کے عالمی شہرت یافتہ مذہبی و سیاسی قائد آیت اللہ العظمیٰ صاحب منصب ولایت فقیہ و قائد انقلاب ایران سید روح اللہ موسوی خمینی نے اپنی تصانیف ”الحکومۃ الاسلامیہ“ (عربی) اور ”کشف الاسرار“ (فارسی) میں شیعہ عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوة پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور شیعہ روایات تفسیر و حدیث سے بارہ اماموں کی امامت ثابت کرنے کے لئے بہت سے اہم دلائل دیئے ہیں، نیز مخالفین کے اعتراضات کا رد کرتے ہوئے مسئلہ امامت پر تحریر شدہ چالیس سے زائد اہم تصانیف کے نام بھی کشف الاسرار (ص 197-204، مطبوعہ ایران، ربیع الثانی 1363ھ) میں درج فرمائے ہیں اور بعض سنی روایات سے بھی یہ ثابت کرنے کی کوشش فرمائی ہے کہ شیعہ عقیدہ امامت برحق ہے۔ اس سلسلہ میں وہ یہ بات نظر انداز فرماتے ہیں کہ شیعہ اثنا عشریہ جعفریہ کے بارہ اماموں کی امامت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوة کے ختم نبوت کے منافی عقیدہ کو امت کی نوے فیصد سے زائد سنی اکثریت سے قطع نظر خود غیر اثنا عشری شیعہ فرقے (کیسانیہ، زیدیہ، اسماعیلیہ، نور علیہ وغیرہ) بھی تسلیم نہیں کرتے، اور ان میں سے ہر شیعہ فرقے کا عقیدہ امامت اور تعداد ائمہ شیعہ اثنا عشریہ سے مختلف و متضاد ہے۔ لہذا عقیدہ امامت کے حوالہ سے قرآن و حدیث سے ایسا استدلال جس پر سنی اکثریت تو کجا خود شیعہ فرقے بھی متفق نہیں، خود شیعہ منطق کی رو سے باطل اور ناقابل اعتبار قرار پاتا ہے۔

بہر حال امام ثمنی کے بارہ اماموں کی امامت کے سلسلہ میں عقیدہ و دلائل کا خلاصہ وہی ہے جو انہوں نے اپنی تصنیف ”الحکومۃ الاسلامیہ“ (ولایہ الفقیہ) و ”کشف الاسرار“ وغیرہ میں بیان فرمایا ہے اور جو سراسر امت کے عقیدہ ختم نبوت کے منافی ہے۔

1- نبوت کی طرح امامت بھی جزو دین ہے

امام ثمنی کی ”کشف الاسرار“ میں ایک عنوان ہے:-

”نبوت و امامت جزو دین است۔“ (نبوت و امامت جزو دین ہیں)۔

اس عنوان کے تحت امام ثمنی فرماتے ہیں کہ:-

”ملوئیل از قرآن و گفتہ ہای پیغمبر اسلام داریم کہ اس عاجز دین است۔“

(امام ثمنی، کشف اسرار، طبع ایران، 15 ربیع الثانی 1363ھ، ص 223)

5- امام نبیوں کی طرح اللہ کی طرف سے مقرر شدہ (منصوص من اللہ) ہیں
امام ثمنی، ائمہ کے نبیوں کی طرح اللہ کی طرف سے مقرر کئے جانے کے بارے میں
فرماتے ہیں:-

”حجة الله تعنى ان الامام مرجع للناس في جميع الامور والله قد
عينه“-

(روح الله الخميني، الحكومة الاسلامية، ص 78)-

ترجمہ:- اللہ کی حجت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ امام تمام امور میں ایسی ہستی ہے جس
کی طرف لوگوں کے لئے رجوع کرنا لازم ہے اور اسے اللہ نے مقرر کیا ہے۔

6- بارہ امام، نبیوں کی طرح معصوم عن الخطاء ہیں۔
امام ثمنی بارہ اماموں کے نبیوں کی طرح معصوم عن الخطاء ہونے کے بارے میں فرماتے
ہیں:-

”لا تتصور فيهم السهو والغفلة“-(الحكومة الاسلامية، ص 78)-

ہم ان (ائمہ) کے بارے میں بھول چوک اور غفلت کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

7- منصوص من اللہ و معصوم عن الخطاء ہونے کے باوجود امام علی
اپنے زمانہ خلافت میں قاضی شریع کو برطرف نہ کر سکے۔
”بمن تناط مهمة القضاء“-(منصب قضاکس کے سپرد کیا جائے) کے زیر عنوان
امام ثمنی فرماتے ہیں:-

”عن محمد بن يحيى عن محمد بن احمد عن يعقوب بن يزيد عن
يحيى بن مبارك عن عبدالله بن جميلة عن اسحاق بن عمار عن ابي
عبدالله عليه السلام قال قال امير المؤمنين صلوات الله عليه لشریح
يا شریح! قد جلست مجلسا لا يجلسه (ماجلسه) الا نبی او وصی نبی
اوشقی“-

(خميني، الحكومة الاسلامية، ص 73-74، مطبوعه، الحركة الاسلامية
في ايران بحواله وسائل الشيعة، كتاب القضاء، الباب 3، الحديث 2، ومن
لا يحضره الفقيه، الجزء 3، ص 4، رواه مرسلًا)-

”فان للامام مقاما- محمودا- ودرجة سامية و خلافة تكوينية تخضع
لولايتها و سيطرتها جميع ذرات هذا الكون- وان من ضروريات مذهبنا
ان لائمتنا مقاما- لا يبلغه ملك مقرب، ولا نبی مرسل-“

وبموجب مالدینا من الروایات والاحادیث فان الرسول الاعظم
(ص) والائمة (ع) كانوا قبل هذا العالم انوارا- فجعلهم الله بعرشه
محدثين، وجعل لهم من المنزلة والزلفی ما لا يعلمه الا الله- وقد قال
جبرئیل كما ورد فی روايات المعراج:- لو دنوت انملة لاحترقت-

وقد ورد عنهم (ع):- ان لنا مع الله حالات لا يسعها ملك مقرب ولا نبی
مرسل-

ومثل هذه المنزلة موجودة لفاطمة الزهراء عليها السلام-

(الخميني، الحكومة الاسلامية، مطبوعة الحركة الاسلامية في ايران

ص 52-53)-

ترجمہ:- یقیناً امام کو قابل تعریف مقام، بلند درجہ اور ایسی تکوینی خلافت حاصل ہے
جس کی ولایت و اقتدار کے سامنے کائنات کے تمام ذرے بھی سرنگوں ہیں۔ اور ہمارے
مذہب کے ضروری عقائد میں سے یہ بھی ہے کہ ہمارے اماموں کو ایسا مقام حاصل ہے جس
تک نہ تو کوئی مقرب فرشتہ پہنچ سکتا ہے اور نہ نبی مرسل۔

اور ہمارے پاس جو احادیث و روایات ہیں ان کے مطابق رسول اعظم (ص) اور ائمہ
(ع) اس عالم کے وجود میں آنے سے پہلے نور کی صورت میں موجود تھے۔ پس اللہ نے انہیں
اپنے عرش کے گرد جمع فرمایا اس حال میں کہ ان کی نگاہیں عرش پر رہیں اور ان کے لئے وہ
مرتبہ اور تقرب مخصوص کیا جس کی نوعیت صرف اللہ ہی جانتا ہے، اور جبرئیل نے بھی فرمایا
ہے، جیسا کہ شب معراج کی روایات میں ذکر آیا ہے کہ:- اگر میں ایک انگلی برابر بھی قریب
جاتا تو جل جاتا۔

اور ان ائمہ سے یہ روایات بھی وارد ہوئی ہیں کہ ہماری اللہ کے ساتھ ایسی حالتیں ہوتی
ہیں کہ جس کی گنجائش کسی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل کے لئے بھی نہیں، اور اسی کے مثل
(یعنی بارہ اماموں والا) مقام و مرتبہ فاطمہ زہراء علیہا السلام کے لئے بھی مخصوص ہے۔

امت ہونے کے باوجود معزول کر دیا تھا۔ تاکہ جہاد میں قوت خالد کے بجائے قوت خدا کے فیصلہ کن ہونے کے یقین میں اضافہ ہو۔

پس امام خمینی کے بقول اہل تشیع کے امام منصوص و معصوم، خلیفہ بلا فصل نے معاذ اللہ ایسا قاضی برقرار رکھا جو سیدنا معاویہ کی تعریف میں مبالغہ آرائی اور جھوٹ سے کام لیتا تھا اور امامت و خلافت علی کے شرعی اصولوں کو سمار کرنے والا تھا اور جس کو با اختیار امام و خلیفہ ہوتے ہوئے بر طرف کرنا اس لئے ان کے بس میں نہ تھا کہ ان سے پہلے غیر منصوص و غیر معصوم خلفاء نے انہیں مقرر کیا تھا (یعنی چہ؟)۔

لہذا انہوں نے اس جھوٹے اور علوی حکومت کی بنیادیں منہدم کرنے والے قاضی عالم اسلام کو برقرار رکھتے ہوئے اس کی نگرانی کی اور تعلیمات شریعت پر قائم رکھنے کی کوشش فرمائی۔ شاید امام خمینی نے اس بات پر غور نہیں فرمایا کہ ان کے اس بیان سے ایک غیر جانبدار غیر مسلم محقق، شیعہ عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوة اور سیدنا علی کی بحیثیت امام و خلیفہ الہیت و کارکردگی نیز ان کے خوشامدی اور جھوٹے قاضی کے حوالہ سے علوی خلافت میں عدل و انصاف کی صورت حال کے بارے میں کیا رائے قائم کرے گا۔ اور دوسری طرف ایک غیر جانبدار محقق اس بیان کی روشنی میں با اختیار امام و خلیفہ علی کے قاضی شریعہ کا کونہ سے سینکڑوں میل دور دمشق میں مقیم امیر شام سیدنا معاویہ کی تعریف و توصیف کرنا یقیناً سیدنا معاویہ کی عظمت کی دلیل قرار دے گا، کیونکہ قاضی شریعہ کا سیدنا علی کی خلافت میں ایسا خطرہ مول لینا خوشامد و مبالغہ آرائی کی بجائے مدح حقیقی اور سیدنا معاویہ کے سیاسی مخالفین کی ان کے حق میں جی گواہی قرار پائے گا۔ پس امام خمینی کے اس قسم کے بیانات کے منطقی نتائج سے یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ نادان دوست سے دانا دشمن بہتر ہوتا ہے۔ فاعبروا یا اولی الابصار۔

8- دوسرے اور تیسرے امام منصوص و معصوم (حسن و حسین) نے جس معاویہ کی بیعت کی اس کی حکومت غیر اسلامی تھی۔

امام خمینی، صحابی رسول، کاتب وحی اور برادر ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ سیدنا معاویہ کے بیس سالہ عظیم الشان دور امامت و خلافت (41-60ھ) پر تنقید کرتے ہوئے الزام تراشی کرتے ہیں کہ:-

ترجمہ:- محمد بن یحیی نے محمد بن احمد سے، انہوں نے یعقوب بن یزید سے، انہوں نے یحیی بن مبارک سے، انہوں نے عبداللہ بن جبیلہ سے، انہوں نے اسحاق بن عمار سے اور انہوں نے ابی عبداللہ علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ امیر المؤمنین (علی) صلوات اللہ علیہ نے قاضی شریعہ سے فرمایا کہ اے شریعہ تو ایسے مقام پر بیٹھا ہے جس پر یا تو نبی بیٹھتا ہے یا نبی کا وصی یا کوئی بد نصیب (یعنی اگر قاضی غلط فیصلے کرے تو بد بختی اس کا مقدر ہے) ان قاضی شریعہ کے معاملے میں امام منصوص و معصوم کی بے بسی ظاہر کرتے ہوئے خمینی فرماتے ہیں:-

"وكان شريع هذا قد شغل منصب القضاء قرابة خمسين عاما- وكان متملقا- لمعاوية- يمدحه- ويثنى عليه- ويقول فيه ماليس له باهل- وكان موقفه هذا هداما- لما تبنيه حكومة امير المؤمنين (ع) الا ان عليا- (ع) لم يستطع عزله- لان من قبله قد نصبه- ولم يكن عزله بسبب ذلك في متناول امير المؤمنين- الا انه (ع) اكتفى بمراقبته وردعه عن الوقوع فيما يخالف تعاليم الشرع- (الحكومة الاسلامية ص 74)۔

ترجمہ:- یہ قاضی شریعہ تقریباً پچاس سال تک منصب قضاء پر فائز رہے، اور وہ معاویہ کی خوشامد کرنے والے تھے، ان کی مدح و ثنا کرتے اور ان کی تعریف میں ایسی باتیں کہتے تھے جن کے معاویہ اہل نہ تھے۔ ان کا طرز عمل ان بنیادوں کو منہدم کرنے والا تھا جن پر امیر المؤمنین کی حکومت قائم تھی، مگر علی انہیں معزول نہ کر سکے کیونکہ ان سے پہلے (خلیفہ) نے انہیں مقرر کیا تھا، اور اس وجہ سے انہیں معزول کرنا امیر المؤمنین کے بس میں نہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے اسی کو کافی سمجھا کہ ان پر نظر رکھی جائے اور انہیں شریعت کی تعلیمات کے برخلاف جانے سے روکا جائے۔

امام خمینی کے اس نقطہ نظر سے معاذ اللہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ منصوص من اللہ و معصوم عن الخطاء و افضل من الانبياء امام نیز با اختیار خلیفہ اور شیر خدا ہونے کے باوجود سیدنا علی اتنے مجبور تھے کہ قاضی شریعہ کو محض اس لئے بر طرف نہ کر سکے کہ ان سے پہلے (غیر منصوص و غیر معصوم امام و خلیفہ ثالث) سیدنا عثمان بن عفان انہیں برقرار رکھ چکے تھے جبکہ سیدنا عمر نے سیدنا خالد بن ولید جیسے عظیم سپہ سالار کو غیر منصوص و غیر معصوم امام و خلیفہ

و منصفانہ تھی۔ بصورت دیگر امام خمینی اور اہل تشیع کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ دوسرے اور تیسرے امام منصوب و معصوم افضل من الانبیاء، غیر اسلامی حکومت کی بیعت کرنے والے نیز غیر شرعی حکومت اور ظلم و ناانصافی کے نظام کی تائید و تقویت کا باعث تھے (ونعوذ باللہ من ذلک)۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ انہوں نے تقیہ کے طور پر ایسا کیا تو یہ بات اس لئے قابل قبول نہیں کہ شیعہ اثنا عشریہ کی اس رائے اور تصور تقیہ سے دیگر شیعہ فرقے (زیدیہ وغیرہ) متفق نہیں اور جس بات پر خود شیعہ فرقوں کا اتفاق نہیں اسے امت کی غالب اکثریت یعنی اہل سنت والجماعت کے سامنے بطور دلیل کیونکر پیش کیا جاسکتا ہے۔

پس ان چند اقتباسات و اشارات سے شیعہ عقیدہ امامت منصوبہ و معصومہ افضل من النبوة کی حقیقت و اصلیت اور اس کے گمراہ کن مضمرات کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ فن شاء ذکرہ۔

9۔ جس خدائی مشن میں انبیاء و مرسلین حتیٰ کہ ختم المرسلین (ص) بھی کامیاب نہ ہو سکے امام مہدی اس میں کامیاب ہوں گے (معاذ اللہ)۔ امام خمینی بارہویں امام مہدی کے مقام و مرتبہ کے سلسلے میں فرماتے ہیں:-

”ان الانبیاء لم یوفقوا فی تنفیذ اغراضهم فیبعث اللہ شخصا فی آخر الزمان لینفذ مواضع الانبیاء۔“

(مختارات من اقوال الامام الخمينی 113/2 مترجم محمد جواد المہری، وزارة الارشاد الاسلامی، تہران 1402ھ۔ ق)۔

ترجمہ:- انبیاء کو اپنے مقاصد کو عملی جامہ پہنانے کی توفیق نہ دی گئی۔ پس آخری زمانہ میں اللہ ایک شخص کو بھیجے گا تاکہ وہ انبیاء کے مقاصد کو عملی جامہ پہنا دے۔

شیعہ اپنے بارہ اماموں اور ان کے مقابلے میں انبیاء علیہم السلام کے مقام و مرتبہ کے بارے میں جو غلط عقیدہ رکھتے ہیں اس کی وضاحت انقلاب ایران کے بعد بارہویں امام محمد المہدی کے بارے میں امام خمینی کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے:-

”ممدویت پر اعتقاد:-“

جو نبی بھی آئے وہ انصاف کے خازن کے لئے آئے۔ ان کا مقصد بھی یہی تھا کہ تمام دنیا میں انصاف کا نفاذ کریں لیکن وہ کامیاب نہ ہوئے۔ یہاں تک کہ ختم المرسلین (ص) جو انسان

”وقد حدث مثل ذلك في أيام معاوية، فقد كان يقتل الناس على الظلّة والتهمة، ويحبس طويلاً، وينفي من البلاد، ويخرج كثيراً من ديارهم بغير حق إلا أن يقولوا ربنا الله۔ ولم تكن حكومة معاوية تمثل الحكومة الإسلامية وتشبهها من قريب ولا بعيد۔“

(خمینی، الحكومة الإسلامية، مطبوعة الحركة الإسلامية في ایران)

ص 71)۔

ترجمہ:- (خوف و ہراس کی) یہ صورت حال معاویہ کے زمانہ میں پیدا ہوئی۔ وہ لوگوں کو ظن و تہمت کی بناء پر قتل کر دیتے تھے۔ طویل قید میں ڈال دیتے، جلاوطن کر دیتے اور بہت سوں کو ان کے گھروں سے ناحق محض اس جرم کی بناء پر نکال دیتے تھے کہ وہ اللہ کو اپنا رب کہتے تھے۔ اور معاویہ کی حکومت نہ تو اسلامی حکومت کا نمونہ تھی اور نہ ہی اس سے دور و نزدیک کی کوئی مشابہت رکھتی تھی۔

امام خمینی کے اس بیان کے برعکس غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی حسنی حسینی فرماتے ہیں:-

”و اما خلافة معاوية فثابته صحيحة بعد موت علي وبعد خلع الحسن بن علي رضي الله تعالى عنهما نفسه عن الخلافة و تسليمها الى معاوية۔“ (غنية الطالبين، ص 172)۔

ترجمہ:- حضرت علی کی وفات اور حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے خلافت سے دستبردار ہو کر اسے حضرت معاویہ کے سپرد کر دینے کے بعد خلافت معاویہ درست و ثابت شدہ ہے۔

سیدنا عبدالقادر جیلانی جیسے امام اہل سنت کا یہ بیان چونکہ اہل تشیع کے لئے حجت نہیں اس لئے خود اہل تشیع کے تسلیم شدہ دوسرے اور تیسرے امام منصوب و معصوم (سیدنا حسن و حسین) کا خلافت معاویہ کی بیعت کرنا اور امام حسن کا اپنی وفات تک دس سال (41-50ھ) نیز امام حسین کا وفات سیدنا معاویہ تک بیس سال (41-60ھ) اس بیعت پر قائم رہنا بذات خود اس بات کی دلیل اور حجت ہے کہ دوسرے اور تیسرے امام منصوب و معصوم (سیدنا حسن و حسین) کے نزدیک سیدنا معاویہ کی امامت و خلافت درست اور ان کی حکومت اسلامی

(امامت و عصمت و ولایت و وصایت وغیرہ) کی روایتی تشریحات کے مقابلے میں جدید تشریحات اپنی مشہور تصنیف "تشیع علوی و تشیع صفوی" میں پیش کرتے ہیں۔ مگر وہ بھی اپنی تمام تر جدید تشریحات اعتدال پسندی اور دعویٰ وسیع المشری کے باوجود اس بات کا برملا اظہار کرتے ہیں کہ تشیع علوی و تشیع صفوی میں شیعی امامت منصوصہ و معصومہ سمیت تمام اصول و فروع دین مشترک اور یکساں ہیں:-

"درہر دو تشیع اصول و فروع یکی است، باہم صحیح اختلاف ندارند۔"

(دکتر علی شریعتی، تشیع علوی و تشیع صفوی، ص 205، پایہ ہای اعتقادی ہر دو مذہب)۔
ترجمہ:- تشیع علوی و صفوی ہر دو تشیع میں اصول و فروع ایک ہی ہیں، باہم ذرا بھی اختلاف نہیں رکھتے۔

سامراجیت اور صیونیت وغیرہ کے مقابلے میں تمام مسلمانوں کے اتحاد کے خواہش مند ڈاکٹر علی شریعتی شیعت اور سنی عقیدہ کے الگ الگ اور مستقل بالذات عقائد ہونے کے سختی سے قائل ہیں۔ اس سلسلے میں فرماتے ہیں:-

"اساساً آدمی کہ اس حرف۔ وحدت تشیع و تسنن۔ را می زند، معلوم می شود کہ اصلاً صحیح چیز را نمی داند۔ نہ از تشیع و تسنن خبر دارد، نہ از تاریخ، و نہ از مذہب و نہ ہم از مسائل علمی و عقلی۔"

ہرگز، ہرگز نباید شیعیہ از مبانی اعتقادی خود صرف نظر کند۔"

(دکتر علی شریعتی، قاسطین مارقین ناکشین، تھران، انتشارات قلم، آبانماہ 1358، چاپ

دوم، ص 36)۔

ترجمہ:- بنیادی طور پر وہ شخص جو کہ "وحدت تشیع و تسنن" کا نعرہ لگاتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت وہ کسی چیز کا علم نہیں رکھتا۔ نہ تو اسے تشیع و تسنن سے واقفیت حاصل ہے اور نہ وہ تاریخ و مذہب یا علمی و عقلی مسائل کی خبر رکھتا ہے۔

شیعوں کو ہرگز ہرگز اپنے بنیادی عقائد سے صرف نظر نہیں کرنا چاہئے۔

ھ۔ عقیدہ امامت اور جدید شیعیہ علماء مجتہدین بطور مجموعی۔

عصر حاضر کی جدید شیعیہ تفاسیر میں فارسی تفسیر نمونہ اس لحاظ سے خصوصی اہمیت کی حامل ہے کہ اسے ایران کے دس جلیل القدر شیعیہ علماء مفسرین نے استاذ محقق آیت اللہ آقاے

کی اصلاح کے لئے آئے تھے اور انصاف کا نفاذ کرنے کے لئے آئے تھے۔ انسان کی تربیت کے لئے آئے تھے لیکن وہ اپنے زمانے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ وہ آدمی جو اس معنی میں کامیاب ہوگا اور تمام دنیا میں انصاف کو نافذ کرے گا۔ وہ بھی اس انصاف کو نہیں جسے عام لوگ انصاف سمجھتے ہیں کہ زمین میں انصاف کا معاملہ صرف لوگوں کی فلاح و بہبود کے لئے ہو، بلکہ یہ انصاف انسانیت کے تمام مراتب میں ہو۔ وہ چیز جس میں انبیاء کامیاب نہیں ہوئے باوجود اس کے کہ وہ اس خدمت کے لئے آئے تھے، خدا نے تبارک و تعالیٰ نے ان (حضرت ولی عصر ارواحنا للہ العزاء) کا ذخیرہ کیا ہے۔ ان ہی معنی میں جس کی تمام نبیوں کو آرزو تھی، لیکن رکاوٹوں کی وجہ سے وہ ان کو نافذ نہ کر سکے۔ تمام اولیاء کی یہ آرزو تھی لیکن وہ بھی نافذ کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ وہ اس بزرگوار کے ہاتھوں نافذ ہو جائے۔ لہذا اس معنی میں (حضرت صاحب ارواحنا للہ العزاء) کا جشن میلاد مسلمانوں کے لئے سب سے بڑی عید ہے۔ صرف مسلمانوں کے لئے ہی نہیں بلکہ انسان کے لئے بھی سب سے بڑی عید ہے۔"

(15 شعبان 1400ھ کے موقع پر تقریر بحوالہ کتابچہ "اتحاد و یک جہتی امام خمینی کی نظر میں" شائع کردہ خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران، ملتان، ص 15-16)۔

واضح رہے کہ اہل سنت کی کتب حدیث (ترمذی، مسند احمد وغیرہ) میں موجود روایات کے مطابق قیامت سے پہلے ایک عظیم قائد محمد المہدی پیدا ہوں گے اور دنیا بھر میں غلبہ اسلام کی قیادت کریں گے، مگر شیعہ اثنا عشریہ کے بارہویں امام محمد المہدی کو نہ اہل سنت مانتے ہیں اور نہ شیعہ فرقہ زیدیہ، اسماعیلیہ، کیسانیہ، نور علیہ وغیرہ مانتے ہیں۔ یہ بارہویں امام غائب گیارہویں امام حسن عسکری کے بیٹے بتائے جاتے ہیں اور تقریباً پینسٹھ برس کی عمر میں بعض روایات کے مطابق بچپن ہی میں 329ھ میں غائب ہو گئے تھے، اور گیارہ سو سال سے زائد عرصہ سے غائب ہیں۔

د۔ ڈاکٹر علی شریعتی اور عقیدہ امامت۔

مفکر انقلاب ایران ڈاکٹر علی شریعتی (م 1977ء، لندن) اگرچہ بظاہر صفوی بادشاہوں سے منسوب ناخالص تشیع صفوی کے مقابلے میں سیدنا علی سے منسوب خالص و معتدل تشیع علوی کے علمبردار اور اعتدال پسند ہونے کے دعویدار ہیں اور تمام شیعی اثنا عشری اصطلاحات

کیا ایمان بالغیب سے مراد صرف ذات پاک پروردگار پر ایمان لانا ہے۔ یا غیب یہاں ایک وسیع معنی رکھتا ہے یعنی وحی، قیامت، فرشتے اور عالم جس سے ماوراء سب کچھ اس کے مفہوم میں شامل ہے۔ مفسرین کے درمیان اس سلسلے میں اختلاف واقع ہے، لیکن ہم نے ابھی کہا ہے کہ جہاں ماورائے حس پر ایمان رکھنا مومنین اور کافرن میں نقطہ اختلاف اور علیحدگی کا سبب ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ غیب یہاں ایک وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ علاوہ ازیں آیت کی تفسیر بھی مطلق ہے اور اس میں کسی قسم کی کوئی قید موجود نہیں جو اسے کسی خاص معنی تک محدود کر دے۔

اب اگر ہم اہل بیت کی بعض روایات میں دیکھتے ہیں کہ اس آیت میں یب سے مراد امام غائب حضرت مہدی سلام اللہ علیہ لئے گئے ہیں تو یہ بات ہماری گزشتہ گفتگو سے اختلاف نہیں رکھتی۔ امام مہدی علیہ السلام ہمارے عقیدے کی بنا پر زندہ و سلامت ہیں اور نگاہوں سے پوشیدہ ہیں۔ آیت کی تفسیر کے سلسلے میں کئی روایات جن کے بہت سے نمونے آپ ملاحظہ کریں گے۔ زیادہ تر مخصوص مصادیق کے لئے بیان ہوئی ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ انہیں ان مصادیق میں محدود کر دیا گیا ہے، بلکہ مذکورہ روایات حقیقت میں ایمان بالغیب کی وسعت اور اس کے امام غائب تک کے شمول کو بیان کرتی ہیں۔ یہاں تک کہ کہا جاسکتا ہے کہ ایمان بالغیب ممکن ہے زمانے کے گزرنے کے ساتھ ساتھ نئے مصداق بھی پیدا کر لے۔“

(تفسیر نمونہ جلد اول اردو ترجمہ سید صفدر حسین نجفی ص 89-90، مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور، ایڈیشن پنجم، ذی قعدہ 1309ھ)۔

2- ”صراط المستقیم“ سے مراد علی و دیگر آئمہ ہیں۔

سورہ الفاتحہ کی آیت (اهدنا الصراط المستقیم ہمیں سیدھا راستہ دکھا) کی تفسیر میں یوں لکھا

ہے:-

”امام صادق کا ارشاد اهدنا الصراط المستقیم کی تفسیر میں یوں ہے:-

الطریق و معرفہ الامام۔ اس سے مراد امام کا راستہ اور اس کی معرفت ہے۔

ایک اور حدیث میں امام صادق ہی سے منقول ہے:-

واللہ نحن الصراط المستقیم۔ بخدا ہم صراط مستقیم ہیں۔

ناصر مکارم شیرازی کے زیر نگرانی مشترکہ طور پر تصنیف کیا ہے اور یہ ”حوزہ ملیہ قم“ کے ”مرکز مطالعات اسلامی و نجات نسل جوان“ کی پیش کش ہے۔ تمام شیعہ علماء نے اسے ایک مستند و معتبر تفسیر کے طور پر قبول کیا ہے۔ لہذا شیعہ عقائد و افکار کے بیان و تشریح میں ”تفسیر نمونہ“ کو ایک درجہ سند اور امتیازی مقام حاصل ہے۔ اس تفسیر کا اردو ترجمہ پاکستان کے معروف شیعہ عالم اور مصنف علامہ سید صفدر حسین نجفی پرنسپل ”جامعہ المستنصر“ لاہور نے کیا تھا۔ دیگر علمی مسائل کے ساتھ اس میں مسئلہ امامت و خلافت پر شیعہ نقطہ نظر سے قیمتی اور تفصیلی مباحث درج ہیں جن میں سے چند نقل کرنا گزیر ہے۔ مؤلفین تفسیر نمونہ کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:-

- 1- حجت الاسلام والمسلمین آقائے محمد رضا آشتیانی۔
- 2- حجت الاسلام والمسلمین آقائے محمد جعفر امامی۔
- 3- حجت الاسلام والمسلمین آقائے داؤد البائی۔
- 4- حجت الاسلام والمسلمین آقائے اسد اللہ ایمانی۔
- 5- حجت الاسلام والمسلمین آقائے عبدالرسول حسنی۔
- 6- حجت الاسلام والمسلمین آقائے سید حسن شجاعی۔
- 7- حجت الاسلام والمسلمین آقائے سید نور اللہ طباطبائی۔
- 8- حجت الاسلام والمسلمین آقائے محمود عبد اللہی۔
- 9- حجت الاسلام والمسلمین آقائے محسن قرائتی۔
- 10- حجت الاسلام والمسلمین آقائے محمد محمدی۔

1- ایمان بالغیب سے مراد اللہ سے امام مہدی تک سب پر ایمان لانا ہے تفسیر نمونہ میں ایمان بالغیب کی تشریح یوں کی گئی ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ سے لے کر بارہویں امام غائب محمد المہدی تک ایمان لانا شامل ہے۔

”والذین یومنون بالغیب و یقیمون الصلوٰۃ و مِمَّا رَزَقْنٰہُمْ یَنْفِقُونَ (البقرہ: 3)۔ پرہیزگار وہ ہیں جو غیب (جس کا حواس اور اک نہیں کر سکتے) پر ایمان رکھتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور ان تمام نعمتوں اور عطیوں میں سے جو ہم نے انہیں بطور روزی دیئے ہیں خرچ کرتے ہیں۔“

2- امامت کا معنی ہے امور دین و دنیا میں پیشوائی (اہل سنت ہی میں بعض اس کے قائل ہیں)

3- امامت کا معنی ہے دینی پروگراموں کا ثابت ہونا جس میں حدود، احکام الہی کے اجراء کے لئے حکومت کا وسیع مفہوم شامل ہے۔ اس طرح ظاہری اور باطنی پہلوؤں سے نفوس کی تربیت و پرورش بھی امامت کے مفہوم میں داخل ہے۔

تیسرے معنی کے لحاظ سے یہ مقام رسالت و نبوت سے بلند تر ہے، کیونکہ نبوت و رسالت خدا کی طرف سے خبر دینا، اس کا فرمان پہنچانا اور خوشخبری دینا اور تنبیہ کرنا ہے، لیکن منصب امامت میں ان امور کے ساتھ ساتھ اجراء احکام اور نفوس کی ظاہری و باطنی تربیت بھی شامل ہے (البتہ واضح ہے کہ بہت سے پیغمبر مقام امامت پر بھی فائز تھے) درحقیقت مقام امامت دینی منصوبوں کو عملی شکل دینے کا کام ہے، یعنی ایصال الی المملوب، مقصود تک پہنچانا، اجراء قوانین الہی کے لحاظ سے اور تنویدی ہدایت کے اعتبار سے یعنی تاثیر باطنی اور نفوذ روحانی یہ وہ شعاع نور ہے جو انسانی دلوں کو روشنی بخشتی ہے اور انہیں ہدایت کرتی ہے۔ (تفسیر نمونہ، اردو ترجمہ، جلد اول ص 323-324)۔

اس تفصیل سے پتہ چلتا ہے کہ عقیدہ شیعہ کی رو سے بہت سے نبی اور رسول امامت کے بلند و بالا مقام سے محروم تھے، اور بارہ اماموں کی طرح اس نبوت و رسالت سے برتر مقام پر فائز نہیں تھے (نعمو باللہ من ذلک)۔

اسی عقیدہ امامت کے حوالے سے آیت مذکورہ کی تفسیر میں مزید یہ درج ہے:-

”امام صلوات فرماتے ہیں:-

ان الله اتخذ ابراهيم عبداً قبل ان يتخذ نبيا، و ان الله اتخذ نبيا قبل ان يتخذ رسولا، و ان الله اتخذ رسولا قبل ان يتخذ خليلا، و ان الله اتخذ خليلا قبل ان يتخذ اماما، فلما جمع الاشياء قال انى جاعلك للناس اماما، فمن عظمها فى عين ابراهيم قال و من ذريتى قال لا ينال عهدى الظالمين قال لا يكون السفیه امام التقى۔

خداوند عالم نے نبی بنانے سے قبل ابراہیم کو عبد قرار دیا اور اللہ نے انہیں رسول بنانے سے پہلے نبی قرار دیا، اور انہیں خلیل بنانے سے قبل اپنی رسالت کے لئے منتخب کیا اور اس

ایک اور حدیث میں امام صادق نے فرمایا:- صراط مستقیم امیر المؤمنین علی ہیں۔ یہ مسلم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امیر المؤمنین اور دیگر آئمہ اہل بیت سب کے سب اسی آئین توحید کی دعوت دیتے رہے ہیں۔ وہ دعوت جس میں اعتقاد بھی ہے اور عمل بھی۔“

(تفسیر نمونہ، اردو، جلد 1، ص 75۔ نیتوں اقوال بحوالہ تفسیر نور الثقلین، جلد اول، ص 20-21)۔

3- حضرت ابراہیم کو اللہ نے پہلے نبی پھر رسول بنایا

اور آخر میں بلند ترین مقام امامت پر فائز کیا۔

سورہ البقرہ کی آیت 124 کے حوالے سے اس تفسیر میں درج ذیل تفصیل ہے:-

”واذ ابتلى ابراهيم ربه بكلمات فاتمهن قال انى جاعلك للناس اماما قال و من ذريتى قال لا ينال عهدى الظالمين۔

(وہ وقت یاد کرو) جب خدا نے ابراہیم (ع) کو مختلف طریقوں سے آزمایا اور وہ ان سے عمدہ برا ہوئے تو خدا نے ان سے کہا میں نے تمہیں لوگوں کا امام و رہبر قرار دیا۔ ابراہیم نے کہا میری نسل اور خاندان میں سے (بھی آئمہ قرار دے) خدا نے فرمایا میرا عمدہ (مقام امامت) ظالموں کو نہیں پہنچتا (اور تمہاری اولاد میں سے جو پاک اور معصوم ہیں وہی اس مقام کے لائق ہیں)۔ (تفسیر نمونہ، اردو ترجمہ، جلد اول، ص 322)۔

4- منصب امامت، منصب رسالت و نبوت سے اعلیٰ و برتر ہے۔

امامت کے بارے میں شیعہ نقطہ نظر پیش کرتے ہوئے اہل سنت کے نظریہ امامت کا بھی مختصر اور ناقص ذکر ہے تاہم اس پر تنقید کرنے کے بجائے شیعہ عقیدہ امامت کے حوالے سے درج ذیل بیان پیش کیا جاتا ہے۔

”امام کسے کہتے ہیں:- زیر بحث آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم کو جو مقام امامت بخشا گیا وہ مقام نبوت اور رسالت سے بالاتر تھا۔ اس کی توضیح کے لئے امامت کے مختلف معانی بیان کئے جاتے ہیں۔

1- امامت کا معنی ہے صرف دنیاوی امور میں لوگوں کی قیادت و پیشوائی (جیسا کہ اہل

سنت کہتے ہیں)

اور امام کی ذمہ داری ایصال الی المعلوم ہے۔

یہ بات واضح ہے کہ رسول اسلام کی طرح بہت سے پیغمبر تینوں عہدوں پر فائز تھے۔ وحی وصول کرتے، فرامین خداوندی کی تبلیغ کرتے نیز تفکیک حکومت اور اجرائے احکام کی کوشش کرتے اور باطنی طور پر بھی نفوس کی تربیت کرتے تھے۔

مختصر یہ کہ امامت ہر جہت سے مقام رہبری کا نام ہے وہ مادی ہو یا معنوی، جسمانی ہو یا روحانی اور ظاہری یا باطنی، امام حکومت کا سربراہ، لوگوں کا پیشوا و مذہبی رہنما، اخلاق کا مربی اور باطنی ہدایت کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اپنی مخفی اور معنوی قوت سے امام اہل افراد کی ”سیر تکامل“ کے لئے باطنی رہبری کرتا ہے۔ اپنی علی قدرت کے ذریعے نادان اور جاہل افراد کو تعلیم دیتا ہے، اور اپنی حکومت کی طاقت سے یا دیگر اجرائی طاقتوں سے اصول عدالت کا اجراء کرتا ہے۔ (تفسیر نمونہ، اردو ترجمہ، جلد 1، ص 325-326)۔

”سیر تکامل“ کی تشریح کرتے ہوئے سید صفدر نجفی فرماتے ہیں:-

”ہر چیز اپنے کمال کی طرف گامزن ہے اس سفر کو اصطلاح میں سیر تکامل کہتے ہیں۔“ (تفسیر نمونہ، اردو ترجمہ، ص 366، حاشیہ 1)۔

فلسفہ امامت کی تشریح میں سیدنا ابراہیم کے حوالے سے درج ہے:-

”امامت یا حضرت ابراہیم کی آخری سیر تکامل

امامت کی حقیقت کے بارے میں ہم جو کچھ کہہ چکے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ممکن ہے کوئی شخصیت مقام تبلیغ و رسالت کی حامل ہو لیکن منصب امامت پر فائز نہ ہو کیونکہ اس منصب کے لئے ہر پہلو سے بہت زیادہ اہلیت و لیاقت کی ضرورت ہے اور یہ وہ مقام ہے جسے ابراہیم (ع) تمام امتحانات کے بعد حاصل کر سکے، اس سے منمنا یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ امامت حضرت ابراہیم کے لئے سیر تکامل کی آخری منزل تھی۔“

(تفسیر نمونہ، اردو ترجمہ، جلد 1، ص 322)۔

اسی تفسیر میں چند سطرس آگے چل کر درج ہے:-

”اس سے ظاہر ہوا کہ مقام امامت ان چیزوں سے کہیں بلند ہے۔ یہاں تک کہ نبوت و رسالت سے بھی بالاتر ہے اور یہ وہ مقام و منصب ہے جو حضرت ابراہیم نے اس کی اہلیت کا امتحان دینے کے بعد بارگاہ الہی سے حاصل کیا۔“ (تفسیر نمونہ، ص 326)۔

سے پہلے کہ امام بنانا انہیں اپنا غلیل بنایا۔ جب یہ تمام مقلات و مناصب انہیں حاصل ہو چکے تو اللہ نے فرمایا میں تمہیں انسانوں کے لئے امام بناتا ہوں۔ حضرت ابراہیم کو یہ مقام عظیم دیا تو انہوں نے عرض کیا۔ خدا یا میری اولاد سے بھی امام قرار دے۔ ارشاد ہوا میرا عہد ظالموں تک نہ پہنچے گا۔ بے وقوف شخص متقی لوگوں کا امام نہیں ہو سکتا۔

(تفسیر نمونہ، اردو ترجمہ، جلد 1، ص 325 بحوالہ اصول کافی، جلد اول، باب طبقات الانبیاء والرسول والائمہ ص 133)۔

5- رسول اللہ (ص) اور کئی دیگر انبیاء و مرسلین (ع) اعلیٰ منصب امامت پر بھی فائز تھے جبکہ بہت سے انبیاء و مرسلین منصب امامت سے محروم رکھے گئے۔ تفسیر نمونہ میں نبوت، رسالت اور امامت میں فرق کے سلسلے میں شیعہ عقیدہ کی وضاحت یوں کی گئی ہے:-

”(۱) نبوت، رسالت اور امامت میں فرق:-

آیات میں موجود اشارات اور احادیث میں وارد ہونے والی مختلف تعبیرات سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا کی طرف سے مامور لوگ مختلف منصبوں پر فائز تھے۔

1- مقام نبوت یعنی خدا کی طرف سے وحی حاصل کرنا، لہذا نبی وہ ہے جس پر وحی نازل ہو اور جو کچھ وحی کے ذریعے معلوم ہو لوگ چاہیں تو انہیں بتادے۔

2- مقام رسالت۔ یعنی مقام ابلاغ وحی، تبلیغ و نثر احکام الہی اور تعلیم و آگہی سے نفوس کی تربیت۔ لہذا رسول وہ ہے جس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی ماموریت کے خطے میں جستجو اور کوشش کے لئے اٹھ کھڑا ہو، اور ہر ممکن ذریعے سے لوگوں کو خدا کی طرف دعوت دے، اور لوگوں تک اس کا فرمان پہنچائے۔

3- مقام امامت۔ یعنی رہبری و پیشوائی اور امور مخلوق کی باگ دوڑ سنبھالنا اور حقیقت امام وہ ہے جو حکومت الہی کی تشکیل کے لئے ضروری توانائیاں حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ احکام خدا کو عملاً جاری اور نافذ کر سکے، اور اگر فی الوقت باقاعدہ حکومت کی تشکیل ممکن نہ ہو تو جس قدر ہو سکے اجرائے احکام کی کوشش کرے۔

بہ الفاظ دیگر امام کا کام اور ذمہ داری احکام و قوانین الہی کا اجراء ہے جب کہ رسول کی ذمہ داری احکام الہی کا ابلاغ ہے۔ دو لفظوں میں یوں کہئے کہ رسول کا کام ارادتہ طریق ہے

6- علی کے سوا دیگر صحابہ منصب امامت و خلافت کے اہل نہ تھے۔

”ظلم کسے کہتے ہیں؟“ اس عنوان کے تحت تفسیر نمونہ میں درج ہے:-

”لایزال عمدی الظالمین“۔ میں جس ظلم کا ذکر ہے وہ فقط دوسروں پر ظلم ڈھانا نہیں بلکہ ظلم کا تذکرہ عدل کے مقابلے میں ہے، یہاں یہ لفظ اپنے وسیع معنی میں استعمال ہوا ہے۔

عدالت کا حقیقی معنی ہے ہر چیز کو اس کی جگہ پر رکھنا۔ اس بناء پر ظلم کا مفہوم یہ ہو گا:- کسی شخص یا چیز کو ایسے مقام پر رکھنا جس کے وہ اہل نہیں ہیں۔ لہذا ذمہ دہی اور عظمت کے لحاظ سے امامت اور مخلوق کی ظاہری و باطنی رہبری ایک بہت بڑا مقام ہے۔ ایک لمحہ کا گناہ اور نافرمانی بلکہ سابقہ غلطی بھی اس مقام کی اہلیت چھین جانے کا باعث بنتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آئمہ اہل بیت سے مروی احادیث میں حضرت علی کے لئے رسول علیہ السلام کے خلیفہ بلا فصل ہونے کے ثبوت میں محل بحث آیت سے استدلال کیا گیا ہے اور اس بات کی نشان دہی کی گئی ہے کہ دوسرے لوگ تو زمانہ جاہلیت میں بت پرست تھے مگر وہ شخص جس نے آن واحد کے لئے کسی بت کو سجدہ نہیں کیا وہ صرف حضرت علی تھے۔

(تفسیر نمونہ، اردو ترجمہ از سید صفدر نجفی، جلد 1، ص 326-327)

سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کی امامت و خلافت کو غلط ثابت کرنے کی نیت سے پیش کردہ اس غلط شیعہ منطق کے جواب میں خارجی بھی یہ اعتراض کرتے ہیں کہ شیعہ روایت کے مطابق جس جتوں بھرے کعبہ میں جناب ابوطالب عبد مناف کے بیٹے علی بعثت سے چند سال پہلے پیدا ہوئے اور جس کا طواف دیگر مشرکین قریش کے ہمراہ ان کی والدہ ماجدہ کر رہی تھیں اس میں آپ کی ولادت کے وقت تین سو ساٹھ بت موجود تھے۔ لہذا اس نسب و اعتقادی پس منظر میں علی بھی امامت و خلافت کے اہل کیونکر قرار دیئے جاسکتے ہیں؟ (ونعوذ باللہ من شرور الروافض والنوارج)۔

امام کے منصوص مبنی اللہ ہونے کے بارے میں شیعہ علماء فرماتے ہیں۔

7- امام کا تعیین خدا کی طرف سے ہونا چاہئے۔

زیر بحث آیت سے ضمتا یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام (ہر لحاظ سے لوگوں کے رہبر کے مفہوم اعتبار سے) خدا کی طرف سے معین ہونا چاہئے، کیونکہ امامت ایک قسم کا خدائی عہد و پیمان ہے اور واضح ہے کہ جسے خدا معین کرے گا۔ اس پیمان کے ایک طرف خود خدا

ہو گا۔“ (تفسیر نمونہ، اردو ترجمہ، جلد 1، ص 327-328)۔

8- امام معصوم عن الخطاء ہوتا ہے۔

”یہ بھی ظاہر ہوا کہ جن لوگوں کے ہاتھ ظلم و ستم سے رنگے ہوئے ہیں۔ ان کی زندگی میں کہیں ظلم کا نشان موجود ہے۔ چاہے اپنے اوپر ظلم ہی کیوں نہ ہو۔ یہاں تک کہ ایک لمحے کے لئے بت پرستی کی ہو۔ وہ امامت کی اہلیت نہیں رکھتے۔ اصطلاح میں کہتے ہیں کہ امام کو اپنی تمام زندگی میں معصوم ہونا چاہئے۔ کیا خدا کے سوا کوئی صفت عصمت سے آگاہ ہو سکتا ہے۔ اگر اس معیار پر جانشین پیغمبر کا تعین کیا جائے تو حضرت علی کے علاوہ کوئی خلیفہ نہیں ہو سکتا۔“ (تفسیر نمونہ، جلد 1، ص 328)

9- بارہ امام نبی و رسول بنے بغیر ہی امامت کے برتر مقام پر فائز ہیں۔

اس سوال کے حوالہ سے کہ بارہ امام نبی و رسول بنے بغیر امامت کے برتر مقام پر کس طرح فائز ہو سکتے ہیں۔ شیعہ علماء فرماتے ہیں:-

”دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مندرجہ بالا تفسیر امامت کا لازمی نتیجہ ہے کہ ہر امام پہلے نبی اور رسول ہو اس کے بعد مقام امامت پر فائز ہو جب کہ جناب رسالت کے معصوم جانشین تو ایسے نہ تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ضروری نہیں کہ امام پہلے نبوت و رسالت کے منصب پر فائز ہو بلکہ اگر امام سے پہلے کوئی شخصیت نبوت، رسالت اور امامت تمام مناصب کی حامل ہو (جیسا کہ پیغمبر اسلام تھے) تو اس کا جانشین منصب امامت میں اس کی ذمہ داریوں کی انجام دہی جاری رکھ سکتا ہے اور یہ اس صورت میں ہے کہ نئی رسالت کی ضرورت نہ ہو جیسا کہ پیغمبر اسلام کے بعد کیونکہ وہ خاتم الانبیاء ہیں۔ یہ الفاظ دیگر وحی الہی کے نزول کا مرحلہ اور تمام احکام کا ابلاغ انجام کو پہنچ چکا ہو اور صرف نفاذ کی منزل باقی ہو تو جانشین پیغمبر اہل احکام کا کام جاری رکھ سکتا ہے اور اس کی ضرورت نہیں کہ وہ خود نبی یا رسول ہو۔“ (تفسیر نمونہ، جلد 1، ص 328-329)۔

امام کے نبوت و رسالت کے کتر درجہ سے گزرے بغیر براہ راست بلند درجہ یعنی امامت پر فائز کئے جانے کے بارے میں صفدر نجفی حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

”بعض لوگ درجہ بدرجہ مراحل طے کرتے ہیں۔ مثلاً پہلے انہیں چھوٹے عہدوں پر

مقرر کرنے والی حضرت عمر کی چھ رکنی مجلس شوریٰ پر اعتراض کیا گیا ہے۔ امام کے منصوص و معصوم ہونے کے شیعہ عقیدہ کو دہراتے ہوئے شوراہیت کو شرعاً ناقابل قبول قرار دیا ہے۔ نیز سیدنا عمر کو بھی مورد الزام ٹھہرایا گیا ہے۔

”حضرت عمر کی مجلس شوریٰ“

اہل سنت کے مفسرین درج بالا آیت کے ذیل میں حضرت عمر کی اس چھ رکنی مشاورتی کمیٹی کا تذکرہ کرتے ہیں جو انہوں نے تیسرے خلیفہ کے انتخاب کے لئے تشکیل دی تھی۔ یہ لوگ مندرجہ بالا آیت اور مشورہ کی تمام روایات کو اسی واقعہ پر منطبق کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگرچہ اس موضوع کے متعلق عقائد کی کتابوں میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے لیکن یہاں چند ایک نکات کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ امام اور جانشین پیغمبر کا انتخاب صرف اللہ کے حکم سے ہونا چاہئے، کیونکہ اسے بھی پیغمبر (ص) کی طرح عصمت اور ایسے دیگر کلمات کا حامل ہونا چاہئے کہ جن کا علم صرف خدا کے پاس ہے۔ دوسرے لفظوں میں جس طرح پیغمبر (ص) کو مشورے سے منتخب نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح امام کا انتخاب بھی مشورے سے ناممکن ہے۔

دوسری بات یہ کہ مذکورہ افراد کی مجلس شوریٰ ہرگز مشورے کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتی، کیونکہ اگر مقصود تمام مسلمانوں سے مشورہ کرنا تھا تو ایسے چھ افراد میں منحصر کرنے کا کیا معنی ہے اور اگر مقصد امت کے صاحبان کے فکر و نظر سے مشورہ کرنا تھا تو وہ صرف چھ نہ تھے۔

تیسری بات یہ ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ اس مجلس شوریٰ کے لئے بڑی سخت اور سنگین شرائط مقرر کی گئی تھیں اور مخالفین کو موت کی دھمکی تک دی گئی تھی، حالانکہ اسلام کے مشاورتی اصولوں اور طریقوں میں ایسی کسی چیز کی گنجائش نہیں ہے۔“ (تفسیر نمونہ، اردو)

(115/3)

اس تشریح سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شیعہ عقیدہ کی رو سے خلیفہ یا امام اللہ کی طرف سے مقرر کیا جاتا ہے اور معصوم ہوتا ہے، چونکہ ابوبکر و عمر مشاورت کے اصول کے تحت امام و خلیفہ مقرر کئے گئے تھے۔ لہذا ان کی امامت و خلافت باطل قرار پائی ہے (معاذ اللہ) مگر سیدنا علی کا ایسی شوریٰ کی رکنیت قبول کرنا جس کا ہر رکن منصب امامت و خلافت

لگایا جاتا ہے، تاکہ تجربات اور امتحانات کے بعد وہ بڑے عہدوں تک پہنچیں لیکن کبھی ایسے ذی استعداد لوگ بھی ہوتے ہیں کہ ان کی صلاحیت و استعداد کو دیکھتے ہوئے انہیں بلند ترین منصب پر فائز کر دیا جاتا ہے۔“

(تفسیر نمونہ، اردو ترجمہ از سید صفدر نجفی، جلد اول، ص 329، حاشیہ 1)

10۔ اولی الامر سے مراد آئمہ معصومین ہے۔

سورہ النساء آیت 59 کی تشریح میں شیعہ علماء فرماتے ہیں:-

”یا ایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ اے ایمان والو! خدا کی اطاعت کرو اور رسول اور صاحبان امر کی اطاعت کرو۔“

تمام شیعہ مفسرین اس سلسلے میں ایک متفق نظریہ رکھتے ہیں کہ اولو الامر سے مراد آئمہ معصومین ہیں جن کو تمام امور زندگی میں اسلامی معاشرے کی مادی اور روحانی رہنمائی خدا اور پیغمبر (ص) کی طرف سے سپرد کی گئی ہے۔ ان کے علاوہ یہ لفظ کسی پر صادق نہیں آتا۔

(تفسیر نمونہ، اردو ترجمہ، جلد 3، ص 213 ایڈیشن سوئم ذی قعدہ 1409ھ)

مفسرین اہل سنت کے برعکس آیت کی درج ذیل شیعہ تشریح کے درست ہونے کے بارے میں لکھا ہے:-

”اولو الامر سے مراد معصوم رہبر اور آئمہ ہیں کیونکہ یہ تفسیر اس وجہ اطاعت کے اطلاق کے ساتھ ہے جس کا مندرجہ بالا آیت سے پتہ چلتا ہے اور یہ اس کے ساتھ سو فیصد موافقت رکھتی ہے، کیونکہ مقام ”عصمت“ ایسے امام کے ہر خطا، گناہ اور اشتباہ سے محفوظ ہونے کی گواہی دیتا ہے اس لئے اس کا ہر حکم فرمان پیغمبر (ص) کی طرح کسی قید و شرط کے بغیر واجب اطاعت ہے اور یہ اس امر کی استعداد رکھتا ہے کہ رسول کی اطاعت کا ہم ردیف اور ہم پلہ قرار پائے، یہاں تک کہ ”ایمعو“ کی تکرار کے بغیر اس کا عطف رسول پر ہو۔“

(تفسیر نمونہ، اردو ترجمہ، مطبوعہ لاہور، جلد سوئم، ص 315)۔

11۔ امام و خلیفہ کا منصوص من اللہ و معصوم عن الخطاء ہونا لازم ہے،

لہذا ابوبکر و عمر و عثمان کی امامت و خلافت غیر شرعی ہے۔

سورہ النساء کی آیت 59، ”وثلور ہم فی الامر“ (اور کلاموں میں ان سے مشورہ کیا کریں) کی تشریح میں تیسرے خلیفہ کے انتخاب کے لئے حضرت عثمان کو امام و خلیفہ ثالث

اثنا عشری عقیدہ امامت کی تفصیل بیان کرتے ہوئے علی نقی فرماتے ہیں:-

”امامت:- چونکہ رسول (ع) کی زندگی دار دنیا میں محدود ہے اور وہ شریعت جس کی تبلیغ رسول (ع) کی زبانی ہوئی ہے، اس کی حفاظت اور نیز افراد ملت کی عملی تربیت اور ان کو احکام شریعت کی صحیح تعلیم دینے کی ضرورت ہے، اس لئے رسول (ع) کے بعد آپ کا ایک جانشین ہونا ضروری ہے جو تمام افراد امت میں پورے طور پر اس رسول (ع) کی شریعت اور تعلیم کی حفاظت کرنے کے قابل ہو۔ یہ جانشین امام ہوتا ہے۔ اور یہی رسول کا واقعی خلیفہ ہوتا ہے۔ اس جانشین کا انتخاب خدا کی جانب سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد پر ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ اگر رسول (ع) کے دنیا سے اٹھ جانے کے بعد عام افراد کو ان کی رائے، خواہش اور مرضی پر چھوڑ دیا جائے، تو مطلق العنانی اور خود غرضی برسر کار آجائے گی جس کا نتیجہ افتراق و انتشار و ہتھری کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ اور اس طرح جو شیرازہ پیغمبر خدا کی اطاعت مطلقہ کی بناء پر جمع ہوا تھا، وہ بکھر جائے گا۔ امامت منصوبہ کا عقیدہ اس اجتماعی انتشار کا سدباب ہے۔ اس کے تحت حسب ذیل امور ہیں:-

1- رسول (ع) کے بعد بھی خداوندی قانون پر دنیا کو چلانے کے لئے مرکز موجود رہتا ہے۔

2- یہ مرکز ایسا ہوگا جو خود قانون پر عمل کا بہترین نمونہ ہو۔ اس لئے اسے بھی گناہوں اور خطاؤں سے بری ہونا ضروری ہے، ورنہ پھر اس کے ہاتھوں خلق خدا کی گمراہی کا امکان ہوگا اور مفاد امامت ختم ہو جائے گا۔

(علی نقی النقی، مذہب شیعہ ایک نظر میں، ص 15-16)۔

امام کے منصوب من اللہ اور معصوم عن الخطاء ہونے کی تائید کرنے کے بعد اسی سلسلہ کلام میں نمبر 4 پر لکھتے ہیں:-

”4- امام کے مقابلہ میں کسی کو حکومت کا حق نہیں ہے، اور جو حکومت اس طرح کی قائم ہو وہ حکومت غیر شرعی ہوگی۔“

(علی نقی النقی، مذہب شیعہ ایک نظر میں، ص 16)۔

2- علامہ سید صفدر حسین نجفی (م 1989ء)۔

پاکستان میں شیعہ اثنا عشریہ کی معروف ترین درسگاہ ”جامعۃ المتطہر“ لاہور کے سابق

کا مسلولی حق دار تھا، بذات خود اس بات کی دلیل ہے کہ سیدنا علی خود کو امام منصوب و معصوم قرار دینے کے بجائے شوریائیت کی بنیاد پر انتخاب خلیفہ کے قائل تھے۔

تیسرے امام و خلیفہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے انتخاب کے حوالے سے چھ رکنی مجلس شوری پر جو دوسرا اعتراض کیا گیا ہے۔ اس کے لئے صرف اتنا اشارہ کافی ہے کہ وفات ابو بکر و عمر کے بعد مذکورہ چھ افراد اس وقت عشرہ مبشرہ میں شامل چھ اہم ترین اور سرفہرست افراد تھے۔ لہذا وہ ایسی شوری میں نامزدگی کے سب سے بڑھ کر مستحق تھے، اور انہی چھ اکابر صحابہ (سیدنا عثمان و علی و طلحہ و زبیر و عبد الرحمن بن عوف و سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم) میں سے کسی ایک کی امامت و خلافت پر اجماع امت کا امکان تھا جن میں تمام شیعہ فرقوں کے امام اول سیدنا علی بھی شامل تھے، اور جہاں تک مجلس شوری کے لئے سخت و سختیں شرائط نیز موت کی دھمکی جیسے شیعہ الزامات کا تعلق ہے تو سیدنا علی جیسے جری و شجاع شیر خدا کا اس مجلس شوری میں شمولیت اختیار کرنا اور سیدنا عثمان کے حق میں اس کے فیصلہ کو تسلیم کر کے بیعت عثمان غنی کرنا بذات خود اس الزام کو باطل قرار دینے کے لئے کافی ہے۔

و۔ عقیدہ امامت اور بر صغیر کے شیعہ علماء و مجتہدین۔

بر صغیر پاک و ہند کے شیعہ علماء و مجتہدین بھی عقیدہ امامت و دیگر شیعہ عقائد کی تائید و تصدیق میں عرب و عجم کے قدیم و جدید اکابر اہل تشیع کے شانہ بشانہ کھڑے ہیں۔ بطور مثال مختصراً بر صغیر کے چند عظیم المرتبت اثنا عشری شیعہ علماء مجتہدین کے درج ذیل بیانات ملاحظہ ہوں۔

1- مجتہد عصر علامہ سید علی نقی لکھنوی (م 1988ء)۔

بر صغیر پاک و ہند کے عالمی شہرت یافتہ شیعہ عالم و مصنف مجتہد العصر علامہ سید علی نقی لکھنوی المعروف بہ نقن میاں لکھنوی والے (م 21 مئی 1988ء) امت مسلمہ کے متفق علیہ تین اصول دین (توحید و رسالت و قیامت) کے مقابلے میں شیعہ اصول دین یوں بیان فرماتے ہیں:-

”اصول دین:- (1) توحید (2) عدل (3) نبوت (4) امامت (5) معاد۔“

(علی نقی النقی، مذہب شیعہ ایک نظر میں، ص 4، المامیہ مشن پاکستان ٹرسٹ، لاہور، ضمیمہ پیام عمل، مارچ 1969ء)۔

رئیس و ممتاز اثنا عشری عالم و مصنف و مترجم علامہ سید صفدر حسین نجفی (م 3 دسمبر 1989ء) برصغیر کے ممتاز شیعہ علماء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ آپ شیعہ اثنا عشریہ کے بارہ اماموں کو نبوت و رسالت کے کتر درجوں پر فائز کئے بغیر براہ راست امامت کے اعلیٰ ترین منصب پر فائز کرنے کے خدائی فیصلہ حق میں دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”بعض لوگ درجہ بدرجہ مراحل طے کرتے ہیں۔ مثلاً پہلے انہیں چھوٹے عہدوں پر لگایا جاتا ہے تاکہ تجربات اور امتحانات کے بعد وہ بڑے عہدوں تک پہنچیں لیکن کبھی ایسے ذی استعداد لوگ بھی ہوتے ہیں کہ ان کی صلاحیت و استعداد کو دیکھتے ہوئے انہیں بلند ترین منصب پر فائز کر دیا جاتا ہے۔“

(تفسیر نمونہ، اردو ترجمہ از سید صفدر حسین نجفی، جلد اول، ص 329، حاشیہ 1، بسلسلہ تفسیر سورہ البقرہ، آیت 124، و از اہل ابراہیم ربہ حکمت فاعلمن قال انی جاملک للناس الما الخ۔)

3۔ شیعہ مجتہد جناب علامہ محمد حسین۔

پاکستان کے ممتاز شیعہ اثنا عشری مجتہد و مصنف جناب علامہ محمد حسین جنہوں نے شیخ صدوق کے رسالہ ”العقائد“ کی اردو زبان میں ایک ضخیم شرح لکھی ہے۔ مقام ائمہ شیعہ کے حوالہ سے صراحت کے ساتھ فرماتے ہیں۔

”ائمہ اطہار سوائے جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر تمام انبیاء اولوالعزم و غیر ہم سے افضل و اشرف ہیں۔“

(علامہ محمد حسین، احسن الفوائد فی شرح العقائد، مطبوعہ پاکستان، ص 406)۔

خلاصہ و نتیجہ کلام بسلسلہ عقیدہ امامت۔

بارہ اماموں کی امامت منصوصہ و معصومہ افضل من النبۃ کا عقیدہ رکھنے والے شیعہ اثنا عشریہ جعفریہ کی گزشتہ صفحات میں نقل شدہ احادیث و روایات معصومین نیز اقوال و روایات اکابر و اعظم محدثین و مجتہدین کا خلاصہ و نتیجہ کلام درج ذیل ہے۔ (بحوالہ خصوصی کتاب الکافی، نیز بحوالہ کتب طبری و باقر مجلسی و خمینی و شریعتی و مؤلفین تفسیر نمونہ وغیرہم)۔

1۔ بارہ امام نبیوں رسولوں کی طرح منصوص من اللہ (اللہ کی طرف سے مقرر و نامزد

شدہ ہیں)۔

2۔ بارہ امام نبیوں رسولوں کی طرح معصوم عن الخطاء ہیں۔

3۔ بارہ امام نبیوں رسولوں کی طرح مفترض الظلمہ (جن کی اطاعت فرض ہے) ہیں۔

4۔ بارہ امام مقام و مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر اور دیگر تمام انبیاء و مرسلین حتیٰ کہ انبیاء اولوالعزم (مثلاً سیدنا آدم و ابراہیم و اسماعیل و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام) سے بھی افضل و برتر ہیں۔

5۔ مقام امامت مقام نبوت و رسالت سے اعلیٰ و برتر ہے، چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے پہلے کتر منصب نبوت پھر اس سے برتر منصب رسالت اور آخر میں اعلیٰ ترین منصب امامت عطاء فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابراہیم علیہ السلام اور بعض دیگر انبیاء و مرسلین منصب نبوت و رسالت کے ساتھ ساتھ اللہ کی طرف سے دونوں مناصب سے اعلیٰ و برتر منصب امامت پر بھی فائز تھے جبکہ دیگر تمام انبیاء و مرسلین حامل نبوت و رسالت ہونے کے باوجود اعلیٰ ترین منصب امامت سے محروم رکھے گئے۔

6۔ بارہ اماموں کو منصب نبوت و رسالت عطاء کئے بغیر براہ راست اعلیٰ ترین منصب امامت عطاء کیا گیا، کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء قرار دے دیا گیا تھا اور وحی الہی کے نزول (نبوت) اور الہام الہی کے ابلاغ (رسالت) کا مرحلہ ان کے ذریعے انجام کو پہنچ چکا تھا۔ لہذا نفاذ و اجراء احکام (امامت) کے اعلیٰ و برتر منصب کی ذمہ داریوں کی انجام دہی کے لئے نبوت و رسالت کے نسبتاً کتر مناصب پر فائز کئے بغیر بارہ اماموں کو امامت کا اعلیٰ ترین منصب اسی طرح براہ راست عطاء کر دیا گیا جس طرح بعض حضرات کی غیر معمولی قابلیت و صلاحیت کو دیکھتے ہوئے انہیں درجہ بدرجہ ترقی دینے کے بجائے یکدم اور براہ راست اعلیٰ ترین منصب پر فائز کر دیا جاتا ہے، اور چونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو نبوت و رسالت و امامت کے تینوں مناصب پر فائز تھے اللہ نے خاتم النبیین (خاتم الانبیا نہیں) قرار دے دیا ہے، لہذا اس وجہ سے نیز آپ کی تعظیم و احترام کی خاطر اماموں کے لئے لفظ نبی یا اس کے کسی ہم معنی لفظ کا استعمال ممنوع ہے۔ تاہم اس سے ان کے نبوت و رسالت سے اعلیٰ و برتر مقام امامت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی اور اس اعلیٰ ترین مقام امامت میں وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برابر کے شریک و ہمدم ہیں۔ نیز بارہ اماموں کو انبیاء و مرسلین والے تمام

اولاد علی (رض) کا حق ہے۔ (5)

اس متفق علیہ نظریہ کے بعد شیعوں کے مختلف گروہوں کی آراء مختلف ہو گئیں۔
(ابو الاعلیٰ مودودی، خلافت و ملوکیت، 211-212، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، اپریل

1980ء بحوالہ:-

(1) مقدمہ ابن خلدون، ص 196، مطبعہ مصطفیٰ محمد، مصر، الشریستانی، کتاب الملل والنحل،

طبع لندن، ج 1، ص 108-109۔

(2) ابن خلدون، ص 196، الشریستانی، ج 1، ص 109۔

(3) الشریستانی، ج 1، ص 108، ابن خلدون، ص 196-197۔

(4) ابن خلدون، ص 197، الاشعری، مقالات الاسلامیین، مکتبہ النصف المصریہ، قاہرہ،

طبع اول، ج 1، ص 87، الشریستانی، ج 1، ص 109۔

(5) الشریستانی، ج 1، ص 108۔

برصغیر کے معروف عالم و مصنف ڈاکٹر اسرار احمد، امیر تنظیم اسلامی پاکستان، شیعہ اثنا عشریہ سمیت کم و بیش تمام شیعہ فرقوں کے اس متفق علیہ عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ کو ختم نبوت کے منافی قرار دیتے ہوئے یہ بھی واضح فرماتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کے تمام فقہی مسالک (حنفی دیوبندی و بریلوی، مالکی، شافعی، حنبلی، اہلحدیث) کے باہم اختلافات فقہی مسائل میں ترجیح و عدم ترجیح پر مبنی ہیں، جبکہ اعتقادی لحاظ سے یہ سب کے سب اہل سنت والجماعت اور قرآن و سنت، صحابہ کرام نیز تمام سنی فقہی مسالک (حنفی و مالکی و شافعی و حنبلی) کے برحق اور مبنی برقرآن و سنت ہونے پر متفق ہیں:-

”یہ بات ذہن میں رکھ لیجئے کہ اگرچہ امت میں اختلاف اور افتراق کے افسانے بہت ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہمارے باقی اختلافات فقہی اختلافات ہیں، عقائد کے اختلافات نہیں ہیں۔ عقائد کے اختلافات تو ہمارے ہاں کے کچھ ٹپلی سطح کے نام نہاد و اطمینان اور مولویوں نے بتائے ہیں کہ جن کی دکان چلتی ہی اختلافات کے بل پر ہے، ورنہ ذہن میں رکھئے کہ دیوبندی ہوں، بریلوی ہوں، ان کے عقائد ایک ہیں، عقائد کی مستند کتب ان کے ہاں ایک ہیں، ان کی فقہ بھی ایک ہے۔ پھر اہل سنت کے جو دوسرے گروہ ہیں، وہ مالکی ہوں، شافعی ہوں، حنبلی ہوں، اہل حدیث ہوں، ان میں فقہی معاملات میں اختلافات ہیں۔ عقائد اک ہی ہیں۔ ہاں

اختیارات و معجزات و صفات و کمالات بھی حاصل ہیں۔ نیز ان کے پاس قیص آدم، عصائے موسیٰ، خاتم سلیمان، مصحف فاطمہ نیز تمام انبیاء و مرسلین کے جملہ علوم و معجزات و تبرکات موجود ہیں اور وہ تورات و زبور و انجیل و صحف کو ان کی اصل زبانوں میں پڑھتے اور سمجھتے ہیں۔ وغیر ذلک من صفات الائمہ۔

عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ اور تمام شیعہ فرقے بحیثیت مجموعی۔
شیعہ اثنا عشریہ کے عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ کے حوالہ سے ضمنی طور پر یہ بھی واضح رہے کہ دیگر تمام شیعہ فرقے بھی تعداد ائمہ، مقام ائمہ و امور امامت میں اثنا عشریہ کے ساتھ اپنے تمام تر بنیادی اور شدید اختلافات کے باوجود بالعموم انہی کی طرح اپنے اپنے فرقوں کے ائمہ کے منصوص من اللہ و معصوم عن الخطا ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے بعد بھی سلسلہ امامت منصوصہ و معصومہ کم و بیش تمام شیعہ فرقوں میں جاری و ساری ہے۔ بانی جماعت اسلامی مفکر اسلام مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی اہل تشیع کے متفق علیہ عقائد کا تعارف کراتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:-
”ان کے مخصوص نظریات یہ تھے:-

- 1- امامت (جو خلافت کے بجائے ان کی مخصوص اصطلاح ہے) مصالح عامہ میں سے نہیں ہے کہ امت پر اس کا انتخاب چھوڑ دیا جائے اور امت کے بنانے سے کوئی شخص امام بن جائے، بلکہ وہ دین کا ایک رکن اور اسلام کا بنیادی پتھر ہے، اور نبی کے فرائض میں سے یہ ہے کہ امام کا انتخاب امت پر چھوڑنے کے بجائے خود بحکم صریح اس کو مقرر کرے۔“ (1)
- 2- امام کو معصوم ہونا چاہئے، یعنی وہ تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے پاک اور محفوظ ہو، اس سے غلطی کا صدور جائز نہ ہو، اور ہر قول و فعل جو اس سے صادر ہو برحق ہو۔ (2)
- 3- حضرت علی (رض) وہ شخص ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد امام نامزد کیا تھا اور وہ برائے نص امام تھے۔ (3)
- 4- ہر امام کے بعد نیا امام لازماً اپنے سے پہلے امام کی نص پر مقرر ہوگا، کیونکہ اس منصب کا تقرر امت کے سپرد ہی نہیں کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کے منتخب کرنے سے کوئی شخص امام ہو سکے۔ (4)
- 5- شیعوں کے تمام گروہوں کے درمیان اس بات پر بھی اتفاق تھا کہ امامت صرف

فکر کا عقیدہ امامت معصومہ کا ہے۔ ہمارے نزدیک جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا، معصومیت خاصہ نبوت ہے۔ وہ اپنے ائمہ کو بھی معصوم مانتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان سے خطا کا صدور ممکن نہیں۔ ہمارے اعتبار سے تو اس نوع کی امامت ایک قسم کی نبوت بن جاتی ہے، اور ہر قسم کی نبوت کو ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم سمجھتے ہیں۔“

(ڈاکٹر اسرار احمد، سانحہ کربلا، ص 26-27، اقتباس از خطاب جمعہ 8 محرم 1402ھ)۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی اور ڈاکٹر اسرار احمد جیسے اکابر اہل سنت کے ان بیانات سے کم و بیش تمام شیعہ فرقوں کے متفق علیہ عقیدہ امامت منصومہ و معصومہ کی نوعیت و حیثیت واضح ہو جاتی ہے مگر چونکہ شیعہ اثنا عشریہ کے علاوہ دیگر شیعہ فرقوں (کیسانیہ، زیدیہ، اسماعیلیہ، نور بخشیہ وغیرہ) کے عقیدہ امامت منصومہ و معصومہ کی تفصیلات کا الگ الگ تحقیقی مطالعہ و تجزیہ نہ موضوع بحث ہے اور نہ ممکن۔ لہذا تحقیقی مطالعہ و تجزیہ نیز نقل فتاویٰ کا سلسلہ صرف شیعہ اثنا عشریہ تک محدود رکھنا ناگزیر ہے، چنانچہ شیعہ اثنا عشریہ کے عقیدہ امامت منصومہ و معصومہ افضل من النبوة کا خلاصہ و نتیجہ درج کرنے کے بعد مختلف صدیوں اور فقہی مسالک سے تعلق رکھنے والے اکابر و مشائخ اہل سنت والجماعت کے بعض فتاویٰ نقل کئے جا رہے ہیں، من شاء ذکرہ۔

ائمہ اہل تشیع کی عملی صورت حال۔

اہل تشیع بالعموم اور شیعہ اثنا عشریہ بالخصوص اپنے ائمہ کے لئے جس مقام امامت منصومہ و معصومہ افضل من النبوة نیز جن صفات و خواص نبوت و رسالت حتیٰ کہ بعض صفات الوہیت تک کا عقیدہ رکھتے اور اسے توحید و رسالت و قیامت کی طرح اصول دین میں شمار کرتے ہیں، ان کو ملحوظ رکھتے ہوئے جب ائمہ شیعہ کی عملی صورت حال اور طرز عمل کا مختصراً جائزہ لیا جائے تو درج ذیل نقاط سامنے آتے ہیں۔

1۔ اہل تشیع کے منصوم و معصوم امام اول و خلیفہ بلا فصل، وصی رسول، ولی الامر سیدنا علی بن ابی طالب نے اپنی امامت و خلافت و ولایت منصومہ و معصومہ افضل من النبوة قائم کرنے کے بجائے شوریائیت و اجماع صحابہ کی بنیاد پر منتخب شدہ امام اول و دوم و سوم سیدنا ابوبکر و عمرو عثمان رضی اللہ عنہم کی امامت و خلافت (11-35ھ) کی بیعت فرمائی اور شہادت

عقائد میں جو اختلاف اور فرق واقع ہوا ہے تو وہ شیعوں اور سنیوں کے مابین ہوا ہے، اس اختلاف کو واقعاً نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

تاریخی واقعات کے بارے میں رائے اور سیاسی اختلافات کو ایک طرف رکھا جاسکتا ہے۔ شخصیات کے بارے میں بھی اگر اختلاف ہو تو اسے بھی کسی حد تک نظر انداز کیا جاسکتا ہے۔ کسی کا ذاتی رجحان اگر یہ ہو کہ وہ حضرت علی (رض) کو حضرت ابوبکر (رض) سے افضل سمجھتا ہو تو یہ بھی ایسی بنیادی و اساسی بات نہیں ہے کہ جس کی بناء پر ”من دیکرم تو دیکری“ کا معاملہ ہو سکے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ پوری امت محمد، علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو افضل ترین شخصیت ہی نہیں سمجھتی بلکہ پوری نوع انسانی میں انبیاء کرام کے بعد افضل البشر سمجھتی ہے لیکن اسے بھی عقیدے کا بنیادی اختلاف قرار نہیں دیا جاسکتا۔“

(ڈاکٹر اسرار احمد، سانحہ کربلا، ص 25-26، مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور، بار ہفتم مئی 1993ء)۔

ڈاکٹر اسرار احمد بعد ازاں شیعہ عقیدہ امامت منصومہ و معصومہ کے حوالے سے فرماتے ہیں:-

”اصل اہم مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک معصومیت ختم ہو چکی ہے جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ ہمارے نزدیک آنحضور خاتم النبیین والمرسلین (ص) کے ساتھ ساتھ خاتم المعصومین بھی ہیں اور ہم اسے ایمان بالنبوت اور ایمان بالرسالت کا ایک لازمی جزو سمجھتے ہیں اور یہ بات یقیناً بنیادی عقیدے سے متعلق ہے۔ اس لئے کہ یہ عقیدہ ختم نبوت کا لازمی نتیجہ ہے، چونکہ عصمت و معصومیت خاصہ نبوت ہے، نبوت ختم ہوئی تو عصمت و معصومیت بھی ختم ہوئی۔ اب نبوت کے بعد اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے۔ وحی نبوت کا دروازہ بند ہے اور تاقیام قیامت بند رہے گا۔ تاریخ انسانی کا بقیہ سارا دور اجتہاد کا ہے۔ اجتہاد میں مجتہد اپنی امکانی حد تک کوشش کرتا ہے کہ اس کی رائے قرآن و سنت ہی سے ماخوذ و مستنبط ہو۔ لیکن وہ معصوم عن الخطاء نہیں ہے۔ اس اجتہاد میں خطا بھی ہو سکتی ہے، لیکن اگر نیک نیتی کے ساتھ خطا ہے تو ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ مجتہد غلطی کو بھی اجر و ثواب ملے گا، اگرچہ اکرا۔ اور مجتہد اگر معصوب ہو یعنی صحیح رائے تک پہنچ گیا ہو تو اسے دوہرا اجر ملے گا۔ جبکہ شیعہ مکتب

عثمان (18 ذوالحجہ 35ھ) تک پچیس سال مسلسل ان ائمہ و خلفاء ثلاثہ کی یکے بعد دیگرے بیعت کر کے اس پر سختی سے قائم رہے، نیز ان ائمہ ثلاثہ کے مشیر و معاون رہے، اور ان کے ہمراہ اہل تشیع کے دوسرے اور تیسرے امام منصوص و معصوم افضل من الانبیاء سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما بھی سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کی امامت و خلافت کی بیعت پر قائم رہے۔

2۔ اہل تشیع کے دوسرے امام منصوص و معصوم سیدنا حسن شہادت امام علی کے چند ماہ بعد (41ھ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز و برادر نسبتی کاتب وحی و برادر سیدہ ام حبیبہ ام المؤمنین کے حق میں دستبردار ہو گئے اور سیدنا حسین کے ہمراہ سیدنا معاویہ کی امامت و خلافت کی بیعت کر لی۔ سیدنا حسن اس بیعت پر سن 50ھ میں اپنی وفات تک دس سال قائم رہے اور آپ کے بعد تیسرے امام منصوص و معصوم سیدنا حسین نے مزید دس برس وفات سیدنا معاویہ (رجب 60ھ) تک کل بیس برس اس بیعت معاویہ کو قائم رکھا اور ان کے مقابلے میں نہ سیدنا حسن نے اور نہ ہی بعد ازاں سیدنا حسین نے عملاً کوئی متوازی امامت و خلافت قائم فرمائی۔

3۔ تمام اہل تشیع کے متفق علیہ منصوص و معصوم امام اول و دوم و سوم سیدنا علی و حسن و حسین رضی اللہ عنہم کے بعد شیعہ اثنا عشریہ کے چوتھے امام منصوص و معصوم علی زین العابدین کے مقابلے میں ان کے غیر فاطمی چچا امام محمد بن علی (ابن الحنفیہ) نے اپنی امامت کا دعویٰ فرمایا اور شیعہ فرقہ کیسائیہ وجود میں آیا۔

4۔ شیعہ اثنا عشریہ کے پانچویں امام منصوص و معصوم محمد الباقر کے مقابلے میں ان کے بھائی امام زید بن علی زین العابدین نے اپنی امامت کا دعویٰ کیا اور شیعہ فرقہ زیدیہ وجود میں آیا، جس کے پیروکار آج بھی یمن و غیرہ میں کئی ملین کی تعداد میں موجود ہیں۔

5۔ شیعہ اثنا عشریہ کے چھٹے امام جعفر الصادق نے جب اپنے بڑے بیٹے اسماعیل بن جعفر کی اچانک وفات پر امامت اپنے چھوٹے بیٹے موسیٰ کاظم کو منتقل فرمائی تو امام اسماعیل کے فرزند محمد نے اپنے چچا موسیٰ کاظم کے مقابلے میں اپنی امامت کا دعویٰ فرمایا جس سے شیعہ فرقہ اسماعیلیہ وجود میں آیا جس کے کھڑوں پیروکار برصغیر پاک و ہند، افریقہ، یورپ اور دیگر مقامات پر موجود ہیں۔

6۔ اثنا عشریہ کے ساتویں امام موسیٰ کاظم کی اولاد میں سے امام سید محمد نور بخش (795-869ھ) نے ایران میں اپنی امامت اور امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا جس کے بعد شیعہ فرقہ نور بخشیہ وجود میں آیا جس کے پیروکار آج بھی گلگت و بلتستان اور کشمیر و ایران میں بڑی تعداد میں موجود ہیں۔

اس طرح مختلف شیعہ فرقے کیسائیہ، زیدیہ، اسماعیلیہ، نور بخشیہ وغیرہ شیعہ اثنا عشریہ کے ائمہ میں سے کئی ایک کی امامت کا انکار کر کے اپنے علیحدہ اماموں پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ سب اس بات سے بھی انکار کرتے ہیں کہ اماموں کی تعداد صرف بارہ ہے۔ حتیٰ کہ اثنا عشریہ کے بارہویں امام محمد المہدی کو بھی یہ شیعہ فرقہ تسلیم نہیں کرتے جن کے بارے میں اثنا عشریہ کا کہنا ہے کہ وہ تقریباً ساڑھے گیارہ سو سال پہلے عراق کے مقام ”سرمن رای“ میں غائب ہو گئے تھے اور قیامت کے قریب ظاہر ہو کر اپنے اثنا عشری فرقہ کی قیادت فرماتے ہوئے عالمگیر اسلامی (شیعہ اثنا عشری) حکومت قائم فرمائیں گے۔

اگر بارہ امام نبیوں کی طرح اللہ کی طرف سے مقرر شدہ (منصوص من اللہ) معصوم عن الخطاء و افضل من الانبیاء ہوتے تو کم از کم تمام شیعہ فرقوں کا ان کی امامت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوة پر مکمل اتفاق رائے ہوتا اور مذکورہ فرقوں کے مختلف ائمہ کرام اپنے ہی بھائیوں، بھتیجوں کے مقابلے میں امامت کے دعویدار نہ بتلائے جاتے۔

جبکہ اہل سنت و الجماعت شیعوں کے برعکس ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور لاکھوں تابعین و صالحین کے ساتھ ساتھ ان تمام شیعہ فرقوں کے ائمہ کرام کا بھی مکمل احترام کرتے ہیں، مگر ان میں سے نہ تو کسی کو اللہ کی طرف سے مقرر شدہ (منصوص من اللہ)، معصوم عن الخطاء، مفترض الطاعہ یا افضل من الانبیاء تسلیم کرتے ہیں اور نہ ہی ان صحیح العقیدہ بزرگان اسلام سے منسوب منفی شیعہ روایات و احادیث کو درست سمجھتے ہیں۔ ان شیعہ روایات و احادیث کی بھی صورت حال یہ ہے کہ مذکورہ شیعہ فرقے نہ تو ایک دوسرے کے اماموں کی روایات و احادیث قبول کرتے ہیں اور نہ ہی تفسیر و حدیث و فقہ وغیرہ کے سلسلہ میں ایک دوسرے کی کتابوں کو مستند تسلیم کرتے ہیں۔

اس کے برعکس دنیا بھر کے نوے فیصد سے زائد مسلمان جو صدیوں سے عقیدہ اہل سنت و الجماعت سے وابستہ ہیں، قرآن و حدیث، اصول و عقائد، فقہ و تفسیر اور تاریخ و

تصوف وغیرہ کے سلسلہ میں مشترکہ سرمائے کے حامل ہیں۔ نیز اہل سنت بالاتفاق کسی ایسے امام مہدی کو بھی تسلیم نہیں کرتے جو ساڑھے گیارہ سو سال سے غائب بارہویں اثنا عشری امام ہیں، بلکہ روایات اہل سنت کے مطابق آخری زمانہ میں خاندان رسالت میں سے ایک عظیم شخصیت محمد المہدی پیدا ہوں گے اور دنیا میں غلبہ اسلام کی قیادت فرمائیں گے۔

فتاویٰ تکفیر شیعہ اثنا عشریہ برائے عقیدہ امامت منصومہ و معصومہ افضل من النبوة۔

اہل تشیع بالخصوص اثنا عشریہ کے عقیدہ امامت منصومہ و معصومہ افضل من النبوة کے حوالہ سے گزشتہ چودہ سو سال میں اکابر اہل سنت نے جو آراء و فتاویٰ دیئے ہیں ان میں سے چند ایک اہم افکار و فتاویٰ ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں:-

1- قاضی عیاض مالکی (رح) م 544ھ

”وكذا لك نقطع بتكفير غلاة الرافضة في قولهم ان الائمة افضل من الانبياء“

(قاضی عیاض مالکی، کتاب الشفاء ج 2، ص 290)۔

ترجمہ:- اور اسی طرح ہم ان غالی شیعوں کو ان کے اس عقیدہ کی وجہ سے قطعی طور پر کافر قرار دیتے ہیں کہ ان کے اماموں کا درجہ نبیوں سے بالاتر ہے۔

2- شیخ عبد القادر جیلانی حنبلی (رح) م 561ھ

غوث اعظم سیدنا عبد القادر جیلانی کی مشہور کتاب ”غنیۃ الطالبین“ میں ایک باب ہے، ”فصل فی الفرق الضالہ عن طریق الہدی“ (ان فرقوں کے بیان میں فصل جو راہ ہدایت سے بھٹک گئے)۔ اس میں شیعوں کے بارے میں فرماتے ہیں:-

”والذی اتفقت علیہ طوائف الرافضة و فرقها اثبات الامامة عقلا و ان الامامة نص وان الائمة معصومون من الآفات والغلط والسهو والخطاء۔“

..... ومن ذلک تفضیلهم علیا فی جمیع الصحابة و تنصیصهم علی امامته بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم و تبرہم عن ابی بکر و عمر و غیرہما من الصحابة الانفرا منهم۔

..... ومن ذلک ان الامام یعلم کل شئی ما کان و ما یكون من امر الدنیا والدین حتی عدد الحصى و قطر الامطار و ورق الاشجار۔ وان الائمة تظهر علی ایدیہم المعجزات کالانبياء علیہم السلام۔“

(شیخ عبد القادر جیلانی، غنیۃ الطالبین، ص 156-157)۔

تابعین اور اجماع امت کے خلاف ہے تو ایسے شخص کو زندیق قرار دیا جائے گا۔ اسی سلسلہ کلام میں ختم نبوت کے حوالے سے موطا امام مالک کی عربی شرح "المسوی" میں فرماتے ہیں:-
 "وقال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبوة لکن معنی هذا الکلام انه لا يجوز ان یسمى بعده احد بالنبی۔ واما معنی النبوة وهو کون الانسان مبعوثا۔ من اللہ تعالیٰ الی الخلق مفترض الطاعة معصوما۔ من الذنوب و من البقاء علی الخطاء فیما یری فهو موجود فی الائمة بعده فذلک هو الزندیق۔ وقد اتفق جماہیر المتأخرین من الحنفیة والشافعیة علی قتل من یجری ذلک المجری"۔ ص 110۔

(المسوی، شرح الموطا للإمام مالک، جلد ثانی، طبع دہلی، 1293ھ)
 ترجمہ:- یا جو شخص یہ کہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبوة اور خاتم النبیین ہیں۔ لیکن اس کا مطلب اور تقاضا یہ ہے کہ آپ کے بعد کسی کو نبی کا نام نہیں دیا جائے گا۔ البتہ نبوت کا جو معنی و مفہوم ہے یعنی کسی انسان کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کی طرف مبعوث و نامزد ہونا، اس کی اطاعت کا فرض ہونا، اس کا گناہوں سے اور رائے میں غلطی اور اس پر قائم رہنے سے محفوظ و معصوم ہونا تو یہ سب صفات آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد اماموں میں موجود ہیں۔ پس ایسے عقائد اور خیالات رکھنے والے زندیق ہیں، اور جمہور متأخرین حنفیہ و شافعیہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ لوگ سزائے موت کے مستحق ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی فارسی تصنیف "تفہیمات الیہ" میں شیعہ امامیہ اثنا عشریہ کو ان کے عقیدہ امامت کی وجہ سے منکرین ختم نبوت قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"امام باصلاح ایشان معصوم، مفترض الطاعة، منصوب للخلق است، ووجی باطنی در حق امام تجویزی نمایند۔ پس در حقیقت ختم نبوت را منکر اند گو زبان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را خاتم الانبیاء می گفتند باشند"۔ (شاہ ولی اللہ، تفہیمات الیہ، ص 244)

ترجمہ:- ان (شیعوں) کی اصطلاح کے مطابق امام معصوم، اس کی اطاعت فرض اور وہ مخلوق کے لئے (اللہ کی طرف سے) مقرر و نامزد ہوتا ہے۔ نیز وہ امام کے لئے وجی باطنی کے قائل ہیں۔ پس اگرچہ وہ زبان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء کہتے ہیں، مگر درحقیقت ختم نبوت کے منکر ہیں۔

ترجمہ:- اور روافض (شیعوں) کے تمام فرقوں اور گروہوں کا اس پر اتفاق ہے کہ ان کا مسئلہ امامت از روئے عقل بھی ثابت ہے، اور امام کا تعین اللہ تعالیٰ کے صریح حکم سے ہوتا ہے اور یہ کہ امام ہر طرح کی آفات سے اور غلطی اور بھول چوک سے بھی معصوم ہوتے ہیں۔

اور ان شیعوں کے انہی عقائد میں سے یہ بھی ہے کہ وہ حضرت علی کو تمام صحابہ سے افضل مانتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے لئے اللہ و رسول اللہ کی طرف سے صراحت کے ساتھ امام مقرر کیا گیا تھا۔ نیز وہ ابو بکر و عمر اور گنتی کے چند افراد کے سوا تمام صحابہ کرام سے بیزار ہیں اور لاطعلق کا اظہار کرتے ہیں۔

اور ان کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ امام کو دنیا اور دین کی تمام چیزوں کا علم ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ دنیا بھر کے سنگ ریزوں اور کنکریوں اور بارش کے قطروں اور درختوں کے پتوں کی تعداد کا بھی ان کو علم ہوتا ہے اور اماموں کے ہاتھ پر انبیاء علیہم السلام کی طرح معجزات بھی ظاہر ہوتے ہیں۔

پس شیخ عبدالقادر جیلانی نے اہل تشیع کو عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ کی بنا پر راہ ہدایت سے بھٹک جانے والے گمراہ فرقوں میں شمار کیا ہے۔

3۔ علامہ علی قاری حنفی (رح) م 1014ھ
 علامہ علی قاری فرماتے ہیں:-

"وکذلک نقطع بتکفیر غلاة الرافضة فی قولهم ان الائمة المعصومین افضل من الانبیاء والمرسلین۔ وهذا کفر صریح"۔

(علی قاری حنفی، شرح الشفاء، جلد 2، ص 526۔)

ترجمہ:- اور اسی طرح ہم غالی شیعوں کو اس عقیدہ کی بنیاد پر قطعی طور پر کافر قرار دیتے ہیں کہ ان کے آئمہ معصومین، انبیاء و مرسلین سے افضل ہیں۔ یہ بات صریحاً کفر ہے۔

4۔ امام الحسن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (رح) م 1176ھ

امام الحسن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م 29 محرم 1176ھ / 1763ء) پہلے یہ واضح فرماتے ہیں کہ جو شخص اسلام پر بظاہر ایمان لانے کے باوجود بعض ایسی دینی حقیقتوں کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قطعی و واضح طور پر ثابت ہیں ایسی تشریح و تاویل کرتا ہے جو صحابہ و

شاہ ولی اللہ اپنی ایک اور تصنیف ”وصیت نامہ“ میں فرماتے ہیں:-

”اس فقیر از روح پر فتوح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوال کرد کہ حضرت چہ می فرمایند در باب شیعہ کہ مدعی محبت اہل بیت اند و صحابہ را بدی گویند؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنوعی از کلام روحانی القاء فرمودند کہ مذہب ایشان باطل است و بطلان مذہب ایشان از لفظ ”امام“ معلوم می شود۔ چون از ان حالت افتاد دست داد و در لفظ امام تامل کردم۔ معلوم شد کہ ”امام“ باصطلاح ایشان معصوم، مفترض الظلم، منصوب الخلق است، و وحی باطنی در حق امام تجویزی نمائید۔ پس در حقیقت ختم نبوت را منکر اند گو بزبان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را خاتم الانبیاء می گفتہ باشند۔

(شاہ ولی اللہ، وصیت نامہ ص 6-7، مطبع مسیحی باہتمام محمد مسیح الزمان کانپور، 1273ھ)۔

ترجمہ:- اس فقیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح سے سوال کیا کہ حضور آپ شیعوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو اہل بیت کی محبت کے دعویدار ہیں اور صحابہ کو برا کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روحانی طور پر یہ کلام القاء فرمایا کہ ان کا مذہب باطل ہے اور ان کے مذہب کا غلط و باطل ہونا ”امام“ کے لفظ سے معلوم ہو جاتا ہے۔

پس جب میں اس کیفیت سے باہر نکلا اور لفظ امام پر غور و فکر کیا تو معلوم ہو گیا کہ ان کی اصطلاح میں امام معصوم اس کی اطاعت فرض اور وہ مخلوق کے لئے (اللہ کی طرف سے) مقرر شدہ ہوتا ہے۔ نیز امام کے لئے وحی باطنی کا عقیدہ رکھتے ہیں، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زبان سے خاتم الانبیاء کہنے کے باوجود در حقیقت وہ منکرین ختم نبوت ہیں۔

5- شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (رح) م 1239ھ / 1824ء

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی جن کی تصنیف ”تحفہ اثنا عشریہ“ صدیوں سے شیعوں کے کافرانہ عقائد کی تفصیلات کے سلسلے میں ممتاز و منفرد حیثیت کی حامل ہے۔ شیعہ امامیہ اثنا عشریہ کے بارے میں درج ذیل فتویٰ دیتے ہیں:-

”در مذہب حنفی موافق روایات مفتی بہ حکم فرقہ شیعہ (امامیہ) حکم مردان است۔ چنانچہ در فتویٰ عالمگیری مرقوم است۔“

(فتویٰ عزیزی، ج 1، ص 12، مطبع مجملاتی، دہلی 1341ھ)۔

ترجمہ:- جن روایات پر فتویٰ کا دار و مدار ہے ان کے مطابق فقہ حنفی کی رو سے شیعہ فرقہ (امامیہ) کے بارے میں فتویٰ یہ ہے کہ وہ مرتدین ہیں۔ چنانچہ یہ فیصلہ فتویٰ عالمگیری میں درج ہے۔

6- اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی (رح) م 1340ھ / 1921ء

امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں بریلوی شیعوں کے عقیدہ امامت کی بنا پر انہیں کافر قرار دیتے ہوئے 1320ھ میں شائع شدہ اپنے مشہور فتویٰ میں فرماتے ہیں:-

”کفر دوم۔ ان کا ہر تنفس سیدنا امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم و دیگر آئمہ طاہرین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حضرات عالیات انبیائے سابقین علیہم الصلوٰت و التحیات سے افضل بتاتا ہے اور جو کسی غیر نبی کو نبی سے افضل کہے بہ اجماع مسلمین کافر ہے دین ہے۔“ (مولانا احمد رضا خاں بریلوی، رد الرافضۃ، ص 21، مطبوعہ 1320ھ)

7- مفتی اعظم پاکستان، مفتی ولی حسن (رح) م 1415ھ / 1995ء

مفتی اعظم پاکستان، مفتی ولی حسن ٹوکی، رئیس دارالافتاء، جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی شیعوں کے بارے میں اپنے تفصیلی فتویٰ میں عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوة کی بناء پر شیعہ اثنا عشریہ کو منکرین ختم نبوت قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:-

”ج۔ قادیانیوں کی طرح وہ لفظی طور پر ختم نبوت کے قائل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں، لیکن انہوں نے نبوت محمدیہ کے مقابلہ میں ایک متوازی نظام عقیدہ امامت کے نام سے تصنیف کر لیا ہے۔ ان کے نزدیک امامت کا ٹھیک وہی تصور ہے جو اسلام میں نبوت کا تصور ہے۔ چنانچہ امام نبی کی طرح منصوص من اللہ ہوتا ہے، معصوم ہوتا ہے، مفترض الظلم ہوتا ہے، ان کو تحلیل و تحریم کے اختیار ہوتے ہیں، اور یہ کہ بارہ امام تمام انبیائے کرام سے افضل ہیں۔ (اصول کافی، تفسیر مقدمہ مراۃ الانوار)۔

ان عقائد کے ہوتے ہوئے اس فرقہ کے کافر اور خارج از اسلام ہونے میں کوئی شک نہیں رہ جاتا ہے۔“

(فتویٰ مفتی ولی حسن، در جواب استفتاء مولانا منظور نعمانی، بحوالہ ثمنی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ مرتبہ مولانا محمد منظور نعمانی، مطبوعہ الفرقان، لکھنؤ، دسمبر

محتاج تعارف نہیں۔ وہ نہ صرف ”معارف الحدیث“ اور ”ایرانی انقلاب“ امام خمینی اور شیعت ”جیسی عظیم الشان تصانیف کے حوالہ سے عالمگیر شہرت کے حامل ہیں بلکہ ان کی تحریک پر برصغیر پاک و ہند و بنگلہ دیش نیز دیگر ممالک کے تمام سنی مکاتب فکر کے ایک ہزار سے زائد علماء و مفتیان نے مختلف وجوہ کی بنا پر شیعوں کے کافر اور منکرین ختم نبوت ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ آپ اپنے استفتاء میں فرماتے ہیں:

”اثنا عشری مذہب کی بنیادی اور مستند کتابوں کے مطالعہ کے بعد ایک یہ حقیقت بھی اسی طرح آنکھوں کے سامنے آتی ہے جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ اثنا عشریہ کا عقیدہ امامت جو اس مذہب کی اساس و بنیاد ہے، عقیدہ ختم نبوت کی قطعی نفی کرتا ہے اور اس بارہ میں ان کا عقیدہ جمہور امت مسلمہ سے بالکل مختلف ہے۔ وہ ”ختم نبوت“ اور خاتم ”التسین“ کے الفاظ کے تو قائل ہیں (جس طرح کہ قادیانی بھی قائل ہیں) لیکن اس کی حقیقت کے منکر ہیں۔ شیعوں اور قادیانیوں کے علاوہ امت کے تمام فرقوں کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم التسین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نبوت و رسالت جس حقیقت اور جس مقام و منصب کا عنوان ہے اس کا سلسلہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ پر ختم فرمادیا۔

ہر نبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث و نامزد اور بندوں کے لئے اللہ کی حجت ہوتا تھا۔ اس پر ایمان لانا نجات کی شرط ہوتا تھا۔ اس کو وحی کے ذریعہ اللہ کے احکام ملتے تھے، وہ معصوم ہوتا تھا، بندوں پر اس کی اطاعت فرض ہوتی تھی۔ صرف وہی اور اس کی تعلیم امت کے لئے ہدایت کا سرچشمہ اور مرجع و ماخذ ہوتا تھا۔ اگر وہ صاحب کتاب ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب بھی نازل ہوتی تھی۔ یہی نبوت کی حقیقت اور نبی کا مقام و منصب تھا اور جمہور امت محمدیہ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم التسین ہونے کا مطلب یہی ہے کہ آپ کے بعد یہ مقام و منصب کسی کو عطا نہ ہوگا۔

لیکن شیعہ اثنا عشریہ کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ مقام و منصب اور یہ سب امتیازات بلکہ ان سے بھی بالاتر مقامات و درجات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کے بارہ اماموں کو حاصل ہیں۔ وہ نبیوں کی طرح بندوں پر اللہ کی حجت ہیں۔ ان کے بغیر اللہ کی حجت بندوں پر قائم نہیں ہوتی، وہ نبیوں کی ہی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے نامزد، معصوم اور مفترض الطاعت

87۔ جولائی 88ء اشاعت خاص، و مطبوعہ لاہور، ص 154۔

واضح رہے کہ مفتی ولی حسن صاحب کے اس فتویٰ کی تصدیق پاکستان اور بنگلہ دیش وغیرہ کے سینکڑوں علماء کرام نے فرمائی ہے۔

8۔ امیر شریعت ہند، محدث جلیل، علامۃ العصر مولانا حبیب الرحمن الاعظمی عالم اسلام کے جلیل القدر عالم و محدث امیر شریعت ہند مولانا حبیب الرحمن الاعظمی جن کے فتویٰ کی تصدیق و تائید برصغیر پاک و ہند و بنگلہ دیش نیز دیگر ممالک کے کم و بیش ایک ہزار علماء و مفتیان نے فرمائی ہے۔ اپنے فتویٰ میں ختم نبوت کے حوالہ سے شیعہ عقیدہ امامت کے بارے میں فرماتے ہیں:-

”اثنا عشری شیعوں کے وجوہ کفر میں سے ایک وجہ انکار ختم نبوت بھی ہے، اہل اسلام کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کے سوا نبیوں رسولوں کی طرح کوئی معصوم اور مفترض الطاعت (جس کی اطاعت فرض ہو) نہیں ہے، لیکن شیعوں کے عقیدہ میں امام بھی معصوم اور مفترض الطاعت ہوتا ہے۔ اس پر وحی باطنی آتی ہے اور اس کو حلال و حرام کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔ وہ تمام کمالات و شرائط و صفات میں انبیاء کا ہم پلہ ہوتا ہے۔ اس میں اور پیغمبر میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ بلکہ امامت کا مرتبہ پیغمبری سے بھی بالاتر ہے۔“

(فتویٰ مولانا حبیب الرحمن الاعظمی، در جواب استفتاء مولانا منظور نعمانی، بحوالہ خمینی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ، حصہ اول، صفحہ 108، طبع لاہور)۔

بعد ازاں چند شیعہ روایات امامت درج کرنے کے بعد آخر میں فرماتے ہیں:-

ان عبارتوں کے مطالعہ کے بعد اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ اثنا عشری شیعہ ”ختم نبوت“ اور ”خاتم التسین“ کے الفاظ کے تو قائل ہیں لیکن اس کی حقیقت کے قطعی منکر ہیں۔ اسی بناء پر حضرت شاہ ولی اللہ نے موطا امام مالک کی عربی شرح موسیٰ میں ان کو دائرہ اسلام سے خارج اور زندیق قرار دیا ہے۔“

(متفقہ فیصلہ، حصہ اول، ص 110، مطبوعہ لاہور)۔

9۔ محسن اہل سنت مولانا محمد منظور نعمانی

یکے از اکابر تبلیغی جماعت، سابق نائب امیر جماعت اسلامی ہند و شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند، مدیر مجلہ الفرقان لکھنؤ و رکن رابطہ عالم اسلامی مکہ، مولانا محمد منظور نعمانی کی شخصیت

ہیں۔ ان پر ایمان لانا اسی طرح نجات کی شرط ہے جس طرح نبیوں پر ایمان لانا شرط نجات ہے۔ ان پر فرشتوں کے ذریعے وحی بھی آتی ہے۔ اللہ کے احکام بھی آتے ہیں۔ ان کو معراج بھی ہوتی ہے، ان پر کتابیں بھی نازل ہوتی ہیں۔ یہ تو وہ صفات اور اللہ تعالیٰ کے وہ انعامات ہیں جن میں یہ ”آئمہ معصومین“ انبیاء علیہم السلام کے شریک اور ان کے برابر ہیں۔

لیکن اثنا عشریہ کے نزدیک ان کو ان کے علاوہ ایسے بلند مقامات اور کمالات بھی حاصل ہیں جو انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل نہیں۔ مثلاً یہ کہ دنیا ان ہی کے دم سے قائم ہے۔ اگر ایک لمحہ کے لئے بھی ہماری یہ دنیا امام کے وجود سے خالی ہو جائے تو سب نیست و نابود ہو جائے، اور مثلاً یہ کہ ان کی پیدائش اس عام طریقہ اور عام راستہ سے نہیں ہوتی جس طریقہ اور راستہ سے عام انسانوں کی پیدائش ہوتی ہے، بلکہ وہ اپنی ماؤں کی ران میں سے نکلتے ہیں، اور مثلاً یہ کہ کائنات کے ذرہ ذرہ پر ان کی تکوینی حکومت ہے یعنی ان کو کن فیکون کا اقتدار و اختیار حاصل ہے، اور یہ کہ ان کو اختیار ہے کہ وہ جس چیز یا جس عمل کو چاہیں حلال یا حرام قرار دے دیں۔ اور مثلاً یہ کہ تمام آئمہ عالم ماکلن و مایکون ہیں، کوئی چیز ان سے مخفی نہیں۔ اور مثلاً یہ کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سے وہ علوم بھی عطا ہوئے جو نبیوں اور فرشتوں کو بھی نہیں دیئے گئے ہیں، اور مثلاً یہ کہ وہ دنیا اور آخرت کے مالک و مختار ہیں، جس کو چاہیں دے دیں، بخش دیں اور جس کو چاہیں محروم رکھیں، اور مثلاً یہ کہ وہ اپنی موت کا وقت بھی جانتے ہیں اور ان کی موت ان کے اختیار میں ہوتی ہے۔

ظاہر ہے کہ جمہور امت محمدیہ کے نزدیک یہ شان انبیاء علیہم السلام کی بھی نہیں ہے بلکہ ان میں سے بعض تو وہ ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی صفات ہیں، لیکن اثنا عشریہ کے نزدیک ان کے آئمہ کی یہی شان ہے اور یہ سب صفات و مقامات ان کو حاصل ہیں۔ سبحانہ و تعالیٰ عما یشرکون۔

آئمہ کی صفات و امتیازات اور ان کے بلند مقامات و درجات کے بارے میں یہ جو کچھ لکھا گیا وہ ان کی اصح الکتاب، اصول کافی، کتاب الحج کی روایات اور ان کے آئمہ معصومین کے ارشادات کا حاصل اور خلاصہ ہے۔ ان روایات و ارشادات کا متن اصل کتاب میں دیکھا جاسکتا ہے۔ راقم سطور کی کتاب ”ایرانی انقلاب“ امام خمینی اور شیعیت میں بھی (ص 119)

سے 165 تک) ان تمام روایات کا متن دیکھا جاسکتا ہے جو اصول کافی ہی سے بحوالہ صفحات نقل کیا گیا ہے۔

اپنے آئمہ کے ان ارشادات اور ان روایات ہی کے مطابق اثنا عشریہ کا عقیدہ ہے، اسی کے ساتھ وہ مانتے ہیں کہ ان اماموں کے لئے نبی کا لفظ نہیں بولا جائے گا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمادیا گیا ہے۔

ان سب چیزوں کے سامنے آجانے کے بعد کسی صاحب عقل و دانش کو اس میں شک و شبہ نہیں رہ سکتا کہ اثنا عشریہ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کی حقیقت ختم نہیں ہوئی۔ وہ تو امامت کے عنوان سے ترقی کے ساتھ جاری ہے۔ البتہ آپ کے بعد کسی کو نبی نہیں کہا جائے گا۔ بس یہی ان کے نزدیک ختم نبوت کی حقیقت ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین قرار دیئے جانے کا تقاضا ہے۔“

(خمینی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ، مرتبہ مولانا محمد منظور نعمانی، مطبوعہ لاہور، حصہ اول، ص 76-78، اقتباس از استفتاء)۔

امامت کے نبوت و رسالت سے برتر ہونے کے سلسلے میں علامہ باقر مجلسی، امام خمینی اور بعض دیگر علماء و مجتہدین کے حوالے سے اقوال نقل کرنے کے بعد مولانا نعمانی فرماتے ہیں:-

”ان تصریحات کے بعد اس میں شک شبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ اثنا عشریہ کے نزدیک ان کے آئمہ کا مقام و مرتبہ انبیاء علیہم السلام سے بالاتر ہے، اور وہ ان اعلیٰ مقامات اور بلند تر درجات پر فائز ہیں جن تک کسی مقرب فرشتے اور نبی مرسل کی بھی رسائی نہیں ہو سکتی، اور یہ کہ ان کے آئمہ پر نبی کے لفظ کا اطلاق اس وجہ سے نہیں کیا جاسکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ”خاتم النبیین“ فرمایا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ فی الحقیقت عقیدہ ختم نبوت کی قطعی نفی ہے۔“ (متفقہ فیصلہ، حصہ اول، ص 79)۔

10- علامہ مفتی خلیل احمد قادری بدایونی، خادم دارالافتاء بدایون۔

حضرت مولانا مفتی خلیل احمد قادری بدایونی اہل سنت کے حنفی بریلوی مکتب فکر کی ترجمانی کرتے ہوئے عقیدہ امامت اور بعض دیگر وجوہ کی بنا پر اہل تشیع کے کافر اور منکرین ختم نبوت ہونے کا فتویٰ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:-

”فرقہ روافض اثنا عشریہ کھلم کھلا ضروریات دین کا منکر ہے۔ مثلاً قرآن کریم میں

ہیں، آپ کے بعد کوئی نیانی پیدا نہ ہوگا۔ لہذا خصوصیات نبوت، وحی، شریعت، عصمت وغیرہ بھی قیامت تک بند ہیں، مگر یہ شیعہ لوگ اگرچہ بر ملا عقیدہ ختم نبوت کے انکار کی جرات نہیں کرتے مگر درپردہ یہ لوگ اجراء نبوت کے قائل ہیں، کیونکہ ان کا عقیدہ امامت انکار ختم نبوت کو مستلزم ہے۔ لہذا یہ لوگ بطور تقیہ اپنے اماموں کے لئے لفظ نبی کے استعمال کرنے سے تو گریز کرتے ہیں مگر درحقیقت یہ لوگ اپنے آئمہ کے لئے خصوصیات نبوت ثابت کرتے ہیں۔ یعنی اپنے آئمہ کو منصوب از خدا، معصوم اور ان کے پاس وحی شریعت آنے کے قائل ہیں۔ نیز ان کو احکام شریعت کو منسوخ کرنے کا اختیار بھی دیتے ہیں، بلکہ روح اللہ خمینی کی تحریر کے مطابق ان کے آئمہ درجہ الوہیت تک پہنچے ہوئے ہیں۔ یہ تو شرک ہے۔

روح اللہ خمینی نے اپنی کتاب ”الحکومۃ الاسلامیہ“ میں خامہ فرسائی کی ہے کہ:-

”فان للامام مقاما- محمودا- ودرجة سامیة و خلافة تکوینیة تخضع لولايتها وسيطرتها جميع ذرات هذا الكون- وان من ضروریات مذهبنا ان لا نؤمن بمقاما- لا یبلغه ملک مقرب ولا نبی مرسل-“۔ الی ان قال- ”وقد ورد عنهم (ع) ان لنا مع الله حالات لا یسعها ملک مقرب ولا نبی مرسل-“۔ الی ان قال- ”ومثل هذه المنزلة موجودة لفاطمة الزهراء علیها السلام الخ-“ (الحکومۃ الاسلامیة، ص 52)۔

اس کے کفر کے ثبوت کے لئے یہ حوالہ ہی کافی ہے۔

(خمینی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ، مطبوعہ لاہور، حصہ دوم، ص 95، مولانا شمس الدین قاسمی، اقتباس از فتویٰ جامعہ حسینیہ، عرض آباد، میرپور ڈھاکہ)۔
علاوہ ازیں کئی دیگر وجوہ تکفیر بھی گنوانے کے بعد آخر میں مولانا قاسمی تحریر فرماتے ہیں:-

”بہر حال مذکورہ بالا کفریہ عقائد کی بناء پر فرقہ اثنا عشریہ اور ان کے قائد روح اللہ خمینی کے کفر و ارتداد اور دائرہ اسلام سے خارج ہونے میں کسی شک و شبہ و تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔“

(خمینی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ، حصہ دوم، ص 96)۔

نقصان و کمی کا ماننا یا اس کا محتمل ہونا ہی ماننا، یا اپنے بارہ اماموں کو انبیاء مسلمہ السلام سے افضل ماننا، خلافت حقہ شیعین رضی اللہ عنہما کو خلافت منصوبہ ناطق ماننا، بعد وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ سوائے چار کے اسلام کو ترک کر کے کفر اختیار کرنا ماننا، (نمود باللہ منہ) جس کا تفصیلی بیان مولانا محمد منظور صاحب نعمانی نے استفتاء اور اپنی کتاب ”ایرانی انقلاب“ میں پوری وضاحت سے فرمایا ہے۔ اس واضح بیان کے بعد کوئی مسلمان اس گروہ کے کفر میں شک نہیں کر سکتا۔

(متفقہ فیصلہ، حصہ اول، ص 116-117، مطبوعہ لاہور، فتویٰ مولانا مفتی خلیل احمد قادری، علوم دارالافتاء، بدایون، در جواب استفتاء مولانا منظور نعمانی)۔

اپنے اس فتویٰ میں امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان بریلوی کے مشہور فتویٰ مطبوعہ 1320ھ بنام ”رد الرفضہ“ میں سے وہ عبارت نقل فرمانے کے بعد جس میں عقیدہ امامت کی بناء پر تکفیر شیعہ کی گئی ہے، اور جو گزشتہ صفحات میں نقل کیا جا چکا ہے۔ آپ مولانا حبیب الرحمن اعظمی کے تفصیلی فتویٰ کی مکمل تصدیق و تائید فرمانے کے ساتھ ساتھ اپنی طرف سے بھی فتویٰ صادر فرماتے ہیں۔

”آئمہ اہل بیت کرام کو انبیاء سابقین مسلمہ الصلوہ والسلام سے افضل ماننا بھی یقیناً کفر ہے۔“ (متفقہ فیصلہ، حصہ اول، ص 119)۔

آپ کے اس فتویٰ کی تصدیق مولانا خلیق انظف خان، فاضل دارالعلوم منظر اسلام، بریلی نے فرمائی ہے۔ علاوہ ازیں مولانا محمد اقبال قادری صدر مدرس مدرسہ قادریہ بدایون، مولانا فضل انظف خان مہتمم مدرسہ ظفر العلوم اور مولانا محمد ابراہیم قادری صدر مدرس مدرسہ حذا بدایون وغیرہ متعدد علماء اہل سنت نے فرمائی ہے۔

11- مولانا شمس الدین قاسمی، مہتمم جامعہ حسینیہ عرض آباد، میرپور ڈھاکہ

بنگلہ دیش کے ممتاز عالم و مفتی مولانا شمس الدین قاسمی ناظم عمومی جمعیت علماء اسلام بنگلہ دیش و مہتمم جامعہ حسینیہ ڈھاکہ نے مولانا منظور نعمانی کے استفتاء کے جواب میں جو تفصیلی فتویٰ سینکڑوں علماء بنگلہ دیش کی تصدیق کے ہمراہ صادر فرمایا ہے اس میں عقیدہ تحریف قرآن کے بعد شیعہ عقیدہ امامت کے حوالہ سے فرماتے ہیں۔

(2) دور صحابہ سے آج تک امت کا اجماع ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی

باب چہارم

صحابہ کرام رض

12۔ مولانا یعقوب اسماعیل قاسمی۔ ڈیو زبری، برطانیہ
انگلستان کے ممتاز عالم و مفتی مولانا محمد یعقوب اسماعیل قاسمی نے مولانا منظور نعمانی کے
استفتاء کے جواب میں جو تفصیلی فتویٰ تحریر فرمایا ہے اور جس کی تائید و تصدیق سو سے زائد
علمائے انگلستان نے فرمائی ہے، اس میں سیدنا ابوبکر و عمر نیز تحریف قرآن کے حوالہ سے شیعہ
عقائد بیان کرنے کے بعد عقیدہ امامت کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:-

(3) شیعہ اثنا عشریہ کے بنیادی عقیدوں میں ایک عقیدہ امامت ہے جو ان کی کتابوں میں
واضح طور پر تفصیل سے مذکور ہے، بلکہ عقیدہ امامت اس فرقہ کی مذہبی اساس و بنیاد ہے۔
اس عقیدہ امامت کے بارے میں جو تفصیلات شیعوں کی مستند کتابوں میں ہیں (جو استفتاء میں
پیش کردی گئی ہیں) ان کی بنیاد پر یہ عقیدہ بلاشبہ امت مسلمہ کے مسلمہ عقیدہ ختم نبوت کی
نفی کرتا ہے جو ضروریات دین میں سے ہے اور اس کا انکار بلاشبہ موجب کفر ہے۔“
(متفقہ فیصلہ، حصہ دوم، مطبوعہ لاہور، ص 118، اقتباس از فتویٰ مولانا یعقوب اسماعیل
قاسمی، ڈیو زبری، یو کے)۔

ان چند اقوال و فتاویٰ سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اہل تشیع بالخصوص شیعہ اثنا
عشریہ اپنے عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ افضل من النبۃ کی بناء پر منکرین ختم نبوت قرار
پاتے ہیں اور اس بنیاد پر ہر دور کے اکابر امت و علماء و مشائخ اہل سنت نے انہیں کافر، گمراہ
اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے جن میں قاضی عیاض مالکی، غوث اعظم سیدنا عبدالقادر
جیلانی، علامہ علی قاری حنفی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز، مولانا احمد رضا خان
بریلوی اور عصر جدید کے سینکڑوں علماء و مشائخ اہل سنت والجماعت بھی شامل ہیں۔
(تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو شمینی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ،
مرتبہ مولانا محمد منظور نعمانی، و مطبوعہ مجلہ ”الفرقان“ لکھنؤ، اشاعت خاص، دسمبر 1987ء تا
جولائی 1988ء یا مطبوعہ لاہور، حصہ اول و دوم مع ضمیمہ جات)۔

4۔ صحابہ کرام (رض)

اہل تشیع سیدنا ابوبکر و عمر عثمان و علی رضی اللہ عنہم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اجماع امت کی رو سے بالترتیب پہلا، دوسرا، تیسرا اور چوتھا امام و خلیفہ تسلیم نہیں کرتے بلکہ اپنی اذان، کلمہ اور عقیدہ میں بار بار حضرت علی کو پہلا امام اور خلیفہ بلا فصل قرار دیتے ہیں، جو کہ اجماع صحابہ کے سراسر منافی اور کفر ہے، اسی حوالہ سے اور تک زیب کے زمانہ میں برصغیر کے دو سو سے زائد جید علماء کرام کے مرتب کردہ ”فتاویٰ عالمگیری“ میں امامت ابوبکر صدیق اور خلافت عمر کے منکر کو کافر قرار دیا گیا ہے۔

اس کافرانہ عقیدہ کے علاوہ شیعوں کی کتب تفسیر و حدیث وغیرہ میں سیدنا ابوبکر و عمرو عثمان، طلحہ و زبیر و امیر معاویہ، فاتح عراق سعد بن ابی وقاص، فاتح مصر سیدنا عمرو بن عاص، سیدنا عبدالرحمن بن عوف، سیدنا ابو عبیدہ ابن الجراح، سیف اللہ سیدنا خالد بن ولید، نیز ام المومنین سیدہ عائشہ و حفصہ و ام حبیبہ سمیت اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کفر و فحاشی اور آل علی سے دشمنی جیسے طرح طرح کے بے ہودہ الزامات لگائے گئے ہیں۔ لہذا تفسیر و حدیث اور دیگر علوم شرعیہ میں ننانوے فیصد صحابہ کرام کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کردہ روایات کو شیعہ نہ صرف ناقابل اعتبار اور غیر مستند قرار دیتے ہیں، بلکہ ان سے نفرت کی وجہ سے ان کے ناموں پر اپنے بچوں کے نام رکھنا بھی گناہ سمجھتے ہیں، حالانکہ حضرت علی کے تین بیٹوں کے نام ابوبکر و عمرو عثمان تھے اور امام حسن کے ایک بیٹے کا نام معاویہ تھا۔ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابوبکر و عمرو ابوسفیان کے داماد اور سیدنا معاویہ کے بہنوئی تھے۔ سیدنا عثمان آپ کے دہرے داماد تھے۔ نیز حضرت علی نے حضرت ابوبکر کی بیوہ اسماء بنت عمیس سے اور حضرت عمر نے سیدہ ام کلثوم بنت علی سے نکاح فرمایا تھا۔ سیدنا جعفر الصادق کے نانا قاسم بن محمد بن ابوبکر اور نانی اسماء بنت عبدالرحمن بن ابوبکر دونوں سیدنا ابوبکر صدیق کے پوتا اور پوتی تھے۔ سیدنا زبیر، نبی و علی کے چھوٹے زاد اور سیدنا سعد بن ابی وقاص، سیدہ آمنہ کے چچا زاد بھائی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں تھے۔

مگر ان سب رشتہ داریوں کے باوجود شیعہ نہ صرف ان جلیل القدر ہستیوں کا مقام و منصب نہیں پہنچاتے بلکہ ازواج مطہرات کی شان میں نازل شدہ آیت تطہیر (بارہ 22) پہلا رکوع۔ سورۃ الاحزاب، آیت 33) کے باوجود سیدہ عائشہ و حفصہ و ام حبیبہ سمیت تمام امہات

2- ان من امن الناس على في صحبته و ماله ابو بكر - (متفق عليه)

مشكاة المصابيح: باب مناقب ابی بکر۔

ترجمہ: مجھ پر جس شخص کی صحبت اور مال کا سب لوگوں سے زیادہ احسان ہے وہ ابو بکر ہیں۔

3- انت صاحب فی الفار و صاحبی علی الحوض - (رواہ الترمذی)

مشكاة: باب مناقب ابی بکر۔

ترجمہ: آپ غار ثور میں میرے ساتھی تھے، اور حوض کوثر پر بھی میرے ساتھ ہوں گے۔

ب۔ یکم محرم کو امام و خلیفہ دوم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کی یاد بھی شیعہ حضرات نہیں مناتے اور نہ مجالس محرم میں شہادت عمر کا شہادت حسین کے ساتھ ذکر کرتے ہیں، بلکہ سیدنا عمر کو مسجد نبوی میں امامت نماز فجر کے وقت وار کر کے شہید کرنے والے ایرانی مجوسی ابو اللؤلؤہ فیروز پاری کی قبر ”مزار حضرت ابو اللؤلؤہ“ کے نام سے ایرانی صوبہ خوزستان میں موجود ہے اور ایران میں صدیوں سے ”عید عمر کشن“ (قاتلین عمر کا جشن) منایا جاتا رہا ہے۔ حتیٰ کہ عمر فاروق کے قاتل فیروز کے نام پر شیعہ اپنے بچوں کے نام بڑی خوشی سے رکھتے ہیں، اور اسی نسبت سے فیروزہ پتھر کو بھی مبارک سمجھتے ہیں، حالانکہ سیدنا عمر فاروق کے اسلام لانے کی دعا خود نبی علیہ السلام نے فرمائی تھی۔ لہذا حضرت عمر مراد رسول ہیں۔ نیز نبی علیہ السلام آپ کی بیٹی سیدہ حفصہ کے شوہر اور داماد عمر ہیں۔ قبول اسلام سے شہادت تک آپ کی عظیم الشان خدمات کا اعتراف غیر مسلم مورخین بھی کرتے ہیں۔ آپ مدفون روضہ رسول اور حدیث نبوی کے مطابق سیدنا ابو بکر کے ہمراہ بزرگن جنت کے سردار ہیں، اور آپ کے بارے میں نبی علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا:۔

لو کان بعدی نبیا۔ لکان عمر - (الترمذی، مشكاة: باب مناقب عمر)۔

ترجمہ: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے۔

ج۔ 18 ذوالحجہ (35ھ) امام و خلیفہ سوئم، دوہرے داماد رسول، جامع قرآن، شہید مظلوم، سیدنا عثمان غنی ذوالنورین کا یوم شہادت ہے، جن کا پچاس دن تک محاصرہ کر کے پانی کی رسد تک بند رکھی گئی اور مجوسی و سبائی سازشیوں نے جمعہ کے روز عصر کے وقت روزہ کی حالت

المومنین کو اہل بیت رسول سے خارج قرار دیتے ہیں۔ نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹوں بیٹوں قاسم و عبداللہ و ابراہیم اور تین بیٹیوں (سیدہ فاطمہ کی بڑی بہنوں) سیدہ زینب و رقیہ و ام کلثوم رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی اہل بیت رسول سے خارج قرار دیتے ہیں۔ شیعوں کے صحابہ کرام و اہل بیت کے بارے میں ایسے تمام عقائد و افکار کافرانہ اور گستاخانہ ہیں۔

علاوہ ازیں شیعہ حضرات اہل سنت سے تو توقع رکھتے ہیں کہ وہ عاشوراء محرم بلکہ پورے ماہ محرم میں سادگی سے نکاح بھی نہ کریں مگر خود شیعہ حضرات امام و خلیفہ اول سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے یوم وفات (22 جمادی الثانی) پر دھوم دھام سے شادی بیاہ کرتے ہیں، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم داماد ابو بکر ہیں، اور سیدنا ابو بکر سب سے پہلے مسلمان مرد، مصدق رسول، یار غار، رفیق ہجرت، جامع قرآن اور مدفون روضہ رسول ہیں۔ بقول علامہ اقبال۔ ثانی اسلام و غار و بدر و قبر۔

چنانچہ قرآن نے سیدنا ابو بکر کو ثانی اثنین، صاحب رسول اور نبی کے ہمراہ معیت الہی کا حامل قرار دے کر ان کے افضل الناس بعد الانبیاء ہونے کی تصدیق کر دی، اور ان کی امامت و خلافت کا اشارہ دے دیا۔

ثانی اثنین اذہما فی الغار اذ یقول لصاحبه لا تحزن ان اللہ معنا (التوبة: 40)۔

دو میں سے دوسرے جب وہ دونوں غار ثور میں تھے جب آپ اپنے صاحب (ساتھی) سے کہہ رہے تھے فکر نہ کریں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف انہیں اپنی جگہ امام نماز مقرر فرمایا بلکہ آخر میں انہیں امامت نماز کے معنی سے ہٹائے بغیر ان کے دوش بدوش نماز ادا فرمائی نیز ان کے بارے میں فرمایا۔

1- ابو بکر و عمر سیدا کھول الجنة من الاولین والاخرین الا النبیین والمرسلین - (رواہ الترمذی و ابن ماجہ، مشكاة المصابيح: باب مناقب ابی بکر و عمر)۔

ترجمہ: ابو بکر و عمر نبیوں اور رسولوں کے علاوہ اول و آخر تمام بزرگن جنت کے سردار ہیں۔

ترجمہ: اے اللہ انہیں راستہ دکھانے والا مہدی بنا اور ان کے ذریعے لوگوں کو ہدایت

دے۔

2- اللہم علمہ الكتاب و الحساب و قہ العذاب (کنز العمال، جلد 7

ص 87)۔

ترجمہ: اے اللہ انہیں حساب و کتاب کا علم دے اور عذاب سے محفوظ رکھ۔

3- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ میری امت کا پہلا لشکر جو سمندری جنگ

کرے گا اس کے لئے مغفرت واجب ہے۔

(اول جيش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا۔ صحیح البخاری، کتاب

الجهاد)۔

اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ پہلا بحری بیڑہ سیدنا معاویہ نے تیار کروایا اور انہی کی

قیادت میں قبرص کو بحری راستے سے حملہ کر کے بلا خرچ کر لیا گیا۔

مگر شیعہ حضرات یوم وفات سیدنا معاویہ (ہدایت 22 رجب) کو کونڈوں کے نام پر خوشی

مناتے اور حلوہ و دیگر اشیاء کی نیاز دیتے ہیں، حالانکہ اس دن کا سیدنا جعفر صادق سے کوئی

تعلق ثابت نہیں، بلکہ بعض شیعہ روایات کے مطابق یہ نیاز وفات امیر شام (امیر معاویہ) پر

خوشی منانے کی قدیم شیعہ روایت ہے جو آج تک چلی آرہی ہے۔ اٹالہ و اٹالیہ راجحون۔

غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی، صحابی رسول سیدنا معاویہ کی بیس سالہ عظیم الشان

خلافت کے بارے میں فرماتے ہیں:

واما خلافة معاویة فتأبئة صحيحة بعد موت علی و بعد خلع الحسن

بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نفسہ عن الخلافة و تسلیمہما الی معاویة۔

(غنیۃ الطالبین، ص 172)۔

ترجمہ: حضرت علی کی وفات اور حضرت حسن بن علی رضی عنہما کے خلافت سے

دستبردار ہو کر اسے حضرت معاویہ کے سپرد کر دینے کے بعد حضرت معاویہ کی خلافت درست

اور ثابت شدہ ہے۔

۴- سیدنا طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کے یوم شہادت (15 جمادی الثانی 36ھ) پر بھی شیعہ

بڑی دھوم دھام سے شادی بیاہ کرتے ہیں، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کی

میں طہارت قرآن کرتے ہوئے اسی سال سے زائد عمر میں اس بے دردی سے شہید کیا کہ ان

کی زوجہ محترمہ سیدہ نائلہ کی انگلیاں کٹیں، سیدنا عثمان کا خون قرآن مجید پر گرتا رہا اور

لاکھوں مربع میل کے حکمران خلیفہ راشد کی لاش تین دن تک بے گور و کفن پڑی رہی،

جنہوں نے اپنی جان دے دی مگر مدینہ الرسول میں خونریزی گوارا نہ کی، جنہیں نبی علیہ

السلام نے اس مصیبت کی پیشگی اطلاع دے کر صبر کرنے کی نصیحت فرمائی تھی، (مشکاۃ، باب

مناقب عثمان)۔ اور جو یکے بعد دیگرے نبی علیہ السلام کی دو بیٹیوں سیدہ رقیہ و ام کلثوم کے

شوہر اور نواسہ رسول سیدنا عبداللہ بن عثمان کے والد تھے۔ نیز نبی و علی کی پھوپھی زاد بہن

کے فرزند تھے۔ مدینہ میں بیٹھے پانی کا کنواں خریدنے سے غزوہ تبوک کا ساز و سامان مہیا کرنے

اور صلح حدیبیہ کے موقع پر بیعت رضوان تک کئی موقعوں پر نبی علیہ السلام نے ان کو جنت

کی بشارت دی۔ (عثمان فی الجنة، مشکاۃ، باب مناقب العشرة)۔ اور یہ بھی

فرمایا:۔

لکل نبی رفیق و رفیقہ یعنی فی الجنة عثمان۔ (مشکاۃ، باب مناقب

عثمان، رواہ الترمذی و ابن ماجہ)۔

ترجمہ: ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے اور جنت میں میرے رفیق عثمان ہوں گے۔

اس جلیل القدر امام امامت کے یوم شہادت پر شیعہ، ایران و پاکستان وغیرہ میں ”جشن

غدير خم“ مناتے ہیں، کیونکہ بقول شیعہ اس روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خم نامی تالاب کے

مقام پر ”من کنت مولاه فعلی مولاه“ فرما کر حضرت علی کی امامت و خلافت کا اعلان کیا تھا،

حالانکہ اس حدیث کا علماء اہلسنت کے نزدیک امامت و خلافت سے قطعاً کوئی تعلق نہیں بلکہ

اس کا سیدھا سادہ مطلب یہ ہے کہ ”جس کا میں دوست ہوں علی بھی اس کے دوست

ہیں۔“ چنانچہ ”یوم شہادت عثمان“ شیعوں کے نزدیک ”یوم جشن غدير خم“ ہے۔

د- 22 رجب (60ھ) سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یوم وفات ہے، جو نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کی زوجہ ام المومنین سیدہ ام حبیبہ کے بھائی، جلیل القدر صحابی رسول اور کاتب

وحی ہیں۔ آپ کے بارے میں نبی علیہ السلام نے دعا فرمائی کہ:

1- اللہم اجعلہ ہادیاً و مہدیاً و اہد بہ۔ (مشکاۃ، باب جامع

المناقب)۔

4۔ جبریل علیہ السلام نے سیدہ عائشہ کے بارے میں نبی علیہ السلام سے فرمایا:-

”هذه زوجتك في الدنيا والاخرة۔ (مشكاة۔ باب مناقب ازواج النبی)

رواہ الترمذی۔

ترجمہ: یہ دنیا اور آخرت میں آپ (ص) کی زوجہ ہیں۔

ز۔ حب اہل بیت کا دعویٰ کرنے والے شیعہ سب سے بڑے داماد رسول سیدنا ابو العاص بن ربیع الاموی شوہر سیدہ زینب بنت رسول (ص) کی خدمات و شہادت کو بھی قاتل احترام نہیں سمجھتے اور نہ ان کی یاد مناتے ہیں، حالانکہ وہ نواسہ رسول، سیدنا علی کے والد ہیں، جو فتح مکہ کے موقع پر اپنے نانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار ہو کر مکہ میں داخل ہوئے۔ (الاصابہ، الاستیعاب، و کتاب نسب قریش)۔ نیز آپ نواسی رسول سیدہ امامہ کے والد ہیں۔ سیدہ زینب کی وفات کے بعد انہوں نے دوسری شادی کرنے کی بجائے جہاد میں شرکت فرما کر شہادت پائی (م 13ھ) اور مکہ میں شعب ابی طالب میں بنو ہاشم کے بایکات کے تین سالوں میں یہی ابو العاص پابندیوں کے باوجود اپنے غلے سے لدے اونٹ شعب ابی طالب میں ہانک کر بنو ہاشم کے خورد و نوش کا انتظام فرماتے رہے، جس پر خوش ہو کر شیعہ روایات کے مطابق بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

”ابو العاص نے ہماری دامادی کا حق ادا کر دیا۔ (ناخ التواریخ، جلد دوم، ص 518)۔

سیدنا ابو العاص نہ صرف سیدہ خدیجہ کے بھانجے اور سیدہ فاطمہ کے بہنوئی و خالہ زاد تھے، بلکہ سیدہ فاطمہ کی وصیت کے مطابق سیدنا علی نے سیدہ فاطمہ کی بھانجی امامہ بنت ابی العاص سے شادی کی اور جس طرح سیدہ زینب نے اپنی والدہ سیدہ خدیجہ کی وفات کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دیکھ بھال اور سیدہ فاطمہ کی پرورش کی تھی اسی طرح سیدہ امامہ بنت زینب نے اپنے خالہ زاد حسن و حسین کی پرورش فرمائی، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بڑی بیٹی سیدہ زینب کے بارے میں ارشاد ہے:-

”ہی افضل بناتی“ (یہ میری زیادہ فضیلت والی بیٹی ہے)

انہی سیدہ امامہ کے بچپن کے بارے میں روایت ہے:-

عن ابی قتادة الانصاری ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلى و هو حامل امامة بنت زينب بنت رسول الله و لابی العاص ابن

شہادت کی پیش گوئی فرمائی تھی اور (طلحة في الجنة والزبير في الجنة۔ مشكاة۔ باب مناقب العشرة)۔ (طلحہ جنتی ہیں اور زبیر جنتی ہیں) کے علاوہ فرمایا:- قاتل الزبير في النار۔ (زبیر کا قاتل جہنمی ہے)۔ سیدنا علی نے بھی جنگ جمل میں دونوں کو دھوکے سے شہید کرنے والے قاتلین طلحہ و زبیر پر لعنت بھیجی اور فرمایا:- ”وددت اني مت قبل هذا اليوم بعشوين سنة۔ (کاش میں آج کے دن سے بیس سال پہلے مر گیا ہوتا)۔ (علی شریعتی، قاسمین مارقیں نا کشین، ص 112، تہران، انتشارات قلم آباد، 1358)۔

و۔ اسی طرح ام المومنین سیدہ عائشہ کے یوم وفات (17 رمضان 58ھ) کو بھی شیعہ اس حوالے سے قاتل احترام نہیں سمجھتے، نہ ان کی وفات و خدمات کا تذکرہ کرتے ہیں، حالانکہ ان کی شان میں نہ صرف سورہ نور کی آیات نازل ہوئیں بلکہ انہی کے حجرہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری ایام گزارے اور یہی حجرہ عائشہ روضہ رسول قرار پایا۔ سیدہ عائشہ نے وفات نبوی کے بعد سینتالیس برس تک (11-58ھ) ہزاروں صحابہ و تابعین کو قرآن و حدیث، فقہ و تفسیر اور دیگر علوم شریعت کی تعلیم دی، اور جس نبی نے سیدہ فاطمہ کو خاتون جنت قرار دیا، اسی نبی نے سیدہ عائشہ کے بارے میں فرمایا:-

1۔ لاتنوذینی فی عائشة۔ (متفق علیہ، مشكاة المصابيح، باب مناقب ازواج النبی)۔

ترجمہ: عائشہ کے بارے میں مجھے تکلیف نہ پہنچاؤ۔

2۔ فضل عائشة على النساء كفضل الثريد على سائر الطعام۔ (متفق علیہ، مشكاة، باب بدء الخلق و ذكر الانبياء عليهم السلام)۔

ترجمہ: عائشہ کو تمام عورتوں پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح ثرید (عروں کا عمدہ ترین کھانا) کو تمام کھانوں پر فضیلت حاصل ہے۔

3۔ سیدہ فاطمہ سے سیدہ عائشہ کے بارے میں فرمایا:-

”يا بنیة الاتحبين ما احب؟ قالت بلى، قال فاحبى هذه۔ (متفق علیہ،

مشكاة، باب مناقب ازواج النبی)۔

ترجمہ: اے بیٹی کیا جس سے مجھے محبت ہے تو اس سے محبت نہیں رکھے گی۔ (سیدہ فاطمہ نے) فرمایا ہاں کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا پس اس خاتون (عائشہ) سے محبت رکھ۔

القاسم و رقية و زينب و ام كلثوم و ولد له بعد المبعث فاطمة عليها السلام-

وروی ایضا: انه لم یولد بعد المبعث الا فاطمة وان الطیب والطاهر ولدا قبل مبعثه۔ (صافی شرح اصول الکافی)۔
ترجمہ :- آپ (ص) نے خدیجہ سے شادی کی جبکہ آپ کی عمر بیس اور تیس برس کے درمیان تھی۔ پس ان کے بطن سے بعثت سے پہلے آپ کی اولاد میں سے قاسم و رقیہ و زینب و ام کلثوم اور بعثت کے بعد فاطمہ علیہا السلام پیدا ہوئے۔
اور یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ بعثت کے بعد صرف فاطمہ پیدا ہوئیں جبکہ طیب و طاهر دونوں بعثت سے پہلے پیدا ہوئے۔

2۔ در حدیث معتبر از امام جعفر صادق منقول است....
خدیجہ اور ا خدا رحمت کند... از من طاہر و مطہر بہم رسانید کہ او عبد اللہ بود و قاسم را آورد و رقیہ و فاطمہ و زینب و ام کلثوم ازو بہم رسید۔
(باقر مجلسی، حیات القلوب، جلد دوم، باب 5، ص 82)۔
ترجمہ :- مستند حدیث میں امام جعفر صادق سے منقول ہے....
خدیجہ پر اللہ کی رحمت ہو... انہوں نے میرے طاہر و مطہر بیٹوں قاسم و عبد اللہ کو جنم دیا۔ نیز میری رقیہ و فاطمہ و زینب و ام کلثوم بھی انہی کے بطن سے پیدا ہوئیں۔
3۔ سیدنا علی سیدنا عثمان کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:-

وانت اقرب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و شیجۃ رحم منہما۔
وقد نلت من صہرہ مالم ینالا۔ (نہج البلاغۃ، طبع مصر، جلد 2، ص 85)۔
ترجمہ :- اور آپ ان دونوں (ابوبکر و عمر) کی نسبت خاندانی رشتہ کے لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب (پھوپھی زاد بہن کے بیٹے) ہیں۔ نیز آپ کو ان (ص) کی دلدلی کا شرف حاصل ہے جو ان دونوں کو حاصل نہیں۔
4۔ شیعہ مفکر ایران ڈاکٹر علی شریعتی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیوں اور دو بیٹوں کی ولادت کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

”ہمہ در انتظار اند تا ازیں خانہ پسرانی برومند بیرون آیند وہ خاندان عبدالمطلب و خانوادہ

التربیع۔ فاذا سجد وضعها و اذا قام حملها۔ (صحیح البخاری، جلد اول، ص 74)۔

ترجمہ :- ابو قتادہ انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں امامہ بنت زینب بنت رسول اللہ، دختر ابوالعاص کو اٹھائے ہوئے جب سجدہ فرماتے تو انہیں نیچے اتار دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو وہ دوبارہ سوار ہو جاتیں۔
مگر ان تمام خدمات و احسانات کا بدلہ شیعوں نے یوں دیا کہ نہ کبھی شہادت ابوالعاص (13ھ) کو یاد رکھا اور نہ ہی نواسی رسول امامہ بنت ابی العاص زوجہ علی بن ابی طالب کی یاد منائی، نہ ہی ان کی والدہ سیدہ زینب اور ان کی بہنوں سیدہ رقیہ و ام کلثوم کو یاد رکھا، جبکہ سیدہ رقیہ کا مقام یہ ہے کہ غزوہ بدر کے موقع پر سیدنا عثمان کو اپنی زوجہ سیدہ رقیہ بنت رسول کی تیمارداری کا حکم دے کر نبی علیہ السلام نے اس تیمارداری کو غزوہ بدر میں شرکت کے برابر قرار دیا (صحیح البخاری، باب مناقب عثمان) اور بدر سے واپسی پر دو دفعہ ہجرت کی سختیاں برداشت کرنے والی اپنی اس پیاری بیٹی کی وفات و تدفین کی خبر سن کر آپ صدمے سے نڈھال ہو گئے۔ تیسری بیٹی سیدہ ام کلثوم زوجہ عثمان غنی کا مقام و خدمات بھی عظیم الشان ہیں۔

ان دختران پیغمبر کے ساتھ مزید ظلم شیعوں نے یہ کیا کہ اپنے ہی قدیم مورخین کے برعکس انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سوتیلی بیٹیاں قرار دے دیا، تاکہ سیدنا ابوالعاص کا اول دلدل رسول اور ان کے بعد سیدنا عثمان کا دوہرا دلدل رسول ہونا ثابت نہ ہو اور سیدنا علی تیسرے کی بجائے واحد دلدل رسول قرار پائیں، (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔ حالانکہ کسی معمولی شیعہ کی بیٹیوں کو بھی ان کے باپ کی بجائے کسی اور باپ کی طرف نسبت دی جائے تو اس کی غیرت گوارا نہیں کرتی مگر آقائے دو جہاں نبی آخر الزماں کے ساتھ اس گستاخی و توہین کی جسارت شیعوں نے بڑی بے شری اور ذہناتی کے ساتھ کی ہے۔

عمومی شیعہ پروپیگنڈہ کے برعکس سیدہ زینب و رقیہ و ام کلثوم کے بھی سیدہ فاطمہ کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سگی بیٹیاں ہونے کے ثبوت و تائید میں نمنا۔ بعض ناقابل تردید شیعہ روایات ملاحظہ ہوں:-

1۔ تزوج خدیجۃ و هو ابن بضع و عشرين سنة۔ فولد له منها قبل مبعثه

محمد قدرت و اعتبار و استحکام بخشند۔

فرزند تختین دختر بود۔۔۔ زینب۔

امام خانوادہ در انتظار پسر است۔

دوی دختر بود۔۔۔ رقیہ۔

انتظار شدت یافت و نیاز شدید تر۔

سوی۔۔۔۔۔ ام کلثوم۔

دو پسر قاسم و عبد اللہ آمدند۔ مرثہ بزرگی بود۔ امانہ در خثیدہ انول کردند۔

واکنون دریں خانہ سه فرزند است و ہر سه دختر۔۔۔

اما۔۔۔ باز ہم دختر۔ نامش رافاطہ گزاشتند۔

(دکتر علی شریعتی، فاطمہ فاطمہ است، تہران، سازمان انتشارات حسینہ ارشاد، طبع دوم،

تیرہ 1356)۔

ترجمہ :- سب لوگ انتظار میں ہیں کہ اس گھرانے سے آبرو منہ فرزند نمودار ہوں اور

خاندان عبد المطلب و خانوادہ محمد (ص) کو قوت و استحکام و معتبر مقام بخشیں۔

پہلا بچہ پیدا ہوا تو وہ لڑکی تھی۔۔۔ زینب۔

مگر خاندان کو تو بیٹے کا انتظار ہے۔

دوسری مرتبہ بھی بیٹی پیدا ہوئی۔۔۔ رقیہ۔

انتظار شدید ہو گیا اور ضرورت شدید تر۔

تیسری مرتبہ۔۔۔۔۔ ام کلثوم۔

دو بیٹے قاسم و عبد اللہ پیدا ہوئے، یہ بہت بڑی خوشخبری تھی مگر وہ پروان چڑھے بغیر ہی

وفات پا گئے۔

اور اب اس گھر میں تین بچے ہیں اور تینوں ہی بیٹیاں۔۔۔

۔۔۔ ایک بار پھر لڑکی ہی پیدا ہوئی۔ جس کا نام فاطمہ رکھا گیا۔

ان تمام مستند شیعہ حوالہ جات کی موجودگی میں عمومی شیعہ پراپیگنڈہ کے تحت نبی صلی

اللہ علیہ وسلم کی تین سگی بیٹیوں (سیدہ زینب و رقیہ و ام کلثوم) کو بالعموم سوتیلی قرار دینا اور

سیدنا ابوالعاص و عثمان کو واجب الاحترام داماد رسول (ص) تسلیم نہ کرنا، اہل تشیع کے خبث

باطن اور منافقانی کا بین ثبوت ہے۔

واضح رہے کہ اولاد و ازواج رسول (ص) اور ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام (رض) کے

بارے میں شیعوں کا یہ رویہ شیعوں کی ان روایات پر مبنی ہے جو ان کی کتب حدیث و تفسیر

میں اماموں سے غلط طور پر منسوب کی گئی ہیں۔ مثلاً "شیعہ حدیث کی مستند ترین کتاب

"الکافی" جس کے بارے میں شیعوں کا دعویٰ ہے کہ بارہویں امام مہدی نے یہ فرمایا:۔ (حذا

کاف شیعہ۔۔۔ یہ ہمارے شیعوں کے لئے کافی ہے) اس میں روایت ہے کہ سیدنا علی کو نبی

صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پہلا امام و خلیفہ نہ ماننے کی وجہ سے بنو ہاشم سے باہر تین چار افراد

کے سوا ایک لاکھ سے زائد تمام کے تمام صحابہ کرام مرتد اور خارج از ایمان و اسلام قرار

پائے۔ لہذا نہ تو ان سے قرآن و حدیث و تفسیر وغیرہ شرعی علوم کی روایات قابل قبول ہیں

اور نہ ہی وہ قابل احترام ہیں بلکہ معاذ اللہ سب کے سب قابل مذمت اور دشمنان علی ہیں۔

بطور اشارہ یہاں صرف ایک شیعہ حدیث نقل کی جا رہی ہے۔ کتاب الکافی دیکھیں تو اس میں

ایسی بے شمار خرافات موجود ہیں جو کوئی محترم امام ہرگز نہیں کہہ سکتا۔

عن ابی جعفر علیہ السلام قال: کان الناس اہل ردة بعد النبی صلی

اللہ علیہ وآلہ الا ثلاثة۔ فقلت و من الثلاثة؟ فقال المقداد بن الاسود و

ابوذر الغفاری و سلمان الفارسی رحمة اللہ علیہم و برکاتہ۔ (فروع

الکافی، جلد 3، کتاب الروضة، ص 115)۔

ترجمہ: ابو جعفر (یعنی امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ نبی صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تین کے سوا تمام لوگ مرتد ہو گئے تھے۔ (راوی کہتا ہے) پس میں

نے عرض کیا کہ وہ تین کون تھے تو آپ نے فرمایا۔ مقداد بن اسود، ابوذر غفاری اور سلمان

فارسی رحمة اللہ علیہم و برکاتہ۔

نواسے اور نواسیاں

- 20- سیدنا علی بن ابی العاص وزینب، رضی اللہ عنہا
- 21- سیدنا عبداللہ بن عثمان ورقیہ، رضی اللہ عنہا
- 22- سیدنا حسن بن علی وفاطمہ، رضی اللہ عنہا
- 23- سیدنا حسین بن علی وفاطمہ، رضی اللہ عنہا
- 24- سیدہ امہ بنت ابوالعاص وزینب زوجہ سیدنا علی بن ابی طالب، رضی اللہ عنہا
- 25- سیدہ ام کلثوم بنت علی وفاطمہ زوجہ سیدنا عمر فاروق، رضی اللہ عنہا
- 26- سیدہ زینب بنت علی وفاطمہ زوجہ سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار، رضی اللہ عنہا
- 27- سیدہ رقیہ بنت علی وفاطمہ (بچپن میں وفات پائی) رضی اللہ عنہا۔

اہل بیت رسول (ص) بمطابق عقیدہ اہل سنت
ازواج نبی (ص) اہل بیت المؤمنین (رض)

- 1- ام المؤمنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ بنت خویلد، رضی اللہ عنہا
 - 2- ام المؤمنین سیدہ سودہ بنت زمعہ، رضی اللہ عنہا
 - 3- ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ بنت ابی بکر الصدیق، رضی اللہ عنہا
 - 4- ام المؤمنین سیدہ حفصہ بنت عمر الفاروق، رضی اللہ عنہا
 - 5- ام المؤمنین سیدہ زینب بنت خزیمہ، رضی اللہ عنہا
 - 6- ام المؤمنین سیدہ زینب بنت جحش، رضی اللہ عنہا
 - 7- ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ بنت سہیل، رضی اللہ عنہا
 - 8- ام المؤمنین سیدہ جویریہ بنت الحارث، رضی اللہ عنہا
 - 9- ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان، ہشیرہ سیدنا سلویہ، رضی اللہ عنہا
 - 10- ام المؤمنین سیدہ صفیہ بنت حی بن اخطب، رضی اللہ عنہا
 - 11- ام المؤمنین سیدہ میمونہ بنت الحارث، رضی اللہ عنہا
 - 12- ام المؤمنین سیدہ ماریہ القبطیہ ام ابراہیم، رضی اللہ عنہا
- اولاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم
- 13- سیدنا قاسم (طاہر) رضی اللہ عنہ
 - 14- سیدنا عبداللہ (طیب) رضی اللہ عنہ
 - 15- سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ
 - 16- سیدہ زینب زوجہ سیدنا ابوالعاص بن ربیع الاموی القرشی، رضی اللہ عنہا
 - 17- سیدہ رقیہ زوجہ سیدنا عثمان بن عفان الاموی القرشی، رضی اللہ عنہا
 - 18- سیدہ ام کلثوم زوجہ سیدنا عثمان بن عفان الاموی القرشی، رضی اللہ عنہا
 - 19- سیدہ فاطمہ زوجہ سیدنا علی ابن ابی طالب الهاشمی القرشی، رضی اللہ عنہا

1- شیعہ کتب حدیث اور صحابہ کرام (رض)

شیعہ اثنا عشریہ جعفریہ کی کتب حدیث میں ان کے نزدیک سب سے زیادہ مستند ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی رازی (م 328ھ) کی کتب ”المجامع الکافی“ ہے، جس کا نام رکھنے کے بارے میں اثنا عشری شیعوں کے بارہویں امام مدنی کا یہ قول روایت کیا جاتا ہے:

”قال امام العصر و حجة الله المنتظر عليه سلام الله الملك الاکبر في حق: هذا كاف لشيعةنا.“

ترجمہ: امام زمانہ و حجت اللہ المستظر، ان پر شہنشاہ عظیم اللہ تعالیٰ کا سلام ہو، نے اس کتب کے بارے میں فرمایا: یہ ہمارے شیعوں کے لئے کافی ہے۔“

اہل تشیع کی حدیث کی اس معتبر ترین کتب میں جو تمام شیعہ کتب کا منبع و ماخذ اول ہے۔ سیدنا ابوبکر و عمر نیز دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں بارہ اماموں سے منسوب بہت سی ایسی احادیث درج ہیں جن کے مطابق ننانوے فیصد صحابہ کرام کفر و فتناء و ارتداد اور ظلم و سرکشی کے مرتکب قرار پاتے ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذلک)۔ ان میں سے بعض روایات شیعہ فرقہ کی جانب سے بغض صحابہ اور صحابہ کرام کی شان میں گستاخی و تبرائے ثبوت کے طور پر بطور مثل پیش کی جارہی ہیں، تاکہ بتواتر اہل سنت ان کے لئے نرم گوشہ رکھنے سے پہلے حقیقت حال سے واقف ہو کر فیصلہ کر سکیں۔ (نقل کفر کفر نباشد)۔

1- ابوبکر کی خلافت کی بیعت سب سے پہلے شیطان ابلیس نے کی (معاذ اللہ)

ابو جعفر کلینی نے کتاب ”الکافی“ کے آخری حصہ کتاب الروضہ میں ایک طویل روایت درج کی ہے، جس کے مطابق سلمان فارسی نے ایک اجنبی بزرگ کو ابوبکر کی بیعت کرتے دیکھا تو حضرت علی کے پاس آکر ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا:

ذلک ابلیس لعنه الله۔ (وہ ابلیس ملعون تھا)

پھر سلمان فارسی سے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انیس ابوبکر کے بارے میں بتایا تھا، کہ لوگ ستیفہ بنی ساعدہ میں علی کی امامت و خلافت قبول کرنے کے بجائے ابوبکر کو خلیفہ بنائیں گے، پھر سب لوگ مسجد نبوی میں آجائیں گے، اور وہاں بیعت کرنے والوں میں سب سے پہلا ابلیس ہوگا۔

”اول من یبایعه علی منبری ابلیس لعنه الله فی صورة شیخ۔“

(الکافی، کتاب الروضہ)۔

ترجمہ: سب سے پہلے میرے منبر پر اس (ابوبکر) کی بیعت کرنے والا ابلیس ملعون ہوگا جو ایک بزرگ کی شکل میں آئے گا۔

2- شیخین (ابوبکر و عمر) پر خدا، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔

”کلینی کی کتاب“ الروضہ میں روایت ہے کہ امام باقر کے ایک مخلص مرید نے شیخین (ابوبکر و عمر) کے بارے میں ان سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا:

”ما تسألنی عنہما‘ مامات منامیت الا ساخطا علیہما یور۔ بذلک الکبیر منا الصغیر‘ انہما ظلمنا حقنا‘ وکانا اول من ركب اعناقنا‘ واللہ ما من بلیة ولا قضیة تجری علینا الا ہما اسسا اولہما فعلیہما لعنة اللہ و الملائکة و الناس اجمعین۔“ (الکافی، کتاب الروضہ، ص 115)۔

ترجمہ: تم ان دونوں کے بارے میں مجھ سے کیا پوچھتے ہو، ہم اہل بیت میں سے جو بھی دنیا سے گیا ان دونوں سے سخت ناراض گیا ہے۔ ہم میں سے ہر بڑے نے چھوٹے کو اس کی وصیت کی ہے۔ ان دونوں نے ظالمانہ طور پر ہمارا حق مارا۔ یہ دونوں سب سے پہلے ہم اہل بیت کی گردنوں پر سوار ہوئے۔ ہم اہل بیت پر جو بھی مصیبت اور آفت آتی ہے، اس کی بنیاد انہی دونوں نے ڈالی ہے۔ لہذا ان دونوں پر اللہ، فرشتوں اور تمام بنی نوع انسان کی لعنت ہے۔

3- ابوبکر و عمر، برادران یوسف علیہ السلام سے بھی بدتر ہیں (معاذ اللہ)

یعقوب علیہ السلام کے جن بیٹوں نے اپنے بھائی یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں پھینکا تھا، ان کے بارے میں اسی مخلص مرید کے اس سوال کے جواب میں کہ کیا وہ نبی تھے؟ امام باقر نے فرمایا:

لا ولكنهم كانوا اسباطا۔ اولاد الانبیاء، ولم یکن یفارق الدنیا الا سعداء تابوا و تذکروا ما صنعوا۔ وان الشیخین فارقا الدنیا ولم یتوبوا ولم یتذکرا ما صنعوا بامیر المومنین علیہ السلام۔ فعلیہما لعنة اللہ و الملائکة و الناس اجمعین۔ (کتاب الروضہ، ص 115 طبع لکھنؤ)۔

ترجمہ: (یعقوب علیہ السلام کے وہ بیٹے) نبی تو نہیں تھے البتہ اولاد انبیاء، میں سے تھے،

دونوں کافر ہیں، ان پر اللہ فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔
6- عمر فاروق نے اپنے زمانہ خلافت میں ام کلثوم بنت علی
سے زبردستی نکاح کر لیا (معاذ اللہ)

شیعوں کے رئیس المحدثین ثقہ الاسلام ابو جعفر کلینی کی ”فروع کافی“ جلد دوم میں
ایک مستقل باب ہے جس کا عنوان ہے۔ ”باب فی تزویج ام کلثوم“ (یعنی ام کلثوم کی شادی
کا باب۔ اس باب میں امام جعفر صادق کے خاص شیعہ راوی جناب زرارہ سے روایت ہے
اور یہ باب کی پہلی روایت ہے:

”عن ذرارة عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی تزویج ام کلثوم فقال: ان
ذلک فرج غصبناء۔“ (فروع الکافی، باب فی تزویج ام کلثوم، روایت
اولیٰ)۔

ترجمہ: زرارہ نے ام کلثوم کی شادی کے بارے میں ابو عبد اللہ (جعفر صادق) علیہ السلام
سے روایت کیا ہے کہ آپ نے اس سلسلے میں فرمایا:
وہ ہماری عزت تھی جسے ہم سے زبردستی چھین لیا گیا۔

اصل عربی جملہ جسے زرارہ نے امام جعفر کا ارشاد بنا کر پیش کیا ہے۔ اس قدر شرمناک
اور حیا سوز ہے کہ اس کا لفظی ترجمہ کرنا ممکن نہیں۔ اس شادی کے نتیجہ میں جو سیدنا علی
اور سیدہ ام کلثوم کی رضامندی سے ہوئی، سیدنا عمر فاروق کا ایک بیٹا زید بھی پیدا ہوا۔ اگر
اسے شیعہ روایت کے مطابق سیدہ ام کلثوم اور ان کے ولی سیدنا علی شیر خدا کی مرضی کے
خلاف زبردستی کی شادی قرار دیا جائے تو اس سے سیدنا عمر کی شخصیت جس قدر مجروح ہوتی
ہے اس کا تصور بھی محال ہے، لیکن اس روایت سے خود سیدنا علی شیر خدا اور ان کے اہل
بیت کی بھی جس قدر توہین و تحقیر ہوتی ہے۔ اس کا کوئی مسلمان تو درکنار کوئی باغیرت انسان
بھی تصور تک نہیں کر سکتا۔ اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا منظور نعمانی فرماتے
ہیں:-

”ناظرین کرام میں سے جو عربی دان ہیں انہوں نے تو سمجھ لیا ہوگا کہ یہ جملہ جو زرارہ
صاحب نے امام جعفر صادق کا ارشاد بنا کر پیش کیا ہے، (ذلک فرج غصبناء) کس قدر شرمناک
اور حیا سوز ہے، جو ہرگز کسی شریف آدمی کی زبان سے نہیں نکل سکتا۔ نیز یہ کہ اس سے خود

لیکن ان میں سے ہر ایک دنیا سے خوش نصیبی کی حالت میں رخصت ہوا، کیونکہ انہوں نے
(یوسف علیہ السلام کے ساتھ) جو ظلم کیا تھا، اس کو یاد رکھا اور توبہ کر لی۔

لیکن شیخین (ابو بکر و عمر) نے دنیا کو اس حال میں چھوڑا کہ انہوں نے جو ظلم امیر المومنین
علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا اس سے انہوں نے توبہ نہ کی اور اس کا خیال بھی نہیں کیا۔ لہذا
ان پر اللہ فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔

4- ظہور مہدی تک تمام خون ناحق، کسب حرام اور زنا شیخین کی گردنوں پر
کتب ”رجال کشی“ میں روایت نقل کی گئی ہے کہ امام باقر کے ایک مخلص مرید کیت
بن زید نے امام موصوف سے عرض کیا کہ میں ان دونوں آدمیوں (ابو بکر و عمر) کے بارے میں
آپ سے معلوم کرنا چاہتا ہوں تو انہوں نے فرمایا۔

”یا کمیت بن زید ما ھریق فی الاسلام محجة دم ولا اکتسب مال من
غیر حلہ ولا نکح فرج حرام الا و ذلک فی اعناقھما الی یوم یقوم
قائمنا۔“ (رجال کشی، ص 135)۔

ترجمہ: اے کیت بن زید اسلام میں جن کا بھی ناحق خون بہایا گیا، جو بھی ناجائز مال کمایا
گیا، اور جو بھی زنا ہوا یا ہوگا، ہمارے قائم (امام مہدی) کے ظاہر ہونے تک ان سب کا گناہ
انہی دونوں (ابو بکر و عمر) کی گردنوں پر ہوگا۔

5- ابو بکر و عمر، منافق و کافر و ملعون ہیں (نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات)
کتب الکافی کے آخری حصہ، ”کتب الروضہ“ میں شیعوں کے ساتویں امام معصوم
ابو الحسن موسیٰ الکاظم کا ایک طویل مکتوب پوری سند کے ساتھ روایت کیا گیا ہے۔ اس میں
شیخین (ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) کے بارے میں فرماتے ہیں:

”فلعمری لقد نافقا قبل ذلک و ردا علی اللہ جل ذکرہ کلامہ و
ھزیا برسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و ھما الکافران علیھما لعنة اللہ
والملائکة و الناس اجمعین۔“ (الکافی، کتاب الروضۃ، ص 62، طبع
لکھنؤ)۔

ترجمہ: میں اپنی زندگی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ دونوں پہلے سے منافق تھے۔ انہوں
نے اللہ جل ذکرہ کے کلام کو رد کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ تسخر کیا۔ وہ

اسی تسلسل میں مزید فرماتے ہیں۔

”اے مساوات عظام خدا کے واسطے کچھ تو سوچو اور ضرور سوچو، جس مذہب کی اس قدر معتبر کتاب میں حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے شان اقدس میں اس قسم کے بکواس ہوں جو آپ ذلیل سے ذلیل نوکر کو نہیں کہہ سکتے تو اس مذہب سے آپ نے کیا پھل پانا ہے۔ خدا را اپنی عاقبت تباہ نہ کرو۔“ (مذہب شیعہ، ص 72)۔

سیدنا عمر کے سیدہ ام کلثوم بنت علی سے نکاح کے بارے میں بعض اہل تشیع یہ دلیل بھی دیتے ہیں کہ عمر بن خطاب سیدہ فاطمہ کی سوتیلی والدہ (ام المومنین حفصہ بنت عمر) کے والد ہونے کی وجہ سے رشتہ کے لحاظ سے سیدہ فاطمہ کے نانا اور سیدہ ام کلثوم کے پرانا لگتے تھے، لہذا شرعی طور پر اس شادی کی گنجائش نکل بھی آئے تو عقلی و معاشرتی لحاظ سے یہ روایت ناقابل قبول ہے۔ مگر یہی اہل تشیع سیدنا علی کے سیدنا ابوبکر کی بیوہ اسماء بنت عمیس سے نکاح کو شرعی و معاشرتی ہر لحاظ سے درست تسلیم کرتے ہیں، حالانکہ وہ سیدہ فاطمہ کی سوتیلی والدہ ام المومنین سیدہ عائشہ کی سوتیلی والدہ ہونے کی وجہ سے رشتے میں سیدہ فاطمہ کی ثانی لگتی تھیں، مگر چونکہ شرعی لحاظ سے سیدنا علی کا ان سے نکاح حرام نہیں تھا، لہذا ان کا سیدہ اسماء سے نکاح شرعاً اسی طرح درست ہے جس طرح سیدنا عمر فاروق کا سیدہ ام کلثوم سے نکاح درست ہے اور عرب اسلامی معاشرے میں عجبی و ہندو معاشرے کے برعکس ایسی شادیاں قطعاً معیوب نہیں سمجھی جاتی تھیں۔

7۔ کفر و فسق و معصیت سے مراد خلیفہ اول و دوم و سوم (ابوبکر و عمر و عثمان) ہیں۔

قرآن مجید کی ایک آیت مندرجہ ذیل ہے:-

”وَكُرْهُ الْيَكْمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ“ (سورة الحجرات الاية 7)

ترجمہ: اور اس (اللہ) نے تمہارے لئے کفر، فسق اور گناہ و معصیت کو ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام جعفر صادق سے ”اصول کافی“ میں روایت ہے۔

”كُرْهُ الْيَكْمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ الْاَوَّلِ وَالثَّانِي وَالثَّالِثِ“

حضرت علی مرتضیٰ پر کتنا شدید الزام عائد ہوتا ہے، اور معاذ اللہ وہ کس قدر بزدل اور بے غیرت ثابت ہوتے ہیں۔“ (ایرانی انقلاب، ص 211)۔

شیخ الاسلام علامہ محمد قمر الدین سیالوی سیدہ ام کلثوم کے سیدنا عمر سے نکاح کو ان کی باہمی محبت و الفت کی دلیل کے طور پر پیش فرماتے ہیں۔

”خليفة ثاني سيدنا امير المؤمنين حضرت عمر رضي الله تعالى عنه کو حضرت سیدنا امير المؤمنين علی رضي الله عنه کا رشتہ دینا اور ان کو شرف دامادی دینا کوئی کم مرتبہ دلیل نہیں“ (مذہب شیعہ، ص 75)۔

شیعہ کتب حدیث میں جن شرمناک الفاظ میں اس شادی کا ذکر ہے، اس پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ سیالوی فرماتے ہیں۔

”اس نکاح کا ثبوت تقریباً اہل تشیع کی ہر کتاب میں موجود ہے، مگر جن الفاظ کے ساتھ اہل بیت کرام کی عقیدت کا دم بھرنے والوں نے اس نکاح کا اقرار کیا ہے، مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کوئی ذلیل سے ذلیل انسان بھی اپنے متعلق ان الفاظ کو برداشت نہیں کر سکتا، جن الفاظ کو اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان مدعیان توتلی نے استعمال کیا ہے۔ کوئی شخص ان الفاظ کو دیکھ کر یہ بات تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس قسم کے الفاظ بدترین دشمن ہی منہ سے نکال سکتا ہے۔ میں حیران ہوں کہ اللہ کے مقبولوں کے متعلق یہ الفاظ استعمال کرنے والا اسی دنیا میں غرق کیوں نہیں ہو جاتا۔“ (مذہب شیعہ، ص 72)۔

مذکورہ روایت کے شیعہ کتب میں موجود ہونے کے بارے میں فرماتے ہیں:-

”اہل تشیع کی ام الکتاب یعنی ”فروع الکافی“ جلد 2، ص 141، سطر 7، مطبوعہ لکھنؤ، کسی بڑے مدعی توتلی و معتقد اہل بیت سے سنئے۔ نیز تاریخ التواریخ، جلد 2، ص 363 اور صفحہ 364، سطر 1 ملاحظہ فرمائیں اور میری تمام تر معروضات کی تصدیق کریں کہ شان حیدری میں کس قدر بکواس اور سب و شتم شیطان علی نے کئے ہیں۔ کوئی بڑے سے بڑا بد بخت خارجی بھی ان کے حق میں اس قسم کے کلمات لکھنے کی جرات نہیں کرے گا۔ حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ بکواس صرف اس لئے کئے ہیں کہ آپ نے سیدنا امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کو رشتہ کیوں دیا ہے اور بس۔ کاش میرے بھولے بھالے برادران وطن شیعہ مذہب کی حقیقت سے واقف ہوتے۔“ (مذہب شیعہ، ص 72)

ترجمہ: امام باقر نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کی وفات کے بعد تین کے سوا تمام لوگ مرتد ہو گئے تھے۔ (راوی کہتا ہے) میں نے عرض کیا کہ وہ تین کون تھے تو آپ نے فرمایا: مقداد بن اسود، ابوذر غفاری اور سلمان فارسی، ان پر اللہ کی رحمت اور برکت ہوں۔
10۔ تمام غیر شیعہ، بدکار عورتوں کی اولاد ہیں (لاحول ولا قوۃ)۔
ابو حمزہ ثمالی امام باقر سے روایت کرتا ہے:-

”عن ابی جعفر علیہ السلام قال: قلت له: ان بعض اصحابنا یفترون و یقذفون من خالفهم۔ فقال لی: الکف عنهم اجمل۔ ثم قال: واللہ یا ابا حمزة، ان الناس کلهم اولاد البغایا ما خلا شیعتنا۔“ (الکافی، کتاب الروضة، طبع ایران، ص 285)۔

ترجمہ: راوی، ابو جعفر سے روایت کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ میں نے ان سے عرض کیا کہ ہمارے بعض ساتھی مخالفین پر بدکاری کی تمت اور بہتان لگاتے ہیں، تو آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں کے بارے میں زبان بند رکھنا بہتر ہے، پھر فرمایا: اے ابو حمزہ، خدا کی قسم ہمارے شیعوں کے سوا تمام کے تمام لوگ بدکار عورتوں کی اولاد ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ ان خرافات کا پڑھنا اور لکھنا بڑا اذیت ناک اور تکلیف دہ کام ہے لیکن بلاواقف اہل سنت کو شیعیت کی حقیقت اور شیعہ عقائد و نظریات سے واقف کرانا اپنا فرض سمجھ کر یہ تکلیف برداشت کی جا رہی ہے۔

اس قسم کی سینکڑوں منفی شیعہ روایات و اقوال کے حوالہ سے یہ بات بھی واضح رہے کہ علماء اہل سنت کے نزدیک امام باقر، سیدنا جعفر الصلوٰۃ اور دیگر ائمہ سے منسوب یہ تمام شیعہ روایات درحقیقت ان مقدس ہستیوں پر الزام اور بہتان ہیں، ورنہ مدینہ کے رہنے والے امام محمد باقر و جعفر الصلوٰۃ (م 148ھ) نیز دیگر ائمہ بھی امام ابو حنیفہ (م 150ھ) امام مالک (م 179ھ) امام شافعی (م 204ھ) اور امام احمد بن حنبل (م 241ھ) اور دیگر ائمہ اہل سنت کی طرح مجاہد صحابہ و صحیح العقیدہ بزرگمان دین تھے، جن کے ساتھ شیعہ ٹانواں دوست یا درپردہ دشمن کا کردار ادا کرتے ہوئے ان کی شخصیات کو مسخ کرنے کی جسارت کر رہے ہیں، اور ساتھ

(صافی، شرح اصول الکافی، کتاب الحجۃ، جزء سوئم، حصہ ثانی، ص

110)۔

یعنی کفر سے مراد خلیفہ اول، فسوق سے خلیفہ دوم اور عصیان سے خلیفہ سوئم مراد ہیں۔ ملا خلیل قزوینی لکھتا ہے:- ”مراد ابو بکر و عمرو عثمان است۔“

یعنی کفر، فسق اور گناہ و معصیت سے مراد ابو بکر و عمرو عثمان ہیں۔

8۔ جبت اور طاغوت سے ابو بکر و عمر مراد ہیں (معاذ اللہ)

شیعوں کے خاتم المحدثین علامہ باقر مجلسی ”کتاب الکافی“ کے مؤلف علامہ کلینی نیز عیاشی صاحب سے روایت کرتے ہیں کہ امام محمد الباقی نے درج ذیل آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ”جبت“ اور ”طاغوت“ (یعنی بت اور شیطان) سے مراد ابو بکر و عمر ہیں۔

”الم توالی الذین اوتوا نصیباً من الکتاب یؤمنون بالجبت و الطاغوت۔“

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب میں سے حصہ دیا گیا اور وہ بتوں اور طاغوت (شیطان) پر ایمان رکھتے ہیں۔

”حضرت فرمود کہ مراد بہ جبت و طاغوت دو بت منافقانند، ابو بکر و عمر۔“

ترجمہ: حضرت باقر نے فرمایا کہ جبت اور طاغوت سے مراد دو منافق بت ابو بکر و عمر ہیں۔

شیعہ روایت کے مطابق صحابہ کرام جن کی تعداد ڈیڑھ لاکھ کے قریب تھی ان میں سے

سیدنا علی اور ان کے اہل بیت کو چھوڑ کر تین کے علاوہ تمام کے تمام مرتد ہو گئے تھے۔ اس کی

دلیل یہ دی جاتی ہے کہ چونکہ ان سب نے سیدنا علی کی اس امامت و خلافت کو جو اللہ و

رسول کے حکم سے قائم ہوئی تھی ماننے سے انکار کر دیا اور ان کے بجائے سیدنا ابو بکر کی

شورائیت پر جہنمی امامت و خلافت کی بیعت کر لی۔ لہذا وہ حکم خداوندی و نبوی کی خلاف ورزی

اور اس کے خلاف بغاوت کرنے کی وجہ سے کافر و مرتد قرار پائے۔

کتاب الکافی کے آخری حصہ ”کتاب الروضہ“ میں پانچویں امام باقر سے روایت ہے:

”قال: کان الناس اہل ردة بعد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ الاثلاثۃ“

فقلت و من الثلاثۃ؟ فقال المقداد بن الاسود و ابوذر الغفاری و سلمان

الفارسی رحمۃ اللہ علیہم و برکاتہ۔“ (الکافی، کتاب الروضہ)۔

”کافی کہ کئی از چار کتاب معتبر است“ (کشف اسرار، ص 93، مطبوعہ ایران، 15 ربیع الثانی 1363ھ)۔
ترجمہ: کافی چار معتبر کتب (حدیث) میں سے ایک ہے۔

ہی اس قسم کی سینکڑوں زہریلی روایات کے ذریعے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین و تذلیل اور تفسیق و تکفیر کے مرتکب قرار پا کر اپنی آخرت برباد کر رہے ہیں، جبکہ سیدنا جعفر الصادق کا یہ قول بھی انہیں معلوم ہے کہ آپ نے فرمایا:
”ولدنی ابو بکر مومنین“ (ابو بکر نے مجھے دو مرتبہ جنم دیا)۔

اس قول سے آپ کا اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ آپ کے نانا قاسم بن محمد بن ابی بکر اور نانی اسماء بنت عبدالرحمن بن ابی بکر دونوں سیدنا ابو بکر کے پوتا اور پوتی تھے، جبکہ آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ فاطمہ (ام فروہ) انہی دو ہستیوں کی صاحبزادی اور سیدنا محمد الباقر کی زوجہ تھیں۔ لہذا سیدنا محمد الباقر کے اپنی اہلیہ محترمہ کے جد امجد اور سیدنا جعفر الصادق کے اپنے نخیالی جد امجد سیدنا ابو بکر کے بارے میں منفی اقوال بیان کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور اسی طرح سیدنا عمرو عثمان سمیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نیز سیدنا علی و فاطمہ کے دیگر قریبی رشتہ داروں کے بارے میں اہل تشیع کا اپنے ائمہ سے منفی اقوال و روایات منسوب کرنا بھی قابل قبول نہیں کیونکہ یہ بات نہ صرف شرف قربت، اخلاق اسلامی اور شرف انسانیت ہر لحاظ سے ناقابل یقین ہے بلکہ اس سے خود ائمہ شیعہ کا آباؤ اجداد کے حوالہ سے نام و نسب اور خاندانی عزت و وقار بھی مجروح قرار پاتا ہے، مگر اس عقلی و منطقی اور مذہبی و معاشرتی استدلال کو نظر انداز کر کے اہل تشیع کا خلفائے راشدین، اصحاب المؤمنین، نیز دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں ائمہ سے منسوب سینکڑوں ہزاروں منفی اور زہریلی روایات و اقوال کو درست قرار دینا اور ان پر شیعہ مذہب کی بنیاد رکھنا انتہائی افسوس ناک، قابل مذمت اور حیرت انگیز ہے۔ واللہ عز و جل ذوالنقام۔

کتاب الکافی وغیرہ میں اس قسم کی سینکڑوں روایات ہیں جن کے مطابق سیدنا علی کے خاندان اور بنو ہاشم کے چند لوگوں کے علاوہ باقی ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام میں سے صرف کتنی کے چند صحابی ایمان و اسلام پر مستقیم رہے۔ باقی سب نے چونکہ سیدنا ابو بکر کا ساتھ دیتے ہوئے سیدنا علی کے مقابلے میں برضا و رغبت ان کی بیعت کر لی، لہذا وہ امام منصوب و معصوم علی مرتضیٰ کو ان کے حق امامت و خلافت سے محروم کرنے کی وجہ سے کافر مرتد اور دابرہ ایمان و اسلام سے خارج قرار پائے، اور اس کتاب ”الکافی“ کی اہمیت کے سلسلہ میں امام خمینی بھی فرماتے ہیں:-

2- علامہ باقر مجلسی اور صحابہ کرام (رض)

قدیم شیعہ کتب حدیث و تفسیر وغیرہ کے علاوہ متاخر ادوار کے شیعہ علماء و مجتہدین کی تصانیف میں بھی خلفائے راشدین، اہل بیت اور بطور مجموعی ننانوے فیصد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خلاف انتہائی منفی اور زہریلا مواد شامل ہے۔ اس حوالہ سے بطور اشارہ شیعوں کے خاتم المحدثین اور مجتہد اعظم علامہ باقر مجلسی اور ان کی تصانیف کا مختصر تذکرہ ناگزیر ہے۔

شیعہ اثنا عشریہ کے تمام منفی عقائد و افکار سے اعلان برائت کرنے والے عصر جدید کے عراقی عالم ڈاکٹر موسیٰ موسوی، فاضل نجف اشرف، باقر مجلسی کے بارے میں لکھتے ہیں:-
”مجلسی جو 1037ھ میں پیدا ہوا اور 1111ھ میں وفات پائی، صفویوں میں سے شاہ سلیمان اور شاہ حسین کا معاصر تھا اور اسے شیخ الاسلام کا مرتبہ دیا گیا، اور صفوی سلطنت کے بہترین زمانے میں حکمرانی کرنے والے بلو شاہوں کے حکم سے ایران کے دینی امور اس کے سپرد کئے گئے۔“

(ڈاکٹر موسیٰ موسوی، الشیخ والتصحیح، اردو ترجمہ، بعض ان اصلاح شیعہ، ص 156) مجلسی کی کتب پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر موسوی لکھتے ہیں:

”بہتر ہے کہ ہم (خاص طور پر) ”بحار الانوار“ نامی بڑے انسائیکلو پیڈیا کا ذکر کریں۔ جسے عربی زبان میں بیس سے بھی زیادہ جلدوں میں ملا باقر مجلسی نے ترتیب دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ انسائیکلو پیڈیا فائدہ اور نقصان ہر دو اعتبار سے تمام دوائر معارف سے بڑھ کر ہے۔ یہ کتب جمل اپنے صفحات میں وہ عظیم ورثہ لئے ہوئے ہے جو علماء و محققین کا مددگار ہے تو ساتھ ہی اس میں ایسے مضر اقوال اور رکیک موضوعات ہیں کہ جنہوں نے شیعہ اور امت اسلامیہ کی وحدت کو شدید ترین و عظیم ترین نقصان پہنچایا ہے۔“ (اصلاح شیعہ۔ ص 154-155)

مزید لکھتے ہیں:

”مؤلف نے اپنے دائرۃ المعارف کا بڑا حصہ شیعہ اماموں کے معجزات بیان کرنے کے لئے خاص کیا ہے، یہ دائرۃ المعارف ائمہ شیعہ کی طرف منسوب معجزات و کرامات پر مشتمل غلیانہ افکار سے بھرا ہوا ہے، سچی بات تو یہ ہے کہ یہ حکایات بچوں کو ہلانے کے کام ہی

آسکتی ہیں۔

اس انسائیکلو پیڈیا کا دوسرا تباہ کن پہلو طعن و تشنیع کو خلفاء پر مرکوز کر دینا ہے، جو بسا اوقات تو ناقابل برداشت صورت اختیار کر لیتی ہے، یہی وہ بات ہے جس نے مذہب فرقت پرستی کے تاجروں کو شیعہ اور اہل سنت کے درمیان دشمنی کو ہوا دینے کے لئے مناسب موقع بہم پہنچایا ہے، اور شیعہ کے خلاف لکھی جانے والی کتابیں مجلسی کی کتابوں کو براہ راست نشانہ بناتی ہیں۔

مجلسی نے فارسی زبان میں بھی کتابیں لکھی ہیں جو اپنے مضامین کے اعتبار سے اس کے عربی دائرۃ المعارف سے کم نہیں۔“ (ڈاکٹر موسیٰ موسوی، اصلاح شیعہ، ص 155)۔
شیعوں کے یہ عظیم الشان مجتہد اعظم اور بے مثال مؤلف اپنی تصانیف میں امام و خلیفہ ثانی سیدنا عمر فاروق کا ذکر انتہائی توہین آمیز الفاظ میں فرماتے ہیں، اور آپ کا نام جانبجایوں درج کرتے ہیں۔

1- عمر بن الخطاب علیہ اللعنة والعذاب۔ (معاذ اللہ)

(عمر بن خطاب پر لعنت اور عذاب ہو)

اس سلسلہ میں محسن اہل سنت مولانا منظور نعمانی لکھتے ہیں:

”ملا باقر مجلسی جو دسویں گیارہویں صدی کے بہت بڑے شیعہ محدث، مجتہد اور مصنف ہیں، اور علمائے شیعہ ان کو ”خاتم المحدثین“ کہتے اور لکھتے ہیں اور ان کی تصانیف شیعوں میں (جہاں تک ہمارا اندازہ ہے) غالباً دوسرے تمام مصنفوں سے زیادہ مقبول ہیں (اور جیسا کہ پہلے بھی ذکر کیا جا چکا ہے جناب آیت اللہ روح اللہ ثمنی صاحب نے بھی ان کی تصنیفات کی تعریف کی ہے، اور ان کے مطالعہ کا مشورہ دیا ہے) اور افسوس ہے کہ ان کے تعارف میں یہ بھی ذکر کرنا ضروری ہے کہ یہ ملا صاحب شیعوں کے بڑے مجتہد اور بڑے محدث ہونے کے باوجود انتہائی درجہ کے بد زبان ہیں۔ اپنی کتابوں میں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہیں تو لکھتے ہیں کہ:-

عمر بن الخطاب علیہ اللعنة والعذاب۔ (معاذ اللہ)۔

(مولانا محمد منظور نعمانی، ایرانی انقلاب، ص 197)۔

2- ابو بکر و عمرو عاصہ و حفصہ منافق تھے جنہوں نے

آنحضرت کو زہر دینے کی سازش کی (معاذ اللہ)۔

ملا مجلسی صاحب کی فارسی تصانیف حیات القلوب، حق الیقین زاد العلو، جلاء العیون وغیرہ بھی ان کی عربی تصانیف کی طرح خلفاء و صحابہ کے بارے میں توہین آمیز اور زہریلے کلمات و روایات سے پر ہیں، چنانچہ سیدنا ابوبکر و عمر و ام المومنین سیدہ عائشہ و حفصہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

”آں دو مناقق و آں دو منافقہ بایکدیگر اتفاق کردند کہ آنحضرت را برہر شہید کنند“۔ (ملا باقر مجلسی، حیات القلوب، جلد دوم، ص 745)

ترجمہ: ان دو منافقوں (ابوبکر و عمر) اور ان دو منافق عورتوں (عائشہ و حفصہ) نے آپس میں اس بات پر اتفاق کر لیا کہ آنحضرت کو زہر دے کر شہید کر دیں۔

3- عائشہ و حفصہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیکر شہید کر دیا۔ (معاذ اللہ) اس سلسلہ میں ملا مجلسی نے ایک روایت یوں درج کی ہے۔

”و عیاشی، سند معتبر از حضرت صادق روایت کردہ است کہ عائشہ و حفصہ آنحضرت را برہر شہید کردند۔“ (مجلسی، حیات القلوب، جلد دوم، ص 870)۔

ترجمہ: عیاشی نے قابل اعتبار سند کے ساتھ حضرت (جعفر) صادق سے روایت کیا ہے کہ عائشہ و حفصہ نے آنحضرت کو زہر دے کر شہید کر دیا۔

4- ممدی ظاہر ہو کہ عائشہ کو زندہ کرینگنے اور سزا دیکر فاطمہ کا انتقام لیں گے۔ ”چوں قائم ما ظاہر شود عائشہ را زندہ کند تا بر او حد بزند و انتقام فاطمہ ما از او بکشد“۔ (باقر مجلسی، حق الیقین، ص 139)۔

ترجمہ: جب ہمارے قائم (یعنی ممدی) ظاہر ہوں گے تو وہ (معاذ اللہ) عائشہ کو زندہ کر کے ان پر حد جاری کریں گے اور ہماری فاطمہ کا انتقام ان سے لیں گے۔ (یعنی شیعہ روایات کے مطابق جو بد سلوکی ابوبکر و عمر نے سیدہ فاطمہ سے کی تھی اسی کا بدلہ سیدہ عائشہ کو سزا دے کر لیں گے۔

5- امام ممدی ظاہر ہو کر کفار سے پہلے اہل سنت کو قتل کریں گے۔

ملا مجلسی حق الیقین میں روایت کرتے ہیں کہ:-

و قتیکہ قائم علیہ السلام ظاہری شود پیش از کفار ابتداء بہ سنیاں خواہد کرد و علماء ایشاں و

ایشاں را خواہد کشت۔ (حق الیقین، ص)

ترجمہ: جس وقت قائم علیہ السلام (امام ممدی) ظاہر ہوں گے، وہ کافروں سے پہلے اہل سنت سے کارروائی شروع کریں گے اور علماء اہل سنت نیز عام سینوں کو قتل کر دیں گے۔

سیدنا ابوبکر و عمر و سیدہ عائشہ و حفصہ نیز تمام اہل سنت کے بارے میں ان کلمات سے ملا باقر مجلسی کی فارسی کتب کی زہر ناک کا بھی بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے، مگر امام خمینی، مجلسی کی ان تصانیف کی تعریف کرتے ہوئے عربی نہ جاننے والے فارسی دان ایرانیوں کو ان کی فارسی تصانیف کے مطالعہ کا بطور خاص مشورہ دیتے ہیں تاکہ شیعہ مذہب پر معترضین کے اعتراضات پر لاجواب ہونے سے بچ سکیں۔

”کتاب ہای فارسی را کہ مرحوم مجلسی برای مردم پارسی زبان نوشتہ، بخوانید تا خود را مبتلا بیک ہجو رسوائی بخردانہ نکنید۔“

(امام خمینی، کشف اسرار، ص 152، مطبوعہ ایران 15 ربیع الثانی 1363ھ)۔

ترجمہ: مرحوم مجلسی نے فارسی زبان بولنے والے لوگوں کے لئے جو فارسی کتابیں لکھی ہیں ان کا مطالعہ کرو تاکہ اپنے آپ کو اس قسم کی احمقانہ رسوائی میں مبتلا کرنے سے بچ سکو۔

امام خمینی نے صرف اسی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ مشہور ایرانی شیعہ عالم قاضی نور اللہ شوستری کی بھی بڑی تعریف کی ہے جنہوں نے اپنے آپ کو تقیہ کر کے سنی ظاہر کرتے ہوئے شہنشاہ اکبر و جاگیر کے زمانہ میں قاضی القضاۃ کا منصب حاصل کیا اور لاہور میں اس منصب پر کافی عرصہ فائز رہے، مگر جب ان کی خلفاء و صحابہ کی توہین پر مبنی کتاب ”مجالس المومنین“ شہنشاہ جاگیر تک پہنچی تو جاگیر نے آگرہ بلا کر کوڑوں کی سزا دی۔ روایت کیا جاتا ہے کہ ملکہ نور جہاں نے ایرانی اور شیعہ ہونے کے ناطے قاضی نور اللہ کی جاں بخشی کی سفارش کی تو جاگیر نے جو اس وقت امام ربانی مجدد الف ثانی کی کوششوں سے دین الہی اور باطل عقائد سے تائب ہو چکا تھا۔ نور جہاں کی سفارش مسترد کرتے ہوئے یہ تاریخی جملہ کہا۔ ”جان من جان دادہ ام ایمان نہ دادہ ام“۔ (اے میری جان میں نے تجھے اپنا دل دیا ہے لیکن اپنا ایمان تمہارے سپرد نہیں کیا)۔

اس اثنا عشری رافضی تہائی قاضی نور اللہ شوستری کی تعریف کرتے ہوئے امام خمینی فرماتے ہیں:

3- امام خمینی اور صحابہ کرام (رض)

ایرانی انقلاب کے بانی اور قائد آیت اللہ العظمیٰ روح اللہ الموسویٰ الخمینی عصر جدید میں شیعہ اثنا عشریہ کے عظیم ترین مذہبی و سیاسی رہنما تسلیم کئے گئے ہیں بلکہ اہل تشیع کی چودہ سو سالہ تاریخ میں غالباً کوئی دوسرا قائد و مذہبی رہنما ایسا نہیں گزرا جسے امام خمینی جیسی عالمی شہرت اور ایران جیسے شیعہ انقلاب کی منفرد و بے مثال قیادت حاصل ہوئی ہو۔ لہذا امام خمینی کے افکار و خیالات نہ صرف دستور ایران کی اساس ہیں، بلکہ شیعہ اثنا عشریہ کی غالب اکثریت کی بھی ترجمانی کرتے ہیں، کیونکہ کم و بیش تمام اثنا عشری علماء و مجتہدین، ایران کی شیعہ اکثریت اور دیگر ممالک کی اثنا عشری شیعہ اقلیتوں نے بالعموم امام خمینی کو اپنا قائد و مذہبی پیشوا تسلیم کیا ہے۔

اس منفرد و ممتاز عالمگیر مقام و حیثیت کے باوجود امام خمینی نے خلفاء راشدین و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اسی تعصب اور تنگ نظری کا مظاہرہ کیا ہے جو ایک روایتی اثنا عشری شیعہ اور تبرہ باز رافضی کا شعار ہے۔ امام خمینی کو وسیع المشرب اور شیعہ سنی فرقہ واریت سے بلند تر تمام اکابر اسلام کا احترام کرنے والی غیر متنازعہ شخصیت ثابت کرنے کے تمام تر ایرانی و شیعہ پروپیگنڈہ کے باوجود ان کی اپنی تصانیف صحابہ کرام کے بارے میں منفی اور انتہائی افسوس ناک بلکہ قابل مذمت افکار کی حامل ہیں۔ اس سلسلہ میں بطور مثال ان کی مشہور فارسی تصنیف ”کشف اسرار“ اور عربی تصنیف ”الحکومۃ الاسلامیہ“ سے بعض اقتباسات نقل کئے جا رہے ہیں تاکہ اہل سنت و الجماعت کے تمام فقہی و فروعی مسالک (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی اور اہلحدیث) سے تعلق رکھنے والے علماء و عوام، امام خمینی اور ان کے اثنا عشری فرقہ کے زہریلے افکار سے واقف ہو کر ان کے بارے میں کوئی حتمی رائے قائم کر سکیں اور برصغیر و عالم اسلام کی غالب سنی اکثریت کو اس فرقہ کے زہریلے اور کافرانہ پروپیگنڈہ سے محفوظ رکھنے کی سعی کر سکیں۔ عربی و فارسی دان علمائے کرام کے لئے لازم ہے کہ وہ براہ راست بھی تصانیف خمینی بالخصوص کشف اسرار کا مطالعہ کر کے مندرجہ ذیل اقتباسات کے ساتھ ساتھ جملہ تفصیلات سے کماحقہ واقفیت حاصل کریں، اور احقاقِ حق و ابطالِ باطل کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے خود کو خلفاء راشدین، اہمات المؤمنین اور جملہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ناموس و عظمت کا محافظ ثابت کر کے کمال اتحاد و اتفاق

”یکی از کتبہائے کہ در امامت نوشته شده است و از کتب نفیسہ پر قیمت است کتب ”احقاق الحق“ قاضی نور اللہ است۔ اوچندیں کتب غیر از احقاق الحق در بارہ امامت و رد اہل سنت نوشته۔ ایں بزرگ مرد معاصر شیخ بھائی و معاصر مغویہ است ولی در اکبر آباو ہندی زست و با کمال تقیہ رفتار میکرده تا آنکہ سلطان اکبر شاہ عقیدہ مند بلو شد۔ و اور از سنیان پنداشت۔ و قاضی القضاہ کرد۔ او در خفیہ و پنهانی مشغول تصنیف شد، تا آنکہ اکبر شاہ مرد و پسرش جماعگیر شاہ سلطان شد۔ و قاضی مشغل قضاوت را داشت تا مخالفین پی بردند کہ او شیعہ است و او را بکرم قضا و اجازہ سلطان آنقدر تازیانہ زدند تا مرد۔“

(روح اللہ خمینی، کشف اسرار، ص 197-198، مطبوعہ ایران، 15 ربیع الثانی 1363ھ)۔
ترجمہ: ان نفیس اور قیمتی کتابوں میں سے جو امامت کے بارے میں لکھی گئی ہیں ایک قاضی نور اللہ کی کتاب ”احقاق الحق“ ہے۔ انہوں نے ”احقاق الحق“ کے علاوہ بھی چند کتابیں امامت اور رد اہل سنت کے سلسلہ میں لکھی ہیں۔ یہ مرد بزرگ شیخ بھائی اور مغویوں کے ہم عصر ہیں، مگر وہ ہندوستان میں اکبر آباد (آگرہ) میں زندگی گزارتے رہے اور کمال تقیہ سے سرگرم عمل رہے۔ یہاں تک کہ سلطان اکبر شاہ ان کا عقیدت مند ہو گیا اور انہیں اہل سنت میں سے سمجھتا رہا، اور قاضی القضاہ بنا دیا۔ وہ خفیہ و پنهانی طور پر تصنیف و تالیف میں مشغول رہے تا آنکہ اکبر بادشاہ کا انتقال ہو گیا اور اس کا بیٹا شاہ جماعگیر سلطان بن گیا۔ قاضی صاحب منصب قضا پر فائز رہے، یہاں تک کہ مخالفین کو پتہ چل گیا کہ وہ شیعہ ہیں، چنانچہ انہوں نے بادشاہ کی اجازت اور قاضیوں کے فیصلہ کے مطابق انہیں اتنے کوڑے مارے کہ وہ وفات پا گئے۔

میکردہ و از منافقان ترس داشتہ۔“ (کشف اسرار، ص 164، طبع ایران 1363ھ)۔
ترجمہ: ہم نے اس گفتگو کے آغاز میں ثابت کیا ہے کہ پیغمبر، امام کا نام و نشان، قرآن میں ذکر کرنے سے اس لئے ڈر رہے تھے کہ مبادا آپ کی وفات کے بعد لوگ قرآن کو ہی ہاتھ سے نہ پھینک دیں یا مسلمانوں کے درمیان اختلاف شدید ہو کر اسلام کا کام یکسر تمام نہ ہو جائے، اور یہی ہم قرآن سے اس بات کی گواہی لاتے ہیں کہ امامت کو نام اور علامت کے ساتھ ظاہر کرنے میں انہوں نے محافظہ کاری کی اور منافقوں سے ڈرتے رہے۔ (اس کے بعد مذکورہ آیت پیش کی ہے)

آگے چل کر مزید فرماتے ہیں:-

”جملہ کلام آنکہ از اس آئیہ بواسطہ اس قرآن و نقل احادیث کثیرہ معلوم شود کہ پیغمبر در تبلیغ امامت خوف از مردم داشتہ و اگر کسی رجوع بتواریخ و اخبار کند میفہمید کہ ترس پیغمبر بجا بودہ۔ ولی خداوند اورا امر کرد کہ باید تبلیغ کنی و وعدہ کرد کہ اورا حفظ کند، اونیز تبلیغ کرد و در بارہ آں کوششا کرد تا آخریں نفس۔ ولی حزب مخالف گمذاشت کار انجام گیرد۔“ (کشف اسرار، ص 165)۔

ترجمہ: خلاصہ کلام یہ کہ اس آیت سے ان قرآن کے ذریعے اور بہت سی احادیث کے منقول ہونے سے پتہ چلتا ہے کہ پیغمبر امامت کا حکم پہنچانے میں لوگوں (صحابہ) سے خوف رکھتے تھے، اور اگر کوئی تواریخ و روایات سے رجوع کرے تو وہ سمجھ جائے گا کہ پیغمبر کا خوف بجا تھا، لیکن خدا نے انہیں حکم دیا کہ تبلیغ حکم امامت لازم ہے اور وعدہ فرمایا کہ وہ ان کی حفاظت کرے گا۔ آپ (ص) نے بھی حکم پہنچایا اور اس سلسلہ (امامت علی) میں کوششیں بھی کیں مگر حزب مخالف یعنی (حامیان ابوبکر، صحابہ کرام) نے معاملہ کو پایہ تکمیل تک نہ پہنچنے دیا۔

کے ساتھ اس ضمن میں اپنی علمی و دینی ذمہ داریاں کماحقہ پوری فرمائیں۔ واللہ الموفق۔

1- پیغمبر (ص) حکم امامت علی پہنچانے میں لوگوں (صحابہ) سے خوفزدہ تھے اور ”منافقین“ سے ڈر رہے تھے، بالاخر حکم پہنچایا مگر امام (علی) کی مخالف پارٹی نے (علی کے امام و خلیفہ اول بننے میں) رکاوٹیں ڈال دیں۔

سورہ مائدہ کی آیت 67 میں اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ وحی کا فریضہ بلا خوف و خطر ادا کرنے کی ہدایت فرمائی ہے اور اس بات کا وعدہ کیا ہے کہ کفار کی طرف سے اللہ آپ کی حفاظت فرمائے گا نیز آیت کے آخر میں کافروں کے گمراہ ہونے کی صراحت ہے۔

یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک و ان لم تفعل فمابلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس ان اللہ لایہدی القوم الکافرین۔
(العائدۃ: 67)۔

اے پیغمبر جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا وہ پہنچا دیجئے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اس کا پیغام نہیں پہنچایا۔ اور اللہ آپ کی لوگوں سے حفاظت فرمائے گا۔ یقیناً اللہ قوم کفار کو ہدایت نہیں دیتا۔

”آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔“ کی تفسیر میں مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں:-

چنانچہ یہ وعدہ اس طرح صادق ہوا کہ بعض غزوات میں آپ زخمی ہوئے اور یہود نے نامردوں کی طرح آپ کو زہر دیا مگر مجتمع مد مقابل ہو کر کوئی قتل و ہلاک نہ کر سکا اور اس پیش گوئی کا واقع ہونا آپ کا معجزہ و دلیل نبوت ہے۔

(القرآن مع اردو ترجمہ از شاہ رفیع الدین و مولانا تھانوی، ص 133، حاشیہ 2، مطبوعہ تاج آرٹ پریس، کراچی)

اس آیت کو تبلیغ حکم امامت علی کے ثبوت کے طور پر پیش کرتے ہوئے امام خمینی ”نظری دیگر امامت“ کے زیر عنوان فرماتے ہیں:-

”بلور اوائل اس گفتار ثابت کردیم کہ پیغمبر از اینکہ امام را با اسم و رسم در قرآن ذکر کند میترسید کہ مبادا پس از خودش قرآندست بزنند یا اختلاف بین مسلمانا شدید شود و یکسروہ کار اسلام تمام شود۔ و انجا گواہی از قرآن می آوریم کہ در اظہار امامت با اسم و رسم محافظہ کاری

2- مصائب حسین پیغمبر سے زیادہ ہیں عصر نبوی کے افراد (صحابہ) سے پوچھو کہ انہوں نے پیغمبر پر حسین کی طرح ظلم کر کے انہیں قتل کیوں نہ کیا؟ اس اعتراض کے جواب میں کہ شیعوں کے ہاں فضائل ائمہ و سلمات کی مجالس و تصانیف بہت زیادہ ہیں مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مجالس برپا نہیں کی جاتیں۔ امام خمینی یہ فرماتے ہوئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سینوں کی طرح شیعوں کے بھی نبی ہیں اور ان کے فضائل و معجزات و غزوات سمیت تمام پہلوؤں پر شیعہ تصانیف موجود ہیں، یہ مشورہ دیتے ہیں کہ اعتراض یوں کرو کہ شیعہ، ابوبکر و عمر کے فضائل و مناقب کیوں نہیں بیان کرتے اور ان کی مجالس کیوں برپا نہیں کرتے؟ پھر یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ مصائب حسین کے سلسلہ میں تصنیف شدہ کتب اور برپا شدہ مجالس کے مقابلہ میں مصائب پیغمبر کے سلسلہ میں تصانیف و مجالس نہ ہونے کے برابر ہیں فرماتے ہیں۔

”آری کتابہای در مصیبت نوشته شده و آن بیشترش در مصیبت امام حسین است۔ خوبست این اشکال را بکسانی کہ در صدر اول بودند بکنید کہ چرا پیغمبر را مثل امام حسین نکشد و آن محم ظلم باو نکردند تا کتب دوبارہ او نوشته شود۔“

(امام خمینی کشف اسرار، مطبوعہ ایران، 15 ربیع الثانی 1363ھ، ص 155)

ترجمہ: ہاں مصائب کے سلسلے میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں وہ زیادہ تر امام حسین کے بارے میں ہیں۔ بہتر ہوگا کہ اس بارے میں سوال ان لوگوں (صحابہ) سے کرو جو اسلام کے ابتدائی دور میں تھے۔ کہ انہوں نے پیغمبر کو امام حسین کی طرح کیوں قتل نہ کیا اور ان پر وہ تمام ظلم کیوں نہ کئے جو حسین پر کئے تاکہ ان کے بارے میں بھی کتابیں لکھی جاتیں۔

چونکہ یہاں خمینی صاحب اور اثنا عشریہ کے افکار پر تنقید اور جواب دینا مقصود نہیں، لہذا مختصراً اتنا اشارہ کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کے تیرہ سال، اعلان نبوت سے شعب ابی طالب تک طائف کے بازاروں میں پتھر کھانے سے کفار قریش کی ایذا رسانیوں تک اور ابولہب کے دختران پیغمبر (سیدہ رقیہ و ام کلثوم) کو رخصتی سے پہلے اپنے بیٹوں سے طلاق دلوانے سے وفات سیدہ خدیجہ تک مختلف حوالوں سے مصائب و آلام سے پر ہیں۔ نیز ہجرت مدینہ کے بعد یسود کی سازشیں، دعوت میں پیغمبر کو زہر آلود گوشت کھلانے، احد میں چہرہ و دندان و جسد نبوی کے زخموں سے چور ہونے، حرم نبوی سیدہ عائشہ پر جھوٹی

بہتان تراشی کی اذیت اور دختران پیغمبر سیدہ زینب و رقیہ و ام کلثوم کی جوانمردی، خنق و تبوک کی مشقتیں، غرض مکی و مدنی زندگی کا ہر لمحہ راہ حق میں مصائب و آلام و آزمائش سے پر ہے۔ نیز سید الشہداء حمزہ سمیت ستر شہدائے احد اور سیدنا عمر و عثمان و طلحہ و زبیر و علی وغیرہم کی مظلومانہ شہادت کے واقعات و مصائب بھی دل دہلا دینے والے ہیں، مگر مصائب عشرہ مبشرہ و جملہ صحابہ کرام سے قطع نظر تیس سالہ مصائب پیغمبر کو محرم 61 ہجری کے یک روزہ یا سہ روزہ مصائب حسین کی نسبت کمتر قرار دے کر امام خمینی کمال تک انصاف سے کام لے رہے ہیں اور کس کی توہین کے مرتکب ہو رہے ہیں، اہل بصیرت اس کا فیصلہ بخوبی کر سکتے ہیں۔ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا۔

3- حضرت علی، ابوبکر و عمر و عثمان کی خلافت کو غاصبانہ قبضہ اور ان خلفاء کو باطل و ناحق سمجھتے تھے۔ محض مہاجرین و انصار کے ابوبکر و عمر و عثمان کو امام قرار دینے سے یہ ثابت نہیں ہو جاتا کہ خدا کی رضا بھی انہی کی خلافت میں ہے۔

نبیج البلاغہ میں شامل سیدنا علی کے سیدنا معاویہ کے نام مکتوب میں سیدنا علی ان سے اپنی بیعت کا مطالبہ کرتے ہوئے دلیل دیتے ہیں کہ جس طرح ابوبکر و عمر و عثمان کو مہاجرین و انصار کی شوری نے امام و خلیفہ مقرر کیا تھا مجھے بھی کیا ہے، لہذا میری اطاعت لازم ہے۔ اس حوالہ سے ایک مصنف کی دلیل کو رد کرتے ہوئے امام خمینی ماصرار کرتے ہیں کہ اس جملہ سے ابوبکر و عمر و عثمان کی امامت و خلافت کی شرعی حیثیت ثابت نہیں کی جاسکتی۔

”اس نو مسندہ باذنی تناسب یک کلمہ از کتب نبیج البلاغہ را آوردہ و برخ دین داران میکشد میگوید: اگر کتاب نبیج البلاغہ را ہم مدرک قرار دیم خود امام علی بن ابی طالب در نامہ کہ ی نو مسند میگوید: شورای مہاجر و انصار اگر کسی را امام گردانید حمل رضای خدا است۔“

۱۱- بنجابیہ چند جملہ از حمل کتاب نبیج البلاغہ بیاوریم تا معلوم شود کہ علی بن ابی طالب کہ اس خن را بہ معاویہ نوشتہ برای احتجاج بلاست بطوریکہ خود آئنا قبول داشتہ و مدتہا بآں در زمان خلفاء عمل کردند نہ آنکہ بخوابد واقعا۔ بگوید رضای خدا حمل است۔

ایک ماچشم پوشی میکنم از آں ہمہ روایات و آیات و احتجاجات علی و حسن و حسین و زہرا و سلمان و مقداد و ابن عباس و ابوذر و عمار و بریدہ الاسلمی و ابی التیمم ابن التیمم و صل و عثمان پران حنیف و ذوالشلاخ و خنیزہ بن ثابت و ابی بن کعب و ابویوب انصاری و غیر آئنا

کہ در کتاب احتجاج موجود و از طرق علمہ و خاصہ ثابت شدہ است۔ ایک جملاتی از نج البلاغہ
ی آوریم تا بدانید علی بن ابی طالب حق خود را مقصوب میدانستہ و خلفاء را باطل و ناحق
میدانستہ۔“

(ضمیمہ، کشف اسرار، مطبوعہ ایران، 15 ربیع الثانی 1363ھ، ص 207-208)۔

ترجمہ: یہ مصنف ایک بار پھر بغیر کسی مناسبت کے نج البلاغہ سے ایک جملہ نکال کر اہل
دین کے سامنے رکھتے ہوئے بیان کرتا ہے کہ اگر نج البلاغہ کو بنیاد قرار دیں تب بھی خود امام
علی بن ابی طالب اپنے تحریر کردہ مکتوب (تمام معلویہ) میں فرماتے ہیں کہ مجاہدین و انصار کی
شوری اگر کسی کو امام قرار دیدے تو اسی پر خدا بھی راضی ہے۔

ہم یہاں چند جملے اسی کتاب نج البلاغہ سے پیش کر رہے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ علی
بن ابی طالب نے جو یہ بات معلویہ کو لکھ کر بھیجی تھی تو ان پر ایسے طریقے سے حجت تمام
کرنے کے لئے تھی کہ جسے خود ان جیسے لوگ بھی تسلیم کر چکے تھے اور اس پر خلفاء (ابوبکر و
عمر و عثمان) کے زمانہ میں عمل کرتے رہے تھے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ علی واقعی یہ فرمانا
چاہ رہے تھے کہ خدا کی رضا اسی (شورائیت سے مقررہ شدہ خلفاء کی خلافت) میں ہے۔

یہاں ہم فی الحال ان تمام روایات و آیات و احتجاجات (دلائل) کی طرف سے آنکھیں
بند کر لیتے ہیں جو علی و حسن و حسین و زہراء و سلمان و مقداد و ابن عباس و ابوذر و عمار و بریدہ
اسلمی و ابی اکیثم و ابن التیمان و سہل و عثمان (فرزندان حنیف) و ذوالشامہ تین خزیمہ بن ثابت
و ابی بن کعب و ابویوب انصاری و دیگر حضرات سے مروی اور کتاب احتجاج میں موجود ہیں،
نیز جو طرق علمہ و خاصہ سے ثابت شدہ ہیں۔ بلکہ ان کے بجائے خود نج البلاغہ سے چند جملے
پیش کرتے ہیں تاکہ آپ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ علی بن ابی طالب اپنے حق (امامت و
خلافت) کو غصب شدہ سمجھتے تھے اور خلفاء (ابوبکر و عمر و عثمان) کو باطل و غیر مستحق جانتے
تھے۔

امام ضمیمہ کی جانب سے شیعہ کتب حدیث کے حوالہ سے روایت شدہ مذکورہ صحابہ کرام
رضی اللہ عنہم کی روایات کی صحت و عدم صحت سے قطع نظر ان تمام صحابہ کا دیگر ایک لاکھ
سے زائد صحابہ کرام کے ہمراہ بالترتیب سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کی بیعت کر لینا
اور خود سیدنا علی کا علی الفور یا قدرے تاخیر سے سیدنا ابوبکر نیز بعد ازاں سیدنا عمر و عثمان کی

امامت و خلافت کی بیعت کرنا، خلفائے ثلاثہ کی امامت و خلافت کے شرعاً درست ہونے کا
واضح اور ناقابل تردید ثبوت ہے جس کے بارے میں شیعہ اثنا عشریہ کا کہنا ہے کہ علی شیر خدا
نے تقیہ سے کام لیا یعنی دل میں ان کی امامت و خلافت کو شرعاً غلط سمجھتے ہوئے ظاہری طور
پر ان کی دنیاوی خلافت کی بیعت کر لی۔ مگر خود شیعوں میں سے زیدیہ اور بعض دیگر شیعہ
فرقے فضیلت علی کا عقیدہ رکھنے کے باوجود تقیہ والے اثنا عشری موقف کو غلط قرار دیتے
ہیں، اور سیدنا ابوبکر و عمر نیز بعض سیدنا عثمان کی بھی امامت و خلافت اور سیدنا علی کے ان کی
بیعت کرنے کو شرعاً درست قرار دیتے ہوئے شیعہ اثنا عشریہ کے موقف کو غلط قرار دیتے
ہیں۔

بہر حال امام ضمیمہ خطبات نج البلاغہ سے بعض مفید مطلب اقتباسات نکال کر بزم
خویش یہ ثابت کرتے ہیں کہ مجاہدین و انصار کی شوری کو امام و خلیفہ مقرر کرنے کا شرعاً
کوئی حق نہیں۔ پھر آخر میں خلاصہ کلام کے طور پر فرماتے ہیں۔

”اين ہاشمہ ايت از کلمات امير المومنين در نج البلاغہ راجع .غصب حق او۔ اکنون
خوانندگان از کسی کہ ايس حمد از بردن تحش تقلم میکنند آن کلام را کہ معلویہ نوشتہ بہ بینند
جز ہايس میتوانند حمل کنند کہ یا بفرض تسلیم و احتجاج از روی عقیدہ خود آنما گفتہ یا آنکہ خوف
ایزاداشتہ کہ معلویہ کاندہ اور اسباب دست قرار دہد، و آلت اغراض فاسدہ خود کند، و مردم را
بلو بدین کند۔ ايس ہا ماننا بودند کہ چونک خواست یکی از بدعت ہای آنمارا بردارد صدای
و عمرہا و اعمراہا بلند کردند تماقت علی علیہ السلام از حرف خود برگشت۔“ (امام ضمیمہ، کشف
اسرار، ص 210)۔

ترجمہ: نج البلاغہ میں امیر المومنین کے اپنے غصب شدہ حق (امامت و خلافت) کے
حوالہ سے موجود اشارات میں سے یہ محض چند مثالیں ہیں۔ اب قارئین خود دیکھ لیں کہ
اس شخص کی جانب سے، جس کے حق (امامت و خلافت) کو چھین لینے کے لئے یہ ظلم و
زیادتی کی جارہی ہے، اس کلام کو جو معلویہ کو لکھا اس کے سوا کس بات پر محمول ٹھہرا سکتے
ہیں کہ یا تو علی نے خود ان لوگوں کے عقیدہ (شورائیت) کے مطابق دلیل دینے اور تسلیم
کدوانے کے لئے یوں فرمایا یا اس لئے کہ انہیں یہ خوف تھا کہ ایسا نہ لکھنے کی صورت میں
معلویہ ان کی تحریر کو اپنے ہاتھ آئی دلیل قرار دیں گے (کہ علی شورائیت پر مبنی خلافت ابوبکر و

عمر و عثمان کو نہیں ماننے اور اپنی فاسد اغراض پورا کرنے کا آلہ کار بنالیں گے اور لوگوں کو علی سے بدگمان کر دیں گے، کیونکہ یہی سب لوگ تھے کہ جب علی نے ان لوگوں کی ایک بدعت (انفرادی کے بجائے جماعت نماز تراویح) کو (اپنے دور خلافت میں) منسوخ کرنا چاہا تو انہوں نے ہائے عمرائے عمر کی فریاد بلند کی۔ حتیٰ کہ آخر کار علی علیہ السلام کو اپنا فیصلہ بدلنا پڑا۔

ان اقتباسات سے یہ بات بخوبی ثابت ہو جاتی ہے کہ شیعہ اثنا عشریہ کے عظیم الشان قائد امام مثنیٰ اور ان کے پیروکار تمام اثنا عشری شیعہ سیدنا ابوبکر و عثمان رضی اللہ عنہم کی شرعی امامت و خلافت کو حق علی پر عصبانہ قبضہ اور ان خلفائے راشدین کو باطل و ناحق قرار دیتے ہیں۔ نیز ان کے شیعہ عقیدہ کی رو سے انصار و مہاجرین کے شوریائیت کی بنا پر ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم ان معصومین کو شرعی امام و خلیفہ منتخب کرنے سے ان تینوں ائمہ و خلفاء کی امامت و خلافت شرعاً درست قرار نہیں دی جاسکتی کیونکہ امامت و خلافت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد برہائے نص النبی امام منصوص و معصوم علی بن ابی طالب کا آسمانی حق ہے۔ جسے صحابہ کرام کی شوریائیت اور انتخاب سے منسوخ نہیں کیا جاسکتا۔

اور جہاں تک سیدنا عمر کی جانب سے اجماع صحابہ کے ساتھ باجماعت نماز تراویح کا مستقل نظام قائم کرنے کا تعلق ہے (کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین روز مسجد میں تراویح ادا فرمائیں، مگر پھر اس خدشہ کی بنا پر گھر میں ادا فرمائیں کہ کہیں فرض نہ ہو جائیں اور بعد کی امت کے لئے وقت کا باعث بنیں۔ جب کہ وفات نبوی کے بعد سلسلہ وحی ختم ہو جانے کی وجہ سے اس سنت نماز کے فرض قرار دیئے جانے کا امکان نہ رہا تھا) تو اس نظام کو بقول مثنیٰ خلافت علی میں مجبوراً قائم رکھے جانے کی دلیل اس بناء پر بھی ناقابل قبول ہے کہ امام زین العابدین کے فرزند امام زید شہید سے منسوب کئی ملین افراد پر مشتمل شیعہ فرقہ زیدیہ، سیدنا علی زین العابدین و حسین کی روایت کردہ حدیث کے مطابق بیس رکعت باجماعت نماز تراویح کو سنت امیر المومنین علی قرار دیتا ہے۔ (ملاحظہ ہو مسند الامام زید، کتاب الصوم، مطبوعہ بیروت)۔

۴۔ شیعہ عقیدہ کے مطابق امام و خلیفہ منصوص من اللہ (خدا کی طرف سے مقرر شدہ) معصوم عن الخطاء ہوتا ہے۔ علی بن ابی طالب کو پیغمبر اسلام نے منصب امامت و خلافت پر مقرر فرمایا اور علی و معصومین اولاد علی بن ابی طالب ہیں۔

اس حوالہ سے امام مثنیٰ فرماتے ہیں:

”شیعیان از بعد از گزشتن پیمبر اسلام ہانہیان در اس دو موضوع کہ حکم ہر دور از خود مگر قیم مخالفت داشتند۔ در روزہای اول بزرگن از اصحاب پیغمبر کہ تمام اسلامیان آنہارا بزرگی یاد کردند و احدی در بارہ آنہا چیزی گشتہ کہ دامن پاک آنہارا آلودہ کند چون امیر المومنین علی بن ابی طالب و حسن و حسین و سلمان و ابی ذر و مقداد و عمار و عباس و ابن عباس و امثال آنہا برخلاف برخاستند و خواستند گفتہ خدا و پیغمبر در بارہ اولوالا امر اجراء کنند لکن دست بندہا کہ از اول پیدائش بشر تا کنون حکم خود مند ان رائج کردہ و طبع و ہوساکہ در ہر زمان حق و حقیقت را پامال کردہ آرزو نیز کار خود را کرد۔ و شہادت تواریخ معتبرہ ایہیں بکار دفن پیغمبر مشغول بودند کہ جلسہ سقیفہ ابوبکر را بحکومت انتخاب کرد۔ و اس محض کج بناء نمودہ شد پس از دورہ اول اسلام۔ باز اس گفتگو در بین اس دو دستہ بودہ۔ شیعیان کہ پیروان علی مستند میگویند کہ امامت را باید خدا ہمیں کند بحکم خود و خلفاء و سلاطین لائق آل نیستند۔ و علی و اولاد معصومین اولوالا امر اند کہ خلاف گفتہ ہای خدا صیحا گشتہ و گویند و اس نیز بتعین پیغمبر اسلام است، چنانچہ پس از اس ذکر آل میشود و ثابت میکنم کہ پیغمبر اسلام ہمیں امام کردہ و آل علی بن ابی طالب است۔“ (امام مثنیٰ، کشف اسرار، ص 140-141)۔

ترجمہ: شیعہ پیغمبر اسلام کی وفات کے بعد سینوں سے ان دو موضوعات (امام و اولوالا امر) میں اختلاف رکھتے ہیں جن میں سے ہر ایک کا حکم ہم نے عقل کی رو سے حاصل کیا ہے۔

ابتدائی ایام میں ہی اصحاب پیغمبر میں سے بزرگ ہستیوں نے جن کو تمام مسلمان بزرگی و عظمت سے یاد کرتے رہے ہیں اور کوئی شخص ان کے بارے میں کوئی ایسی بات نہیں کہہ پایا جو ان کے پاکیزہ دامن کو آلودہ کرے۔ مثلاً: امیر المومنین علی بن ابی طالب و حسن و حسین و سلمان و ابی ذر و مقداد و عمار و عباس و ابن عباس اور اس قسم کے دیگر حضرات۔ ان سب نے اختلاف کیا اور چاہا کہ اولوالا امر کے سلسلہ میں اللہ اور رسول کے فرمان کو عملی جامہ پہنائیں مگر ان جتنے بندیوں نے جو انسان کی پیدائش کے روز اول سے آج تک اہل عقل و خود کے فیصلہ کو مفلوج بناتی آئی ہیں، اور اس ہوس و لالچ نے جس نے ہر زمانہ میں حق و حقیقت کو پامال کیا ہے۔ اس روز بھی اپنا کام دکھایا، اور معتبر تاریخوں کی گواہی کے مطابق یہ حضرات جب تدفین پیغمبر کے کام میں مصروف تھے، سقیفہ بنی ساعدہ کے اجلاس نے ابوبکر کو

حکومت کے لئے منتخب کر لیا، اور اسلام کے ابتدائی دور (عصر نبوی) کے معا بعد ہی یہ اینٹ ٹیڑھی لگادی گئی۔

ایک بار پھر یہ بحث ان دو دوستوں کے مابین ہے۔ شیعہ جو علی کے پیروکار ہیں کہتے ہیں کہ امامت کا تعین عقل کے تقاضے کے مطابق خدا کرتا ہے، اور خلفاء و سلاطین اس منصب کے لائق نہیں۔ علی اور ان کی معصوم عن الخطاء اولاد ہی اولوالامر (صاحبان امر امامت و خلافت) ہیں جنہوں نے کلمت خداوند کے برخلاف نہ کبھی کچھ کہا ہے اور نہ کہتے ہیں، اور یہ بھی پیغمبر اسلام کے مقرر کرنے سے اولوالامر ہیں، چنانچہ اس کے بعد اس بات کا ذکر ہوگا اور میں ثابت کروں گا کہ پیغمبر نے امام کا تقرر کر دیا تھا اور وہ علی بن ابی طالب ہیں۔

اس اقتباس سے یہ بھی واضح اور ثابت ہو جاتا ہے کہ امام مبینی اور اہل تشیع کے نزدیک سیدنا علی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ اور رسول کے حکم سے مقرر شدہ پہلے شرعی امام و خلیفہ اور صاحب ولایت امر ہیں اور ان کے بعد ان کی اولاد میں سے ائمہ معصومین اس منصب کے حامل ہیں۔ لہذا ابوبکر و عمرو عثمان رضی اللہ عنہم کی امامت و خلافت و ولایت امر باطل اور ناحق ہے جو حق علی کو غصب کرنے کا نتیجہ ہے۔ (معاذ اللہ)

اس کے بعد بھی اگر کوئی سنی العقیدہ مسلمان بھائی محوش و حواس یہ سمجھتا ہے کہ امام مبینی اور شیعہ اثنا عشریہ سیدنا ابوبکر و عمرو عثمان رضی اللہ عنہم کو اجماع صحابہ کی رو سے شورا ایت کی بنا پر منتخب شدہ شرعی ائمہ و خلفاء و اولوالامر تسلیم کرتے ہیں تو اس پر اظہار تاسف کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے۔ بہر حال اہل تشیع کے تمام الزامات کی تردید کے لئے صرف اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ سیدنا علی اور مذکورہ چند صحابہ کرام سمیت تمام صحابہ کرام نے سیدنا ابوبکر و عمرو عثمان کی بیعت کی تھی جسے اثنا عشریہ سیدنا علی و حامیان علی کی جانب سے تقیہ کے طور پر بیعت کا نام دیتے ہیں۔ مگر شیعہ زیدیہ وغیرہ بلا تقیہ حقیقی شرعی بیعت تسلیم کرتے ہیں۔

اور جہاں تک دفن پیغمبر سے پہلے خلافت ابوبکر کا معاملہ طے کرنے کا تعلق ہے تو حالات کی نزاکت کے پیش نظر امامت و خلافت کے اختلاف و انتشار کو فوری طور پر حل کرنا جس عجلت کا متقاضی تھا، اس پر اعتراض کرنے والے امام مبینی اور اہل تشیع نے خود امام مبینی کی تدفین سے بھی پہلے سنی اصول شورا ایت کی بناء پر سید علی خامنہ کی منصب ولایت فقیہ پر فائز

کر دیا۔ جبکہ مبینی صاحب اس سے پہلے حسین علی ھنری کو نامزد کر کے علماء کی مخالفت کے پیش نظر چند سال بعد اس نامزدگی کو منسوخ کر چکے تھے اور پھر جانتے بوجھتے اپنے جانشین کا تقرر کئے بغیر ہی باقی ایام زندگی گزار کر وفات پا گئے۔ فامہتہو یا اولی الابصار۔

5۔ اسلامی ریاست کے تمام اختلافات، جنگیں اور خونریزیاں، حتیٰ کہ شیعہ مجتہدین کے باہم اختلافات بھی سقیفہ بنی سلمہ میں ابوبکر کو امام و خلیفہ منتخب کرنے کا نتیجہ ہیں۔

مبینی صاحب فرماتے ہیں:-

”وہ روشن و واضح است کہ اگر امر امامت با آن طور کہ خدا دستور داده بود و پیغمبر تبلیغ کرده بود و کوشش در بارہ آن کرده بود جریان پیدا کرده بود، اس ہمہ اختلافات در مملکت اسلامی و بینکما و خونریزی ها اتفاق نمی افتاد۔ و اس ہمہ اختلافات در دین خدا از اصول گرفته تا فروع پیدا نمیشد، حتی اختلاف بین مجتہدین شیعہ را باید از روز سقیفہ دانست زیرا اختلاف آراء از اختلاف اخبار است و اختلاف آن بیشتر از صدور اخبار تقیہ است کہ پیشتر ذکر کی از آن شد۔ و اگر امامت با احلس رسیده بود تقیہ پیش نمی آمد پس آنچه تاکنون مسلمان ها رسیده آثار روز سقیفہ باید شمرد۔“ (امام مبینی، کشف اسرار، 15 رجب الثانی 1363ھ، ص 171)۔

ترجمہ: اور یہ بات بالکل واضح اور روشن ہے کہ اگر امامت کے معاملہ کو اسی طرح علی جامہ پہنایا جاتا جس طرح کہ خدا نے حکم دیا تھا اور پیغمبر نے حکم پہنچا کر اس کے سلسلے میں کوشش کی تھی تو اسلامی مملکت کے یہ تمام اختلافات جنگیں اور خونریزیاں جنم نہ لیتیں اور اصول دین سے فروع دین تک خدا کے دین کے سلسلہ میں اختلافات پیدا نہ ہوتے۔ حتیٰ کہ شیعہ مجتہدین کے باہمی اختلافات کو بھی سقیفہ (بنی سلمہ میں انتخاب ابوبکر) کے روز سے شمار کرنا چاہئے، کیونکہ فقہی آراء کا اختلاف اخبار و روایات کے اختلاف کی وجہ سے ہے اور ان اخبار و روایات کا اختلاف زیادہ تر ان اخبار و روایات کی وجہ سے ہے جو تقیہ کی بناء پر صادر ہوئی ہیں اور جن میں سے کچھ کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اگر امامت اس کے حق دار تک پہنچ جاتی (یعنی علی کو بحیثیت امام و خلیفہ اول قبول کر لیا جاتا) تو تقیہ کی ضرورت پیش نہ آتی۔ پس جو کچھ آج تک مسلمانوں پر بتایا آئی ہے اسے سقیفہ بنی سلمہ کے آثار و باقیات میں شمار کرنا چاہئے۔

اسلو سے ابو ہریرہ، ابوسعید خدری، ابو رافع اور دیگر حضرات سے روایت ہے کہ یہ آیت غدير خم (یعنی خم نامی تلاب پر بیان کردہ حدیث۔ من کنت مولاه) کے روز علی بن ابی طالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اور کتب "غایہ المرام" میں اہل سنت کی طرف سے تو حدیث نقل کی گئی ہیں کہ یہ آیت علی بن ابی طالب کے بارے میں ہے۔ اب بتلاؤ کہ اللہ کے حکم سے علی بن ابی طالب کی شناخت کروانا تاکہ لوگ انہیں پہچان جائیں، کیا جزو دین ہے اور لوگ (صحابہ) اس شناخت اور اطاعت کے حکم پابند کئے گئے تھے یا یہ محض ایک بے ہودہ، احمقانہ کام تھا جس کا مقصد شوخی و دل لگی تھا؟

امام خمینی حدیث غدير خم (من کنت مولاه فعلی مولاه الخ) کی سند کے بارے میں فرماتے ہیں:-

"تواتر حدیث غدير پیش اہل سنت و جماعت تاجہ رسد شیعہ جای شک و تردید نیست"۔ (کشف اسرار، ص 182)۔

ترجمہ: غدير خم والی حدیث شیعہ تو شیعہ اہل سنت و الجماعت کے نزدیک بھی متواتر ہے جس میں شک و تردید کی قطعاً گنجائش نہیں۔

حدیث غدير خم جس سے اہل تشیع امامت و خلافت بلا فصل سیدنا علی کے لئے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اس کے بارے میں اہل سنت کی ترجمانی کرتے ہوئے شیخ الاسلام محمد قمر الدین سیالوی فرماتے ہیں:

"یہ بھی اہل فریبی ہے کہ حضرت علی کی خلافت بلا فصل کی دلیل میں غدير خم کی روایت پیش کی جاتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا کہ:- "من کنت مولاه فعلی مولاه" (یعنی جن کا میں دوست ہوں علی بھی ان کے دوست ہیں)۔

ظاہر ہے کہ قرآن کریم میں مولیٰ بمعنی دوست ہے۔ دیکھو اب آیہ کریمہ۔ فان اللہ مولاه و جبریل و صالح المومنین۔ یعنی اللہ کے محبوب کا دوست اللہ جل شانہ ہے اور جبریل ہیں اور نیک بندے ہیں۔ والعلائکہ بعد ذلک ظہیر۔ اس کے بعد فرشتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امداد کنندہ ہیں۔ القرآن۔

اب مولیٰ کا معنی حاکم یا امام یا امیر کرنا صراحۃً قرآن کریم کی مخالفت ہے اور تفسیر

6- حدیث غدير خم کے بعد علی کو امام و خلیفہ اول تسلیم نہ کرنا بے ہودگی، بے عقلی اور لغو پن ہے۔ وغیر ذلک من الخرافات۔
"نبوت و امامت جزو دین است" کے زیر عنوان امام خمینی فرماتے ہیں:
"تلویل از قرآن و مکتفہ ہائے پیغمبر اسلام داریم کہ اس عاجز و دین است۔
(خمینی، کشف اسرار، ص 223)۔

ترجمہ: ہم قرآن اور احادیث پیغمبر اسلام سے اس بات کے دلائل رکھتے ہیں کہ یہ (نبوت و امامت) جزو دین ہیں۔

پھر امام خمینی بہت سی تفصیلات بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔
"والا اینکه معرفت امام و محبت آن از ایمانست پس آیاتی از قرآن دلالت بر آن دارد۔
ولور اسباب ذکر بعضی اکتفاء میکنم۔ از آن جملہ سورہ مائدہ (آیہ 67)۔

یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک و ان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس۔

بمقتضی شیعہ و در کتب معتبرۃ اہل سنت و جماعت از طرق کثیرہ از ابی ہریرہ و ابوسعید خدری و ابو رافع و دیگران وارد است کہ اس آیت در روز غدير خم دربارہ علی بن ابی طالب وارد است و ذکر کتب غایہ المرام نہ حدیث از طرق اہل سنت آوردہ کہ اس آیت دربارہ علی بن ابی طالب است۔ اکنون میگوئید معنی علی بن ابی طالب بحکم خدا برای شناختن مردم اورا از دین است و مردم مامور ہں معرفت و اطاعت بودند یا کار بے ہودہ، بیخردانہ و مقصود بازی و شوخی بودہ؟

(امام خمینی، کشف اسرار، 15 ربیع الثانی 1363ھ، مطبوعہ ایران، ص 224-225)۔

ترجمہ: جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ امام کو پہچاننا اور اس سے محبت رکھنا جزو ایمان ہے اس پر قرآن کی کئی آیات دلالت کرتی ہیں اور ہم یہاں چند آیات کے ذکر پر اکتفا کر رہے ہیں، ان میں سے ایک سورہ مائدہ کی آیت 67 ہے کہ (اے پیغمبر جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل یا گیا اسے پناہ دیجئے، اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اس کی پیغام رسانی نہیں فرمائی اور اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے گا۔

شیعوں کے ہاں یہ متفق علیہ ہے اور اہل سنت و الجماعت کی کتابوں میں بھی کثیر طرق

آخری دعائیہ جملہ اس کا واضح قرینہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ میں جس کا محبوب ہوں علی بھی اس کے محبوب ہیں، لہذا جو مجھ سے محبت کرے اس کو چاہئے کہ وہ علی سے بھی محبت کرے۔ آگے آپ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ جو بندہ علی سے محبت و موالات کا تعلق رکھے تو اس سے محبت و موالات کا معاملہ فرما اور جو کوئی علی سے عداوت رکھے تو اس کے ساتھ عداوت کا معاملہ فرما۔ جیسا کہ عرض کیا گیا یہ دعائیہ جملہ اس کا واضح قرینہ ہے کہ اس حدیث میں مولیٰ کا لفظ محبوب اور دوست کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مسئلہ امامت و خلافت سے کوئی تعلق نہیں۔“

(مولانا محمد منظور نعمانی، ایرانی انقلاب، امام خمینی اور شیعیت، مطبوعہ مکتبہ مدنیہ، لاہور)

ص 188-189۔

شیخ الاسلام سیالوی اور مولانا نعمانی کی یہ توضیحات دنیا بھر کے علمائے اہل سنت والجماعت کی ترجمان ہیں کہ ”مولیٰ“ کا لفظ اس حدیث میں ”دوست“ کے معنی میں استعمال ہوا ہے، امامت و خلافت سے اس کا قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ پس اس کے دونوں بیان کردہ مفہوم و معنی درست ہیں کہ جن سے نبی دوستی رکھتے ہیں (یعنی سیدنا ابوبکر و عمرو عثمان و جملہ صحابہ کرام) علی بھی ان سے دوستی رکھتے ہیں۔ نیز جو نبی سے دوستی رکھتا ہے وہ علی سے بھی دوستی رکھے۔ اس طرح دوستان علی (صحابہ کرام) سے دشمنی رکھنے والے (روافض) اور دوست نبی و صحابہ (یعنی علی) سے دشمنی رکھنے والے (خوارج) دونوں عداوت خداوندی کے مستحق از روئے دعائے نبوی قرار پائے۔ اس کے برعکس سیدنا ابوبکر و عمرو عثمان و علی و جملہ صحابہ کرام سے بیک وقت دوستی و محبت رکھنے والے اہل سنت والجماعت اللہ رسول کے دوست قرار پائے۔ واللہ اعلم و ملہ اتم۔

ب۔ حدیث منزلت اور امامت علی (رض)

قرآن و حدیث کی غلط تاویلات سے سیدنا علی کو سیدنا ابوبکر کے بجائے امام اول و خلیفہ بلا فصل ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہوئے امام خمینی اور تمام اہل تشیع ”حدیث منزلت“ بھی زور و شور سے پیش کرتے ہیں، چنانچہ امام خمینی اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:-

بالرائے ہے۔ اور کون مسلمان نہیں جانتا کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں کے دوست ہیں، جن کو اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے گھر میں ہجرت میں، نماز میں، سفر میں، حتیٰ کہ قبر میں اپنا ساتھی اور رفیق منتخب فرمایا، حضرت علی ان کے دوست ہیں۔ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا صاف صاف ارشاد گرامی نہ بھولئے، حضرت تو حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے حق میں فرماتے ہیں کہ:-

”ہما مہمایا“ یعنی وہ میرے دوست ہیں۔“ (مذہب شیعہ، ص 80)۔

اس سلسلہ میں محسن اہلسنت مولانا منظور نعمانی فرماتے ہیں:-

”اہل سنت کی بعض کتب حدیث میں بھی جتہ الوداع کے سفر کے اس خطبہ نبوی کا ذکر کیا گیا ہے جس میں آپ نے فرمایا تھا:- (من کنت مولاه فعلی مولاه الخ)۔ لیکن اس کا مسئلہ امامت و خلافت سے دور کا بھی تعلق نہیں۔

اصل واقعہ یہ تھا کہ جتہ الوداع سے ملت آٹھ مہینے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ کو قریباً تین سو افراد کی جمعیت کے ساتھ یمن بھیج دیا تھا، وہ جتہ الوداع میں یمن سے آکر ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تو یمن کے زمانہ قیام میں ان کے بعض ساتھیوں کو ان کے بعض اقدامات سے اختلاف ہوا تھا۔

وہ لوگ بھی جتہ الوداع میں شرکت کے لئے ان کے ساتھ میں آئے تھے۔ انہوں نے آکر دوسرے لوگوں سے بھی حضرت علی کے ان اقدامات کے خلاف اپنی رائے کا اظہار کیا۔ بلاشبہ یہ ان لوگوں کی غلطی تھی۔ شیطان ایسے موقعوں سے فائدہ اٹھا کر دلوں میں میل اور افتراق پیدا کر دیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس صورت حال کا علم ہوا تو آپ نے ضرورت محسوس فرمائی کہ حضرت علی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقبولیت و محبوبیت کا جو مقام حاصل ہے اس سے لوگوں کو آگاہ فرمائیں اور اس کے اظہار و اعلان کا اہتمام فرمائیں۔ اسی مقصد سے آپ نے وہ خطبہ دیا جس میں فرمایا:

”من کنت مولاه فعلی مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه۔“

عربی زبان میں مولیٰ کے معنی آقا کے بھی ہیں، غلام کے بھی ہیں، آزاد کردہ غلام کے بھی ہیں۔ حلیف کے بھی ہیں، مددگار کے بھی ہیں۔ دوست اور محبوب کے بھی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں وہ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے اور اس حدیث میں

اب اس روایت سے یہ ثابت کرنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کو خلیفہ بلا فصل مقرر فرما رہے ہیں، کس قدر بے محل ہے۔ اولاً اس لئے کہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ کی حین حیات میں فوت ہو گئے تھے اور حضرت موسیٰ کے خلیفہ نہ بلا فصل بنے اور نہ بالفصل۔ دیکھو شیعوں کے مجتہد اعظم ملا باقر مجلسی کی کتاب حیات القلوب، ص 368 اور تاریخ التواریخ وغیرہ اور اولڈ ٹسٹامنٹ (بائبل وغیرہ) جہاں صراحتاً موجود ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ کی حین حیات میں فوت ہوئے اور یہود نے حضرت موسیٰ پر یہ اتہام لگایا کہ انہوں نے اس کو قتل کیا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی برات نازل فرمائی، جس کا ذکر قرآن کریم میں ان کلمات طیبات کے ساتھ ہے۔

فبإمرأہ اللہ معا قالوا وکان عند اللہ وجیہا۔

(پس اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو اس اتہام سے بری فرمایا جو کچھ کہ یہود نے ان کے متعلق پاندھا تھا اور وہ اللہ کے نزدیک ایک معزز و محترم تھے۔)

اور تفسیر صافی میں جو اہل تشیع کی معتبر ترین کتب ہے، بحوالہ تفسیر ”مجمع البیان“ جو شیعوں کے مجتہد اعظم کی تصنیف ہے، حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت تصدیق کے لئے ملاحظہ فرمائیں۔

(عن علی علیہ السلام ان موسیٰ و ہارون صعدا الجبل فعات ہارون فقالا لبنا اسرائیل انت قتلته الخ)۔

یعنی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون ایک پہاڑ پر چڑھے۔ پس حضرت ہارون فوت ہو گئے تو بنی اسرائیل نے کہا کہ اے حضرت موسیٰ! آپ نے ان کو قتل کیا ہے الخ۔

”حیرت القلوب“ میں یہ واقعہ مفصل موجود ہے۔

تو یہ مشابہت خلافت کے ساتھ قرار دینا کہ جیسے حضرت ہارون، حضرت موسیٰ کے خلیفہ تھے، ویسے ہی حضرت علی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ تھے، انتہا درجہ تعجب انگیز ہے۔ دلیل تو خلافت بلا فصل اس مشابہت کے ذریعے سے لائی گئی، مگر اس مشابہت کی وجہ سے مطلقاً خلافت نہ بلا فصل اور نہ بالفصل ثابت ہو سکی، خدا کا شکر ہے کہ کسی خارجی منحوس کے ہاتھوں تک اہل تشیع کی خلافت بلا فصل کے متعلق یہ دلیل نہیں پہنچی ورنہ امر تشیع حضرات کو لینے کے دینے پڑ جاتے

”ذکر حدیث منزلت در امامت علی (ع)“

یکی از احادیثی کہ در بارہ امامت امیرالمومنین از پیغمبر اسلام وارد شدہ حدیث منزلت است۔ و آن حدیثی است کہ بطور تواتر از سنی و شیعہ نقل شدہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم گفت:

(انت منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ الا انہ لانی بعدی)۔

یعنی نسبت تو من مثل نسبت ہارون بموسیٰ است مگر در پیغمبری کہ کسی بعد از من پیغمبر نیست۔ و ہارون تمام شئون خلافت و وراثت را نسبت بموسیٰ داشت۔ سید بزرگوار سید ہاشم بحرانی اس حدیث را با یکصد سند از طریق اہل سنت نقل میکنند کہ بسیاری از آں از صحاح ستہ نیاں است کہ بزرگ ترین کتب آنہا است۔

(امام خمینی، کشف الاسرار، 15 ربیع الثانی 1363ھ، طبع ایران، ص 182)۔

ترجمہ: پیغمبر اسلام سے امیرالمومنین کی امامت کے سلسلہ میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں ان میں سے ایک حدیث منزلت ہے جو اہل سنت و شیعہ سے متواتر سند کے ساتھ منقول ہے کہ پیغمبر نے علی سے فرمایا: (انت منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ الا انہ لانی بعدی) یعنی تیری مجھ سے نسبت ویسی ہی ہے جیسی ہارون کی موسیٰ سے ہے، سوائے پیغمبری کے کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور ہارون موسیٰ کی نسبت سے تمام امور خلافت و وراثت کے حامل تھے۔ سید بزرگوار سید ہاشم بحرانی نے اس حدیث کو ایک سو اسناد کے ساتھ اہل سنت کے طرق حدیث سے نقل کیا ہے جن میں سے زیادہ تر سینوں کی صحاح ستہ میں سے ہیں جو کہ اہل سنت کی عظیم ترین کتب حدیث ہیں۔

اہل تشیع چونکہ حدیث غدیر کے بعد اس ”حدیث منزلت“ سے سیدنا علی کو خلیفہ بلا فصل ثابت کر کے اہل سنت کو لا جواب کرنے کی کوشش کرتے ہیں، لہذا اس حوالہ سے شیخ الاسلام سیالوی فرماتے ہیں:

”علی هذا القیاس حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلا فصل پر غزوہ تبوک کی روایت کو دلیل میں پیش کرنا سخت ثوابی اور بے خبری کی دلیل ہے۔ یعنی غزوہ تبوک کے موقع پر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت علی کو ارشاد فرمانا۔

”اما ترضی ان تکن منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ“ یعنی اے علی آپ اس بات پر راضی نہیں کہ جو نسبت ہارون کو موسیٰ سے تھی وہی منزلت آپ کو مجھ سے ہوئی۔

ہٹ دھری کی بھی انتہا ہے۔ جب حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت راشدہ کے متعلق ائمہ طاہرین کی سند کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح اور غیر مبہم ارشاد خود اہل تشیع کی معتبر کتابوں سے دکھایا جائے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

ان ابا بکر یلی الخلافة من بعدی۔ یعنی میرے بعد ابوبکر خلیفہ ہیں۔

اور اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب تفسیر امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ اور تفسیر صافی وغیرہ کی تصریحات پیش کی جائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد خلیفہ ابوبکر ہیں، ان کے بعد عمر ہیں۔ اور اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب نوح البلاغہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ان کی خلافت کو تسلیم فرمنا، ان کے ہاتھ پر بیعت کرنا، ان کے ساتھ مشوروں میں شریک ہونا ثابت کیا جائے اور شیعوں کی معتبر ترین کتاب ”شانی“ اور ”تلخیص الشانی“ سے ائمہ طاہرین کی روایات کے ساتھ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا یہ ارشاد گرامی موجود ہو کہ۔ ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) میرے پیارے ہیں۔ امام الحدی ہیں، پیشوائے وقت ہیں، ہدایت کے امام ہیں، شیخ الاسلام ہیں، اور مولا علی کا یہ ارشاد خود ائمہ طاہرین کی سند کے ساتھ پیش کیا جائے کہ حضور کی تمام امت سے افضل ابوبکر ہیں، اور کتاب ”کافی“ سے یہ تصریح پیش کی جائے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مرتبہ تمام صحابہ سے افضل ہے، اور اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب ”تفسیر حسن عسکری“ اور ”معانی الاخبار“ وغیرہ میں یہ تصریحات موجود ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر بمنزلہ میری آنکھ کے ہیں اور عمر بمنزلہ میرے گوش مبارک کے ہیں اور عثمان بمنزلہ میرے دل کے ہیں، تو ان روایات کو دیکھ کر اہل تشیع کو خلافت کا یقین نہیں ہوتا، نہ ہی ائمہ طاہرین کی روایات پر ایمان لاتے نظر آتے ہیں اور حضرت ہارون کی مشابہت سے خلافت بلا فصل ثابت کرنے کی بڑی دور کی سوچتی ہے۔

اگر حضرت علی کی خلافت ثابت کرنے کا اس قدر شوق ہے تو پہلے ان کو سچا بھی مانو، ان کے ارشادات پر ایمان بھی لاؤ، اور ان کی حدیثوں کو صحیح تسلیم کرو۔ ان معصومین کو جھوٹ، مکر اور فریب سے پاک اور منزه یقین کرو، تو ہم جانیں کہ اہل تشیع کو ائمہ طاہرین معصومین کے ساتھ دلی الفت اور محبت ہے۔ حضرت ہارون کے ساتھ مشابہت ایک وقتی طور پر بہت

مناسب ہے، جیسے حضرت موسیٰ، حضرت ہارون علیہما السلام کو طور سیناء پر جاتے وقت اپنے گھر چھوڑ گئے تھے، اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک میں تشریف لے جاتے وقت حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو مدینہ شریف کی حفاظت کے لئے افسر مقرر کر گئے تھے۔

مگر حسب روایت باقر مجلسی کی ”حیات القلوب“ میں حضرت علی نے مدینہ شریف میں رہنا پسند نہ فرمایا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے ساتھ جانا اختیار کیا اور شامل سفر باظفر ہوئے۔

مگر سوال یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مشابہت حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کے متعلق موجود ہے یا نہیں؟ تو جواب یہ ہے کہ چونکہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد زندہ نہ تھے، بلکہ ان کے حین حیات میں ہی فوت ہوئے، لہذا حضرت موسیٰ کے بعد خلیفہ نہ بنے۔ فذلک کذا لک۔ البتہ ہم اہل السنۃ والجماعت کے اصول کے مطابق حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چوتھے خلیفہ ہیں۔“

(شیخ الاسلام محمد قمر الدین سیالوی، مذہب شیعہ، ص 80-83، مطبوعہ اردو پریس میکلواڈ لاہور، مکتبہ ضیاء شمس الاسلام، سیال شریف، 1377ھ)۔

ج۔ حدیث سفینہ نوح (ع)

امام غیبی اور تمام اہل تشیع امامت اور شیعیت کے اثبات کے سلسلہ میں حدیث غدیر و منزلت کی طرح بہت سی ایسی احادیث کا بھی حوالہ دیتے ہیں جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اہل بیت سے وابستہ رہنے کی تلقین فرمائی ہے، اس سلسلہ میں امام غیبی فرماتے ہیں:-

”حدیث سفینہ دربارہ امامت

وا از احادیث مسلمہ متواترہ حدیث تشبیہ اہل بیت، بکشتی نوح است کہ از طریق اہل سنت یازدہ حدیث در این موضوع وارد شدہ است کہ مایک حدیث آرا ذکر میکنم۔

ابوالحسن علی بن محمد خطیب فقیہ شافعی متوفی در سال 483 در کتاب مناقب، سند خود از ابن عباس نقل میکند: اقال قال رسول الله: مثل اهل بيتي مثل سفينة نوح

تمسکتکم به لن تضلوا بعدی احدہما اعظم من الآخر و هو کتاب اللہ
حبل معدود من السماء الی الارض و عترتی اہل بیتی لن یفترقا حتی
یردوا علی الحوض فانظروا کیف تخلفونی فی عترتی۔

زید بن ارقم گفت پیغمبر گفت من در پیش شما چیز ہائی میگذارم کہ اگر تمسک بہ آن کنید
غلات و گمراہی ہرگز نمی افتید بعد از من۔ و آن دو چیز است کہ یکی از آنها از دیگری بالاتر
است و آن کتاب خدا است کہ رسمانی است کہ از آسمانی بر زمین کشیدہ شدہ و دیگر عترت
من کہ اہل بیت من هستند۔ و این دو از ہم جدا نمی شوند تا روز قیامت۔ بینید چہ طور
سلوک میکنید بعد از من با اہل بیت من۔

و این حدیث امامت را در اہل بیت رسول خدا قرار دادہ تا روز قیامت۔

(امام ثینی، کشف اسرار، طبع ایران، 1363ھ، ص 187-188)۔

ترجمہ: امامت کے سلسلہ میں حدیث ثقلین

ان احادیث میں سے جو سنی و شیعہ طرق اسناد سے متواتر اور امامت علی و فرزندان
معصومین علی پر نص ہیں، حدیث ثقلین بھی ہے۔ یہ حدیث بین سے کچھ زائد اصحاب پیغمبر
سے منقول ہے اور کافی ہے۔ نیز نو احادیث طریق اہل سنت سے منقول ہیں، جن میں سے
صحیح مسلم و صحیح ابی داؤد و صحیح ترمذی و مسند احمد بن حنبل و مستدرک حاکم و غیرہ میں اہل سنت
والجماعت کے عظیم معتبر و مستند حضرات سے مروی ہیں۔

اور ہم یہاں ایک حدیث صحیح ترمذی و (سنن) ابی داؤد سے ذکر کر رہے ہیں، پس جو کوئی
ان ہر دو مطالب کی تفصیل چاہتا ہے وہ کتاب ”غایۃ الہرام“ اور کتاب ”مبعقات“ کی طرف
رجوع فرمائے۔ ان دو کتابوں (ترمذی و ابو داؤد) میں جو سینوں کی صحاح ستہ (چھ صحیح ترین
کتب حدیث) میں شامل ہیں، زید بن ارقم سے منقول ہے۔ (قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ انی تارک فیکم الثقلین الخ)۔

زید بن ارقم نے فرمایا کہ پیغمبر نے فرمایا کہ میں تمہارے لئے ایسی چیزیں چھوڑ کر جا رہا
ہوں کہ اگر تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھام لو گے تو ہرگز گمراہی و ضلالت میں مبتلا نہ ہو پاؤ
گے، اور وہ دو چیزیں ہیں جن میں سے ایک دوسری سے بالاتر ہے اور وہ ہے اللہ کی کتاب جو
آسمان سے زمین تک پھیلی ہوئی اللہ کی رسی ہے اور دوسری میری عترت جو کہ میرے اہل

من رکبہا نجا و من تأخر منہا ہلک۔ یعنی پیغمبر گفت مثل اہل بیت من مثل کشتی
نوح است کہ ہر کس سوار آن کشتی شد نجات پیدا کرد و ہر کس تاخیر انداخت ہلاک شد۔
(امام ثینی، کشف اسرار، مطبوعہ ایران 1363ھ، ص 189)۔

ترجمہ:۔ امامت کے بارے میں حدیث سفینہ

ان تسلیم شدہ متواتر احادیث میں سے اہل بیت کو کشتی نوح سے تشبیہ دینے والی حدیث
بھی ہے، اس موضوع پر اہل سنت کے طرق اسناد سے گیارہ احادیث مروی ہیں جن میں سے
ہم ایک حدیث کا ذکر کریں گے۔

شافعی فقیہ ابوالحسن علی بن محمد خطیب متوفی 483ھ اپنی سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں
کہ:۔ (قال قال رسول اللہ: مثل اہل بیتی مثل سفینۃ نوح من رکبہا نجا و
من تأخر عنہا ہلک۔ یعنی پیغمبر نے فرمایا کہ میرے اہل بیت کی مثل کشتی نوح جیسی
ہے کہ جو کوئی اس کشتی میں سوار ہو گیا نجات پا گیا اور جس کسی نے دیر کوئی (سوار نہ ہو پایا)
ہلاک ہو گیا۔

د۔ حدیث ثقلین بسلسلہ اہل بیت

اسی سلسلہ میں حدیث ثقلین بھی اہل تشیع کے نزدیک بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔ امام
ثینی فرماتے ہیں:

”حدیث ثقلین در امامت ائمہ

از جملہ احادیثی کہ از طرق سنی و شیعہ متواتر است نص بر امامت علی و فرزندان
معصومین اوست حدیث ثقلین است۔ و آن حدیثی است کہ از دست و چند نفر از اصحاب
پیغمبر نقل و بسی۔ و نہ حدیث از طریق اہل سنت منقول است کہ از جملہ آن ہا است صحیح مسلم
و صحیح ابی داؤد و صحیح ترمذی و مسند احمد بن حنبل و مستدرک حاکم و دیگر از اجلہ اثبات و مبرہ
ثبات اہل سنت و جماعت۔

و مایک حدیث از صحیح ترمذی و ابی داؤد در انجا ذکر میکنم۔ ہر کس تفصیل اس دو
مطلب را بخواد بکتاب ”غایۃ الہرام“ و کتاب ”مبعقات“ رجوع کند۔ اس دو کتاب کہ
از شش کتب صحیح بنیان است۔ سند خود از زید بن ارقم نقل کنند۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ انی تارک فیکم ما ان

عائشہ و حفصہ و ام حبیبہ کے والد ہیں، نیز سیدنا ابو العاص و عثمان و علی جو دختران رسول، سیدہ زینب و رقیہ و ام کلثوم و فاطمہ کے شوہر ہیں، اہل بیت رسول سیدہ ام حبیبہ کے بھائی سیدنا معاویہ جن کے بہنوئی جناب رسالت مآب ہیں، ان سب کا اہل بیت رسول سے براہ راست رشتہ و تعلق ہے، اور حدیث ”الائمہ من قریش“ (امام و خلیفہ قریش میں سے ہوں گے) نیز دیگر احادیث اہل سنت (مثلاً غزوہ بدر میں نبی علیہ السلام کے چچا زاد بھائی کے فرزند کے بارے میں حدیث ”هو اول شهيد من اهل بيتي“ و ”سلمان منا اہل البیت“ و ”العباس منی وانا من العباس“ وغیرہ) کی رو سے مستحقین امامت و خلافت اور اہل بیت نبوت کا دائرہ اولاد علی و فاطمہ تک محدود نہیں رہتا بلکہ تمام ازواج و اولاد ثم خویش و اقارب رسول (ص) سمیت درجہ بدرجہ مختلف اکابر قریش و بنو ہاشم تک وسیع تر ہے۔

لہذا ان احادیث اہل سنت سے سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے مقابلے میں سیدنا علی کو اہل بیت میں سے ہونے کے باوجود بطور خاص امام اول و خلیفہ بلا فصل ثابت کرنا عبث و محال ہے۔ البتہ اس قرآن مجید میں جس کو ٹیپنی صاحب کی بیان کردہ سنی حدیث میں اہل بیت سے زیادہ وزنی و بالاتر، آسمان سے زمین تک پھیلی ہوئی رسی قرار دیا گیا ہے۔ ازواج رسول کو اہل بیت قرار دینے کے ساتھ ساتھ امامت و خلافت ابوبکر کا اشارہ دیتی ہوئی یہ نص قرآنی بھی موجود ہے۔

”فقد نصرہ اللہ اذا خرجہ الذین کفروا ثانی اثنتین اذہما فی الغار
اذ یقول لصاحبه لا تحزن ان اللہ معنا“ (التوبة: 40)

اللہ نے ان (پیغمبر) کی مدد اس وقت بھی کی جب کافروں نے انہیں نکال دیا تھا اور وہ دو میں سے دوسرے تھے جب وہ غار (ثور) میں تھے اور اپنے صاحب و ساتھی (ابوبکر) سے فرما رہے تھے کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابوبکر کو (1) ثانی اثنتین (نبی کے ہمراہ دوسرا) (2) صاحب رسول یعنی صحابی و ساتھی اور (3) نبی (ص) کے ہمراہ معیت الہی کا حامل قرار دیا ہے۔ (آیت میں ”ان اللہ معی“ یعنی اللہ میرے ساتھ ہے کے بجائے ان اللہ معنا۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ کے الفاظ ہیں)۔

پس اس آیت کی رو سے (1) سیدنا ابوبکر صدیق کا مقام نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق

بیت ہیں اور یہ دونوں روز قیامت تک ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گے، پس دیکھ لو کہ تم میرے بعد میرے اہل بیت کے ساتھ کیسا سلوک کرو گے۔

اور اس حدیث نے امامت کو روز قیامت تک کے لئے اہل بیت رسول خدا میں (مختصر) قرار دے دیا ہے۔

امام ٹیپنی نے مذکورہ ”حدیث سفینہ“ و ”حدیث فکلین“ سمیت اس قسم کی تمام احادیث کو کتب اہل سنت سے بھی نقل کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ امامت و خلافت صرف اہل بیت رسول (ص) کا حق ہے، وہی مانند کشتی نوح باعث نجات ہیں اور یہی عترت رسول (خاندان، کتبہ) یعنی اہل بیت، قرآن کے ہمراہ وہ دوسری وزنی چیز ہے جس سے وابستگی گمراہی سے بچنے کی ضمانت ہے۔ لیکن ان سنی روایات و احادیث سے اپنے حق میں دلائل دینے والے امام ٹیپنی اور ان کے دیگر ہمہنوا، اہل بیت سے صرف اور صرف سیدنا علی و فاطمہ و حسن و حسین نیز وفات نبوی کے بعد پیدا ہونے والے حسینی ائمہ شیعہ مراد لے کر اس بلند و بالاتر قرآن مجید کی نص صریح کے منکر قرار پاتے ہیں جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارہ ازواج مطہرات کو اموات المؤمنین اور اہل بیت رسول (ص) ہونے کی مستقل سند عطاء فرمائی گئی ہے، اور ان کے ساتھ ساتھ اضافی طور پر بعض احادیث نبویہ کی رو سے اولاد و اقارب رسول (ص) بھی اہل بیت نبوت میں شامل قرار پاتے ہیں۔ لہذا اہل بیت رسول کے کشتی نوح کی مانند باعث نجات قرار پانے اور بلند و برتر قرآن مجید کے ہمراہ اہل بیت سے تمسک و وابستگی کے حکم میں سب سے پہلے بارہ اموات المؤمنین سے تمسک و وابستگی واجب و لازم ہے۔ یعنی سیدہ خدیجہ، سودہ، عائشہ، حفصہ، ام حبیبہ، زینب بنت جحش، زینب بنت جحیمہ، جویریہ، میمونہ، صفیہ، ام سلمہ اور ماریہ قبطیہ (رضی اللہ عنہن)۔

اور ان کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تین بیٹوں (سیدنا قاسم و عبد اللہ و ابراہیم رضی اللہ عنہم) اور چاروں بیٹیوں (سیدہ زینب و رقیہ و ام کلثوم و فاطمہ رضی اللہ عنہن) سے تمسک و وابستگی لازم ہے۔ نیز بعد ازاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں نواسوں (سیدنا علی بن ابوالعاص، عبد اللہ بن عثمان، حسن و حسین بن علی) اور چاروں نواسیوں (سیدہ امامہ دختر سیدہ زینب و ابی العاص، سیدہ ام کلثوم و زینب و رقیہ دختران علی و فاطمہ) کا سلسلہ ہے۔

علاوہ ازیں اکابر قریش و بنی ہاشم سیدنا ابوبکر و عمر و ابو سفیان جو اہل بیت رسول سیدہ

اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم زمانہ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار مت دکھاؤ۔ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم اہل بیت سے آلودگی کو دور رکھو اور تمہیں پوری طرح پاک و صاف رکھے۔ اور یاد رکھو اللہ کی آیات اور حکمت کی ان باتوں کو جو تمہارے گھروں میں سنائی جاتی ہیں بے شک اللہ باریک بین اور پوری طرح باخبر ہے۔

بارہ ازواج رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو امہات المؤمنین، مصداق آیہ تطہیر ازواج مطہرات اور اہل بیت رسول (ص) قرار دینے والی ان آیات کے بعد امام خمینی اور اہل تشیع کا ازواج رسول (ص) کو اہل بیت رسول (ص) سے خارج قرار دینا نص قرآنی کی صریح خلاف ورزی اور انکار ہے، اور حدیث سفینہ و ثقلین وغیرہ میں مذکور باعث نجات اہل بیت یعنی ازواج و اولاد رسول (ص) سے تمک و وابستگی سے صریحاً انکار کر کے اہل بیت سے محض سیدنا علی و فاطمہ و حسنین و ائمہ اہل تشیع مراد لینا نصوص قرآن و احادیث رسول (ص) سے متصادم ہے۔

علاوہ ازیں سیدنا ابوبکر کے حق میں آیہ ثانی اثین کی طرح اہل بیت رسول (ص) ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ کے بارے میں نازل شدہ آیات سورہ نور بھی سیدہ عائشہ کی خصوصی شان و عظمت و برات کے حوالہ سے نص صریح ہیں۔ مگر اس کے باوجود وہ امام خمینی و اہل تشیع کے نزدیک نہ صرف اہل بیت سے خارج ہیں، بلکہ مبغوض و معتبہ بھی قرار دی جاتی ہیں (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)۔

اگر امام خمینی و اہل تشیع کتب اہل سنت سے حدیث سفینہ و ثقلین کے ساتھ ساتھ مذکورہ آیات قرآن کے مطابق تمام ازواج مطہرات کو اہل بیت رسول تسلیم کر لیتے اور سورہ نور کی آیات کی نص صریح کے مطابق عظمت عائشہ صدیقہ کا اعتراف کر کے بخاری و مسلم کی متفق علیہ درج ذیل حدیث بھی کتب اہل سنت سے پیش نظر رکھ لیتے تو شاید تشریح اہل بیت کے حوالہ سے اہل اسلام کو گمراہ کرنا ان کے لئے مشکل تر ہو جاتا۔

”عن ابی موسیٰ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: کمل من الرجال کثیر و لم یکمل من النساء الا مریم بنت عمران و آسیہ امرأة فرعون و فضل عائشۃ علی النساء کفضل الثرید علی سائب الطعام۔“

بعد تمام صحابہ و اہل بیت سے بلند تر ہے۔ (2) انہیں بلا شرکت غیرے منفرد صحبت رسول (ص) حاصل ہے اور (3) وہ نبی کے ہمراہ معیت الہی کے حامل ہیں۔ سیدنا ابوبکر کے حق میں اس نص صریح کے ساتھ ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے وفات سے پہلے سیدنا ابوبکر کو اپنے قائم مقام کے طور پر امامت نماز کے حکم نبوی اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ کے پہلو میں بیٹھ کر نماز ادا کرنے کی حدیث و سنت رسول کو بھی چھینی صاحب ملاحظہ فرمائیے تو دوسروں کو گمراہ کرنے کے بجائے ان کی ذات و فرقہ کے لئے شاید قرآن و سنت و سیرت کی روشنی میں گمراہی سے بچنے اور نصوص قرآن و سنت کو قبول کرنے کا راستہ نکل آتا۔ واللہ لا یعدی القوم الظالمین۔

بہر حال ازواج رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو امہات المؤمنین قرار دے کر ان کی شان میں نازل شدہ آیت تطہیر اور ان کو اہل بیت قرار دینے والی متعلقہ آیات درج ذیل ہیں۔

1- ”النبی اولی بالمؤمنین من انفسهم و ازواجه امہاتہم۔ (الاحزاب: 6)

نبی (ص) مؤمنین سے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں اور آپ کی ازواج ان کی مائیں ہیں۔

2- ”ومن یقنت منکن للہ و رسولہ و تعمل صالحا۔ نو تہا اجرہا مرتین و اعتدنا لہا رزقا کریمًا۔ ینساء النبی لستن کاحد من النساء ان اتقیتن فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہ مرض و قلن قولا۔ معروفا۔ و قرن فی بیوتکن و لاتبرجن تبرج الجاہلیۃ الاولی و اقمن الصلوۃ و آتین الزکوۃ و اطمنن للہ و رسولہ انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اہل البیت و یطہرکم تطہیرًا۔ و اذکرن ما یتلی فی بیوتکن من آیات اللہ و الحکمۃ ان اللہ کان لطیفًا خبیرًا۔ (الاحزاب: 31-34)

ترجمہ: تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گی اور نیک عمل کرے گی تو ہم اسے اس کا دہرا اجر دیں گے اور ہم نے اس کے لئے عمدہ رزق تیار کر رکھا ہے۔

اے نبی کی بیویا تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تقویٰ اختیار کئے رکھو۔ پس دبی زبان سے بات نہ کیا کرو کہ دل کی خرابی میں مبتلا کوئی شخص لالچ میں پڑ جائے بلکہ صاف سیدھی بات کرو۔

سنت۔

1۔ در تواریخ معتبرہ و کتابہای صحیح سنیاں نقل شدہ کہ فاطمہ دختر پیغمبر آمد پیش ابو بکر و مطالبہ ارث پدرش را کرد۔ ابو بکر گفت پیغمبر گفت:۔ (انا معشر الانبیاء لانورث ما ترکناه صدقہ)۔ یعنی از ما گروہ پیغمبران کسی ارث نمی برد و مردہ ما بجا مگر اہم صدقہ باید دادہ شود۔“

(امام خمینی، کشف الاسرار، طبع ایران، 15 ربیع الثانی 1363ھ، ص 144)

ترجمہ:- شاید آپ لوگ کہیں کہ اگر قرآن میں امامت (علی) کا ذکر صراحت کے ساتھ آجاتا تو شیعیان (ابو بکر و عمر) مخالفت نہ کر پاتے اور بالفرض اگر وہ مخالفت کرنا چاہتے تو کر لیتے، مگر مسلمان (صحابہ) ان کا اثر قبول نہ کرتے۔ پس مجبوراً ہم اس مختصر مقلدہ میں ان حضرات کی جانب سے قرآن کے صریح احکام کی خلاف ورزیوں میں سے چند باتوں کا ذکر کر رہے ہیں تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ وہ دونوں (امامت کا واضح حکم قرآن میں آنے کی صورت میں) پھر بھی مخالفت کرتے اور لوگ (صحابہ) ان کی پذیرائی بھی کرتے۔

ابو بکر کی جانب سے قرآن کے صریح احکام کی خلاف ورزیاں معتبر تواریخ و روایات کثیرہ بلکہ اہل سنت کی درجہ تو اتر تک پہنچی ہوئی روایات میں بھی موجود ہے۔

1۔ معتبر تاریخوں اور سینوں کی صحیح کتابوں (بخاری وغیرہ) میں نقل ہوا ہے کہ پیغمبر کی بیٹی فاطمہ ابو بکر کے پاس آئیں اور اپنے والد کی وراثت کا مطالبہ کیا۔ ابو بکر کہنے لگے کہ پیغمبر نے فرمایا ہے کہ (ہم گروہ انبیاء سے کوئی وراثت نہیں پاتا جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے)۔

چند سطر اس آگے چل کر امام خمینی فرماتے ہیں:-

”اس کلام ابو بکر کہ بہ پیغمبر اسلام نسبت دادہ مخالف آیات صریحہ الیت کہ پیغمبراں ارث می برند و ما بعض آئنا را ذکر میکنم۔“

سورہ نمل (آیہ: 16) و ورث سلیمان داؤد۔ یعنی ارث برد سلیمان از داؤد کہ پذیرش بود۔ سورہ مریم (آیہ: 5) فصب لی من لدنک ولیا یرثنی و یرث من آل یعقوب و ابعطہ رب رضیا۔ زکریا کی پیغمبری گوید خدا یا من یک فرزند بدہ کہ از من و از آل یعقوب ارث برد۔ ایک شایعہ گوید خدا را تکذیب کنیم، یا گوئیم پیغمبر اسلام برخلاف گفتہ ہای خدا سخن گفتہ

(متفق علیہ، مشکاة المصابیح، باب مناقب از و احوال النبی)۔

ترجمہ:- ابو موسیٰ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: مردوں میں سے بہت سے کال گزرے ہیں مگر عورتوں میں سے مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون کے سوا کوئی کاملہ نہیں گزری اور عائشہ کو تمام عورتوں پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح ثرید (عربوں کا عمدہ و نفیس ترین طعام) کو تمام کھانوں پر فضیلت حاصل ہے۔

المختصر امام خمینی نے سیدنا ابو بکر و عمرو عثمان کی امامت و خلافت کو غلط و باطل ثابت کرنے اور امامت و خلافت علی کے ثبوت میں کتب اہل سنت سے جو احادیث نقل فرمائی ہیں وہ تمام احادیث (من کنت مولاه، حدیث منزلت و سفینہ و ثقلین وغیرہ) متن کے لحاظ سے درست ہونے کے باوجود خمینی و اہل تشیع کی غلط و باطل تشریحات کی قطعاً حامل نہیں۔ جیسا کہ سابقہ تفصیلات میں بیان ہو چکا ہے، بلکہ درحقیقت یہ شیعہ تشریحات اہل تشیع کے اس خبث باطن کا مظہر ہیں جو بغض و عناد صحابہ و اہل بیت کی اساس ہے، واللہ من وراہم محیط۔

7۔ ابو بکر، قرآنی احکام کی خلافت و رزیاں کرتے تھے (معاذ اللہ)

امام خمینی نے اپنی فارسی تصنیف ”کشف الاسرار“ میں ایک عنوان قائم کیا ہے۔ ”مخالفت ہای ابو بکر بانص قرآن۔“

(امام خمینی، کشف الاسرار، طبع ایران، ربیع الثانی 1363ھ، ص 144)

ترجمہ:- ابو بکر کی جانب سے نص قرآنی کی خلاف ورزیاں۔

اس عنوان کے تحت خمینی صاحب نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر کئی الزامات عائد کئے ہیں جن میں سے اختصار کے پیش نظر صرف اول و اہم تر الزام نقل کیا جا رہا ہے جس سے دیگر الزامات کی بے بنیاد حیثیت کا بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ خمینی صاحب فرماتے ہیں:-

”شاید گویید کہ اگر در قرآن امامت تصریح می شد شیعیان مخالفت نمیکردند و فرضاً آٹھا مخالف میخواستند بکنند مسلمان از آٹھانی پذیرفتند۔ ناچار ماور این مختصر چند مادہ از مخالفت ہای آئنا را با صریح قرآن ذکر میکنم تا روشن شود کہ آئنا مخالفت میکردند و مردم ہم می پذیرفتند۔ ایک مخالفت ہای ابو بکر با صریح قرآن حسب نقل تواریخ معتبرہ و اخبار کثیرہ بلکہ متواترہ از اہل

یا جو نیم ایں حدیث از پیغمبر نیست و برای استیصال اولاد پیغمبر پیدا شده؟“

(ضمینی، کشف اسرار، طبع ایران، ربیع الثانی 1363ھ، ص 145)

ترجمہ:- ابوبکر کا یہ کلام جسے انہوں نے پیغمبر اسلام کی طرف منسوب کیا ہے ان صریح آیات کے برخلاف ہے جن میں ذکر ہے کہ پیغمبروں سے وراثت ملتی ہے، اور ہم ان میں سے چند آیات کا ذکر کر رہے ہیں۔

سورہ نمل (آیت 16) میں ہے۔ وورث سلیمان داؤد یعنی سلیمان نے داؤد سے جو ان کے والد تھے وراثت پائی۔

سورہ مریم (آیت: 5) میں ہے (فصب لی من لدنک ولیا) یرثی ویرث من آل یعقوب وابطہ رب رضیا۔ ذکر کیا پیغمبر فرماتے ہیں کہ اے خدا مجھے ایک فرزند عطا فرما جو مجھ سے اور آل یعقوب سے وراثت پائے۔

اب آپ ہی بتلائیں کہ کیا ہم خدا کو جھوٹا قرار دیں یا کہہ دیں کہ پیغمبر اسلام نے ارشادات خداوندی کے برخلاف کلام فرمایا ہے یا یہ کہیں کہ یہ حدیث پیغمبر سے روایت نہیں بلکہ اولاد پیغمبر کے استعمال کے لئے گھڑی گئی ہے؟

چونکہ اس وقت موضوع کلام امام خمینی کی جانب سے صحابہ کرام کی توہین و تنقیص اور انہیں دشمنان خدا و پیغمبر (ص) ثابت کرنے کے لئے کی گئی زہر افشانی کی نشاندہی ہے، لہذا امام خمینی کے صحابہ دشمن اس بیان اور دیگر بیانات کا تفصیلی جواب دینا نہ ممکن ہے نہ مقصود۔ تاہم عام اہل سنت کی واقفیت کے لئے اشارتاً امام خمینی کے قرآنی آیات سے غلط استدلال کے جواب میں اہل سنت کی چند آراء کا خلاصہ درج ذیل ہے، جبکہ علاوہ ازیں متعدد دیگر دلائل بھی موجود ہیں۔

1- سیدنا ابوبکر کی بیان کردہ حدیث میں مذکور ہے کہ ”ہم گروہ انبیاء سے کوئی وراثت نہیں پاتا“ جبکہ سلیمان علیہ السلام کا داؤد علیہ السلام سے وراثت پانا گروہ انبیاء میں سے ایک نبی کے دوسرے نبی سے وراثت پانے کا اندرونی معاملہ ہے جس بناء پر آخری نبی کے بعد گروہ انبیاء سے باہر کسی غیر نبی کو نبی کا وارث قرار دینے کا جواز فراہم نہیں ہوتا۔

2- سیدنا سلیمان علیہ السلام نے سیدنا داؤد علیہ السلام سے جو وراثت پائی وہ بطور نبی جملہ امور نبوت کی وراثت تھی جس میں بطور صاحب نبوت سیدنا داؤد کے تسلسل میں پوری

سلطنت جن وانس کی حکمرانی بھی شامل تھی، کسی مخصوص مال و جائیداد کا ترکہ مقصود نہ تھا۔

3- سیدنا زکریا علیہ السلام اپنی وراثت اور آل یعقوب کی وراثت سنبھالنے کے لئے فرزند (یحییٰ علیہ السلام) کی ولادت کی دعا مانگ رہے ہیں تو وہ بنیادی طور پر مال و جائیداد کے بجائے وراثت نبوت ہے جس کے لئے ایک مقام نبوت کا حامل فرزند مطلوب ہے۔ جب ایک عام دینی و روحانی شخصیت بھی بنیادی طور پر اپنے دینی و روحانی سلسلہ کو جاری رکھنے کے لئے اللہ سے فرزند کی طلب گار ہوتی ہے اور مال و جائیداد کی وراثت اس کا مقصود اصلی نہیں ہوتا تو انبیاء کے بارے میں یہ تصور رکھنا کہ وہ معاذ اللہ اپنے مال و جائیداد کی حفاظت کے لئے فرزند کے طلب گار تھے انتہائی نامناسب و ناقابل قبول ہے۔

4- نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ وراثت جو قاتل انتقال ہے وہ علم و حکمت و دین ہے نہ کہ مال و جائیداد۔ جس کی دلیل وہ شیعہ سنی متفق علیہ حدیث بھی ہے کہ ”العلماء ورثہ الانبیاء“ یعنی علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ اگر اس قسم کی احادیث سے ضمیمی صاحب کے استدلال کی روشنی میں علم کے ساتھ مال و جائیداد کی وراثت بھی مراد لی جائے تو تمام علماء امت انبیاء سابقین کے ترکہ میں نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مالی ترکہ میں بھی حصہ دار قرار پاتے ہیں جو کہ قطعاً ناقابل عمل و محال ہے۔

5- اہل تشیع کے پہلے امام منصوص و معصوم سیدنا علی نے اپنے پانچ سالہ باختیار دور امامت و خلافت میں نہ تو ضمیمی صاحب کے بیان کردہ حضرت ابوبکر کے معاذ اللہ خلاف قرآن حکم کو منسوخ کر کے باغ زندک، آل فاطمہ و وارثان پیغمبر کو واپس دیا اور نہ ہی قرآن مجید کی مذکورہ آیات بیان کر کے سیدنا ابوبکر کی بیان کردہ اور صحابہ کرام کی تسلیم کردہ مذکورہ حدیث کے من گھڑت ہونے کا سرکاری اعلان کروایا، اور نہ ہی اہل تشیع کے دوسرے امام منصوص و معصوم سیدنا حسن نے اپنے ششماہی دور امامت و خلافت میں ایسا کیا۔ جو سیدنا علی کی طرف سے سیدنا ابوبکر نیز سیدنا عمرو عثمان رضی اللہ عنہم کے اس سلسلہ میں طرز عمل کو شرعی جواز فراہم کرنے کا باعث ہے، اور دلچسپ بات یہ ہے کہ امام ضمیمی نے بھی وفات سے پہلے اپنے ترکہ کے عظیم تر حصہ سے اپنی اولاد کو محروم کر کے دینی اداروں کو دے دینے کی وصیت فرمائی۔ وعلیٰ هذا القیاس

6- اسی سلسلہ کلام میں محسن اہل سنت مولانا منظور نعمانی کا یہ ارشاد بھی قابل توجہ

نوعیت و حیثیت کم و بیش ویسی ہی ہے جیسی سیدنا ابوبکر پر حدیث وراثت کے حوالہ سے حکم قرآنی کی خلاف ورزی کے لغو و باطل الزام کی ہے، ثمنی صاحب کے ذکر کردہ اجتہادی اقدامات نیز دیگر اولیات و اجتہادات خلافت فاروقی جنہیں امام ثمنی اور ان کا فرقہ بطور الزام پیش کرتے ہیں۔ وہ تمام اجتہادات قرآن و سنت سے ماخوذ تھے اور انہیں اجماع صحابہ کی سند حاصل تھی اور خود سیدنا علی کے پانچ سالہ باختیار دور امامت و خلافت نیز سیدنا حسن کے مختصر دور امامت و خلافت میں خلافت فاروقی کے ان تمام اجتہادات و اقدامات کو من و عن برقرار رکھا گیا جو اس بات کی بین دلیل ہے کہ خلافت فاروقی کے تمام اقدامات و اجتہادات قرآن و سنت پر مبنی تھے ورنہ سیدنا علی و حسن جیسے اہل تشیع کے امام معصوم و منصوص اپنے باختیار دور امامت و خلافت میں ان احکام و اجتہادات پر عمل جاری رکھنے کے بجائے انہیں منسوخ قرار دے کر ثمنی صاحب جیسی قرآن فہمی و استدلال آیات کے مطابق اصل احکام قرآن و شریعت کو نافذ کر دیتے، لہذا اہل تشیع کے اول و دوم امام منصوص و معصوم سیدنا علی و حسن کا سیدنا ابوبکر و عمرو عثمان کے دور امامت و خلافت کے اقدامات و اجتہادات کو اپنے باختیار دور امامت و خلافت میں برقرار رکھنا ان پر ثمنی صاحب سمیت تمام معترضین کے اعتراضات کو لغو اور باطل قرار دیتا ہے۔

بہر حال سیدنا عمر پر ان فقہی اجتہادات کے حوالہ سے بے بنیاد الزام تراشیوں کے بعد، جن میں سے بعض کو سیدنا عمر کی امکانی اجتہادی غلطیاں قرار دینے کی گنجائش بھی اہل تشیع کے ہاں ہو سکتی تھی بشرطیکہ انہیں شیعہ کے پہلے اور دوسرے امام منصوص و معصوم سیدنا علی و حسن کی امامت و خلافت کے پانچ سالہ باختیار دور میں منسوخ کر دیا جاتا، آخر میں ثمنی صاحب نے سیدنا عمر بن خطاب کو ”حدیث قرطاس“ کے حوالہ سے انتہائی بے ہودہ و زہریلے انداز میں کافر و زندیق قرار دے کر توہین و تکفیر صحابہ کا حق ادا کر دیا ہے، ولعنة الله على الكاذبين۔

”مخالفت عمر باقرآن خدا“ کے مذکورہ سابقہ عنوان کے تحت آخر میں سیدنا عمر پر آخری اور سنگین ترین الزام لگاتے ہوئے ثمنی صاحب فرماتے ہیں۔ (و نقل کفر کفر نباشد)۔

4۔ ”در آن موقع کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ در حال احتضار و مرض موت بود جمع کثیری در محضر مبارکش حاضر بودند۔ پیغمبر فرمود بیاؤید برائے شامیک چیزی بنوسم کہ ہرگز

ہے۔“ ثمنی صاحب نے ابوبکر صدیق کی مخالفت قرآن کی پہلی مثل پیش فرمائی ہے، جیسا کہ پہلے بھی ہم عرض کر چکے ہیں، ثمنی صاحب کی باتوں کا جواب دینا اس وقت ہمارا موضوع نہیں ہے۔ تاہم یہاں اتنا اشارہ کر دینا ہم نامناسب نہیں سمجھتے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے یہ حدیث بیان فرما کر خود اپنی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت عمر کی صاحبزادی حضرت حفصہ کو بھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہونے کی حیثیت سے آپ کی وارث تھیں، آپ کے ترکہ سے ان کا حصہ نہیں دیا۔ (اس مسئلہ کی پوری بحث نواب محسن الملک مرحوم کی آیات بینات میں دیکھی جاسکتی ہے۔“

(مولانا منظور نعمانی، ایرانی انقلاب، امام ثمنی اور شیعیت، مکتبہ مدنیہ لاہور، ص 62)

8۔ عمر اللہ کے قرآن کی مخالفت کرتے تھے (معاذ اللہ)

امام ثمنی نے ”مخالفت ہای ابوبکر باقرآن قرآنی“ کے بعد دوسرا عنوان باندھا ہے۔

”مخالفت عمر باقرآن خدا“

(کشف اسرار، مطبوعہ ایران، 15 ربیع الثانی 1363ھ، ص 147)

ترجمہ:- عمر کی جانب سے خدا کے قرآن کی مخالفت۔

اس عنوان کے تحت امام ثمنی فرماتے ہیں۔

”انجا بعضی از مخالفت ہای عمر باقرآن ذکر میکنم تا معلوم شود مخالفت باقرآن پیش آنما چیزی محمی نبود۔ و اگر فرضاً در قرآن تصریح باسم امام ہم شدہ بود مخالفت میکردند۔“ (کشف اسرار، ص 147)

ترجمہ:- یہاں ہم عمر کی جانب سے قرآنی احکام کی خلاف ورزیوں میں سے بعض کا ذکر کریں گے، تاکہ معلوم ہو جائے کہ ان لوگوں کے نزدیک قرآن کی مخالفت کرنا کوئی بڑی بات نہ تھی، اور اگر بالفرض امام (علی) کا نام صراحت کے ساتھ قرآن میں آجاتا تب بھی یہ لوگ (حکم قرآنی کی) مخالفت ہی کرتے۔

اس سلسلہ میں ثمنی صاحب نے خلافت فاروقی میں قرآن و سنت کی روشنی میں اجماع صحابہ کے ساتھ (جن میں سیدنا علی بھی شامل تھے) کئے گئے بعض اجتہادی اقدامات کو خلاف قرآن قرار دیتے ہوئے بعض آیات سے استدلال فرمایا ہے۔ ان تمام غلط استدلالوں کی

سورہ نجم (آیہ: 3) میں ہے کہ وہ (پیغمبر) خواہش نفسانی کی بنا پر کوئی بات نہیں فرماتے۔ بلکہ وہ توحی ہے جو ان کی طرف بھیجی جاتی ہے اور شدید قوی والے نے انہیں اس کی تعلیم دی ہے الخ۔

ثینی صاحب کی بیان کردہ سنی روایت کے مطابق سیدنا عمر کے الفاظ ”مجر رسول اللہ“ کا صاف اور سیدھا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ (ص) ہجرت فرما رہے ہیں۔ یعنی آپ کی اس بات سے لگتا ہے کہ آپ کا دنیا سے رخصت ہونے کا وقت قریب ہے۔ مگر ثینی اور ان کا شیعہ فرقہ اس صاف اور مثبت معنی کے بجائے ”مجر“ کا دور از کار مطلب ”بڑا بدانا“ یا ”بکواس کرنا“ (معاذ اللہ) نکال کر سیدنا عمر کو کافر و زندیق قرار دے رہے ہیں۔ مگر انہوں نے یہ نہ سوچا کہ اس غلط معنی و مفہوم پر اصرار کر کے خود سیدنا علی شیر خدا کو بھی وہ معاذ اللہ کس قدر بے غیرت ثابت کر رہے ہیں کہ نص قرآنی (وما نطق عن الہوی وغیرہ) کے منافی نیز توہین رسالت پر مبنی اس کلام کو سن کر بھی انہوں نے خاموشی اختیار فرمائی، اور ان کی تلوار حرکت میں نہ آئی، جبکہ چودھویں صدی کے غازی علم الدین جیسے عام مسلمان بھی گستاخ رسول کا سر قلم کر دیتے ہیں، اور پھر انہی عمر کی بیعت خلافت کر کے انہی کے مشیر بنے رہے اور ساتھ ہی ان کے دور خلافت میں اپنی صاحبزادی سیدہ ام کلثوم کا نکاح بھی ان کے ساتھ فرمادیا جو شہادت عمر تک ان کے عقد میں رہیں، اور انہی عمر کی وفات پر فوج ابلاغہ میں درج خطبہ کے مطابق مدح و توصیف کے کلمات ارشاد فرماتے رہے۔ ونعوذ باللہ من شرور الشیخ و خرافاتہم۔

شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی (رح) حدیث قرطاس کے حوالے سے شیعہ علماء کی خرافات کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”بے خبر اور ناواقف لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے کبھی تو قرطاس کی روایت پیش کی جاتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ظاہری حیات طیبہ کے آخری نمیں کو اپنے حرم سرا میں اہل بیت کے مرد و زن سے کہا کہ لکھنے کے لئے کوئی چیز لاؤ (دوات، قلم، کاغذ) میں تمہارے لئے کچھ وصیت لکھوں تاکہ میرے بعد تم صراط مستقیم پر ثابت قدم رہو۔ جب حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے مسجد شریف جاکر دوات، قلم طلب فرمائی تو امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہمیں قرآن کریم کافی ہے اور کیا آنحضرت صلی

خلافت لیتے تھے۔ عمر بن الخطاب گفت (مجر رسول اللہ)۔

وایں روایت را مورخین و اصحاب حدیث از قبیل بخاری و مسلم و احمد باختلافاتی در لفظ نقل کردند۔

و جملہ کلام آنکہ اس کلام یا وہ کہ از ابن خطاب یا وہ سرا صادر شدہ است و تأقیامت برائے مسلم غیور کفایت میکند۔ الحق خوب قدر دانی کردند از پیغمبر خدا کہ برای ارشاد و ہدایت آنہا ہم خون دل خورد و زحمت کشید۔

انسان با شرف و دیندار غیور میدانہ روح مقدس اس نور پاک باچہ حالی پس از شنیدن اس کلام از ابن خطاب از اس دنیا رفت۔

وایں کلام یا وہ کہ از اصل کفر و زندقہ ظاہر شدہ مخالفت است با آیاتی از قرآن کریم۔ سورہ نجم (آیہ: 3) وما نطق عن الہوی ان هو الا وحی یوحی ملکہ شدید القوی الخ۔ (ثینی، کشف اسرار، ایران، 15 ربیع الثانی 1363ھ، ص 149-150)

ترجمہ:- اس موقع پر جبکہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ مرض وفات اور جانکنی کے عالم میں تھے اور آپ کی جناب مبارک میں بہت سے لوگ حاضر تھے۔ پیغمبر نے فرمایا: آؤ میں تمہارے لئے ایک ایسی چیز لکھ دوں کہ جس کی وجہ سے تم کبھی بھی گمراہی میں مبتلا نہ ہو پاؤ گے۔ عمر بن خطاب کہنے لگے: مگر رسول اللہ (رسول اللہ دنیا سے ہجرت فرما رہے ہیں)۔

یہ روایت مورخین و اصحاب حدیث مثلاً بخاری و مسلم و احمد نے لفظی اختلاف کے ساتھ نقل کی ہے۔

اور خلاصہ کلام یہ کہ یہ بے ہودہ کلام ابن خطاب جیسے یا وہ گو کی زبان سے صادر ہوا اور تأقیامت غیرت مند مسلمان کے لئے کفایت کرتا ہے۔ ان لوگوں نے اس پیغمبر خدا کی خوب قدر دانی کی ہے جس نے ان کی رہنمائی و ہدایت کے لئے اس قدر خون جگر صرف کیا اور تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ ایک شرف و عزت والا دیندار غیرت مند شخص ہی جان سکتا ہے کہ اس نور پاک کی روح مقدس ابن خطاب کے اس کلام کو سننے کے بعد کس حال میں اس دنیا سے رخصت ہوئی ہوگی۔

اور یہ بے ہودہ کلام جو دراصل (عمر کے) کفر و زندقہ کی بنیاد پر ظاہر ہوا۔ قرآن کریم کی آیات کے برخلاف ہے۔

و حکمت کی بنیاد پر پائیدار ہیں۔ ہم ایسے خدا کی پرستش نہیں کرتے جو خدا پرست، عدالت و دینداری کی ایک عالی شان عمارت تیار کرائے اور پھر خود ہی اس کی بربادی کی کوشش کرنے لگے، اور لوگوں کی امارت و حکومت یزید و معاویہ و عثمان جیسے غارت گروں، لیروں کے سپرد کر دے۔

ثمنی صاحب کے اس گستاخانہ بیان پر محض اتنا کہنا کافی ہے کہ سیدنا عثمان کی بیعت امامت و خلافت اہل تشیع کے تین ائمہ معصومین سیدنا علی و حسن و حسین نے فرمائی، اور سیدنا معاویہ کی امامت و خلافت کی بیعت دوسرے اور تیسرے امام منصوص و معصوم سیدنا حسن و حسین نے بیک وقت فرمائی۔ نیز ان سے وظائف بھی قبول فرمائے۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ سیدنا علی و حسن و حسین اسی خدا کی پرستش کرتے تھے جس نے سیدنا عثمان و معاویہ کو شرعی امارت و حکومت و خلافت نیز قربت رسول خدا کا اعزاز بخشا، جبکہ امام ثمنی ایسے خدا کی پرستش سے انکار کر کے حجت عمل امام کے بھی منکر قرار پاتے ہیں۔

10۔ ابو بکر و عمر، مخالفین قرآن و سنت، صحابہ کرام ان کے حمایتی و بزدل نیز تمام اہل سنت بھی انہی کے پیروکار ہیں، (معاذ اللہ)

امام ثمنی نے اپنی مشہور فارسی تصنیف ”کشف الاسرار“ میں سیدنا ابوبکر و عمر کی جانب سے قرآنی احکام کی خلاف ورزیوں کی بہت سی مثالیں دے کر جن کا مختصر تذکرہ گزشتہ صفحات میں آچکا ہے۔ اس تفصیلی بحث کے آخر میں ایک عنوان قائم فرمایا ہے۔

”نتیجہ سخن مادرین بارہ“ (اس سلسلے میں ہماری گفتگو کا نتیجہ)

(امام ثمنی، کشف اسرار، ص 150، مطبوعہ ایران، 15 ربیع الثانی 1363ھ)

اس عنوان کے تحت ثمنی صاحب نے سیدنا ابوبکر و عمر نیز تمام صحابہ کرام اور اہل سنت و الجماعت کی توہین و تذلیل کرتے ہوئے جو کچھ فرمایا ہے اس میں اس بات کا بھی ذکر ہے کہ اگر امامت علی کے بارے میں واضح آیات آجائیں، تب بھی ابوبکر و عمر اور ان کے حامی انہیں نہ مانتے، بلکہ من گھڑت تاویلات کے ذریعے انہیں تسلیم کرنے سے انکار کر دیتے، چنانچہ فرماتے ہیں:

”ازیں مجموعہ ایس مادہ معلوم شد مخالفت کردن شیعیان از قرآن در حضور مسلمانان یک امر خبیثہ مھے نبوده و مسلمانان نیز یاد اخل در حزب خود آئنا بوده و در مقصود با آئنا ہمراہ

اللہ علیہ وسلم ہمیں داغ مفارقت تو نہیں دینا چاہتے؟ اس بات کو سمجھو۔

یہ روایت اہل سنت کی کتابوں میں ہو یا اہل تشیع کی کتابوں میں بہر صورت قرآن کریم کی آیہ کریمہ ولا تعجلوه بینکم اذا لارتاب المبعلون (یعنی آپ اپنے ہاتھ مبارک سے کبھی اس کو نہ لکھنا تاکہ گمراہ کرنے والے لوگ شک پیدا نہ کر سکیں) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود لکھ سکتے تھے اور قرآن کریم بھی خود لکھا ہے۔ خدا کی طرف سے نہیں۔

اب یہ نفی ہو یا بھی بہر صورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ہاتھ مبارک سے لکھنا ممنوع اور محال ہے اور روایت میں ہے کہ میں لکھوں۔

دوسرا بالفرض تسلیم اس روایت میں خلافت کا ذکر تک نہیں۔ حضرت علی کی خلافت اور وہ بھی بلا فصل اس سے کیسے ثابت ہو گئی ہے۔

تیسرا اہل بیت کے مرد و زن میں حضرت علی موجود تھے تو ان کو دوات قلم پیش کرنے کا حکم ہوا۔ جیسا کہ ”اتوئی“ کا صیغہ جمع ذکر اسی امر پر دلالت کرتا ہے۔ فرض کرو کہ حضرت عمر نے ”حبنا کتاب اللہ“ (یعنی ہمیں قرآن کریم کافی ہے) فرمایا ہو تو سوال یہ ہے کہ حضرت علی نے حضرت عمر کے کہنے پر عمل کرنا تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر؟ پھر حضرت علی نے کس کے کہنے پر عمل کرتے ہوئے دوات و قلم و کاغذ پیش نہ کیا۔

(علامہ محمد قمر الدین سیالوی، مذہب شیعہ، مطبوعہ لاہور، 1377ھ، ص 78-79)

9۔ ہم ایسے خدا کی پرستش نہیں کرتے جو عثمان و معاویہ جیسے غارت گروں، لیروں کو امارت و حکومت عطا کرتا ہے (معاذ اللہ)

سیدنا ابوبکر و عمر کی طرح دوسرے داماد رسول سیدنا عثمان اور برادر سیدہ ام حبیبہ ام المومنین، سیدنا معاویہ کی شان میں بھی انتہائی خوفناک گستاخی کرتے ہوئے ثمنی صاحب ”کشف الاسرار“ میں لکھتے ہیں۔

”ماخذائے راپرستش میکنیم و میشناسیم کہ کارہائش براساس عقل پائیدار و بخلاف گفتہ عقل صحیح کاری سکند۔ نہ آن خدائے کہ بتائی مرتفع از خدا پرستی و عدالت و دینداری بناء کند و خود بخوابی آن بکوشد۔ و یزید و معاویہ و عثمان و ازیں قبیل چپاولچی ہائے دیگر را بمردم امارت دھد۔“ (امام ثمنی، کشف اسرار، مطبوعہ ایران، 15 ربیع الثانی، 1363ھ، ص 135)۔

ترجمہ:- ہم ایسے خدا کی پرستش کرتے اور اسی کو جانتے ہیں جس کے سارے کام عقل

خدا سے اس آیت کے نازل کرنے میں یا جبرئیل سے اس کے لانے میں یا پھر پیغمبر کو اس آیت کے سلسلے میں اشتباہ ہوا ہے۔

اس موقع پر اہل سنت بھی ان کی تائید میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوتے اور ان ہی کی پیروی کرتے، اور ان کے قول کو قرآن کی آیات اور پیغمبر اسلام کی احادیث کے مقابلے میں ترجیح دیتے۔ جیسا کہ ان تمام خلاف اسلام تبدیلیوں کے بارے میں ان کا طرز عمل رہا ہے جو عمر نے دین اسلام میں کی تھیں۔

ان تفصیلات کے مطالعہ کے بعد اس بات میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ امام ثینی اور ان کا فرقہ اثنا عشریہ جعفریہ نہ صرف سیدنا ابوبکر و عمرو عثمان رضی اللہ عنہم کی امامت و خلافت کی شرعی حیثیت کو تسلیم نہیں کرتا بلکہ خلفاء ثلاثہ سمیت ننانوے فیصد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخالفین قرآن و حدیث نبوی اور دشمنان اسلام و ایمان قرار دیتا ہے۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی اہل تشیع کے بارے میں نرم گوشہ رکھتا اور انہیں مسلمان سمجھتا ہو تو اس کی عقل کا ماتم ہی کیا جاسکتا ہے۔

سیدنا ابوبکر و عمرو عثمان و سیدہ عائشہ و حفصہ و ام حبیبہ سمیت ننانوے فیصد صحابہ کرام و اہل بیت عظام (رض) کی توہین و تکفیر کے علاوہ اہل تشیع خود اپنے مخصوص تصور اہل بیت کے مطابق محترم ائمہ اہل تشیع کے بارے میں جو عجیب و غریب نقطہ نظر رکھتے ہیں اس کی ایک افسوس ناک مثال امام ثینی کا درج ذیل بیان ہے:

11- سیدنا علی کے دور خلافت کا قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) جھوٹا، خوشامدی

اور خلافت علی کی بنیادیں منہدم کرنے والا تھا مگر امیر المؤمنین

علی اسے معزول کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے (معاذ اللہ)۔

”ہن تناط محمد القضاۃ“ (منصب قضاۃ کن لوگوں کے سپرد کیا جائے؟)

اس عنوان کے تحت امام ثینی فرماتے ہیں:-

”عن محمد بن یحیی عن محمد بن احمد عن یعقوب بن یزید عن

یحیی بن مبارک عن عبد اللہ بن جمیلۃ عن اسحاق بن عمار عن ابی

عبد اللہ علیہ السلام قال قال امیر المؤمنین صلوات اللہ علیہ لشریح یا

شریح قد جلست مجلسا لا یجلسہ (ما جلسہ) الانبی او وصی نبی او شقی۔“

بودند، و یا اگر ہمراہ نبودند جرات حرفزدن در مقابل آنما کہ پیغمبر خدا و دختر او این طور سلوک میکردند اشہد۔ و یا اگر گاہی یکی از آنما یک حرفی میزد سخن او اربے نمیکرد اشہد۔

وجملہ کلام آنکہ اگر در قرآن ہم اس امر باصراحت لہجہ ذکر می شد باز آنما دست از مقصود خود برنمیداشتند۔ و ترک ریاست برائے گفتہ خدا نمی کردند۔

مستنا چون ابوبکر ظاہر سازیش بیشتر بود بایک حدیث ساختگی کار را تمام میکرد۔ چنانچہ راجع بابایات ارث دیدید۔

واز عمر ہم استبدادی نہ داشت کہ آخر امر بگوید خدا یا جبرئیل یا پیغمبر در فرستادن یا آوردن اس آیت اشتباہ کردند و مجبور شدند۔

آنگاہ سنیان نیز از جای برمیخاستند و متابعت او را میکردند۔ چنانچہ در این محدثیات کہ در دین اسلام داد متابعت از او کردند۔ و قول او را بابایات قرآنی و گفتہ ہائے پیغمبر اسلام مقدم داشتند۔“

(ثینی، کشف اسرار، ص 150-151، مطبوعہ ایران، 15 ربیع الثانی، 1363ھ)

ترجمہ:- ان مذکورہ تفصیلات سے یہ معلوم ہو گیا کہ شیخین کے لئے مسلمانوں کی موجودگی میں اور اعلانیہ ان کے سامنے قرآنی احکام کے خلاف رویہ اختیار کرنا کوئی اہم اور غیر معمولی بات نہیں تھی۔

اس وقت کے مسلمانوں (صحابہ) کا بھی یہ حال تھا کہ یا تو وہ بھی ان دونوں کی پارٹی میں شامل اور ان کے مقاصد میں ان کے ساتھ تھے۔ یا اگر ان کے ساتھ نہیں تھے تو بھی ان حضرات کے مقابلے میں جنہوں نے پیغمبر خدا اور ان کی بیٹی کے ساتھ ایسا برا سلوک کیا تھا، ایک حرف بھی زبان سے نکالنے کی جرات نہیں رکھتے تھے یا اگر ان میں سے کوئی ایک آدمہ کبھی کوئی بات کہنے کی جرات کر لیتا تھا تو وہ حضرات اس کی پرواہ نہ کرتے تھے، اور فرمان خدا کی خاطر حکومت طلبی کے مقصد سے دستبرداری پر تیار نہ ہوتے تھے۔

حتیٰ کہ ابوبکر جو بڑے ظاہر ساز تھے، ایک ہی حدیث گھڑ کر قرآنی حکم کا قصہ تمام کر دیتے، چنانچہ اس سلسلے میں آیات میراث کو دیکھئے۔

اور عمر سے بالکل بعید نہیں تھا کہ وہ اس آیت کے بارے میں (جس میں صراحت کے ساتھ امامت کے منصب پر علی کی نامزدگی کا ذکر ہوتا) یہ کہہ کر معاملہ ختم کر دیتے کہ یا تو خود

ثمنی کے اس بیان کے مطابق اہل تشیع کے امام اول و خلیفہ بلا فصل، پیکر علم و شجاعت، علی شیر خدا نے باختیار امام و خلیفہ ہوتے ہوئے لاکھوں مربع میل پر محیط عالم اسلام کے لئے ایسا چیف جسٹس (قاضی القضاة) برقرار رکھا جو خوشامدی، جھوٹی تعریف کرنے والا اور سیدنا علی کی امامت و خلافت کی بنیادیں منہدم کرنے والا تھا۔ اور اس کی تمام تر خرابیوں کے باوجود وہ اسے مجبوراً برداشت کرتے رہے کیونکہ پہلے خلفاء انہیں مقرر کر گئے تھے (یعنی چہ؟) چنانچہ علی نے پورے عالم اسلام کو انصاف مہیا کرنے کے ذمہ دار اس جھوٹے اور خوشامدی قاضی پر نظر رکھنے اور اسے تعلیمات شریعت کے خلاف جانے سے روکنے پر اکتفاء فرمایا۔ امام ثمنی کے اس بیان کی رو سے غیر مسلم محققین و مورخین کے نزدیک سیدنا علی شیر خدا کے پانچ سالہ باختیار دور امامت و خلافت، ان کی بحیثیت امام و خلیفہ الہیت و کارکردگی اور جھوٹے خوشامدی قاضی القضاہ کے تحت عدل و انصاف کی صورت حال نیز شیعہ تصور امامت و خلافت و حکومت اسلامیہ کی جو پاپس کن صورت حال سامنے آتی ہے اور اکابر اہل تشیع کے ہاتھوں سیدنا علی کی حیثیت جس قدر مجروح قرار پاتی ہے اس کا تصور بھی محال ہے۔ اور سیدنا علی اور ان کے قاضی کی شان میں اس قسم کی گستاخی کا تصور بھی علماء و مشائخ اہل سنت و الجماعت پر لرزہ طاری کر دیتا ہے جس کو امام ثمنی بلا تکلف بیان فرما رہے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نیز شاید اس بات پر ثمنی صاحب نے غور نہیں فرمایا کہ خلافت علوی میں بحیثیت قاضی القضاة ہزاروں شیخان کوفہ کے درمیان رہتے ہوئے سینکڑوں میل دور دمشق میں مقیم امیر شام سیدنا معاویہ کی تعریف کی جسارت کرنا تو انا قاضی شریعت کی جرات و انصاف پسندی اور سیدنا معاویہ کی عظمت کی دلیل قرار پاتا ہے۔ والفضل ما شہدت بہ الاعداء۔

اس سلسلہ کلام میں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ امام ثمنی، قاضی شریعت کو جس معاویہ (رض) کی خوشامدی اور جھوٹی تعریف کا مجرم قرار دے رہے ہیں، انہی معاویہ (رض) کے ساتھ اہل تشیع کے دوسرے امام حسن (رض) نے صلح کر کے خلافت ان کے سپرد کر دی جس پر امام ثمنی سے صدیوں پہلے (41ھ) شیخان علی میں سے ایک عظیم قائد سلیمان بن مرد نے شیخان کوفہ کے ایک بہت بڑے گروہ کی ترجمانی کرتے ہوئے سیدنا حسن کی شان میں ایسی گستاخی کی جس کا تصور بھی اہل سنت کے لئے محال ہے۔ اس حوالہ سے ڈاکٹر موسیٰ موسوی لکھتے ہیں۔

(روح اللہ الخمينی، الحكومة الإسلامية، مطبوعة الحركة الإسلامية فی ایران، ص 73-74، بحوالہ وسائل الشيعة، كتاب القضاء، الباب 3، الحديث 9، ومن لا يحضره الفقيه، الجزء 3، ص 4، مراسلات۔)

ترجمہ:- محمد بن یحیی نے محمد بن احمد سے، انہوں نے یعقوب بن یزید سے، انہوں نے یحیی بن مبارک سے، انہوں نے عبد اللہ بن جلیل سے، انہوں نے اسحاق بن عمار سے اور انہوں نے ابی عبد اللہ علیہ السلام سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ امیر المؤمنین (علی) صلوات اللہ علیہ نے قاضی شریعت سے فرمایا: اے شریعت تو ایسی مجلس میں بیٹھا ہے جس میں یا تو کوئی نبی یا وصی بیٹھا پاتا ہے یا کوئی بد نصیب۔

قاضی شریعت کا تعارف کراتے ہوئے امام ثمنی اسے جھوٹا اور خوشامدی قرار دیتے ہیں: "وكان شريع هذا قد شغل منصب القضاء قرابة خمسين عاما- وكان متعلقا- لمعاوية- يمدحه و يثني عليه- ويقول فيه ماليس له باهل- وكان موقفه هداما- لما تبنيه حكومة امير المؤمنين (ع) الا ان عليا- لم يستطع عزله لان من قبله قد نصبه- ولم يكن عزله بسبب ذلك في متناول امير المؤمنين الا انه اكتفى بمراقبته وردعه عن الوقوع فيما يخالف تعاليم الشرع۔"

(روح اللہ الخمينی، الحكومة الإسلامية، ص 74۔)

ترجمہ:- اور یہ (قاضی) شریعت تقریباً پچاس سال تک منصب قضاء پر فائز رہے اور وہ معاویہ کی خوشامدی کرنے والے تھے، ان کی مدح و ثناء کرتے رہتے تھے، اور ان کی تعریف میں ایسی باتیں کہتے تھے جن کے وہ اہل نہ تھے۔ ان کا طرز عمل ان بنیادوں کو منہدم کرنے والا تھا جن پر امیر المؤمنین (ع) کی حکومت قائم تھی، مگر علی انہیں معزول نہ کر سکے کیونکہ ان سے پہلے والے (خلیفہ) انہیں مقرر کر گئے تھے اور اس وجہ سے انہیں معزول کرنا امیر المؤمنین کی طاقت سے باہر تھا، چنانچہ انہوں نے اسی بات پر اکتفاء کر لیا کہ اس پر نظر رکھیں اور اسے شریعت کی تعلیمات کے خلاف جانے سے روکتے رہیں۔

اگرچہ اس وقت امام ثمنی کے اس بیان پر تبصرہ مقصود نہیں مگر قارئین کے غور و فکر کے لئے اتنا اشارہ ناگزیر ہے کہ عصر جدید میں شیعہ فرقہ اثنا عشریہ کے عظیم ترین قائد امام

4۔ ڈاکٹر علی شریعتی اور صحابہ کرام (رض)

مفکر ایران ڈاکٹر علی شریعتی (1933-1977ء) ایران کے جدید تعلیم یافتہ قائدین میں سرفہرست شمار کئے جاتے ہیں۔ فرانس سے علم الاجتماع (سوشالوجی) میں پی ایچ ڈی نیز تاریخ سے خصوصی دلچسپی کے حامل اور بیک وقت عربی فارسی و فرانسیسی میں مہارت رکھتے تھے۔ الجزائر کی تحریک آزادی کے قائدین سے روابط، فرانسیسی و دیگر مغربی مفکرین کے مطالعہ اور عالم عرب و اسلام و یورپ کے قدیم و جدید رجحانات نیز اسلام اشتراکیت اور مغربی تہذیب سے وسیع ترقی یافتہ افکار کی تفصیل میں عظیم الشان کردار ادا کیا۔ وہ سید جمال الدین افغانی، شیخ محمد عبدہ، سید قطب اور علامہ اقبال کے افکار و شخصیات کے مداح تھے اور تہران میں ان کا جدید امام باڑہ ”حسینہ ارشاد“ کے نام سے علمی و مذہبی سرگرمیوں کا طویل عرصہ تک مرکز رہا۔ وہ ایران کی مشہد یونیورسٹی اور بعض دیگر تعلیمی اداروں میں بحیثیت استاذ بھی تدریسی فرائض انجام دیتے رہے۔ مختلف موضوعات پر ان کی دو سو سے زائد تصانیف و رسائل و مطبوعہ خطبات و تقاریر موجود ہیں جنہوں نے ایران کے لاکھوں جدید تعلیم یافتہ افراد کو وسیع پیمانے پر متاثر کیا اور ایران میں مذہبی و ثقافتی انقلاب برپا کرنے میں مؤثر کردار ادا کیا ہے۔ آخر کار جلاوطنی کی حالت میں 1977ء میں لندن میں یہ خوبصورت اور ذہین ایرانی مفکر و رہبر انقلاب اپنے کمرے میں مردہ پائے گئے اور ان کے ساتھیوں کے خیال کے مطابق ایرانی خفیہ ایجنسی ساواک کے ایجنٹوں نے انہیں شہید کر دیا۔

اس پس منظر کے حامل جدید تعلیم یافتہ ڈاکٹر علی شریعتی نے تمام اثنا عشری افکار و اصطلاحات کو جدید انداز میں اپنی اہم ترین کتاب ”تشیع علوی و تشیع صفوی“ میں پیش کیا ہے اور نہ صرف بہت سے صفوی دور سے وابستہ انتہا پسندانہ خیالات کی نفی کی ہے بلکہ اپنی بہت سی تصانیف و تقاریر میں روایتی علماء پر شدید تنقیدیں بھی کی ہیں اور موقع و محل کی مناسبت سے مختلف تصانیف میں شیعیت کے دائرہ سے باہر کے اکابر اسلام کی تعریف و توصیف بھی فرمائی ہے مگر اس تمام علمی و ثقافتی پس منظر کے باوجود ان کی تصانیف سے وسیع ترقی یافتہ رکھنے والا عقائد اہل سنت اور صحابہ کرام کے بارے میں ان کے افکار و خیالات کو بطور مجموعی روایتی شیعہ نقطہ نظر سے ماخوذ پایا ہے اور ان کے تمام تر جدید لب و لہجہ کے باوجود بنیادی طور پر روایتی شیعہ علماء کے طرز فکر سے مختلف نہیں پاتا۔ اس سلسلہ میں یہ بھی واضح

”امام کو اپنے والد کے بہت سے ساتھیوں کی جانب سے جو صلح نہیں چاہتے تھے، کھلی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ یہاں تک کہ سلیمان بن مرد نے جو کہ امام علی کے بڑے حامیوں میں سے تھے، امام حسن کو یہ کہہ کر مخاطب کیا۔

السلام علیک یا نذل المؤمنین (السلام علیک اے مومنوں کو ذلیل کرنے والے!)۔ اس صلح کے مخالفین متشدد اور طاقتور تھے۔ امام کو ان کی جانب سے بہت کچھ برداشت کرنا پڑا لیکن اس سب کچھ نے امام کو کمزوری دکھانے پر مائل نہیں کیا، بلکہ انہوں نے اس مخالفت کا بہادری کی طرح مقابلہ کیا۔“

(ڈاکٹر موسیٰ موسوی، اشیہ و اشج، اردو ترجمہ بعنوان اصلاح شیعہ، از ابو مسعود آل امام، مطبوعہ پاکستان، فروری 1990ء، ص 99، باب تفسیر۔)

قرن اول کے عظیم شیعہ قائد سلیمان بن مرد کے امام حسن کی شان میں اس گستاخانہ کلام، نیز بیخ ابلاغہ میں درج خطبات علی در مذمت شیطان کوفہ اور بعد ازاں سیدنا حسین سے شیطان کوفہ کی غداری و بے وفائی سے قرون اولیٰ کے اہل تشیع کی جو افسوس ناک تصویر سامنے آتی ہے، اس سے عصر جدید میں بھی امام خمینی جیسے اکابر اہ تشیع کا سیدنا علی کے بارے میں مذکورہ منفی رویہ سمجھنا آسان تر ہو جاتا ہے۔ فن شاء ذکرہ۔

2- ابو بکرو عمرو عثمان نے علی کا حق خلافت غصب کر لیا تھا۔

”تمام زندگی علی“ از سہ فصل تشکیل شدہ است: دست و سہ سال با پیغمبر بود و جمادی کرد، دست و پنج سال در دورہ خلافت ابو بکرو عمرو عثمان بود کہ محض غصب شد و خودش خانہ نشین گردید، و بی مہمکونہ مسؤلیت سیاسی و اجتماعی سکوت کرد و تحمل نزدیک پنج سال رہبری کرد۔ (علی شریعتی، قاسمین مارقین ناکشیں، ص 30)

ترجمہ :- علی کی تمام زندگی تین ادوار سے تشکیل شدہ ہے۔ تیس برس وہ پیغمبر کے ساتھ رہے اور جہاد کرتے رہے۔ پھر پچیس سال ابو بکرو عمرو عثمان کی خلافت میں گزارے، جب ان کا حق (امامت و خلافت) غصب کر لیا گیا اور وہ بغیر کسی سیاسی و اجتماعی ذمہ داری کے صبر برداشت اور خاموشی کے ساتھ خانہ نشین رہے۔ بعد ازاں پانچ سال تک (بطور خلیفہ) قیادت و رہبری فرمائی۔

3- ابو بکرو عمر کی خلافت حق و باطل کا آمیزہ، خلافت عثمان

سراسر باطل اور خلافت علی سراسر حق تھی۔

”از امام صادق می پرسند۔ علت چہ بود کہ نہ علی (ع) در خلافت موفق بود و نہ عثمان در حالیکہ ابو بکرو عمر ہر دو دریں کار توفیق بدست آوردند۔

امام پانچی داد کہ از نظر تحلیل اجتماعی بسیار عمیق است:

علی یکسرہ بر حق می رفت و حق صریح و قاطع، و عثمان یکسرہ بر باطل می رفت و باطل صریح و قطعی، اما شیخین اس دو بہم در آمیختہ و پیش رفتند۔“

(علی شریعتی، قاسمین مارقین ناکشیں، ص 83)۔

ترجمہ :- امام (جعفر) صادق سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ نہ علی (ع) بحیثیت خلیفہ

کامیاب رہے نہ عثمان، جبکہ ابو بکرو عمرو دونوں اس کار خلافت میں پوری طرح کامیاب رہے؟

امام نے ایسا جواب دیا جو معاشرتی تجزیہ کے لحاظ سے بہت گہرائی کا حامل ہے:-

علی قطعی اور صریح حق کی راہ پر گامزن رہے۔ عثمان قطعی اور صریح باطل کی راہ پر

گامزن رہے۔ جبکہ شیخین (ابو بکرو عمر) نے ان دونوں (حق و باطل) کو ملا جلا کر کام چلایا اور

کامیاب رہے۔

4- عمر حضرت ابو بکر کی برائیوں میں سے ایک برائی تھی (معاذ اللہ)

رہے کہ جہاں جہاں انہوں نے اپنی تصانیف و تقاریر میں مختلف صحابہ کرام کی تعریف و توصیف میں کلمات و اقتباسات پیش کئے ہیں وہ بالعموم وفات نبوی سے پہلے کی خدمات صحابہ کے حوالہ سے ہیں جبکہ بعد ازاں حق امامت و خلافت علی کو غصب کرنے اور جنگ جمل و صفین وغیرہ میں علی کے مد مقابل آنے کی وجہ سے وہ شریعتی کے نزدیک بھی قابل مذمت ہیں اور اس سلسلہ میں جلی و خفی ہر دو طریقوں سے شریعتی نے سیدنا ابو بکرو عمرو عثمان و عائشہ و طلحہ و زبیر و معاویہ و دیگر صحابہ کرام کو نشانہ بنایا ہے۔ اس حوالہ سے مختصراً چند اقتباسات اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے درج ہیں کہ علی شریعتی جیسے جدید تعلیم یافتہ شیعہ مفکرین، یعنی جیسے روایتی و متشد علماء کے مقابلے میں شیعہ سنی تفریق کے قائل نہیں اور سیدنا ابو بکرو عمرو عثمان رضی اللہ عنہم کی امامت و خلافت کو شرعاً درست مانتے ہوئے فضیلت علی کے ہمراہ تمام صحابہ کرام کو واجب الاحترام سمجھتے ہیں، و اس خیال است و محال است و جنوں۔

1- سنی عقیدہ اور شیعہ مذہب میں اتحاد کو ممکن سمجھنے والے

تاریخ و مذہب اور علمی و عقلی مسائل سے بے خبر ہیں۔

”مقصودم از ”وحدت“ ہا نظوریکہ بارہا گفتہ ام وحدت صف مسلماناں شیعہ و غیر

شیعہ در برابر امپریالزم و صیونیسزم است۔ نہ وحدت مذہب شیعہ و مذہب سنت است۔ نہ

اینکہ ”تشیع“ و ”تسنن“ با حکم یکی بشوند۔ اساساً آدمی کہ اس حرف ”وحدت تشیع و تسنن

انی زند“ معلوم می شود کہ اصلاً صحیحہ را نمی داند، نہ از تشیع و تسنن خبر دارد نہ از تاریخ و نہ

از مذہب و نہ ہم مسائل علمی و عقلی۔“

(دکتر علی شریعتی، قاسمین مارقین ناکشیں، ص 36، تهران، انتشارات قلم، آبانماہ 1358،

چاپ دوم)

ترجمہ :- وحدت سے میری مراد جس طرح کہ میں نے کئی بار بیان کیا ہے شیعہ اور غیر

شیعہ مسلمانوں کا سامراجیت اور صیہونیت کے مقابلہ میں متحد ہونا ہے۔ شیعہ اور سنی مذہب

کو ملا کر ایک بنادینا مراد نہیں۔ نہ یہ کہ تشیع و تسنن یکجہ ہو جائیں۔ جو شخص وحدت

تشیع و تسنن کی بات کرتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ بنیادی طور پر وہ شخص کچھ بھی نہیں جانتا۔

شیعیت اور سنی عقیدہ کی کچھ خبر ہے اور نہ وہ تاریخ و مذہب اور علمی و عقلی مسائل

سے واقفیت رکھتا ہے۔

خلافت راہ ابو بازیم (لیحملنکم علی الطریق) شمارا بہ راہ راست خواہد برد، ملیر اس 'گروہی مرکب از شش نفر انصاف می کند و شورائی را با چنان ترکیبی سیاسی و ہوشیارانہ می سازد کہ ممہ صورتی انتخابی داشتہ باشد و بی دخالت عمر۔ و ہم علی در اقلیت ماند و عثمان کہ "عضو گروہ" است رای آورد۔"

(علی شریعتی، قاسطین، مارقین، ناکشین، ص 158)

ترجمہ :- اور خود عمر نے یہ اعتراف کرنے کے باوجود کہ علی ان سب (صحابہ) میں اہل و لائق ترین ہیں اور اگر خلافت ان کے سپرد کریں تو وہ تمہیں سیدھے راستہ پر چلائیں گے، چھ آدمیوں پر مشتمل گروہ کو مقرر کر دیا۔ اور اس (چھ رکنی مجلس) شوری کو ایسی سیاسی و ہوشیارانہ چال سے ترتیب دیا کہ بظاہر عمر کی مداخلت کے بغیر انتخاب کی صورت بھی نظر آئے اور ساتھ ہی علی اقلیت میں رہیں اور عثمان کے حق میں جو اس (علی مخالف) پارٹی کے رکن ہیں (کثرت) رائے حاصل ہو جائے۔

7- عائشہ فتنہ جنگ جمل کی اصل محرک تھیں

"واما عائشہ کہ عامل اصلی اس ممہ فتنہ بود۔"

(علی شریعتی، قاسطین، مارقین، ناکشین، ص 163)

ترجمہ :- عائشہ جو کہ اس فتنہ (جنگ جمل) کی اصل محرک تھیں۔

8- طلحہ و زبیر و عائشہ نے علی سے ذاتی بغض و عناد اور

حسد و کینہ کی تسکین کے لئے جنگ جمل میں خونریزی کی۔

علی شریعتی نے سیدنا طلحہ و زبیر و سیدہ عائشہ کی وفات نبوی سے پہلے کی اعلیٰ خدمات و مقام کا اعتراف کرتے ہوئے وفات نبوی کے بعد ان حضرات کو یوں قابل مذمت ٹھہرایا ہے۔

"و اکنون کیست کہ باور کند، اس دو صحابی بزرگ و سالخورده و خوشنام و رہبر شان ام المومنین را کینہ های شخصی و عقده های روانی بی کہ از در خشش های خیرہ کنندہ عظمت و محبوبیت علی، در چشم پیامبر و در چشم روزگار، بر جانسان ریختہ و بیمار شان کرده است، بر فیل نشانده و بیتابشان کرده۔ و حقد و حسد چنانچہ آزار شان می دهد کہ جز با خون تسکین نمی یابد۔"

(علی شریعتی، قاسطین، مارقین، ناکشین، ص 154-155)

صفوی بادشاہوں سے منسوب شیعہ افکار و رسومات کو تشیع صفوی کے نام سے ناخالص اور غلط قرار دیتے ہوئے علی شریعتی سیدنا علی کے خالص اور عقل و منطق پر مبنی تشیع کو تشیع علوی کا نام دیتے ہیں اور یہ بتانے کے بعد کہ تشیع صفوی میں ابوبکر کی نسبت عمر سے زیادہ دشمنی رکھی جاتی ہے کیونکہ ان کے دور میں ایرانی ساسانی سلطنت کا خاتمہ ہوا، پھر وضاحت کرتے ہیں کہ امامت کے مقابلے میں اصل فساد کی جڑ خلافت کو سب سے پہلے غصب کرنے والا ہے۔ (معاذ اللہ)

"تشیع علوی ابوبکر را شخص اول خلافت می داند و عمر را سید من سینات ابی بکری شمارد۔"

(دکتر علی شریعتی، تشیع علوی و تشیع صفوی، حاشیہ 1، ص 101)

ترجمہ :- علوی تشیع ابوبکر کو (غصب) خلافت کے سلسلہ کا شخص اول سمجھتا ہے اور عمر کو ابوبکر کی برائیوں میں سے ایک برائی شمار کرتا ہے۔

5- ابوبکر نے سفیفہ بنی ساعدہ میں انتخابی بغاوت کر کے (وصایت کے

مقابلے میں) شورائیت کے ذریعے خلافت غصب کر لی اور پھر اپنے بعد کے لئے اپنی پارٹی کے آدمی عمر کو ایک تحریر لکھ کر خلیفہ مقرر کر دیا۔

"ابوبکر را دیدیم کہ در سفیفہ یک کودتای "انتخابی" کرد۔ او در مورد خلافت خویش،

بیعت و شوری یا اجماع آراء مردم (دموکریسی) را دست آور قرار داد۔ اما در مورد خلیفہ بعدی یعنی جانشین خود نامہ ای نوشت و عمر را کہ یہ اس گروہ پیوستہ بود، انصاف کرد۔"

(علی شریعتی، قاسطین، مارقین، ناکشین، ص 158)

ترجمہ :- ہم نے ابوبکر کو سفیفہ بنی ساعدہ میں ایک انتخابی سازش و بغاوت کرتے دیکھا ہے۔ انہوں نے اپنی خلافت کے موقع پر بیعت، شوری یا لوگوں کے اتفاق رائے (جمہوریت) کو (خلافت کے سلسلہ میں) فیصلہ کن قرار دیا، مگر اپنے بعد خلیفہ یا جانشین کے تقرر کے موقع پر بذات خود ایک تحریر لکھی اور عمر کو جو ان کی پارٹی سے وابستہ تھے خلیفہ مقرر کر دیا۔

6- عمر نے سیاسی چال اور ہوشیاری سے چھ آدمیوں کی ایسی شوری بنائی جس

میں علی اقلیت میں رہیں اور عمر کی پارٹی (عثمان، طلحہ، زبیر، عبد الرحمن

بن عوف، سعد بن ابی وقاص) سے وابستہ عثمان خلیفہ منتخب ہو جائیں۔

"و اما خود عمر در عین حالیکہ اعتراف می کند کہ علی شایستہ ترین ممہ آئنا است، و اگر

علی شریعتی سیدہ عائشہ و طلحہ و زبیر نیز ان کے ساتھی تمام شرکائے جنگ جمل کو عہد شکن قرار دیتے ہوئے مزید وضاحت کرتے ہیں کہ:

”ناکثین“ تمام دوستان و ہمرزمان و ہم ایمانان لہذا راھی مستدک۔۔۔ در وسط ”راہ“ از پشت خنجر می زند۔ (شریعتی، قاسطین مارقین ناکثین، ص 44)۔

ترجمہ:- ناکثین (عہد توڑنے والے اصحاب جمل) سے مراد آدھے راستے تک ساتھ دینے والے وہ تمام دوست، ہم ایمان اور ساتھی ہیں جو آدھے راستے میں پشت میں خنجر گھونپ دیتے ہیں۔

11۔ معاویہ اور جنگ صفین میں ان کے تمام ساتھی (صحابہ و تابعین) ظالم، جلا اور دشمن انصاف حاکم ہیں

سیدنا معاویہ اور ان کے اہل لشکر کو قاسطین قرار دیتے ہوئے علی شریعتی وضاحت کرتے ہیں کہ:-

”در اینجا ہم کلمہ ”قاسط“ معنای ”ضد قسط“ یعنی سنگر استمارگر، حاکم، دشمن و دشمن عدل است۔ بنا بریں منظور از ”قاسطین“ ہاں ”طلحہ“ مستد۔ یعنی کسانی کہ آشکارا استمار، جبار، جلا، دشمن آزادی و حقوق مردم، زرپرست، زورپرست، قدرت طلب، منفعت طلب و متجاوز و مستبد مستد و جہمہ شان، چہرہ شان، جہت شان، روشن شان، گزشتہ شان، شعار شان، و و جمگی کا ملا۔ معلوم و مشخص است و مردم ہم بدون شک و تردید ہی ہمہ انمارای شناسند۔“ (علی شریعتی، قاسطین مارقین ناکثین، ص 42-43)۔

ترجمہ:- یہاں لفظ قاسط ”انصاف مخالف“ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی سنگر، سرمایہ دار، حق مارنے والا، عدل و انصاف کا دشمن وغیرہ وغیرہ۔ اس بناء پر قاسطین سے مراد تمام ”ظالمین“ ہیں یعنی وہ لوگ جو کھلم کھلا ظلم کرنے والے، سرکش، جلا، انسانوں کی آزادی اور حقوق کے دشمن، زرپرست، طاقت کے پجاری، اقتدار کے بھوکے، منفعت طلب، حد سے تجاوز کرنے والے ظلم و استبداد کے حامل وغیرہ وغیرہ ہیں، اور ان کی پارٹی، ان کے چہرے، ان کا رخ، ان کی روش، ان کا ماضی، ان کا نشان و نصب العین وغیرہ وغیرہ سب کچھ تمام و کمال معلوم و متعین ہے، اور لوگ بھی بلاشبک و شبہ اور بلا خوف تردید ان سب کو پہچانتے ہیں۔

ترجمہ:- اور اب کون یقین کرے گا کہ یہ دو بزرگ عمر رسیدہ، نیک نام صحابی (طلحہ و زبیر) جن کی قائد ام المومنین (عائشہ) ہیں اور جنہیں پیغمبر اور زمانہ کی نگاہ میں علی کی عظمت و محبوبیت کی خیرہ کن چمک دمک کے نتیجہ میں پیدا شدہ بغض و کینہ اور نفسیاتی کشمکش نے متاثر و بیمار اور بے قرار و آمادہ پیکار کر دیا ہے۔ ان کا بغض و حسد انہیں اس طرح بتلائے اذیت کئے ہوئے ہے کہ جس کی تسکین خوں بہائے بغیر نہ ہو پائے گی۔

9۔ طلحہ و زبیر دنیاوی اغراض اور سیاسی اقتدار کی خاطر اہل ایمان اور امت اسلام سے ٹکرا رہے تھے، اور مشرک بنی امیہ (سیدنا ابوسفیان و معاویہ وغیرہ) کافر، جو بزور شمشیر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے، کسی سے مخفی نہیں۔

واقعہ تحکیم کے بعد خوارج نے سیدنا علی کو دین سے منحرف قرار دیدیا تھا، لہذا اس پر تبصرہ کرتے ہوئے شریعتی، طلحہ و زبیر (اصحاب جمل) اور بنی امیہ (اصحاب صفین) کا ذکر کرتے ہیں کہ خوارج جیسی بے ہودہ جسارت تو ان مفاد پرستوں اور مسلم نما کافروں نے بھی نہیں کی تھی۔

”طلحہ و زبیر، رجال سیاسی پول پرست قدرت طلبی راکہ بہ خاطر دنیا حکومت حق و امت مسلمان و جہمہ ایمان را متلاشی می کنند و ہمہ مقدسات دینی را ابزار بازیهای سیاسی شان می سازند، اتمام ضد دینی نمی زند۔ بنی امیہ مشرکی راکہ بہ زور شمشیر تسلیم شدہ اند و کفر شان آشکار است اتمام ضد دینی نمی زند۔“

(علی شریعتی، قاسطین مارقین ناکثین، ص 184)۔

ترجمہ:- طلحہ و زبیر جیسے زرپرست، اقتدار کے طالب سیاستدان جو کہ دنیاوی مفاد کی خاطر (علی کی) حکومت حق، امت مسلمہ اور اہل ایمان کی پارٹی کو منتشر کر رہے ہیں اور دینی تقدس کی حامل تمام اشیاء کو اپنے سیاسی کھیل کے مرے بنارہے ہیں، وہ بھی (علی پر) بے دینی کا الزام نہیں لگا رہے۔

مشرک بنو امیہ جنہوں نے بزور شمشیر مجبوراً اطاعت اسلام قبول کی ہے اور جن کا کفر واضح و ظاہر ہے وہ بھی علی پر بے دینی کی تہمت نہیں لگا پا رہے۔

10۔ سیدہ عائشہ و طلحہ و زبیر وغیرہ عہد شکن پشت میں خنجر گھونپنے والے ہیں

(5-15)۔ شیعہ مؤلفین ”تفسیر نمونہ“ اور صحابہ کرام (رض) ”تفسیر نمونہ“ عصر جدید کے دس جلیل القدر ایرانی شیعہ علمائے مجتہدین نے آقائے ناصر مکارم شیرازی کے زیر نگرانی تصنیف کی ہے، اور ”حوزہ ملیہ“ قم، ایران کی پیشکش ہے۔ ان دس علماء مفسرین کے نام یہ ہیں۔

- 1۔ حجۃ الاسلام والمسلمین محمد رضا آشتیانی، 2۔ حجۃ الاسلام والمسلمین محمد جعفر امامی، 3۔ حجۃ الاسلام والمسلمین داؤد الہامی، 4۔ حجۃ الاسلام والمسلمین اسد اللہ یمانی، 5۔ حجۃ الاسلام والمسلمین عبدالرسول حسنی، 6۔ حجۃ الاسلام والمسلمین سید حسن شجاعی،

- 7۔ حجۃ الاسلام والمسلمین نور اللہ طباطبائی، 8۔ حجۃ الاسلام والمسلمین محمود عبداللہی، 9۔ حجۃ الاسلام والمسلمین محسن قرائی، 10۔ حجۃ الاسلام والمسلمین محمد محمدی۔
- اس جدید اور مقبول عام فارسی شیعہ تفسیر میں جو انقلاب ایران کے بعد ایران کے ممتاز و معتبر اثنا عشری علمائے مفسرین و مجتہدین کی مشترکہ مساعی کا نتیجہ ہے اور جس کا ترجمہ پاکستان کے ممتاز شیعہ عالم و مصنف مولانا سید صفدر حسین نجفی نے فرمایا ہے۔ خلفاء راشدین و صحابہ کرام کے بارے میں انہی منفی خیالات کا اظہار کیا گیا ہے جو اثنا عشریہ کا طرہ امتیاز ہے۔ اس سلسلہ میں سیدنا ابوبکر و عمرو عثمان کی امامت و خلافت کو غلط و باطل قرار دینے اور صحابہ کرام کی توہین و تنقیص کے سلسلہ میں جو کچھ مرقوم ہے اس میں سے بطور اشارہ چند اقتباسات مختصراً درج کئے جا رہے ہیں۔

- 1۔ اصول شوراۃ کی بناء پر ابوبکر و عمرو عثمان کو امام و خلیفہ منتخب کرنا شرعاً غلط و باطل ہے، کیونکہ امام کا منصوب و معصوم اور ایسے کمالات کا حامل ہونا لازم ہے جن کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔
- سورہ النساء کی آیت 159 ”و شاورہم فی الامر“ (اور معاملات میں ان سے مشورہ کیا کریں) کی تفسیر میں یہ مفسرین و مجتہدین بیک زبان فرماتے ہیں۔

”اہل سنت کے مفسرین درج بالا آیت کے ذیل میں حضرت عمر کی اس چھ رکنی مشاورتی کمیٹی کا تذکرہ کرتے ہیں جو انہوں نے تیسرے خلیفہ کے انتخاب کے لئے تشکیل دی تھی۔ یہ لوگ مندرجہ بالا آیت اور مشورہ کی تمام روایات کو اس واقعہ پر منطبق کرنے کی کوشش

12۔ محمد و علی و حسین کے مد مقابل ابوسفیان و

معاویہ و یزید کی اصلیت پہچاننا مشکل نہیں۔

”شاخن محمد و ابوسفیان، علی و معاویہ، حسین و یزید آسان است۔“

شرحتی، قاسمین مارقین، ناکشین، ص 154)۔

ترجمہ :- محمد (ص) اور ابوسفیان، علی اور معاویہ، حسین اور یزید کو پہچاننا آسان ہے۔

13۔ صحابی رسول مروان بن حکم ملعون ہیں (معاذ اللہ)

علی شریعتی، صحابی رسول مروان بن حکم کے بارے میں لکھتے ہیں:

مروان حکم، ملعون بن ملعون)۔

(شرحتی، قاسمین، مارقین، ناکشین، ص 118)

ترجمہ :- مروان بن حکم جو ملعون بن ملعون ہیں۔

ڈاکٹر علی شریعتی نے اپنی کتاب (قاسمین، ناکشین، مارقین) میں یہ وضاحت بھی فرمائی

ہے کہ:-

قاسمین۔ جبہ صفین (ص 45)

ناکشین۔ جبہ جمل (ص 111) اور

مارقین۔ جبہ نمروان (ص 175)

یعنی قاسمین (ظلم و نا انصافی کرنے والے) سے مراد گروہ صفین (سیدنا معاویہ کا لشکر صفین)

ہے

ناکشین (عمد توڑنے والے) سے مراد گروہ جمل (سیدہ عائشہ و طلحہ و زبیر کا لشکر جمل)

ہے۔

اور مارقین (دین سے باہر نکل جانے والے) سے مراد گروہ نمروان (خوارج) ہے۔

کرتی، کیونکہ اگر مقصود تمام مسلمانوں سے مشورہ کرنا تھا تو اسے چھ افراد میں منحصر کرنے کا کیا معنی ہے، اور اگر مقصد امامت کے صاحبان فکر و نظر سے مشورہ کرنا تھا تو وہ صرف چھ نہ تھے۔“ (تفسیر نمونہ، اردو، جلد 3، ص 115)

یہاں شیعہ اقلیت کے علماء یہ بھول جاتے ہیں کہ سیدنا عمر نے عشرہ مبشرہ میں شامل چوٹی کے چھ افراد کو اس لئے نامزد کیا تھا تاکہ وہ اپنے میں سے کسی ایک پر بطور خلیفہ متفق ہو جائیں، کیونکہ مسلمانوں کا انہی میں سے کسی نہ کسی کی خلافت پر اتفاق ہو سکتا تھا۔ حضرت علی کے جن حامیان کو شیعہ علماء اس شوری میں شامل دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ سب بھی علی کے مقابلے میں خلافت کے حق دار نہیں ہو سکتے تھے۔ لہذا علی کو شامل کر کے ان کی نمائندگی کردی گئی تھی۔

چونکہ حضرت عمر حضرت علی کی صاحبزادی ام کلثوم سے نکاح فرما چکے تھے۔ لہذا سیدنا عمر کا صرف علی کو براہ راست اپنا جانشین نامزد کرنا اعتراض کا باعث ہو سکتا تھا، چنانچہ اس سے پہلے بھی اہل سنت کے نقطہ نظر کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خرابو بکریا عمر کو اپنا خلیفہ نامزد کیا اور نہ اپنے داماد عثمان، یا علی کو، بلکہ معاملہ سیدنا ابوبکر کو امام مصلوہ مقرر کرنے کے بعد مسلمانوں کی مشاورت پر چھوڑ دیا، جنہوں نے سیدنا ابوبکر کو امام و خلیفہ اول منتخب فرمایا۔

ج۔ وصیت عمر کے مطابق چھ رکنی مجلس شوری میں اسلامی مشاورتی اصولوں کے برعکس اختلاف کرنے والوں (علی) کو سزائے موت کی دھمکی دی گئی تھی

تفسیر نمونہ میں حضرت عمر کی مزید توجہ و تحقیر کرتے ہوئے درج ہے۔
”تیسری بات یہ ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ اس مجلس شوری کے لئے بڑی سخت اور سنگین شرائط مقرر کی گئی تھیں، اور مخالفین کو موت کی دھمکی تک دی گئی تھی، حالانکہ اسلام کے مشاورتی اصولوں اور طریقوں میں ایسی کسی چیز کی گنجائش نہیں ہے۔“

(تفسیر نمونہ، اردو ترجمہ، جلد 3، ص 115)۔

اس بیان پر تفصیلی تبصرہ کی یہاں گنجائش نہیں۔ بس اتنا اشارہ کر دینا کافی ہے کہ حضرت عمر کی مذکورہ شوری (جس میں سیدنا علی بھی شامل تھے) کے خلاف تو ان شیعہ الزامات کا کوئی

کرتے ہیں۔ اگرچہ اس موضوع پر عقائد کی کتابوں میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے لیکن یہاں چند ایک نکات کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

پہلی بات تو یہ کہ امام اور جانشین پیغمبر کا انتخاب صرف اللہ کے حکم سے ہونا چاہئے، کیونکہ اسے بھی پیغمبر (ص) کی طرح عصمت اور ایسے دیگر کمالات کا حامل ہونا چاہئے کہ جن کا علم صرف خدا کے پاس ہے۔ دوسرے لفظوں میں جس طرح پیغمبر (ص) کو مشورے سے منتخب نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح امام کا انتخاب بھی مشورے سے ناممکن ہے۔“

(تفسیر نمونہ، اردو ترجمہ از مولانا سید صفدر حسین نجفی، مصباح القرآن ٹرسٹ، لاہور جلد سوئم، ص 115، ایڈیشن سوم، ذی قعدہ 1409ھ)

پس شیعہ عقیدہ کے مطابق سیدنا علی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ رسول کی طرف سے مقرر کردہ پہلے امام اور خلیفہ اول (خلیفہ بلا فصل) ہیں۔ ان کی بجائے صحابہ کا ابوبکر و عمرو عثمان رضی اللہ عنہم کو بالترتیب باہمی مشورے سے منتخب کرنا شیعہ عقیدہ کی رو سے مداخلت فی الدین ہے۔ لہذا ان تینوں کی امامت و خلافت شرعاً ناقابل قبول ہے۔ یہی وہ عقیدہ ہے جسے شیعہ کلمہ کے علاوہ ہر روز اذان میں شیعہ مساجد میں علی الاعلان دہرایا جاتا ہے، اور ساتھ ہی علماء شیعہ کا یہ بھی فتویٰ ہے کہ یہ جملہ جزو اذان و اقامت نہیں بلکہ جزو عقیدہ ہے۔ البتہ اذان میں اس کا رد ہونا مستحب ہے۔

اشحد ان امیر المؤمنین و امام المتقین علیاً ولی اللہ و ولی رسول اللہ و خلیفۃ بلا فصل میں گواہی دیتا ہوں کہ امیر المؤمنین اور متقین کے امام علی، اللہ کی ولایت و سلطنت کے مالک، رسول اللہ کے وصی اور ان کے بلا فاصلہ خلیفہ و جانشین ہیں۔

2۔ دنیاوی معیارات کے اعتبار سے بھی عمر کی چھ رکنی مجلس شوری نیز انتخاب خلیفہ عثمان غلط و باطل ہے۔

اس کے بعد تفسیر نمونہ میں دنیاوی نقطہ نظر سے بھی غیر شرعی حاکم وقت یا دنیاوی خلیفہ کے تقرر کے حوالے سے بھی حضرت عمر کی مقرر کردہ شوری کو غلط قرار دیا گیا ہے، جس میں سیدنا عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم شامل تھے۔

”دوسری بات یہ کہ مذکورہ افراد کی مجلس شوری ہرگز مشورے کے تقاضوں کو پورا نہیں

(16-22)۔ پاک و ہند کے شیعہ علماء اور صحابہ کرام (رض) کتاب الکافی، علامہ باقر مجلسی، امام خمینی، ڈاکٹر علی شریعتی اور دیگر مستند کتب و اکابر اہل تشیع کے اقتباسات و روایات و اقوال کے بعد برصغیر کے بعض نمایاں شیعہ علماء کے افکار بھی مختصراً بطور نمونہ نقل کئے جا رہے ہیں تاکہ یہ بات واضح اور ثابت ہو سکے کہ برصغیر کے شیعہ علماء بھی خلفاء راشدین، اہمات المؤمنین اور جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں انہی عقائد و افکار کے حامل ہیں جو مذکورہ سابقہ شیعہ تصانیف و اکابر کے حوالہ سے نقل کئے جا چکے ہیں۔

16۔ مفتی جعفر حسین۔ قائد تحریک نفاذ فقہ جعفریہ، پاکستان

مفتی جعفر حسین (م 29 اگست 1983ء) جو کہ پاکستان کے چوٹی کے شیعہ عالم تھے، اور تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے صدر کی حیثیت سے حکومت سے شیعہ مطالبات منوانے میں نمایاں طور پر کامیاب ہوئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں ”منہج ابلاغہ“ کے ایک خطبہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

الف۔ عثمان پہلے اموی خلیفہ ہیں جو بارہ برس مسلمانوں کے سیاہ و سفید کے مالک بنے رہنے کے بعد انہی کے ہاتھوں قتل ہوئے۔

”حضرت عثمان اسلامی دور کے پہلے اموی خلیفہ ہیں جو یکم محرم 24ھ میں ستر برس کی عمر میں مسند خلافت پر متمکن ہوئے اور بارہ برس تک مسلمانوں کے سیاہ و سفید کے مالک بنے رہنے کے بعد انہی کے ہاتھوں سے 18 ذی الحجہ 35ھ میں قتل ہو کر حش کو کب میں دفن ہوئے۔“

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت عثمان کا قتل ان کی کمزوریوں اور ان کے عمال کے سیاہ کارناموں کا نتیجہ تھا، ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ مسلمان متفقہ طور پر ان کے قتل پر آمادہ اور ان کی جان لینے کے درپے ہو جاتے ہیں اور ان کے گھر کے چند آدمیوں کے علاوہ کوئی ان کی حمایت و مدافعت کے لئے کھڑا نہ ہوتا۔“

(منہج ابلاغہ، ترجمہ و حواشی علامہ مفتی جعفر حسین، خطبہ 30، حاشیہ 1، ص 174، امامیہ)

بیلی کیشنرز، ناصر پرنٹرز، لاہور، اکتوبر 1988ء۔

ب۔ صحابہ، خلیفہ عثمان سے بد دل ہو چکے تھے اور ان کے قتل

واضح ثبوت موجود نہیں کیونکہ علی شیر خدا نے نہ صرف اس شوری کے فیصلہ میں شرکت فرما کر اسے قبول کیا بلکہ شہادت عثمان تک بیعت امامت و خلافت عثمان کو برقرار رکھا۔ البتہ انقلاب ایران کے بعد امام خمینی کی قیادت میں سیاسی طور پر ان کے دیرینہ محسن و مرجع تقلید آیت اللہ العظمی سید محمد کاظم شریعت مدار، مفکر ایران ڈاکٹر علی شریعتی کے پیروان نیز ان کے والد محترم تقی الدین شریعتی، سید ابوالحسن بنی صدر اور ڈاکٹر صادق قطب زادہ جیسے ہم مذہب و ملت قائدین کے ساتھ جو ظالمانہ سلوک روا رکھا گیا وہ اہل ایران اور ارباب انصاف و سیاست سے پوشیدہ نہیں۔ نیز منصب ولایت فقیہ کے حوالہ سے امام خمینی کے مقابلے میں آیت اللہ العظمی شریعت مدار جیسے مراجع تقلید کے ساتھ جو سلوک سرکاری طور پر روا رکھا گیا وہ خلفاء راشدین پر سیدنا علی کے حوالہ سے جھوٹی الزام تراشیاں کرنے والے امام خمینی کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ نیز ان کے لئے یہ بھی تازیانہ عبرت ہے کہ انہوں نے وصایت و نامزدگی کے اصول کے مطابق آقائے حسین علی ھتھری کو اپنا جانشین مقرر کیا، مگر بعد ازاں ان کی بہت سے قائدین کی طرف سے مخالفت کے پیش نظریہ اعلان واپس لینا پڑا۔ اور شیعہ اصول و وصایت کے مطابق اپنا جانشین نامزد کرنے کے بجائے امام خمینی اپنے خلیفہ اور جانشین کا تقرر کئے بغیر ہی دنیا سے رخصت ہو گئے اور معاملہ شیعہ اصول و وصایت کے بجائے سنی اصول شورا ائیت پر چھوڑنا پڑا۔ فاعثروایا ولی الابصار۔

کے لئے زمین ہموار کرنے میں کسی سے پیچھے نہ تھے۔

تیسرے خلیفہ راشد اور امام امت کو پہلا اموی خلیفہ قرار دینے اور مسلمانوں کے متفقہ طور پر ان کے قتل کا ذمہ دار ہونے کے توہین آمیز الزامات لگا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی قتل عثمان کی ذمہ داری میں شریک بتاتے ہیں۔

”صحابہ بھی ان سے بددل ہو چکے تھے، کیونکہ وہ دیکھ رہے تھے کہ امن عالم تباہ، نظم و نسق و بلا اور اسلامی حدود خال مخ کئے جا رہے ہیں۔ نادار و فاقہ کش سوکھے ٹکڑوں کو ترس رہے ہیں اور بنی امیہ کے ہاں سن برس رہا ہے۔ خلافت شکم پری کا زریعہ اور سرمایہ اندوزی کا وسیلہ بن کر رہ گئی ہے، لہذا وہ بھی ان کے قتل کے لئے زمین ہموار کرنے میں کسی سے پیچھے نہ تھے، بلکہ انہی کے خطوط و پیغامات کی بناء پر کوفہ، بصرہ اور مصر کے لوگ مدینہ میں آج جمع ہوئے تھے۔“

(نجم البلاغہ مترجمہ مفتی جعفر حسین، خطبہ 30، حاشیہ 1، ص 175)۔

ج۔ قاتلین عثمان کا مقصد اصلاح احوال تھا۔

مذکورہ بالا اشتعال انگیز اور توہین صحابہ پر مبنی کلمات کے بعد کئی ایک واقعات کی غلط تصویر کشی کرنے کے بعد لکھتے ہیں:-

”ان واقعات کے پیش نظر حضرت عثمان کے قتل کو وقتی جوش اور ہنگامی جذبہ کا نتیجہ قرار دے کر چند بلوائیوں کے سر قہو پ دینا حقیقت پر پردہ ڈالنا ہے، جبکہ ان کی مخالفت کے تمام عناصر، مدینہ ہی میں موجود تھے، اور باہر سے آنے والے تو ان کی آواز پر اپنے دکھ درد کی چارہ جوئی کے لئے جمع ہوئے تھے جن کا مقصد صرف اصلاح احوال تھا، نہ قتل و خوریزی۔“

(نجم البلاغہ مترجمہ، خطبہ 30، حاشیہ 1، ص 175)۔

ان عبارتوں سے نہ صرف سیدنا عثمان اور تمام صحابہ کرام کی توہین ہوتی ہے بلکہ اگر ان خرافات کو تسلیم کر لیا جائے تو حضرت علی اور ان کے قریبی ساتھی قتل عثمان کے ذمہ دار قرار پاتے ہیں، حالانکہ خود حضرت علی بار بار اسی نجم البلاغہ کے خطبوں میں قتل عثمان سے بری الذمہ ہونے کا دعویٰ فرماتے ہیں اور اہل سنت کا یہی موقف ہے۔ مگر مفتی صاحب توہین عثمان کے جوش میں حضرت علی سمیت تمام صحابہ کو قتل عثمان کا ذمہ دار قرار دے رہے ہیں۔

اللہ وانا الیہ راجعون۔

د۔ حضرت عائشہ نے پہلے قتل عثمان کا فتویٰ دیا،

پھر قصاص عثمان کا سہارا لے کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

ایک اور خطبہ کی من گھڑت تشریح کرتے ہوئے مفتی جعفر حسین نے صرف ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی توہین کرتے ہیں بلکہ ان پر یہ الزام بھی لگاتے ہیں کہ انہوں نے معاذ اللہ قتل عثمان کا فتویٰ دیا تھا اور خلافت علی سے نفرت ظاہر کی تھی۔

”دور ثالث کے بعد حالات نے اس طرح کروٹ لی کہ لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے مجبور ہو گئے۔ حضرت عائشہ اس موقع پر مکہ میں تشریف فرما تھیں، انہیں جب حضرت کی بیعت کا علم ہوا تو ان کی آنکھوں سے شرارے برسنے لگے، غیظ و غضب نے مزاج میں برہمی پیدا کر دی اور نفرت نے ایسی شدت اختیار کر لی کہ جس خون کے بہانے کا فتویٰ دے چکی تھیں، اسی کے قصاص کا سہارا لے کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔“

(نجم البلاغہ مترجمہ، خطبہ 154، حاشیہ 1، ص 424)۔

ہ۔ حضرت عمر، فنون حرب و ضرب میں ماہر نہ تھے بلکہ نا تجربہ کار تھے،

ان کے جنگ فلسطین میں جانے سے شکست و عزیمت کے آثار نظر آرہے تھے،

لہذا حضرت علی نے انہیں جنگ میں شرکت سے روک دیا۔

جب حضرت عمر نے رومیوں سے جنگ کے لئے خود جنگ میں شرکت کا ارادہ ظاہر فرمایا تو حضرت علی نے خلیفہ وقت کا بغض نفیس جنگ میں شریک ہونا مناسب خیال نہ فرمایا تاکہ فتح و شکست ہر دو صورتوں میں خلیفہ اسلام اور مرکز خلافت محفوظ رہے مگر مفتی جعفر صاحب اس کی وجہ حضرت عمر کا معاذ اللہ فنون جنگ سے ناواقف اور نا تجربہ کار ہونا قرار دیتے ہیں۔

”جنگ فلسطین کے موقع پر حضرت عمر نے اپنی شرکت کے بارے میں ان سے مشورہ لیا تو قطع نظر اس سے کہ آپ کی رائے ان کے جذبات کے موافق ہو یا مخالف، آپ اسلام کی عزت و بقاء کا لحاظ کرتے ہوئے انہیں اپنی جگہ پر کھڑے رہنے کا مشورہ دیتے ہیں اور محاذ جنگ میں ایسے شخص کو بھیجنے کی رائے دیتے ہیں کہ جو آزمودہ کار اور فنون حرب و ضرب میں ماہر ہو، کیونکہ نا تجربہ کار آدمی کے چلے جانے سے اسلام کی بندھی ہوئی ہوا اکھڑ جاتی ہے۔ غیر کے زمانہ سے جو مسلمانوں کی دھاک بیٹھ چکی تھی ختم ہو جاتی اور ان کے چلے جانے سے فتح

امیر المومنین نے اس کی اس ذلیل حرکت کو دیکھا تو منہ پھیر لیا اور اس کی جان بخش دی۔“
(نہج البلاغہ، ترجمہ مفتی جعفر حسین، خطبہ 82، حاشیہ 1، ص 253)۔

ح۔ معاویہ نے عمرو بن عاص کی عریانی کی حوصلہ افزائی کی (معاذ اللہ)۔
”عمرو کے علاوہ بسر بن ابی ارطاة نے بھی حضرت کی تلوار کی زد میں آکر یہی حرکت کی“
اور جب یہ کار نمایاں دکھانے کے بعد معاویہ کے پاس گیا تو اس نے عمرو بن عاص کے
کارنامے کو بطور سند پیش کر کے اس کی فحالت منانے کو کہا۔ ”لا علیک یا بسر! ارفع
طرفک فلا تستحقی فلک بعمر و اسوة“۔ اے بسر کوئی مضائقہ نہیں، اب یہ لجانے
شرانے کی بات کیا رہی جبکہ تمہارے سامنے عمرو کا نمونہ موجود ہے۔“

(نہج البلاغہ، ترجمہ مفتی جعفر، خطبہ 82، حاشیہ 1، ص 254)۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ایسی ہی بے ہودہ خرافات کی بناء پر امام دارالجمہ
”امام مالک نے سیدنا معاویہ اور عمرو بن عاص کی شان میں گستاخی کرنے والے کو واجب
القتل اور کافر قرار دیا ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ میں مذکور ہے۔

17۔ مجتہد العصر، حجت الاسلام سید علی نقی لکھنؤی (بھارت)۔

”صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں بے ہودہ خرافات پر مشتمل مفتی جعفر حسین
کے حواشی نہج البلاغہ کی تائید و تحسین میں برصغیر کے عالمی شہرت یافتہ شیعہ مجتہد حجت
الاسلام سید علی نقی نقوی المعروف بہ نقی میان لکھنؤ والے (م 21 مئی 1988ء) فرماتے ہیں:-

”حواشی میں بھی ضروری مطالب کے بیان میں کمی نہیں کی گئی اور زوائد کے درج
کرنے سے احتراز کیا ہے۔ بلاشبہ ”نہج البلاغہ“ کے ضروری مندرجات اور اہم نکات پر مطلع
کرنے کے لئے اس تالیف نے ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے، جس پر مصنف ممدوح قابل
مبارک باد ہیں۔“

(مقدمہ نہج البلاغہ، مترجمہ مفتی جعفر حسین، ص 65، امامیہ پبلی کیشنز، لاہور)۔

خود نہج البلاغہ کی کیا حیثیت ہے۔ اس بارے میں علامہ سید علی نقی کا تفصیلی بیان قابل
غور و فکر ہے۔

”نہج البلاغہ امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام کے کلام کا وہ مشہور ترین
مجموعہ ہے جسے جناب سید رضی برادر شریف مرتضیٰ علم الہدیٰ نے چوتھی صدی ہجری کے

کامرائی کے بجائے شکست و ہزیمت کے آثار آپ کو نظر آرہے تھے۔ اس لئے انہیں روک
دینے ہی میں اسلامی مفاد نظر آیا، چنانچہ اس کا اظہار ان لفظوں میں فرمایا ہے کہ اگر تمہیں
میدان چھوڑ کر پلٹنا پڑے تو صرف تمہاری شکست نہ ہوگی بلکہ اس سے مسلمان بددل ہو کر
حوصلہ چھوڑ بیٹھیں گے اور میدان جنگ سے روگردان ہو کر تتر بتر ہو جائیں گے، کیونکہ
رئیس لشکر کے میدان چھوڑ دینے سے لشکر کے قدم جم نہ سکیں گے اور ادھر مرکز کے خالی
ہو جانے کی وجہ سے یہ توقع بھی نہ کی جاسکے گی کہ عقب سے مزید فوجی ملک آجائے گی، کہ
جس سے لڑنے بھڑنے والوں کی ڈھارس بندھی رہے۔“

(نہج البلاغہ، ترجمہ مفتی جعفر، خطبہ 132، حاشیہ 1، ص 382)۔

و۔ طلحہ و زبیر و معاویہ سازشی تھے اور ”شیطان“ سے مراد معاویہ ہو سکتا ہے۔
مفتی جعفر حسین، حضرت علی کے ایک خطبہ میں وارد جملہ ”شیطان نے اپنے گروہ کو
جمع کر لیا ہے“ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”جب طلحہ و زبیر بیعت توڑ کر الگ ہو گئے اور حضرت عائشہ کی ہمراہی میں بصرہ کو روانہ
ہوئے تو حضرت نے یہ کلمات ارشاد فرمائے جو ایک طویل خطبہ کے اجزاء ہیں۔

(ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ اس خطبہ میں شیطان سے مراد شیطان حقیقی بھی لیا
جاسکتا ہے، اور معاویہ بھی مراد ہو سکتا ہے، کیونکہ درپردہ معاویہ ہی طلحہ و زبیر سے ساز باز
کر کے امیر المومنین سے لڑنے کے لئے آمادہ کر رہا تھا، لیکن شیطان حقیقی مراد لینا موقع و محل
کے اعتبار سے مناسب اور زیادہ واضح ہے۔“

(نہج البلاغہ، ترجمہ مفتی جعفر حسین، خطبہ 10، حاشیہ 1، ص 127)۔

ز۔ عمرو بن عاص ذلیل حرکت کرتے ہوئے میدان جنگ میں عریاں ہو گئے۔
سیدنا طلحہ و زبیر اور ام المومنین ام حبیبہ کے بھائی کاتب وحی سیدنا معاویہ کی شان میں
اس گستاخی کے بعد مفتی جعفر حسین صحابی رسول، فاتح مصر سیدنا عمرو بن عاص کی شان میں
گستاخی کرتے ہوئے ایک خطبہ کی تشریح میں لکھتے ہیں:

”فاتح مصر عمرو بن عاص نے اپنی عریانی کو پردہ بنا کر جو جوان مردی دکھائی تھی اس کی
طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ جب میدان صفین میں امیر المومنین علیہ السلام
سے اس کی مذہم پھیر ہوئی تو اس نے تلوار کی زد سے بچنے کے لئے اپنے آپ کو برہنہ کر دیا۔

ففيه السب الصريح بل حط على السيدین ابی بکر و عمر -

جو شخص ان کی کتاب نہج البلاغہ کو دیکھے وہ یقین کر سکتا ہے کہ امیر المومنین حضرت علی کی طرف اس کی نسبت بالکل جھوٹ ہے اس لئے کہ اس میں کھلا سب و شتم اور ہمارے دونوں سرداروں ابوبکر و عمر کی تنقیص ہے۔

(نہج البلاغہ، مترجمہ مفتی جعفر، مقدمہ علی نقی، ص 45)۔

نہج البلاغہ کو مستند ثابت کرنے کی کوشش میں علامہ نقی اتنا تو تسلیم کر لیتے ہیں کہ ”دیوان علی“ شیعہ علماء کے نزدیک جعلی اور من گھڑت ہے۔ حتیٰ کہ گیارہویں امام سے منسوب معروف شیعہ ”تفسیر عسکری“ بھی اکثر علماء کے نزدیک ناقابل اعتبار ہے۔

”محققین علمائے شیعہ کا رویہ دیکھا جائے تو ہر اس کتاب یا مجموعہ کو جو معصومین میں سے کسی کی طرف منسوب ہو بلا چون چرا صرف اس لئے تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہو جاتے کہ وہ معصومین کی طرف منسوب ہے، بلکہ وہ پوری فراخ حوصلگی کے ساتھ محققانہ فریضہ کو انجام دیتے ہوئے اگر وہ قابل انکار ہوتا ہے تو کھل کر اس کا انکار کر دیتے ہیں اور اگر مشکوک ہوتا ہے تو شک و شبہ کا اظہار کر دیا کرتے ہیں۔

اور اس طرح بہت سے وہ ذخیرے جو کلام معصومین کے نام سے موجود ہیں، مقام اعتبار میں مختلف درجے اختیار کر چکے ہیں۔ مثلاً ”دیوان امیر المومنین“ بھی تو بطور کلام علی رائج ہے مگر علماء شیعہ بلا رو رعایت اسے غلط سمجھتے ہیں۔ اس سے بالاتر ذرا درجہ تفسیر امام حسن عسکری کا ہے حالانکہ وہ شہرت میں تقریباً نہج البلاغہ سے کم نہیں ہے، اور شیخ صدوق ایسے بلند مرتبہ قدیم محدث نے اس پر اعتماد کیا ہے مگر اکثر علمائے شیعہ اسے تسلیم نہیں کرتے، یہاں تک کہ ہمارے قریبی دور کے محقق علامہ شیخ محمد جواد بلاغی نے ایک پورا رسالہ اس کے غلط ہونے کے اثبات میں لکھ دیا ہے۔

فقہ الرضا امام رضا علیہ السلام کی طرف منسوب ہے مگر اس کے اعتبار اور عدم اعتبار کی بحث ایک مہتمم بالشان علمی مسئلہ بن گئی ہے، جس پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اسی طرح جعفریات اور امام رضا علیہ السلام کا رسالہ ذمہ وغیرہ کوئی نقد و بحث سے نہیں بچا ہے۔

(نہج البلاغہ، مترجمہ مفتی جعفر، مقدمہ از سید علی نقی، ص 43)۔

ان تفصیلات سے برصغیر کے عالمی شہرت یافتہ شیعہ مجتہد اعظم علامہ سید علی نقی نے اپنی

اواخر میں مرتب فرمایا تھا۔ اس کے بعد پانچویں صدی کے پہلے عشرہ میں آپ کا انتقال ہو گیا، اور نہج البلاغہ کے انداز تحریر سے پتہ یہ چلتا ہے کہ انہوں نے طویل جستجو کے ساتھ درمیان میں خلی اور اق چھوڑ کر امیر المومنین کے کلام کو متفرق مقالات سے یکجا کیا تھا، جس میں ایک طویل مدت انہیں صرف ہوئی ہوگی، اور اس میں اضافہ کا سلسلہ ان کے آخر عمر تک قائم رہا ہوگا۔ یہاں تک کہ بعض کلام جو کتاب کے یکجا ہونے کے بعد ملا ہے، اس کو تعجیل میں انہوں نے اس مقام کی تلاش کئے بغیر جہاں اسے درج ہونا چاہئے تھا، کسی اور مقام پر شامل کر دیا ہے، اور وہاں پر یہ لکھ دیا ہے کہ یہ کلام کسی اور روایت کے مطابق اس سے پہلے کہیں درج ہوا ہے۔

(نہج البلاغہ، مترجمہ مفتی جعفر، مقدمہ بقلم سید علی نقی، ص 32)۔

مذکورہ نہج البلاغہ کو مستند ثابت کرنے کے لئے جو بارہویں امام محمد المہدی کے 329ھ میں تقریباً پینسٹھ برس کی عمر میں غائب ہو جانے کے بھی کافی عرصہ بعد سید شریف رضی نے ”ن“ی، علامہ نقی صاحب نے طویل دلائل دیئے ہیں۔ پھر یسقطی (م 565ھ) امام فخرالدین (م 606ھ) ابن ابی الحدید (م 655ھ) اور سعد الدین تفتازانی کا ذکر بطور سنی شارحین نہج البلاغہ کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں:

”غالبا“ انہیں علمائے اہل سنت کے شروح وغیرہ لکھنے کا نتیجہ یہ تھا کہ عوام میں نہج البلاغہ کا چرچا پھیلا، اور اس کے ان مضامین کے بارے میں جو خلفاء ثلاثہ کے بارے میں ہیں اہل سنت میں بے چینی پیدا ہوئی اور اب آپس میں بحثیں شروع ہو گئیں اور اس کی وجہ سے علماء کو اپنے اصول عقائد سنبھالنے کے لئے اور عوام کو تسلی دینے کے لئے نہج البلاغہ کے بارے میں شکوک و شبہات اور رفتہ رفتہ انکار کی ضرورت پڑی، چنانچہ سب سے پہلے ابن خلکان متوفی (681ھ) نے اس کو مشکوک بنانے کی کوشش کی۔

(نہج البلاغہ، مترجمہ مفتی جعفر حسین، مقدمہ از سید علی نقی، ص 43)۔

علامہ نقی اس کی تفصیل بیان فرما کر علامہ ذہبی کی خبر لیتے ہیں۔

”اس کے ایک صدی کے بعد ذہبی نے جو اپنے دور کے انتہائی متعصب شخص تھے۔ یہ زبات کی کہ وہ اس شک کو یقین کا درجہ دیں اور انہوں نے سید مرتضیٰ کے حالات میں لکھ دیا کہ: من طالع کتابہ نہج البلاغہ جزم بانہ مکذوب علی امیر المومنین

صحابہ کو مطعون کرنے کا وہ کام کر سکیں جو سیدنا علی نے ہرگز ہرگز نہیں فرمایا، اور یہ کام مفتی جعفر صاحب نے نبج البلاغہ کے حواشی میں بخیر و خوبی سرانجام دیا ہے، جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بطور اشارہ نقل شدہ بعض اقتباسات سے ثابت ہے، اور علامہ نقی صاحب نے ان حواشی پر مشتمل مفتی صاحب کے کام کی تائید و تحسین فرمائی ہے۔ اٹالہ و اٹالیہ راجعون۔ ثم اٹالہ و اٹالیہ راجعون۔

18۔ مولوی محمد حسین ڈھکو، فاضل نجف اشرف (مقیم سرگودھا)۔

پاکستان کے علاقائی سطح کے شیعہ علماء و مصنفین بھی مذکورہ سابقہ بین الاقوامی شہرت یافتہ شیعہ علماء و قارئین سے بغض صحابہ میں پیچھے نہیں۔ پاکستان کے اثنا عشری عالم مولوی محمد حسین ڈھکو فرماتے ہیں:-

(۱)۔ جناب امیر (علی) خلافت ثلاثہ کو غاصبانہ، جابرانہ اور خلفاء ثلاثہ کو گناہ گار، کذاب، غدار، خیانت کار اور ظالم و غاصب اور اپنے آپ کو سب سے زیادہ خلافت نبوت کا حق دار سمجھتے تھے۔

(ب)۔ دراصل بات یہ ہے کہ ہمارے اور ہمارے برادران اسلامی میں اس سلسلے میں جو کچھ نزاع ہے وہ صرف اصحاب ثلاثہ کے بارے میں ہے۔ اہل سنت ان کو بعد از نبی (ص) تمام اصحاب و امت سے افضل جانتے ہیں، اور ہم ان کو دولت ایمان، ایقان اور اخلاص سے قسماً دامن جانتے ہیں۔ (تجلیات صداقت، ص 201)

(ج)۔ مذہب شیعہ جناب ابوبکر و عمرو عثمان کو کافر سمجھتا ہے اور نہ ہی ان کے پیروکاروں کو۔ ہاں یہ درست ہے کہ وہ ان کو مومن بھی نہیں سمجھتا۔ (تجلیات صداقت، ص 430)۔

(د)۔ ”اس میں شک نہیں کہ شیطان حیدر کرار، ابوبکر کو سچا مسلمان اور مخلص بالایمان نہیں جانتے بلکہ..... جانتے ہیں۔ (تجلیات صداقت، ص 430)۔

(ه)۔ اصحاب ثلاثہ کا جناب امیر خیر گیر سے بجائے شیرو شکر و مشیر ہونے کے ان کا دشمن ازلی ہونا بجائے تابع دار اور قربات دار رسول ہونے کے ان کا دنیا دار اور عصیان کار ہونا اور بجائے مقبول بارگاہ ہونے کے ان کا مردود بارگاہ خدا اور رسول خدا ہونا کتب فریقین سے کچھ ایسے ناقابل انکار دلائل جاندار سے واضح و آشکارا کریں گے کہ نہ صرف پرستاران ثلاثہ بلکہ ثلاثہ کی روحیں بھی یوم القرار تک بے قرار ہو جائیں گی۔ (تجلیات صداقت، ص

اہم ترین کتب کو مسترد کر دیا ہے مگر علمائے اہل سنت کو اس حق سے محروم رکھنا چاہتے ہیں کہ نبج البلاغہ کو مشکوک قرار دیں یا کم از کم ان خطبات و اقتباسات کو غلط اور الحاقی قرار دیں جو خلفاء و صحابہ کی تنقیص پر مبنی ہیں اور خود جو خطبات خلفاء ثلاثہ کی امامت و خلافت کی بیعت و تائید نیز صحابہ کی تعریف میں عظیم الشان ہیں ان کی غلط تاویلات جو مفتی جعفر حسین صاحب جیسے شیعہ شارحیں کرتے ہیں ان کی علامہ صاحب تائید و تحسین فرما رہے ہیں۔

اس صحیح البلاغہ کا بارہویں امام محمد المہدی کی غیبت کبری (329ھ) تک کہیں وجود نہ تھا، بلکہ بقول علامہ نقی اس کو چوتھی صدی کے آخر میں سید رضی نے مرتب فرمایا، اور وہ بھی خالی صفحات چھوڑ چھوڑ کر، پھر بعد میں رفتہ رفتہ خالی جگہ پر فرماتے رہے۔ دیوان علی کے بارے میں جب بعض ناقدین (احمد تیور مستقیم زادہ وغیرہ) نے کہا تھا کہ حضرت علی سے منسوب اس دیوان کے اشعار اگر اصل بالکلان کو واپس کر دیئے جائیں تو اس میں باقی کچھ نہیں بچے گا، تو اہل تشیع نے طوفان کھڑا کر دیا تھا، حالانکہ اس دیوان کے اشعار کی زبان سیدنا علی کی شاندار فصاحت و بلاغت اور صدر اسلام کی فصیح عربی کے مقابلہ میں بالعموم کمزور ہے۔ مگر آج علامہ نقی مجتہد العصر بھی اس کے جعلی ہونے پر شیعہ علماء کا اتفاق بتا رہے ہیں۔ دیکھئے نبج البلاغہ کے بارے میں علماء شیعہ آئندہ کیا آراء ظاہر فرمائیں گے، کیونکہ علامہ نقی صاحب اپنے سلسلہ کلام کے آخر میں یہ بھی فرماتے ہیں:-

”مقام اعتقاد و عمل میں ہم نبج البلاغہ کے مندرجات کو اور اولہ کے ساتھ جو اس باب میں موجود ہوں، اصول تعادل و ترجیح کے معیار پر جانچیں گے اور بعض موقعوں پر ممکن ہے جو مسند حدیث اس موضوع پر موجود ہو اس پر نبج البلاغہ کی روایت کو ترجیح ہو جائے اور بعض مقاموں پر ممکن ہے ٹکافو ہو جائے اور بعض جگہ شاید ان دوسرے اولہ کو ترجیح ہو جائے، لیکن اس سے نبج البلاغہ کی مجموعی حیثیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ (نبج البلاغہ، مترجمہ مفتی جعفر، مقدمہ سید علی نقی، ص 64-65)۔

نبج البلاغہ کے مندرجات پر دوسرے اولہ کو بعض جگہ ترجیح دینے اور بعض جگہ ٹکافو (برابری) کی گنجائش غالباً اس لئے رکھنی پڑی ہے کہ خلفاء ثلاثہ کی امامت و خلافت کی بیعت اور خلفاء و صحابہ کرام کی تعریف میں جو کچھ نبج البلاغہ میں موجود ہے اس پر دیگر کتب شیعہ میں موجود منفی روایات کو ترجیح دی جاسکے، یا ایسی غلط تشریحات کی جائیں جو خلفاء و

”جناب عمر نبی کی بیویوں پر آوازے کستا تھا، جب وہ رات کے وقت رفع حاجت کے لئے مینہ سے باہر جاتی تھیں۔“

”جناب عمر شراب حرام ہونے کے بعد بھی شراب پیتے رہے۔“

”جناب عمر جنم کا تالا ہے اور بہتر تو یہ تھا کہ جنم کا گیٹ ہوتا۔“

(نحوذ اللہ من هذه الخرافات)

یہی غلام حسین نجفی اپنی ایک دوسری تصنیف ”قول مقبول فی اثبات وحدت بنت رسول“ (ص 432) میں داماد رسول سیدنا عثمان ذوالنورین خلیفہ سوئم کے بارے میں لکھتے ہیں: ”جناب عثمان نے پہلی بیوی رقیہ کو قتل نہیں کیا تھا بلکہ دوسری بیوی ام کلثوم کو اذیت جماع سے مار ڈالا تھا، اور پھر خلیفہ ولید کی طرح اس کے مردہ سے ہم بستری کرتا رہا، اور پوری دنیا میں یہ پہلا خلیفہ ہے جس نے شرم و حیاء کا بار ڈر توڑ کر اپنی بیوی کے مردہ سے ہم بستری کی ہے اور نبی کریم کو اذیت دینے والا رحمت خداوندی کا حقدار نہیں ہے۔ پس شیعوں کے امام نے اس لئے فرمایا ہے کہ جس نے نبی کریم کو اذیت دی اے خدا تو اس پر لعنت بھیج۔“

(قول مقبول فی اثبات وحدت بنت رسول، ص 432)۔

21- آیت اللہ مرزا حسن الحارثی الاحقانی

ایک شیعہ آیت اللہ مرزا حسن الحارثی الاحقانی جو عراق سے نکل کر کویت میں پناہ گزین تھے، ان کی عربی تصنیف ”مصلح العقائد“ کا اردو ترجمہ ”مبلغ اعظم اکیڈمی“ پاکستان نے شائع کیا ہے۔ اس میں بھی خلفائے راشدین کے خلاف زہر افشانی کی گئی ہے، اور حضرت خالد بن ولید پر بستان تراشی کے علاوہ ایک اور صحابی رسول حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے۔

”خلیفہ ثانی کی خلافت میں مغیرہ بن شعبہ نے زنا کیا اور زنا کار کے بجائے اس کے چشم دید گواہوں کو کوڑے لگائے گئے۔ حضرت علی کے اعتراض کا بھی کوئی اثر نہ ہوا۔ یہ خلافت عمر کا زمانہ تھا کہ معاویہ جیسا طالب دنیا امیر شام بن گیا۔“ (اردو ترجمہ مصلح العقائد، ص 169)۔

قارئین کرام اندازہ کر سکتے ہیں کہ شیعہ مصنفین کفر و فحاشی کے زہر آلود تیران اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر برسا رہے ہیں جن کو حق تعالیٰ نے یہ سند عطاء فرمائی ہے کہ:-

(478)۔

(و) ”اصحاب ثلاثہ اور ان کے تابعین ہرگز اس میں شامل نہیں کیونکہ یہ نہ مومن ہیں نہ مخلص ماجر۔“ (ایضاً ص 49)۔

(ز) ”ثلاثہ کی فتوحات نے اسلام کو بدنام کیا“ (ایضاً ص 65)۔

(ح) ”عائشہ صاحبہ نے خچر پر سوار ہو کر امام حسن کے جنازہ کو روکا اور حجرہ میں اس سے مانع ہوئیں۔ اس پر شیطان علی نے شور مچایا کہ تو کبھی اونٹ پر سوار ہوتی ہے اور کبھی خچر پر اگر زندہ رہی تو اب ہاتھی پر سوار ہوگی۔“ (ایضاً ص 478)۔

19- مولوی حسین بخش جاڑا، مصنف تفسیر ”انوار النجف“

فاضل نجف اشرف (دریا خان، میانوالی)۔

خلفاء ثلاثہ حضرت ابوبکر و عمرو عثمان رضی اللہ عنہم کے بارے میں مولوی حسین بخش جاڑا لکھتے ہیں:-

(ا) یہ لوگ (ثلاثہ) دل و جان سے مومن نہیں تھے البتہ ظاہر۔ زبانی طور پر وہ اسلام کا اظہار کرتے تھے۔ (مناظرہ بغداد، ص 58)۔

اسلام کے جرنیل اعظم سیف اللہ سیدنا خالد بن ولید کے بارے میں لکھتے ہیں:-

(ب) انہوں نے مالک بن نویرہ کو قتل کر کے اسی رات اس کی بیوی کے ساتھ زنا کیا، اور اس ظالم خالد نے مالک اور اس کی قوم کے دو سرداروں کے سر چوڑے کی اینٹوں کی جگہ پر رکھ کر اوپر دیگ چڑھادی اور اس زنا کا ولیمہ تیار کیا، اور خود بھی کھایا اور فوج کو بھی کھلایا۔ (مناظرہ بغداد، ص 199)۔

(ج) ”خالد سیف اللہ نہیں سیف الشیطان تھا۔“ (مناظرہ بغداد، ص 100)۔

20- مولوی غلام حسین نجفی، فاضل نجف اشرف (مقیم لاہور)۔

انہوں نے اپنی کتاب ”سم مسموم فی جواب نکاح ام کلثوم“ میں بعنوان ”جناب عمر کے متعلق قرطاس ابیض“ میں ایک سو الزامات سیدنا عمر فاروق اعظم پر لگائے ہیں چنانچہ لکھا ہے کہ:-

”جناب عمر کا موجودہ قرآن پر ایمان نہ تھا۔“

”جناب عمر کو لقب فاروق یودیوں نے دیا تھا۔“

”قيل لليهود من خير اهل ملتكم؟ قالوا: اصحاب موسى- و قيل للنصارى من خير ملتكم؟ قالوا: اصحاب عيسى- و قيل للرافضة من شر اهل ملتكم؟ قالوا: اصحاب محمد الخ“۔
(ابن ابی العز الحنفی، شرح العقيدة، المحلوی، لاہور، المکتبۃ السلفیہ 1399ھ / 1979ء، ص 531-532)

ترجمہ :- یہودیوں سے پوچھا گیا کہ تمہاری ملت کے بہترین لوگ کون ہیں۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ اصحاب موسیٰ۔ اور عیسائیوں سے پوچھا گیا کہ تمہاری ملت کے بہترین لوگ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا: اصحاب عیسیٰ۔ اور رافضیوں (شیعوں) سے پوچھا گیا کہ تمہاری ملت کے بدترین لوگ کون ہیں تو انہوں نے جواب دیا: اصحاب محمد۔ (معاذ اللہ)۔
شیعوں کی مستند ترین کتاب احادیث ”الکافی“ نیز علامہ باقر مجلسی، امام خمینی، ڈاکٹر علی شریعتی، مؤلفین تفسیر نمونہ، مفتی جعفر حسین، سید علی نقی نیز دیگر شیعہ علماء و مصنفین کے حوالہ سے سیدنا ابوبکر و عمرو عثمان، طلحہ و زبیر و امیر معاویہ اور ام المومنین سیدہ عائشہ و حفصہ سمیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں جو کچھ بیان ہوا ہے اس سے اہل تشیع کا امامت و خلافت ابوبکر و عمرو عثمان رضی اللہ عنہم سے انکار نہ صرف کسی مزید ثبوت کا محتاج نہیں رہتا بلکہ ان پر خلفاء راشدین، اہمات المومنین، انصار و مہاجرین اور دیگر تمام صحابہ کرام کی توہین و تکفیر کا الزام بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ ان خرافات کے حوالہ سے امام خمینی کا وہ اقتباس بھی نقل کیا جا چکا ہے، جس کے ذریعہ انہوں نے خلفاء و صحابہ کرام کے بارے میں رہی سہی کسر بھی پوری کر دی ہے، اور ساتھ ہی تمام اہل سنت و الجماعت کو بھی خدا اور رسول کی نافرمانی اور قرآن و سنت کی خلاف ورزیوں کا مرتکب ہونے کی سند عطاء فرمائی ہے۔ اس طرح اہل تشیع کے نزدیک ننانوے فیصد صحابہ کرام اور صدیوں سے دنیا بھر میں پھیلی ہوئی امت مسلمہ کی نوے فیصد سے زائد اکثریت پر مشتمل اہل سنت و الجماعت، قرآن و سنت کے مخالفین اور اسلام دشمن قرار پاتے ہیں، اور صرف چند فیصد شیعہ اقلیت ہی اسلام کی علمبردار قرار پاتی ہے۔ وایں خیال است و محال است و جنوں۔

”رضی اللہ عنہم و رضوانہ و اعدلہم جنات تجری تحتہا الانہار“۔
اور یہ شیعہ علماء نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ان پاکیزہ بیویوں (ازواج مطہرات) کی عظمت کو بھی مجروح کر رہے ہیں، جن کو رب العالمین نے اہمات المومنین (مومنوں کی مائیں) اور اہل بیت رسول (ص) قرار دیا ہے۔ اٹلہ و اناالیہ راجعون۔ ثم اٹلہ و اناالیہ راجعون۔
22۔ علامہ مرید عباس یزدانی، سالار اعلیٰ، سپاہ محمد، پاکستان۔

پاکستان میں تحریک جعفریہ کے ہمراہ اثنا عشریہ جعفریہ کی دوسری اہم اور مجاہدانہ تنظیم ”سپاہ محمد پاکستان“ بھی سن 1995ء میں فرقہ وارانہ فسادات کی روک تھام کے لئے تشکیل شدہ سنی و شیعہ اثنا عشری جماعتوں کے مشترکہ پلیٹ فارم ”ملی یکجہتی کونسل“ کی تاسیس رکھ رہا ہے۔ اس کونسل نے جس کے سربراہ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی اور سیکرٹری مولانا سمیع الحق مقرر ہوئے اور جمعیت علمائے پاکستان، جمعیت علمائے اسلام، جماعت اسلامی، جمعیت اہل حدیث سمیت اہل سنت و الجماعت کی تمام اہم جماعتیں تحریک جعفریہ و سپاہ محمد جیسی شیعہ جماعتوں کے ہمراہ شریک ہوئیں، ایک متفقہ ضابطہ اخلاق منظور کیا، جس کی شق 4 (ب) خلفائے راشدین سیدنا ابوبکر و عمرو عثمان رضی اللہ عنہم کے بارے میں تھی۔ سپاہ محمد کے قائد علامہ یزدانی نے اس شق کے بارے میں جرات رندانہ سے کام لیتے ہوئے درج ذیل بیان دے کر خلفائے راشدین کے بارے میں اثنا عشری عقیدہ کو واضح فرمادیا۔

”خلفائے راشدین ایمان کا جزو ہیں، ان کی تکفیر کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے، کو ہم نہیں مانتے اور نہ ہی اس پر ہم نے دستخط کئے ہیں، اس شق کو بعد میں شامل کیا گیا ہے اس لئے اس سے بالکل اتفاق نہیں کرتے، باقی پورے ضابطہ اخلاق سے ہم متفق ہیں۔“
(بحوالہ روزنامہ جنگ، لاہور، 7 جون 1995ء / 8 محرم 1416ھ، ص 4 بحوالہ مضمون جناب ارشاد احمد حقانی، بنو ان ”ملی یکجہتی کونسل“ نئی دراڑ)۔

شیعوں کی خلفاء و صحابہ (رض) کی شان میں ان خوفناک گستاخوں کو دیکھتے ہوئے اکابر امت و علماء اہل سنت نے انہیں یہود و نصاریٰ سے بدتر قرار دیا ہے، اس لحاظ سے کہ یہودی اور عیسائی، حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے صحابہ کو اپنی ملت کے بہترین لوگ قرار دیتے ہیں، اور شیعہ، اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ کافر و منافق و مرتد قرار دیتے ہیں۔ عقیدہ طحاویہ کی شرح میں اس حوالے سے یہ عبارت درج ہے۔

25 محرم 122ھ کو اپنی مختصر جماعت کے ساتھ سرکاری سپاہیوں سے لڑتے ہوئے کوفہ کے قریب شہید ہو گئے۔ اس سلسلے میں فرقہ زیدیہ کی مستند ترین کتاب احادیث ”مسند الامام زید“ (مطبوعہ بیروت، دار مکتبۃ الحیاء، 1966م) کے آغاز میں ترجمۃ الامام زید (امام زید کے حالات) کے زیر عنوان مذکورہ تفصیل کے علاوہ درج ذیل عبارت بھی موجود ہے۔

”وفی تاریخ الیافعی: لما خرج زید اتته طائفة کبيرة قالوا له: تبرأ من ابی بکرو عمر حتی نبایعک۔ فقال: لا اتبرأ منہما۔ فقالوا: اذن نرفضک۔ فقال: اذهبوا فانتم الرافضة۔ فمن ذلک الوقت سمو الرافضة و تبعته التي تولت ابابکر و عمر سمیت الزيدية“۔

(مسند الامام زید، بیروت 1966م، ترجمۃ الامام زید، ص 11)۔

ترجمہ: تاریخ یافعی میں ذکر ہے کہ جب حضرت زید نے خروج کیا تو ایک بہت بڑا گروہ آپ کے پاس آکر کہنے لگا کہ ابوبکر و عمر سے بیزار و لاتعلقی کا اعلان کیجئے تاکہ ہم آپ کی بیعت کریں، تو آپ نے فرمایا میں ان دونوں سے بیزار و لاتعلقی نہیں ہو سکتا۔ اس پر انہوں نے کہا کہ پھر ہم آپ کی بیعت سے انکار کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ چلے جاؤ پس تم لوگ ہی رافضی (انکار کرنے والے) ہو۔ چنانچہ اسی وقت سے ان کا نام ”رافضی“ پڑ گیا، اور امام زید کے پیروکار جو ابوبکر و عمر کو دوست رکھتے ہیں، زیدیہ کہلانے لگے۔

چنانچہ شیعان کوفہ کو ملنے والا یہ لقب (رافضی) بارہ اماموں کے ماننے والے فقہ جعفری کے پیروکار تمام شیعوں (اثنا عشریہ جعفریہ) کے لئے اتنا معروف اور مشہور ہوا کہ علماء و قہماء کی تحریروں میں بکثرت استعمال ہونے لگا، کیونکہ اس لفظ سے شیعوں کی خاص صفت یعنی منکرین امامت و خلافت ابوبکر و عمر ہونا، ظاہر اور واضح ہوتی ہے۔

اس وضاحت کے بعد اب شیعہ اثنا عشریہ رافضیہ کے بارے میں، جن کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں عقائد و افکار گزشتہ صفحات میں درج کئے جا چکے ہیں، اکابر امت کی بعض اہم آراء و فتاویٰ ملاحظہ ہوں۔

1۔ امام دار الحجرة مالک بن انس (رح) م 179ھ

سورۃ الفتح، پارہ 26 کے آخری رکوع میں جہاں سورت ختم ہوتی ہے، وہاں ارشاد

آراء و فتاویٰ اہل سنت بسلسلہ تفضیل و تکفیر شیعہ بحوالہ صحابہ کرام (رض)

شیعوں کے بارے میں گزشتہ چودہ صدیوں میں علمائے امت نے دیگر وجوہ کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں شیعہ عقائد و افکار کے حوالے سے بھی بہت سے فتاویٰ دیئے ہیں۔ جن میں سے بعض اہم آراء و فتاویٰ بطور مثال درج ہیں۔ ان سے اہل تشیع کا سیدنا ابوبکر و عمرو عثمان کی امامت و خلافت شرعیہ کے انکار نیز تکفیر و تفسیق اور بغض و عداوت صحابہ رضی اللہ عنہم کی بناء پر کافر و مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہونا قطعی طور پر ثابت ہو جاتا ہے۔

اس سلسلے میں یہ بھی پیش نظر رہے کہ بہت سے فتاویٰ میں ”شیعہ“ کے بجائے رافضی (جمع روافض / رافضة) کا لفظ استعمال ہوا ہے، جن کا لفظی معنی ہے منکر یا انکار کرنے والا، اور اصطلاحی لحاظ سے یہ لفظ امیر المومنین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی شرعی امامت و خلافت کا انکار کرنے والوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، جو حکم نبوی کے مطابق امام صلوة مقرر کئے جانے والے سیدنا ابوبکر کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جانب سے اتفاق رائے سے اصول مشاورت کے تحت منتخب شدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد از روئے شریعت امام اول اور خلیفہ بلا فضل نہیں مانتے، اور نہ ہی سیدنا عمر فاروق کو ان کے بعد صحابہ کرام کے اتفاق رائے سے منتخب شدہ شرعی امام و خلیفہ دوم مانتے ہیں، بلکہ سیدنا ابوبکر و عمرو عثمان و علی رضی اللہ عنہم کو شرعی طور پر بالترتیب امام و خلیفہ اول و دوم و سوم و چہارم ماننے کے بجائے سیدنا علی کو غلط تاویلات کرتے ہوئے اللہ رسول کے حکم و وصیت کے حوالے سے شرعی امام اول اور خلیفہ بلا فضل (بلا فاصلہ پہلا جانشین پیغمبر) قرار دیتے ہیں۔

روافض (یعنی منکرین امامت و خلافت ابوبکر و عمر) کا لقب سیدنا حسین کے پوتے اور سیدنا علی بن حسین، زین العابدین کے فرزند، امام باقر کے بڑے بھائی امام زید شہید نے شیعان کوفہ کو اس وقت دیا جب انہوں نے اموی خلیفہ ہشام بن عبد الملک کے زمانے میں کوفہ میں حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ پندرہ ہزار کوفیوں نے آپ کی بیعت کی مگر آخری معرکہ سے پہلے آپ کے دادا سیدنا حسین کی طرح آپ سے بھی غداری و بے وفائی کرتے ہوئے رات کی تاریکی میں راہ فرار اختیار کر گئے اور صرف تین سو باقی بچے۔ چنانچہ امام زید

دلالت کے سلسلہ میں فرمایا۔ اس سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں۔ ان لوگوں کو ان کے لئے دعائے مغفرت کا حکم دیا گیا، مگر انہوں نے ان کو سب و شتم کیا۔

اسی حوالہ سے علامہ ابن حجر عسقلانی (م 852ھ) کی عظیم الشان تصنیف ”الاصابة فی تمييز الصحابة“ میں روایت ہے:

”ثم روى بسنده الى ابى زرعة الرازى قال: اذا رايت الرجل ينتقص احدا من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فاعلم انه زنديق. وذلك ان الرسول حق والقرآن حق و ما جاء به حق و انما ادى اليك ذلك كله الصحابة. و هؤلاء يريدون ان يجرحوا شهودنا ليبطلوا الكتاب والسنة والجرح بهم اولى و هم زنادقة“۔

(ابن حجر العسقلانی 'الاصابة فی تمييز الصحابة' جلد اول ص 10)۔
ترجمہ: پھر راوی نے ابی زرعة رازی کی طرف اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب تم کسی شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی ایک صحابی میں نقص نکالتے دیکھو تو جان لو کہ وہ شخص زندقہ ہے۔ اس لئے کہ رسول (ص) برحق ہیں۔ قرآن بھی برحق ہے اور جو کچھ آپ لائے ہیں وہ سب برحق ہے، اور یہ سب کچھ ہم تک صحابہ کے ذریعے پہنچا ہے۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہمارے یعنی شاہدین کی شخصیات کو مجروح اور داغدار بنادیں تاکہ کتاب و سنت کو باطل قرار دے سکیں، جبکہ خود ان الزام تراشوں کو مجروح و مشکوک قرار دینا زیادہ مناسب حل ہے، اور یہی لوگ زندقہ ہیں۔
علامہ شاطبی ”الاعتصام“ میں لکھتے ہیں:-

”قال مصعب الزبیری و ابن نافع: دخل هارون (يعني الرشيد) المسجد فركع ثم اتى قبر النبي صلى الله عليه وسلم فسلم عليه ثم اتى الى مجلس مالك فقال: السلام عليك و رحمة الله و بركاته۔ ثم قال لمالك: هل لمن سب اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فى الفنى حق؟ قال: لا ولا كرامة ولا مرة۔ قال: من اين قلت ذلك؟ قال: قال الله عز وجل:- ”ليغيظ بهم الكفار“۔ فمن عابهم فهو كافر و لا حق لكافر فى الفنى“۔

خداوندی ہے۔ ”ليغيظ بهم الكفار“ اس آیت کے ذیل میں اپنی تفسیر ”روح المعاني“ میں مفتی بغداد علامہ شہاب الدین آلوسی (م 1270ھ) لکھتے ہیں:-

”وفى المواهب ان الامام مالكا قد استنبط من هذه الآية تكفير الروافض الذين يبغضون الصحابة رضى الله تعالى عنهم فانهم يغيظونهم و من غاظه الصحابة فهو كافر۔ و وافقه كثير من العلماء“۔

ترجمہ: اور ”مواهب“ میں ذکر ہے کہ امام مالک نے اس آیت سے استنباط کرتے ہوئے رافضیوں کو کافر قرار دیا ہے جو کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بغض رکھتے ہیں۔ اور جو صحابہ کی وجہ سے غیظ و غضب میں آئے تو وہ کافر ہے۔ علماء کی کثیر تعداد نے امام مالک کے اس فتویٰ سے اتفاق کیا ہے۔

”وفى البحر: ذكر عند مالك رجل ينتقص الصحابة فقراء مالك هذه الآية فقال: من اصبح من الناس و فى قلبه غيظ من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فقد اصابته هذه الآية۔ و يعلم تكفير الرافضة بخصوصهم۔

وفى كلام عائشة رضى الله تعالى عنها ما يشير اليه ايضا۔ فقد اخرج الحاكم و صححه عنها فى قوله تعالى: (ليغيظ بهم الكفار) قالت: اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم امروا بالاستغفار لهم فسيبواهم“۔

(علامہ شہاب الدین آلوسی 'روح المعاني' پارہ 26 ص 128)۔

ترجمہ: کتاب ”البحر“ میں درج ہے کہ امام مالک کے سامنے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا گیا جو صحابہ میں نقص نکالتا ہے تو امام مالک نے یہ آیت پڑھی۔ پھر فرمایا: جس شخص کی یہ حالت ہو جائے کہ اس کے دل میں اصحاب پیغمبر کی جانب سے غیظ و نفرت ہو تو وہ اس آیت کے مطابق کافر ہے۔ چنانچہ اس آیت سے رافضیوں کا بغض صحابہ کی خاصیت کی بناء پر کافر قرار پانا معلوم ہوتا ہے۔

اور سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کلام میں جو کچھ آیا ہے وہ بھی اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیتے ہوئے ان سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان ”ليغيظ بهم الكفار“۔ تاکہ وہ ان کے ذریعے کافروں کو غصہ

اس کے بعد علامہ نے ان کے کفر کی کچھ وجوہ و علامات نقل کی ہیں۔ بعد ازاں لکھا ہے:-

”اسی وجہ سے ہمارے گزشتہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ ان پر تلوار اٹھانا جائز ہے“ اور یہ کہ ان کے کافر ہونے میں جس کو شک ہو وہ خود کفر کا مرتکب قرار دیا جائے گا۔ چنانچہ حضرت امام اعظم، امام سفیان ثوری، امام اوزاعی کا مسلک تو یہ ہے کہ اگر یہ لوگ توبہ کر کے اپنے کفر کو چھوڑ کر اسلام میں آجائیں تو انہیں قتل نہیں کیا جائے گا اور امید کی جاسکتی ہے کہ تمام کفار کی طرح توبہ کے بعد ان کو بھی معاف کر دیا جائے گا۔ لیکن امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام لیث بن سعد اور بہت سے آئمہ کبار کا مسلک یہ ہے کہ نہ ان کی توبہ قبول کی جائے گی اور نہ ان کے اسلام لانے کا اعتبار کیا جائے گا، بلکہ حد جاری کرتے ہوئے ان کو قتل کر دیا جائے گا۔“

اس کے بعد علامہ ابو السعود نے یہ لکھتے ہوئے کہ خلیفہ وقت ان دونوں مسلکوں میں سے جس کو مناسب سمجھیں اس پر عمل کریں، یہ بات بھی لکھی ہے کہ:

”جو شیعہ ادھر ادھر منتشر ہیں اور ان کے عقائد کی کوئی علامت ان پر ظاہر نہیں ہوتی، ان سے تعرض نہ کیا جائے۔ ان پر مذکورہ بالا احکام جاری نہیں ہوں گے۔ البتہ جو ان کا قائد ہے اور جو لوگ اس کے پیروکار ہیں اور جو اس کی طرف سے جنگ کریں تو ان کے خلاف کارروائی سے ہرگز توقف نہ کیا جائے۔ اس لئے کہ وہ لوگ مذکورہ وجوہ کفر کے مسلسل مرتکب ہو رہے ہیں۔ نیز اس بارے میں کوئی شبہ نہیں کہ ان کے ساتھ جنگ دوسرے کافروں کے ساتھ جنگ سے زیادہ اہم ہے۔“

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دوسرے کافروں سے جنگ سے پہلے مسیلہ اور اس کے پیروکاروں کے خلاف اعلان جنگ کیا تھا، حالانکہ مدینہ کے اطراف کے علاقے کافروں سے بھرے ہوئے تھے۔ شام وغیرہ دوسرے ممالک مسیلہ کے فتنہ سے زمین کو پاک کرنے کے بعد ہی فتح کئے گئے تھے۔ خوارج کے فتنہ کے ساتھ حضرت علی کا طرز عمل بھی یہی تھا۔

الفرض ان سے جہلا بلاشبہ اہم ترین کام ہے اور ان سے جنگ آزمائی میں جو شخص مارا جائے گا وہ شہید ہوگا۔“

(علامہ ابو السعود کا یہ فتویٰ علامہ ابن عبدین شامی نے اپنے رسالہ ”تنبیہ الولاء والحکام

(علامہ شاطبی، الاعتصام، ج 2، ص 261)۔

ترجمہ: معصوب زبیری اور ابن تافع نے بیان کیا ہے کہ ہارون (الرشید) مسجد نبوی میں داخل ہوا۔ پس اس نے نماز پڑھی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر آکر سلام کیا۔ پھر امام مالک کی مجلس میں آیا اور ”السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ“ کہا، اس کے بعد امام مالک سے پوچھنے لگا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو برا کہے کیا اس کا ”فنی“ کے مال میں کوئی حق ہے۔ امام مالک نے فرمایا ہرگز نہیں اور نہ ہی ایسا شخص کسی عزت کا مستحق ہے۔ ہارون نے پوچھا کہ یہ بات آپ نے کس دلیل کی بنیاد پر فرمائی ہے تو امام مالک نے فرمایا کہ عزت و جلال والے اللہ نے فرمایا ہے۔ ”لیغنیہم الکفار۔“ (اصحاب رسول کی مثال پھلی پھولی کھیتی کی سی ہے تاکہ ان کی وجہ سے کافر غیظ و غضب کا شکار ہوں، الایہ)۔ پس جو شخص صحابہ میں عیب نکالے تو وہ کافر ہے، اور کافر کا ”فنی“ کے مال میں کوئی حق نہیں۔ (کیونکہ ”فنی“ مسلمانوں کا حق ہے)۔

2- آئمہ اربعہ و دیگر آئمہ کرام (رح) دوسری اور تیسری صدی ہجری

دسویں صدی ہجری کے عظیم مفسر اور حنفی فقیہ علامہ ابو السعود (م 982ھ) نے جو خلافت عثمانیہ کے شیخ الاسلام و مفتی اعظم کا مقام رکھتے تھے۔ عثمانی خلیفہ کے درج ذیل استفتاء کے جواب میں امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت (م 150ھ) امام مالک بن انس (م 179ھ) امام محمد بن ادریس الشافعی (م 204ھ) امام احمد بن حنبل (م 241ھ) اور بعض دیگر آئمہ کبار رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی شیعوں کے بارے میں آراء و فتاویٰ کا ذکر فرمایا ہے۔ ان سے دریافت کیا گیا تھا:-

”کیا شیعوں سے جنگ کرنا جائز ہے؟ اور ان سے جنگ میں ہمارا جو آدمی مارا جائے گا کیا وہ شہید ہوگا؟ جبکہ ان دونوں سوالوں کا جواب یہ بات پیش نظر رکھ کر دیا جائے کہ ان کا یہ کہنا ہے کہ ان کا قائد اہل بیت نبوی میں سے ہے، اور یہ کہ وہ لوگ کلمہ طیبہ کے قائل ہیں؟ اس کا جو جواب علامہ ابو السعود نے دیا تھا اس کا ترجمہ یہ ہے:-

”ان (شیعوں سے) جنگ جہاد اکبر ہے، اور ان سے جنگ میں ہمارا جو آدمی مارا جائے گا وہ شہید ہوگا۔ خلیفہ کے خلاف ہتھیار اٹھانے کی وجہ سے وہ باغی (بھی) ہیں اور متعدد وجوہ سے کافر (بھی) ہیں۔“

ترجمہ: جو شخص ایسی بات کہ جس کے نتیجے میں امت گمراہ قرار پائے اور تمام صحابہ کرام کافر قرار پائیں تو ہم ایسے شخص کو قطعی طور پر کافر قرار دیتے ہیں۔

5- غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی بغدادی (رح) م 561ھ
غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی نے اپنی مشہور تصنیف ”غنیۃ الطالبین“ میں گمراہ فرقوں کے بارے میں بھی ایک باب تحریر فرمایا ہے:

”فصل فی الفرق الضالة عن طریق الهدی“۔ ان فرقوں کا باب جو ہدایت کے راستے سے ہٹک گئے۔

اس فصل میں خوارج اور شیعوں کے مختلف فرقوں کا ذکر کر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے سے شیعہ عقائد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

”ومن ذلک تفضیلہم علیا۔ فی جمیع الصحابة و تنصیصہم علی امامتہ بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم و تبرہم عن ابی بکر و عمر و غیرہما من الصحابة الانفرا۔ منہم۔۔۔“

ومن ذلک ایضا ادعائہم ان الامة ارتدت بترکہم امامتہ علی الاستیغفار۔ وہم علی و عمار و المقداد بن الاسود و سلمان الفارسی و رجلان آخران۔“

(عبدالقادر الجیلانی الحنبلی، غنیۃ الطالبین، ص 156-157)۔

ترجمہ: اور ان (شیعوں) کے عقائد میں یہ بھی ہے کہ وہ حضرت علی کو تمام صحابہ سے افضل مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے لئے ان کو اللہ و رسول کی طرف سے واضح طور پر امام مقرر کیا گیا تھا۔ اور وہ بیزاری و لاتعلقی کا اظہار کرتے ہیں، ابوبکر و عمر نیز ان کے علاوہ دیگر تمام صحابہ کرام سے بھی سوائے گنتی کے چند آدمیوں کے۔۔۔

اور ان کے گمراہ کن عقائد میں سے ان کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ چھ صحابہ کے سوا پوری امت علی کو امام و خلیفہ اول نہ ماننے اور بنانے کی وجہ سے مرتد قرار پائی اور وہ چھ ہیں علی، عمار، مقداد بن اسود، سلمان فارسی اور ان کے علاوہ دو اور آدمی۔

چنانچہ غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی بھی اہل تشیع کو گمراہ فرقوں میں شمار فرماتے ہیں:-

علی احکام شاتم خیر الانام او احد اصحابہ الکرام“ میں نقل کیا ہے۔ علامہ شامی کا یہ رسالہ ”رسائل ابن عابدین“ میں شائع ہو گیا ہے۔ ملاحظہ ہو جلد اول، ص 329، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور)۔

(ترجمہ بحوالہ متفقہ فیصلہ، مرتبہ مولانا منظور نعمانی، مطبوعہ لاہور، حصہ اول، ص 27-28)۔

3- امام ابن حزم اندلسی (رح) م 456ھ

امام ابن حزم نے اپنی مشہور تصنیف ”الفصل فی الملل والاهواء والنحل“ میں اسلام اور قرآن پر عیسائیوں کے کچھ اعتراضات نقل کئے ہیں جن میں سے ایک یہ تھا کہ:

”ان الروافض یزعمون ان اصحاب نبیکم بدلوا القرآن واسقطوا منه و زادوا فیہ۔“

ترجمہ:- روافض کا خیال و دعویٰ ہے کہ تمہارے نبی کے صحابہ نے قرآن میں تبدیلی کردی اس میں اضافہ بھی کیا ہے اور کمی بھی کی ہے۔ لہذا تمہارا قرآن خود اس مسلم فرقہ کے نزدیک بھی محفوظ اور قابل اعتبار نہیں۔

اس کے جواب میں امام ابن حزم نے فرمایا:-

”اما قولہم فی دعوی الروافض بتبديل القراءات فان الروافض

لیسوا من المسلمین۔“

(ابن حزم، الملل والنحل، جلد 2، ص 78)۔

ترجمہ: جہاں تک عیسائیوں کی اس بات کا تعلق ہے کہ روافض کے دعویٰ کے مطابق قرآن میں تبدیلی کی گئی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ روافض مسلمانوں میں سے نہیں ہیں۔ لہذا یہ غلط ہے کہ خود امت مسلمہ میں صحت قرآن کے بارے میں اختلاف ہے)۔

4- قاضی عیاض مالکی (رح) م 544ھ

”نقطع بتکفیر کل قائل قال قولاً یتوصل بہ الی تضلیل الامة و تکفیر جمیع الصحابة۔“

(القاضی عیاض المالکی، کتاب الشفاء، جلد 2، ص 826)۔

6- علامہ کمال الدین المعروف بابن المہام (رح) متوفی 681ھ

آپ نے فتح القدر "شرح الہدایہ" باب الامة میں تحریر فرمایا ہے:-

"وفى الروافض ان من فضل عليا على الثلاثة فمبتدع- وان انكر خلافة الصديق او عمر رضى الله عنهما فهو كافر"-

(ابن المہام، فتح القدير، طبع بيروت، جلد 1، ص 304)

ترجمہ: روافض (شیعوں) کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ اگر علی کو خلفائے ثلاثہ سے افضل مانتا ہے تو وہ بدعتی ہے اور اگر ابوبکر صدیق یا عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کا منکر ہے تو وہ کافر ہے۔

7- شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ حنبلی (رح) م 728ھ

شیخ الاسلام ابن تیمیہ اپنی مشہور تصنیف "الصارم المسلول" میں فرماتے ہیں:-

"وقطع طائفة من الفقهاء من اهل الكوفة وغيرهم بقتل من سب الصحابة وكفر الرافضة"-

(ابن تیمیہ، الصارم المسلول علی شاتم الرسول، ص 575)

ترجمہ: کوفہ وغیرہ کے فقہاء کے ایک طبقہ نے واضح اور قطعی طور پر یہ فتویٰ دیا ہے کہ جو شخص صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کرے وہ سزائے موت کا مستحق ہے، نیز انہوں نے رافضیوں کے کافر ہونے کا فتویٰ بھی دیا ہے۔

ابن تیمیہ مزید لکھتے ہیں:-

"قال محمد بن يوسف الفريابي وسئل عن شتم ابا بكر قال: كافر-

قيل: فيصلى عليه؟ قال: لا"- (الصارم المسلول، ص 575)

ترجمہ: امام محمد بن یوسف فربابی سے اس شخص کے بارے میں فتویٰ پوچھا گیا کہ جو حضرت ابوبکر کی شان میں گستاخی کرے تو انہوں نے فرمایا کہ وہ کافر ہے۔ پوچھا گیا کہ کیا ایسے شخص کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟ آپ نے فرمایا: ہرگز نہیں۔

امام ابن تیمیہ اسی سلسلہ کلام میں آگے فرماتے ہیں:-

"قال ابوبكر بن هانئ: لا تنوكل ذبيحة الرافضة والقدرية كما لا تنوكل ذبيحة المرتد مع انه توكل ذبيحة الكتابي لأن هؤلاء يقومون

مقام المرتد" (ایضاً:-)

ترجمہ: امام ابوبکر بن ہانی نے فرمایا کہ روافض اور قدریہ کا ذبیحہ کھانا جائز نہیں، جس طرح کہ مرتد کا ذبیحہ کھانا جائز نہیں جبکہ اہل کتاب کا ذبیحہ جائز ہے اس لئے کہ یہ لوگ (روافض اور قدریہ) شرعی حکم کے لحاظ سے مرتدین ہیں۔

8- علامہ علی قاری حنفی (رح) م 1014ھ

امام اعظم ابو حنیفہ (رح) کی کتاب "الفتاویٰ الکبریٰ" کی شرح میں علامہ علی قاری، شیخین (ابوبکر و عمر) کی خلافت کے منکر کو کافر قرار دیتے ہیں:-

"ولو انكر خلافة الشيخين يكفر- اقول وجه انه ثبتت بالاجماع من

غير النزاع"- (علی القاری، شرح الفتاویٰ الکبریٰ، ص 198)

ترجمہ: اور اگر کوئی شخص شیخین کی خلافت کا انکار کرے تو اسے کافر قرار دیا جائے گا۔ میرے نزدیک اس کی دلیل یہ ہے کہ ان کی خلافت پر تمام صحابہ کرام کا اجماع و اتفاق ہو گیا تھا اور کوئی اختلاف نہیں ہوا۔

علامہ علی قاری مزید فرماتے ہیں:-

"وكذلك نقطع بتكفير كل قائل قال قولاً يتوصل به الى تضليل الامة

وتكفير جميع الصحابة-

وكذلك بتكفير بعض الصحابة عند اهل السنة والجماعة"-

(علی القاری، شرح الشفاء، جلد 2، ص 521)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم ہر اس شخص کو بھی قطعی طور پر کافر قرار دیتے ہیں جو ایسی بات کہے جس کے نتیجے میں تمام صحابہ کرام کافر اور پوری امت گمراہ قرار پائے۔

اور اسی طرح اہل سنت و الجماعت ایسے شخص کے کافر ہونے پر بھی متفق ہیں جو صحابہ کرام میں سے بعض کو کافر قرار دے۔

اسی سلسلہ کلام میں شیعوں کی بد بختی واضح کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں:-

"واما من كفر جميعهم فلا ينبغي ان يشك في كفره لمخالفة نص

القرآن من قوله سبحانه و تعالى: (والسابقون الاولون من المهاجرين و

الانصار)- وقوله تعالى: (لقد رضى الله عن المؤمنين اذ يبايعونك تحت

ترجمہ: اور اس میں شک نہیں کہ شیخین (سیدنا ابوبکر و عمر) بلند مرتبت صحابہ میں سے ہیں بلکہ ان سب سے افضل ہیں۔ پس ان کو کافر قرار دینا بلکہ ان میں عیب اور نقص نکالنا بھی ایسا کرنے والے کے کافر، زندیق اور گمراہ ہونے کا ثبوت ہے۔ جیسا کہ ظاہر ہے۔
اس کے بعد امام ربانی نے اس کے ثبوت و تائید میں فقہ حنفی کی چند کتابوں کی عبارتیں بھی نقل فرمائی ہیں۔

علاوہ ازیں مجدد الف ثانی سیدہ عائشہ کے ساتھ جنگ جمل میں شریک سیدنا طلحہ و زبیر کے بارے میں اپنے مکتوب نمبر 36 جلد دفتر دوم میں ان کے مناقب تفصیلاً بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں۔ وہ عشرہ مبشرہ میں داخل تھے، ان پر طعن و تشنیع کسی طرح زیب نہیں دیتی۔ اگر کوئی بد نصیب ان حضرات کو لعن طعن کرتا ہے تو وہ خود اسی قسم کے رویہ کا مستحق ہے۔“

یہ وہی طلحہ اور زبیر ہیں جنہیں فاروق اعظم نے ان چھ حضرات میں شامل کیا تھا۔ جو خلیفہ المسلمین کے انتخاب کے لئے با اختیار صحابہ تھے۔ پھر انہیں یہ بھی حکم تھا کہ ان چھ میں سے ایک کو خلیفہ منتخب کیا جائے۔ ان دونوں حضرات نے اعزازی طور پر اپنے نام واپس لے لئے تھے، اور ہر ایک نے کہہ دیا تھا: ہم خلافت نہیں چاہتے۔

یہ وہی طلحہ ہیں جنہوں نے اپنی تلوار سے اپنے والد کا سر کاٹ کر حضور (ص) کے قدموں میں لا رکھا تھا، کیونکہ وہ حضور کی بے ادبی کا مرتکب تھا۔ یہ وہی طلحہ ہیں جن کے اس جذبہ کو خود قرآن پاک نے سراہا ہے۔

یہ وہی زبیر ہیں جن کے قاتل کے حضور علیہ السلام نے قطعی جہنمی ہونے کا اعلان فرمایا تھا، اور فرمایا: ”قاتل الزبیر فی النار“۔

ہمارے خیال میں حضرت زبیر پر لعن طعن کرنے والے آپ کے قاتل سے کم نہیں ہیں۔“

(صحابہ کرام مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے آئینے میں، از پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، شائع کردہ مکتبہ نبویہ، لاہور، 1991ء، ص 32-33)۔

مجدد الف ثانی اپنے مکتوب بنام خواجہ محمد اشرف کالپی قدس سرہ میں شارح موافق کی

الشجرة۔

وبیانہ ان هذه الآيات قطعی فلا یبطله قول مموء لا اصل له من جهة النقل ولا من طریق العقل۔ (شرح الشفاء، 521/2)۔

ترجمہ: اور جو بد بخت تمام صحابہ کو کافر قرار دے تو اس کے کفر میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے کیونکہ وہ قرآن کے ان صریح نصوص و احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے (جس میں صحابہ کی شان بیان ہوئی ہے) یعنی (ایمان لانے میں سبقت لے جانے والے مہاجرین و انصار)۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: (اللہ مومنین سے راضی ہو گیا جبکہ وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت (رضوان) کر رہے تھے)۔

یہ آیات قطعی ہیں اور ان کا مفہوم واضح ہے۔ پس کسی فریبی طمع کار کا کوئی ایسا قول جس کی کوئی عقلی یا نقلی سند و بنیاد نہ ہو اس قرآنی بیان کو باطل نہیں کر سکتا۔

یہی علامہ علی قاری ”مشاة المصابیح“ کی شرح ”المرقاۃ“ میں اپنے زمانے کے شیعوں اور خارجیوں کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

انهم یعتقدون کفر اکثر الصحابة فضلا عن سائر اهل السنة و الجماعة فهم کفرة بلا نزاع۔

(مرقاۃ، شرح المشکو، بحوالہ تتمہ مظاہر حق)۔

ترجمہ: اہل سنت و الجماعت کا تو ذکر ہی کیا، یہ لوگ (شیعہ اور خوارج) تو اکثر صحابہ کرام کے کافر ہونے کا بھی عقیدہ رکھتے ہیں۔ پس ایسے لوگوں کے کفر پر سب علماء کا اتفاق ہے اور اس معاملے میں کوئی اختلاف نہیں۔

9۔ امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (رح) م 1034ھ / 1642ء برصغیر پاک و ہند میں اکبر کے دین الہی اور شیعوں کے کفرانہ عقائد کے خلاف جس ہستی نے عظیم الشان جدوجہد کی اور جن سے برصغیر میں تجدید و اصلاح کا عظیم سلسلہ شروع ہوا وہ علماء ماوراء النہر کے فتویٰ شیعہ کی تائید میں لکھی گئی اپنی معروف فارسی تصنیف ”رد روافض“ میں فرماتے ہیں۔

”و شک نیست کہ شیخین از اکابر صحابہ اند بلکہ افضل ایشان۔ پس تکفیر بلکہ تنقیص ایشان موجب کفر و زندقہ و ضلالت است، کلاماً متغنی۔“

ایسے برے اعتقاد سے بچائے۔ علاوہ ازیں جو احکام شرعیہ قرآن و احادیث کی راہ سے ہم تک پہنچے ہیں وہ صحابہ کے توسط اور ذریعے سے ہی تو پہنچے ہیں۔ اصحاب قاتل طعن ہوں گے، تو انہوں نے جو چیزیں نقل کی ہیں وہ بھی قاتل طعن ہوں گی اور یہ بات کسی ایک کے ساتھ یا چند کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ کل کے کل صحابہ عدالت، صدق اور تبلیغ میں مساوی ہیں۔ پس ان میں سے کسی پر طعن و تمہاکرنا دین پر طعن کرنا ہے۔ اللہ اس جرات بیجا سے پناہ میں رکھے۔“

(ماخوذ از مکتوب امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی بنام مرزا فتح اللہ شیرازی، بحوالہ تجلیات ربانی، از مولانا نسیم احمد فریدی، ص 100، مطبوعہ کتب خانہ الفرقان، لکھنؤ)۔

حب اہل بیت کے سلسلے میں اہل سنت کے متوازن اور معتدل عقیدہ کے حوالہ سے فرماتے ہیں:-

”محبت اہل بیت تو سرمایہ اہل سنت ہے۔ مخالفین اس حقیقت سے غافل اور ان کی اعتدالی محبت سے ناواقف ہیں۔ (مخالفین نے) جانب افراط کو اختیار کر لیا اور افراط کے علاوہ کو تفریط جان بیٹھے اور اس پر خارجی پن کا حکم لگا دیا۔

یہ نہ سوچا کہ افراط و تفریط کے درمیان ایک اور حد بھی ہے، وسط (جس کو اعتدال کہتے ہیں) جو مرکز حق اور جائے صدق ہے، اور جو اہلسنت کو نصیب ہے۔

یہ کس قسم کی محبت ہے کہ جس کا حاصل ہونا جائیثان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کرام سے بیزاری اور ان پر لعن طعن پر ہی موقوف ہے؟

(ماخوذ از مکتوب حضرت مجدد الف ثانی بنام خواجہ محمد تقی، بحوالہ تجلیات ربانی، از نسیم احمد فریدی، جلد 2، ص 26)۔

حضرت مجدد الف ثانی نے مکتوبات جلد اول میں ان علماء کے لئے سخت وعید لکھی ہے جو بدعات کے شیوع اور فتنوں کے ظہور اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اہانت اور تنقیص کئے جانے کے دور میں خاموش رہیں اور اظہار حق نہ کریں۔

10- فتاویٰ عالمگیری در زمانہ اورنگ زیب عالمگیر (م 1118ھ / 1707ء)۔
فقہ حنفی کی عظیم الشان عربی تصنیف ”الفتاویٰ الصندیہ“ جو ”فتاویٰ عالمگیری“ کے نام سے معروف ہے، اورنگ زیب عالمگیر کے دور حکومت میں برصغیر کے دو سو سے زائد علماء و

اصلاح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:-

”یہ بات صحت سے مانی ہوئی ہے کہ حضرت امیر معاویہ حقوق اللہ اور حقوق عباد المسلمین دونوں کو پورا کرتے تھے۔ وہ خلیفہ عادل تھے، حضور نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خصوصی دعا فرمائی۔ اللہ اسے کتب اور حساب کا علم عطاء فرما اور عذاب سے بچا۔ خداوند اس کو ہادی اور مددی بنا۔“

حضور کی یہ دعائیں یقیناً قبول ہوئیں۔“

(صحابہ کرام مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے آئینے میں، ص 39) مزید فرماتے ہیں:-

”حضرت امام مالک تابعین میں ایک جلیل القدر امام ہیں۔ وہ مدینہ پاک کے ممتاز علمائے حدیث مانے جاتے ہیں۔ ان کے علم و تقویٰ پر کسی کو اختلاف نہیں، آپ کا یہ فتویٰ ہے کہ حضرت معاویہ اور ان کے رفیق کار حضرت عمرو بن العاص کو گلی دینے والا واجب القتل ہے۔ امیر معاویہ کو گلی دینا حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کو گلی دینا ہے۔

یہ معاملہ (اختلافات محاربات) صرف حضرت معاویہ کا نہیں بلکہ ان کے ساتھ نصف سے زیادہ صحابہ رسول بھی شامل ہیں۔ اس طرح اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مخالفت یا اختلاف کرنے والے کو کافریافت کما جائے تو امت مسلمہ کے نصف سے زیادہ جلیل القدر صحابہ دائرہ اسلام سے باہر نظر آئیں گے۔ اگر اس نظریہ کو نقل اور عقل کے خلاف ہوتے ہوئے بھی تسلیم کر لیا جائے تو دین کا انجام بجز بربادی کے کیا ہو سکتا ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے وضاحت فرمائی ہے کہ حضرت علی اور معاویہ کی جنگ خلافت کا مسئلہ نہیں تھی۔ یہ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا اجتماعی مسئلہ تھا۔ شیخ ابن حجر نے تو اسے اہل سنت کے عقائد کا ایک حصہ قرار دیا ہے۔“ (ایضاً ص 39) تو یہ صحابہ کے حوالے سے مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:

”صحابہ پر طعن کرنا درحقیقت پیغمبر پر طعن کرنا ہے، جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی تعظیم و توقیر نہ کی وہ رسول پر ایمان لایا ہی کب؟ اگر اصحاب نبی میں کوئی خباثت تھی تو (نحوذ باللہ) یہ بات پیغمبر تک پہنچے گی۔ اللہ ہمیں

اليوم بعشرين سنة"۔ (علی شریعتی، قاسطین مارقین ناکشیں، ص 112) واضح رہے کہ سیدنا طلحہ و زبیر نہ صرف عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، بلکہ زبیر، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا علی کی پھوپھی صفیہ اور سیدہ فاطمہ کے ماموں عوام (برادر سیدہ خدیجہ) کے بیٹے بھی ہیں۔

دوسری طرف خارجی جو شیطان علی میں سے تھے، اور جنگ صفین کے بعد دشمنان علی بن گئے دیگر صحابہ کرام کے ساتھ ساتھ وہ خود سیدنا علی کو بھی کافر قرار دیتے ہیں۔ لہذا علماء اہل سنت والجماعت کا یہ فتویٰ عالمگیری میں درج ہے کہ شیعہ و خوارج دونوں اس بنیاد پر بھی کافر ہیں۔

"ويجب اكفارهم باكفار عثمان و طلحة و الزبير و عائشة رضی اللہ عنہم"۔ (ایضاً)۔

ترجمہ: اور ان (شیعہ و خوارج) کو حضرت عثمان و علی و طلحہ و زبیر و عائشہ رضی اللہ عنہم کو کافر سمجھنے کی وجہ سے بھی کافر قرار دینا واجب و لازم ہے۔
روافض (شیعوں) کے سلسلے میں فتاویٰ عالمگیری میں مزید درج ہے:-
"وهؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام و احكامهم احكام المرتدين"۔

(فتاویٰ عالمگیری، جلد 2، ص 268-269)۔

ترجمہ: یہ لوگ دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور ان کے بارے میں وہی احکام ہیں جو مرتدین کے بارے میں ہیں۔

"فتاویٰ بزازیہ" جو فتاویٰ عالمگیری کے حاشیہ پر چھپی ہوئی ہے، اور جس کے مصنف حافظ محمد بن محمد بن شہاب المعروف بابن بزاز (م 837ھ) ہیں اور جو آئمہ فقہ کی تصریح کے مطابق فقہ حنفی کی نہایت اہم معتد کتابوں میں سے ہے، اس میں درج ہے:-

"ومن انكر خلافة ابي بكر رضي الله عنه فهو كافر في الصحيح"۔
منکر خلافت عمر رضی اللہ عنہ فہو کافر فی الاصح۔ "فتاویٰ بزازیہ" جلد 6، ص 318)۔

ترجمہ: ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا منکر صحیح فتویٰ کے مطابق کافر ہے، اور عمر رضی

مفتیان کی انتھک محنت کا نتیجہ ہے۔ ان علماء میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے والد شاہ عبدالرحیم (م 1131ھ) بھی شامل ہیں۔ اس معتبر کتاب میں شیعوں کے بارے میں بہت سی تفصیلات درج ہیں جس میں سے صحابہ کرام کے حوالے سے بعض ضروری فتاویٰ درج ذیل ہیں:-

"الرافضی اذا كان يسب الشيخين و يلعنهما و العيان بالله فهو كافر"۔

(فتاویٰ عالمگیری، جلد 2، ص 268-269 طبع ہند)۔

ترجمہ: رافضی اگر شیخین (ابوبکر و عمر) کی شان میں گستاخی کرے اور ان دونوں پر لعن طعن کرے (والعیاذ باللہ) تو وہ کافر ہے۔

"من انكر امامة ابي بكر الصديق رضي الله عنه فهو كافر"۔ وعلی قول بعضهم فهو مبتدع و ليس بكافر والصحيح انه كافر۔ وكذلك من انكر خلافة عمر رضي الله عنه في اصح الاقوال" (ایضاً)۔

ترجمہ: جس نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت کا انکار کیا وہ کافر ہے اور بعض علماء کی رائے میں وہ بدعتی ہے، کافر نہیں۔ مگر صحیح بات یہی ہے کہ وہ کافر ہے۔
اور اسی طرح جو عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کرے تو وہ بھی صحیح تراقوال کی رو سے کافر ہے۔

شیعہ حضرات سیدنا ابوبکر و عمر کے علاوہ سیدنا عثمان کو بھی حضرت علی کی امامت و خلافت کا اقرار کرنے کی بجائے خود منصب امامت و خلافت پر منتخب ہونے کی بناء پر کفر و فسوق کا مرتکب سمجھتے ہیں۔ نیز قصاص عثمان کی خاطر ام المومنین سیدہ عائشہ کے زیر قیادت سیدنا طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کی جنگ جمل میں شرکت اور لشکر علی میں شامل سازشیوں کے ہاتھوں شہادت کو بھی کفر و بغاوت قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے "طلحة في الجنة والزبير في الجنة" اور "قاتل الزبير في النار" بہت پہلے فرمادیا تھا۔ اور حضرت علی کے لشکر کے جن افراد نے طلحہ و زبیر کو شہید کیا تھا، سیدنا علی نے ان کی مذمت کرتے ہوئے ان کے مقتول جسموں کے پاس بیٹھ کر فرمایا کہ: "کاش میں آج سے بیس برس پہلے مر گیا ہوتا، اور یہ دن دیکھنے کے لئے زندہ نہ رہتا"۔ "وددت انی مت قبل هذا

اپنی دوسری تصنیف ”وصیت نامہ میں فرماتے ہیں۔“

”ابن فقیر از روح پر فتوح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوال کرو کہ حضرت چہ می فرمایند در باب شیعہ کہ مدعی محبت اہل بیت اند، و صحابہ را بد گویند؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنوعی از کلام روحانی القاء فرمودند کہ مذہب ایشان باطل است۔“

(شاہ ولی اللہ، وصیت نامہ، ص 6، مطبع مسیحی، کانپور، باہتمام محمد مسیح الزمان 1273ھ)۔

ترجمہ: اس فقیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح سے سوال کیا کہ حضور شیعہ کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو اہل بیت کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور صحابہ کرام کو برا کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روحانی طور پر کلام القاء فرمایا کہ ان کا مذہب باطل ہے۔

شاہ ولی اللہ شیعوں کو صحابہ پر حضرت علی کو خلافت سے محروم کرنے کا الزام لگانے کی بناء پر خدا اور رسول کی تکذیب کرنے والا قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

”و آن جاهلان کہ می گویند خلافت را از مستحق آن غصب کرده شد و بغیر مستحق رسید مکذب خدا و کذب رسول اویند۔“

(شاہ ولی اللہ، ازالہ الخفاء عن خلفاء الخلفاء، جلد اول، ص 23، طبع صدیقی بریلی،

1286ھ)۔

ترجمہ: اور وہ جاہل لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ خلافت کو اس کے مستحق (علی) سے زبردستی چھین لیا گیا اور غیر مستحق کو مل گئی، خدا اور رسول کو جھوٹا قرار دینے والے ہیں۔

12۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی خفنی، (رح) م 1225ھ / 1810ء

مؤلف ”تفسیر منہری“، تہمتی ہند قاضی ثناء اللہ پانی پتی نور اللہ مرقدہ نے اپنی متداول

دری کتاب ”ملا بعد منہ“ کے مقدمہ میں فرمایا ہے۔

”متواترات از نصوص قرآن و حدیث بدح صحابہ پر است۔ در قرآن است کہ ایں باہم محبت و رحمت داشتند و نیز بر کفار غلاظ و شداد بودند۔ ہر کہ آنہا را باہم مبغض و بے الفت و اند منکر قرآن است۔ و ہر کہ با آنہا دشمنی و غصہ داشتہ باشد، در قرآن بروے اطلاق کفر آمدہ۔ حاملان وحی و راویان قرآن اند۔ ہر کہ منکر آنہا باشد اور ایمان بہ قرآن و غیرہ ایمانیات ممکن نیست۔“ (قاضی ثناء اللہ پانی پتی، ملا بعد منہ، مقدمہ، ص 11)۔

اللہ عنہ کی خلافت کا منکر بھی صحیح تر اقوال کے مطابق کافر ہے۔

”الرافضی ان کان یسب الشیخین و یلعنہما فهو کافر۔“ (ایضاً، ص

319)۔

ترجمہ: رافضی اگر شیخین (ابوبکر و عمر) کی شان میں گستاخی اور ان پر لعن طعن کرتا ہو تو وہ کافر ہے۔

البحر الرائق شرح کنز الدقائق للعلامة زین العابدین الشہیر بابن النجیح میں یہ فتویٰ درج ہے۔

”وبقذفه عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا من نسانہ صلی اللہ علیہ وسلم فقط۔ و بانکارہ صحبة ابی بکر رضی اللہ عنہ بخلاف غیرہ۔ و بانکارہ امامۃ ابی بکر رضی اللہ عنہ علی الاصح کانکارہ خلافة عمر رضی اللہ عنہ علی الاصح۔“

(البحر الرائق، شرح کنز الدقائق، جلد 5، ص 131)۔

ترجمہ: اور کافر ہونے کی ایک وجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے سیدہ عائشہ پر بہتان لگانا بھی ہے۔ نیز ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کرنا کفر ہے، اور صحیح تر قول کے مطابق ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت کا انکار کرنا بھی باعث کفر ہے، اسی طرح عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کرنا بھی صحیح تر فتویٰ کی رو سے کفر ہے۔

11۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (رح) م 1172ھ / 1763ء۔

شاہ ولی اللہ ”مسوی“ شرح ”موطا“ میں فرماتے ہیں۔

”وکذلک من قال فی الشیخین ابی بکر و عمر مثلاً لیسا من اہل

الجنة مع تواتر الحدیث فی بشارتہما۔“

(الشاہ ولی اللہ، المسوی شرح الموطا للامام مالک، جلد 2، مطبوعہ

دہلی، 1293ھ، ص 110)۔

ترجمہ: اور اسی طرح وہ شخص بھی زندیق ہے جو مثلاً شیخین ابوبکر و عمر کے بارے میں کہے کہ وہ اہل جنت میں سے نہیں ہیں جبکہ ان دونوں کے لئے جنت کی بشارت کے سلسلے میں متواتر احادیث آئی ہیں۔

اپنی دوسری تصنیف ”وصیت نامہ میں فرماتے ہیں“۔

”این فقیر از روح پر فتوح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوال کرد کہ حضرت چہ می فرمایند در باب شیعہ کہ مدعی محبت اہل بیت اند، و صحابہ را بدگویند؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنوعی از کلام روحانی القاء فرمودند کہ مذہب ایشان باطل است۔“

(شاہ ولی اللہ، وصیت نامہ، ص 6، مطبع مسیحی، کانپور، باہتمام محمد مسیح الزمان 1273ھ)۔
ترجمہ: اس فقیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح سے سوال کیا کہ حضور شیعہ کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو اہل بیت کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور صحابہ کرام کو برا کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روحانی طور پر کلام القاء فرمایا کہ ان کا مذہب باطل ہے۔

شاہ ولی اللہ شیعوں کو صحابہ پر حضرت علی کو خلافت سے محروم کرنے کا الزام لگانے کی بناء پر خدا اور رسول کی تکذیب کرنے والا قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:
”وآن جاہلان کہ می گویند خلافت را از مستحق آن غصب کرده شد و بغیر مستحق رسید مذہب خدا و کذب رسول اویند۔“

(شاہ ولی اللہ، ازالہ الخفاء عن خلافہ الخفاء، جلد اول، ص 23، طبع صدیقی بریلی، 1286ھ)۔

ترجمہ: اور وہ جاہل لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ خلافت کو اس کے مستحق (علی) سے زبردستی چھین لیا گیا اور غیر مستحق کو مل گئی، خدا اور رسول کو جھوٹا قرار دینے والے ہیں۔

12۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی، (رح) م 1225ھ / 1810ء
مؤلف ”تفسیر منظری“، بمعنی ہند قاضی ثناء اللہ پانی پتی نور اللہ مرتدہ نے اپنی متداول درسی کتاب ”ملا بعد منہ“ کے مقدمہ میں فرمایا ہے:-

”متواترات از نصوص قرآن و حدیث بحد صحابہ پر است۔ در قرآن است کہ ایں باہم محبت و رحمت داشتند و نیز بر کفار غلاظ و شداد بودند۔ ہر کہ آنہارا باہم مبغض و بے الفت داند منکر قرآن است۔ و ہر کہ با آنہا دشمنی و غصہ داشت باشد، در قرآن بروے اطلاق کفر آمدہ۔ حاطان وحی و راویان قرآن اند۔ ہر کہ منکر آنہا باشد اور ایمان بہ قرآن وغیرہ ایمانیات ممکن نیست۔“ (قاضی ثناء اللہ پانی پتی، ملا بعد منہ، مقدمہ، ص 11)۔

اللہ عنہ کی خلافت کا منکر بھی صحیح تر اقوال کے مطابق کافر ہے۔

”الرافضی ان کان یسب الشیخین و یلعنہما فهو کافر۔“ (ایضاً۔ ص

(319)۔

ترجمہ: رافضی اگر شیخین (ابوبکر و عمر) کی شان میں گستاخی اور ان پر لعن طعن کرتا ہو تو وہ کافر ہے۔

البحر الرائق شرح کنز الدقائق للعلامة زین العابدین الشهير بابن النجیح میں یہ فتویٰ درج ہے۔

”وبقذفه عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا من نساءہ صلی اللہ علیہ وسلم فقط۔ و بانکارہ صحبة ابی بکر رضی اللہ عنہ بخلاف غیرہ۔ و بانکارہ امامۃ ابی بکر رضی اللہ عنہ علی الاصح کانکارہ خلافة عمر رضی اللہ عنہ علی الاصح۔“

(البحر الرائق، شرح کنز الدقائق، جلد 5، ص 131)۔

ترجمہ: اور کافر ہونے کی ایک وجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواج میں سے سیدہ عائشہ پر بہتان لگانا بھی ہے۔ نیز ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کرنا کفر ہے، اور صحیح تر قول کے مطابق ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت کا انکار کرنا بھی باعث کفر ہے، اسی طرح عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کرنا بھی صحیح تر فتویٰ کی رو سے کفر ہے۔

11۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (رح) م 1172ھ / 1763ء۔

شاہ ولی اللہ ”مسوی“ شرح ”موطا“ میں فرماتے ہیں:-

”وکذلک من قال فی الشیخین ابی بکر و عمر مثلاً: لیسا من اہل الجنة مع تواتر الحدیث فی بشارتہما۔“

(الشاہ ولی اللہ، المسوی شرح الموطا للامام مالک، جلد 2، مطبوعہ

دہلی، 1293ھ، ص 110)۔

ترجمہ:- اور اسی طرح وہ شخص بھی زندیق ہے جو مثلاً شیخین ابوبکر و عمر کے بارے میں کہے کہ وہ اہل جنت میں سے نہیں ہیں جبکہ ان دونوں کے لئے جنت کی بشارت کے سلسلے میں متواتر احادیث آئی ہیں۔

(ابن عابدین الشامی، ردالمختار، جلد 2، ص 294)۔

ترجمہ: جی ہاں جو بد بخت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بہتان لگائے یا ابو بکر صدیق کی صحابیت کا انکار کرے تو اس کو کافر قرار دینے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

15۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی (رح) م 1340ھ / 1921ء

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی نے اب سے قریباً نوے سال پہلے ایک سوال کے جواب میں نہایت مفصل و مدلل فتویٰ تحریر فرمایا تھا، جو 1320ھ میں ”رد الرفضہ“ کے تاریخی نام سے شائع ہوا تھا۔ اس میں مستفتی کے سوال کا جواب دیتے ہوئے شروع میں تحریر فرمایا ہے:-

”تحقیق مقام و تفصیل مرام یہ ہے کہ رافضی تبرائی جو حضرات شیعین صدیق اکبر، فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما، خواہ ان میں سے کسی ایک کی شان پاک میں گستاخی کرے، اگرچہ صرف اسی قدر کہ انہیں امام و خلیفہ برحق نہ جانے، کتب معتدہ فقہ حنفی کی تصریحات اور عام آئمہ ترجیح و فتویٰ کی صحیحیات پر مطلقاً کافر ہے۔“

پھر مولانا مرحوم نے فقہ حنفی کی قریباً چالیس کتب معتدہ و معتبرہ سے اس کا ثبوت پیش کرنے کے بعد ص 17 پر تحریر فرمایا:-

”یہ حکم فقہی تبرائی رافضیوں کا ہے، اگرچہ تبرائے انکار خلافت شیعین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سوا ضروریات دین کا انکار نہ کرتے ہوں۔ والا حوط فیہ قول المتکلمین انہم ضلال من کلاب النار و کفار و بہ ناخذ۔ (اور اس سلسلے میں ماہرین علم العقائد کا محتاط تر قول یہ ہے کہ ایسے لوگ گمراہ، کافر اور جہنم کے کتے ہیں اور ہم اسی رائے سے متفق ہیں)۔“

اور روافض زمانہ تو ہرگز صرف تبرائی نہیں، علی العموم منکران ضروریات دین اور باجماع مسلمین یقیناً قطعاً کفار مرتدین ہیں۔ یہاں تک کہ علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ جو انہیں کافر نہ جانے خود کافر ہے۔“

سیدنا معاویہ کے حوالے سے فرماتے ہیں:-

”حضرت امیر معاویہ پر طعن کرنے والا جہنمی کتوں میں سے ایک کتا ہے“ (احکام

شریعت، ص 55)۔

ترجمہ: قرآن و حدیث کی متواتر نصوص مدح صحابہ سے پر ہیں اور قرآن میں آیا ہے کہ صحابہ آپس میں رحمت اور محبت رکھتے ہیں اور کافروں کے مقابلے میں سخت اور شدید ہیں۔ ہر شخص جو یہ سمجھتا ہے کہ صحابہ آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ کرنے والے اور بغض رکھنے والے ہیں، وہ منکر قرآن ہے۔ اور ہر وہ شخص جو ان سے دشمنی اور ناراضگی رکھتا ہے۔ قرآن میں اس پر کفر کا اطلاق کیا گیا ہے۔ صحابہ کرام وحی قرآنی کے حامل ہیں اور قرآن کے روایت کرنے والے ہیں۔ ہر وہ شخص جو اس بات کا انکار کرتا ہے اس کے لئے قرآن اور دیگر ایمانیات پر ایمان لانا ناممکن ہے۔

13۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (رح) م 1239ھ / 1824ء

شاہ ولی اللہ کے صاحبزادے اور جلیل القدر مفتی و عالم، مصنف، تفسیر عزیزی و تحفہ اثنا عشریہ وغیرہ نے اپنے فتاویٰ میں شیعوں کو کافر اور مرتد قرار دیا ہے۔

”در مذہب حنفی موافق روایات مفتی بہ حکم فرقہ شیعہ (امامیہ) حکم مرتدان است۔ چنانچہ در فتویٰ عالمگیری مرقوم است۔“

(شاہ عبدالعزیز، فتاویٰ عزیزی، جلد اول، ص 12، طبع مجتہبی دہلی، 1241ھ)۔

ترجمہ: ان روایات کے مطابق جن کی بنیاد پر فتویٰ دیا جاتا ہے فقہ حنفی کی رو سے فرقہ شیعہ (امامیہ) مرتدین کے حکم میں ہے چنانچہ ”فتاویٰ عالمگیری“ میں فتویٰ درج ہے۔

شاہ عبدالعزیز، خلافت ابو بکر کے حوالہ سے شیعہ امامیہ، اثنا عشریہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

”بلاشبہ فرقہ امامیہ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت سے منکر ہے اور کتب فقہ میں مذکور ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا جس نے انکار کیا وہ اجماع امت کا منکر ہوا اور کافر ہو گیا۔“ (ملاحظہ ہو ترجمہ فتاویٰ عزیزی، ص 377)۔

14۔ علامہ ابن عابدین شامی (رح) م 1253ھ

علامہ ابن عابدین شامی کی تصنیف ”رد المحتار“ فقہ حنفی کا انسائیکلو پیڈیا ہے۔ آپ رد المحتار (باب المرتد) میں فرماتے ہیں:-

”نعم ولا شک فی تکفیر من قذف السيدة عائشہ رضی اللہ عنہا او انکر صحبة الصديق۔“

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی اپنے مشہور تفصیلی فتویٰ ”رد الرافضہ“ میں یہ بھی فرماتے ہیں:-

”بالجملہ ان رافضیوں تمہاریوں کے باب میں حکم قطعی اجماعی یہ ہے کہ وہ علی العموم کفار مرتدین ہیں۔ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے۔ ان کے ساتھ مناکحت نہ صرف حرام بلکہ خالص زنا ہے۔ معاذ اللہ مرد رافضی اور عورت مسلمان ہو تو یہ سخت قہرانی ہے۔ اگر مرد سنی اور عورت ان خبیثوں کی ہو جب بھی ہرگز نکاح نہ ہوگا، اولاد ولد الزنا ہوگی۔ باپ کا ترکہ نہ پائے گی، اگرچہ اولاد بھی سنی ہی ہو کہ شرعاً ولد الزنا کا باپ کوئی نہیں۔ عورت نہ ترکہ کی مستحق ہوگی، نہ مہر کی۔ کہ زانیہ کے لئے مہر نہیں۔ رافضی اپنے کسی قریب حتیٰ کہ باپ بیٹے میں بیٹی کا بھی ترکہ نہیں پاسکتا۔ سنی تو سنی کسی مسلمان بلکہ کافر کے بھی یہاں تک کہ خود اپنے ہم مذہب رافضی کے ترکے میں اس کا اصلاً کچھ حق نہیں۔

ان کے مرد، عورت، عالم، جلیل، کسی سے میل جول، سلام کلام، سب سخت کبیرہ اشد حرام۔ جو ان کے ملعون عقیدوں پر آگاہ ہو کر پھر بھی انہیں مسلمان جانے یا ان کے کافر ہونے میں شک کرے یا جملع تمام ائمہ دین خود کافر بے دین ہے، اور اس کے لئے بھی یہی احکام ہیں جو ان کے لئے مذکور ہوئے۔

مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس فتویٰ کو بگوش ہوش سنیں اور اس پر عمل کر کے سچے مسلمان سنی بنیں۔

واللہ التوفیق واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلیٰ جل مجدہ اتم واكمل۔

کتبہ:- عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی۔

(محمدی، سنی، حنفی، قادری، 1301ھ عبدالمعطفی احمد رضا خاں)۔

(رد الرافضۃ تالیف اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی، ص 29، وراجع ایضاً متفقہ فیعلہ، مطبوعہ لاہور، حصہ اول، ص 177)۔

16- امام الحدیث علامہ سید انور شاہ کشمیری (رح) م 1352ھ / 1934ء

دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث اور ”فیض الباری“ شرح البخاری کے جلیل القدر مؤلف علامہ سید انور شاہ کشمیری (رح) اپنی تصنیف ”اکفار الملحدین“ میں فرماتے ہیں:-

”ولا خلف منکر خلافت ابی بکر او عمر او عثمان لانه کافر۔ (اکفار

الملحدین للشیخ انور، ص 51)۔

ترجمہ: اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ حضرت ابوبکر و عمر اعمان کی خلافت کا انکار کرنے والا کافر ہے۔

17- پیر طریقت سید مر علی شاہ گیلانی چشتی (رح) م 1356ھ / 1937ء

سلسلہ چشتیہ کے مشہور روحانی پیشوا پیر سید مر علی شاہ گیلانی چشتی، سیدنا ابوبکر و عمرو عثمان و علی کی خلافت کو قرآنی آیات سے ثابت فرماتے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کا ارشاد ہے:-

”حضرات خلفائے اربعہ (رض) کی خلافت کی حقیقت اور ترتیب آیت استخفاف و وعد اللہ الذین آمنوا الخ سے صراحتاً ثابت ہے اور آیت ذیل سے بطریق اشارہ۔

”محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم تراہم رکعاً سجداً یبتغون فضلاً من اللہ و رضواناً سیمامہم فی وجوہہم من اثر السجود۔“

(محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھی کافروں کے مقابلے میں سخت اور آپس میں رحم دل ہیں۔ آپ انہیں رکوع و سجدہ کی حالت میں دیکھتے ہیں۔ وہ اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی چاہتے ہیں ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر کی وجہ سے نشان ہیں) پھر بطور تشریح فرمایا:

(والذین معہ) میں حضرت صدیق اکبر اور (اشداء علی الکفار) میں حضرت فاروق اعظم اور (رحماء بینہم) میں حضرت عثمان غنی اور (تراہم سے آخر تک) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ مذکورہ صفت پر ترتیب مذکور ان حضرات میں نمایاں تھیں، یعنی حضرت صدیق میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیت و صحبت، حضرت فاروق میں کفار پر سختی، حضرت عثمان میں رحم و حلم اور حضرت علی میں ذوق و شوق عبودیت و ذکر الہی اور خشوع و خضوع۔۔۔

(مقالات مرضیہ، ملفوظات مرئیہ، ملفوظ 51، ص 175، تصنیف علامہ فیض احمد فیضی، روایت از قبلہ بابو جی)۔

آپ کا یہ بھی ارشاد ہے:-

”جس شخص میں یہ (شیعوں والے) اوصاف ہوں وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے ایسے شخص سے رسم و رواج رکھنا منع ہے، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر کو برا کہنے والا جمہور المسلمین کے نزدیک کافر ہے۔ ایسے شخص سے برتاؤ کرنا اور اتھلہ رکھنا بالکل منع ہے۔“

(آفتاب ہدایت، ص 375۔ بحوالہ قاری اظہر ندیم، کیا شیعہ مسلمان ہیں، شائع کردہ تحریک تحفظ اسلام، گلگت، پاکستان، طبع اول، 1985ء، ص 283)۔
دو شیعہ سالکوں کے بعض استفسارات کے جواب میں پیر مر علی شاہ صاحب ابوبکر و عمرو عثمان و علی رضی اللہ عنہم کی امامت و خلافت از روئے نص قرآنی (سورہ النور، آیت 55) ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

”صاحب ثلاثہ کے حق میں زبان طعن کھولنا اچھا نہیں ہے۔ ان بزرگوں نے جس طرح دین اسلام کی اعلیٰ اور خدمت کی وہ تاریخ اور سیرت جاننے والوں سے مخفی نہیں۔ تاریخ نویس کو مذہب کی حمایت کا خیال نہیں ہوتا۔ تاریخ نگاری میں صرف واقعات حقیقت مد نظر رکھے جاتے ہیں اور کوئی واقعہ چھپایا نہیں جاتا۔

اس کے برعکس اہل تحقیق، خلافت کو کتب و سنت سے امر موعود و معہود دیکھتے ہیں۔ آیت وعد اللہ الذین آمنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم۔ اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کئے، وعدہ فرماتا ہے کہ انہیں زمین میں خلافت عطا کرنے کا جیسے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا، سے ظاہر ہوتا ہے کہ خلفاء بہت سے ہونے تھے نہ صرف ایک ”ہم“ ضمیر جمع کی ہے، اور اسی کے مطابق واقعات ظہور میں آئے۔ چنانچہ حدیث: الخلفاء من بعدی ثلاثون سنہ۔ (خلافت میرے بعد تیس سال ہوگی) سے ایسا ہی ثابت ہوا ہے۔ اگر ابتداء حکومت مولانا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر مقرر ہوتی اور شیخین ان کے معین و مشیر ہوتے تو اچھا ہوتا اور اگر صدیق اکبر خلیفہ اول ہوئے اور مولانا بنکمر رحماء بنیہم ان کے معین ہوئے تو بھی اچھا ہوا لیکن خلافت کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔“

(ملفوظات مریہ، باہتمام پیر غلام معین الدین شاہ صاحب، بار دوم، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز لاہور، جمادی الثانی 1394ھ / جولائی 1974ء، ملفوظ 150، ص 110)۔

18۔ مولانا عبدالباقی فرنگی علی، مہاجر مدنی (رح) م 1364ھ / 1945ء
سلسلہ فرنگی محل کے ممتاز عالم و مؤلف مولانا عبدالحی فرنگی علی (1235-1304ھ / 1819-1886ء) نے اواخر حیات میں علماء فرنگی محل کا ایک تذکرہ عربی میں لکھنا شروع کیا تھا جس کا نام تجویز فرمایا تھا۔

”خیر العمل بذکر تراجم علماء فرنگی محل۔“
لیکن یہ تذکرہ ان کی وفات کی وجہ سے نامکمل رہ گیا جس کی تکمیل ان کے فاضل شاگرد مولانا الخلفہ عبدالباقی فرنگی علی مہاجر مدنی نے فرمائی جو اساتذہ و مدرسین فرنگی محل میں ممتاز و نمایاں تھے اور ان کے تلامذہ میں مولانا عبدالباقی فرنگی علی جیسی نام نہ روزگار شخصیات شامل تھیں۔ آپ کا انتقال 1364ھ / 1945ء میں مدینہ منورہ میں ہوا جہاں آپ بعض مبشرات کی وجہ سے ہند سے ہجرت کر کے مقیم ہو گئے تھے اور وہیں جنت البقیع میں تدفین ہوئی۔
مذکورہ تالیف ”خیر العمل بذکر تراجم علماء فرنگی محل“ کا مخطوطہ مولانا عبدالباقی فرنگی علی کے فرزند ارجمند مولانا جمل میاں فرنگی علی کے پاس کراچی میں تھا جسکی فوٹو کاپی مولانا مفتی محمد رضا انصاری صاحب کے پاس لکھنؤ میں موجود ہے۔

مولانا منظور نعمانی اس مخطوطہ کے متعلقہ مقالات کے مطالعہ کے بعد فرماتے ہیں:-
”مخطوطہ میں مولانا عبدالباقی صاحب نے اپنے دادا ملا محمد معین صاحب کا تذکرہ لکھا ہے (جو ملا معین شارح سلم و مسلم وغیرہ کے صاحبزادے ہیں)۔ اس میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس وقت کی سلطنت اودھ کے شیعہ وزیر سبحان علی خان سے ان کے مباحثے اور مناظرے ہوتے تھے۔ اسی سلسلہ کلام میں مولانا عبدالباقی صاحب نے اپنے استاذ حضرت مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت نقل فرمائی ہے:-

وقال الاستاذ العلامة فی ترجمتہ: وهو اول من افقی من علماء هذه المحلة بتكفير الروافض مطلقاً۔

وہ (ملا محمد معین) فرنگی محل کے علماء میں پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے علی الاطلاق روافض کی تکفیر کا فتویٰ دیا۔“

(بحوالہ مولانا محمد منظور نعمانی، مبینی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ، مطبوعہ لاہور، حصہ دوم، ص 18-19)۔

اسی سلسلہ کلام میں مولانا نعمانی فرماتے ہیں:-

”اس کے آگے مولانا عبدالباقی صاحب نے روافض کے وہ عقائد تحریر فرمائے ہیں جو ان کی کتابوں کے مطالعہ اور ان کی تقریروں اور گفتگوؤں سے ان کے علم میں آئے، جو قطعی طور پر موجب کفر ہیں۔ ان میں مولانا موصوف نے ان کے عقیدہ بداء کا اور قرآن مجید میں تحریف اور تغیر و تبدل کے عقیدے کا ذکر کیا ہے۔“

اس سلسلہ میں مولانا نے بطور مثال کے چند آیتیں بھی لکھی ہیں جن کے بارے میں روافض کا عقیدہ ہے کہ اصل آیت یوں تھی اور موجودہ قرآن میں تحریف کر کے اس طرح کردی گئی ہے۔ نیز اسی سلسلہ میں مولانا موصوف نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن میں دراصل چالیس پارے تھے، دس پارے خلیفہ ثالث عثمان نے چھپائے۔

مولانا عبدالباقی صاحب نے اسی سلسلہ میں اپنے ائمہ معصومین کے بارے میں روافض کے اس عقیدہ کا بھی ذکر کیا ہے کہ ان سے معجزات کا ظہور ہوتا ہے، اور ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے صحیفے نازل ہوتے ہیں اور وہ حضرت علی کو (اور باقی گیارہ اماموں کو بھی) انبیاء سابقین سے افضل و بالاتر مانتے ہیں اور ان کے نزدیک ان کے اماموں اور نبیوں رسولوں میں صرف نام کا فرق ہے (یعنی اماموں کے لئے نبی و رسول کا لفظ استعمال نہیں کیا جاتا لیکن صفات و کمالات اور خصوصیات میں کوئی فرق نہیں)۔

روافض کے یہ عقیدے لکھنے کے بعد مولانا عبدالباقی صاحب نے تحریر فرمایا ہے:-

فهل يشك احد بعد هذه الاقاويل في كفر اصحابها، كلا والله لا ريب في تكفيرهم۔

مطلب یہ ہے کہ کیا کسی کو روافض کے ان عقائد و اقوال کے علم میں آجانے کے بعد ان کے کفر میں شک شبہ ہو سکتا ہے۔ خدا کی قسم ان کی تکفیر میں کسی صاحب علم کو ہرگز شبہ نہیں ہو سکتا۔“

(مولانا منظور نعمانی، شیعہ اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ، مطبوعہ لاہور،

حصہ دوم، ص 21-22)۔

سلسلہ فرنگی محل کے عالی شہرت یافتہ عالم و مولف ملک العلماء، علامہ عبدالحی بحر العلوم لکھنؤی فرنگی محل (م 1235ھ/1819ء) نے بھی اپنی تصنیف ”فوائد الرحمن“ شرح

مولانا عبدالباقی کے استاذ مولانا عبدالحی فرنگی محل، شیعوں کو کافر کے بجائے فاسق قرار دینے کے قائل تھے لہذا اس کی توجیہ کرتے ہوئے مولانا عبدالباقی اپنے جد امجد کے فتویٰ تکفیر شیعہ کی پر زور تائید فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:-

”اما قول الاستاذ في فسق ساب الشيخين، وان كان تحقيرا، ولكنه غير موافق بحال شيعة زماننا۔ وكأن الاستاذ اجال النظر في كتب اسلافهم، ولم يطلع على احوال اخلافهم۔“

واما الجدل رحمه الله فقد باحثهم وعلم مذهبهم ووجد فيهم ما يوجب تكفيرهم۔

فاما سب الشيخين فلا ريب انه كبيرة، والشيعة يستحلون سبهما بل ربما يعدونه من الموثوبات۔ ومن يستحل المعصية يكفر، فكيف بمن يستحبها۔“

اس کا حاصل یہ ہے کہ استاذ رحمۃ اللہ علیہ نے شیخین کی شان میں بدگوئی کرنے والوں کے فاسق ہونے کی جو بات کہی ہے وہ اگرچہ بجائے خود صحیح ہے لیکن وہ ہمارے زمانے کے شیعوں پر منطبق نہیں ہے۔ گلن یہ ہوتا ہے کہ استاذ محترم کی نظر سے شیعوں کے حقدارین کی کتابیں گزری ہوں گی اور انہیں بعد کے زمانے کے شیعوں کے حالات کی اطلاع نہ رہی ہوگی۔

لیکن ہمارے دادا (علامہ معین رحمۃ اللہ علیہ) نے ان سے مباحثے کئے ہیں اور ان کے مذہب کے بارے میں پوری واقفیت حاصل کی ہے، اور انہوں نے روافض میں وہ عقائد پائے ہیں جن کی وجہ سے ان کی تکفیر واجب ہو جاتی ہے۔ رہا مسئلہ سب شیخین کا تو اس میں تو کوئی شبہ نہیں کہ وہ، یعنی شیخین کی شان میں گستاخی کرنا، کبیرہ گناہ ہے اور شیعہ نہ صرف اس کو جائز سمجھتے ہیں بلکہ وہ ان کے نزدیک ثواب والے اعمال میں سے ہے، اور (شریعت مسلمہ کا اصول ہے کہ) جو شخص معصیت کو حلال و جائز قرار دے، اس کی تکفیر کی جائے گی تو کجا شیعہ، وہ تو اس کو مستحب (نیکی اور کار ثواب) سمجھتے ہیں۔“

(مولانا منظور نعمانی، شیعہ اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ، مطبوعہ لاہور، حصہ دوم، ص 21 بحوالہ مولانا عبدالباقی، خیر الصل بذکر تراجم علماء فرنگی محل، مخطوط لکھنؤ)۔

مطلب یہ ہے کہ روافض کا یہ عقیدہ کہ انبیاء علیہم السلام سے تقیہ کے طور پر ہر درجہ کی معصیت بلکہ کفر کا بھی صدور ہو سکتا ہے، ان کی انتہائی درجہ کی حماقت اور گمراہی ہے، کیونکہ اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو حضرات انبیاء علیہم السلام کی دین و شریعت کی تبلیغ و تعلیم پر اعتماد و اعتبار باقی نہیں رہے گا۔ جبکہ واقعہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت عموماً ان کے دشمنوں ہی میں ہوئی ہے، تو اس عقیدہ کی بنیاد پر شک شبہ رہے گا کہ انہوں نے اپنے دشمنوں کے خوف سے وحی الہی میں سے کچھ چھپا لیا ہو، امت تک اس کو نہ پہنچایا ہو۔

خاص کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کے بارے میں ان روافض کا انتہائی باطل اور حد درجہ احمقانہ عقیدہ یہ ہے کہ آپ (ص) بعثت یعنی نبوت کے آغاز سے لے کر وفات تک اپنے دشمنوں ہی میں گھرے رہے، اور ساری عمر ان دشمنوں کو اپنے سے دور اور دفع کرنے کی قدرت آپ کو حاصل نہیں ہوئی، اور ان سے آپ ڈرتے ہی رہے تو اس عقیدہ کی بنیاد پر یہ شک شبہ رہے گا کہ شاید آپ نے ان دشمنوں کے خوف سے وحی الہی میں سے کچھ چھپا لیا ہو، اور اس کی تبلیغ امت کو نہ فرمائی ہو۔ اس صورت میں نہ تو قرآن مجید کے بارے میں اعتماد و اعتبار رہے گا اور نہ وحی کے ذریعہ آنے والے دیگر احکام کے بارے میں، تو ان کی حماقت اور ان کے اس عقیدہ کی شاعت پر غور کیا جائے۔ انہوں نے ان بے ہودہ خرافات کو کس طرح اپنا دین و مذہب بنالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو قیامت تک اپنی رحمت سے محروم و نامراد رکھے۔

اس بحث کو علامہ بحر العلوم نے مندرجہ ذیل سطروں پر ختم فرمایا ہے:-

والحق انهم لمثل هذه الاقاويل خرجوا عن رتبة الاسلام. ولذا
 رآهم بعض اهل الله رضوان الله تعالى عليهم اجمعين على صورة
 الخنزير كما هو مشروح في الفتوحات المكية للشيخ الاكبر وارث رسول
 الله صلى الله عليه وآله واصحابه وسلم بل حكم بعض اهل الله تعالى
 رضوان الله عليهم انهم يحشرون على صورة الخنزير (ص 387)

اور حق یہ ہے کہ یہ روافض اپنے ان جیسے عقائد و اقوال کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہیں، اور اسی وجہ سے بعض اہل اللہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ان کو (مکاشفہ یا عالم رویا میں) خنزیر کی صورت میں دیکھا ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ

”مسلم اثبوت“ میں شیعہ تفسیر ”مجمع البیان“ کے مطالعہ کے بعد تحریف قرآن کے قائل اہل تشیع کو کافر قرار دیا ہے۔

”فمن قال بهذا القول فهو كافر لانكاره الضرورى“۔ فواتح
 الرحموت، ص 617، طبع نولکشور، لکھنؤ۔

یعنی جو اس بات (تحریف قرآن) کا قائل ہے وہ ضروریات دین میں سے ایک ضروری بات کے انکار کی وجہ سے کافر ہے۔

چونکہ علامہ بحر العلوم لکھنؤی کے بارے میں عمومی تاثر و روایت یہ ہے کہ وہ تکفیر شیعہ کے قائل نہیں تھے۔ لہذا ان کے عقیدہ تحریف قرآن کے حوالہ سے تکفیر شیعہ کے فتویٰ کے علاوہ دیگر وجوہ کی بناء پر بھی ان کی جانب سے تکفیر شیعہ پر مبنی اقتباسات نقل کرتے ہوئے مولانا نعمانی رقمطراز ہیں:-

اور اسی ”فواتح الرحموت“ میں انبیاء علیہم السلام کی عصمت کے بیان میں شیعوں کا یہ عقیدہ بیان کرنے کے بعد کہ ان کے نزدیک از روئے عقل بھی یہ جائز نہیں ہے کہ کوئی صغیرہ یا کبیرہ گناہ، نبوت سے پہلے یا نبوت کے بعد ان سے صادر ہو، لیکن وہ انبیاء علیہم السلام کے لئے عقلاً و شرعاً اس کو جائز سمجھتے ہیں کہ تقیہ کے طور پر (نہ صرف معصیت بلکہ) ان سے کفر کا بھی صدور ہو سکتا ہے، علامہ بحر العلوم نے تحریر فرمایا ہے:-

وهذا من غاية حماقتهم فانه لو جوز هذا الامر العظيم عليهم لما بقى
 الايمان في امر التبليغ وهو ظاهر۔

کیف وما من نبی الا بعث بین اظهراعدائه فلعله کتم شیئاً من الوحی خوفاً منهم۔ وخصوصاً من مذهبهم الباطل وحماقتهم الکاملة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم ماعاش من وقت البعثۃ الی وقت الموت الا فی اعدائه۔ ولم یکن له صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم قدرة لدفعهم مدة عمره، وكان یخاف منهم فاحتمل کتمانہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم شیئاً من الوحی فلا ثقة بالقرآن وغیره فانظر الی شناعتهم وحماقتهم کیف التزموا هذه الشناعات؟ خذلهم اللہ تعالیٰ الی یوم القیامۃ۔ (ص 387، طبع نولکشور، لکھنؤ)۔

(ابوالاعلیٰ مودودی، خلافت و ملوکیت، ص 211-212، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، 1980ء)۔

شیعہ روافض کی رائے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

”تشدد شیعوں کی رائے یہ تھی کہ حضرت علی سے پہلے جن خلفاء نے خلافت قبول کی وہ غاصب تھے اور جن لوگوں نے ان کو خلیفہ بنایا وہ گمراہ اور ظالم تھے، کیونکہ انہوں نے نبی کی وصیت کا انکار کیا اور امام برحق کو حق سے محروم کیا۔ بعض لوگ مزید تشدد اختیار کر کے پہلے تین خلفاء اور ان کے منتخب کرنے والوں کی تکفیر بھی کرتے تھے۔“ (خلافت و ملوکیت، ص 212-213)۔

جنگ جمل اور جنگ صفین میں بالترتیب سیدہ عائشہ و طلحہ و زبیر اور سیدنا مغویہ، حضرت علی کے مد مقابل تھے اور قصاص عثمان ان کا مطالبہ تھا۔ اس کی طرف واضح اشارہ کئے بغیر مولانا مودودی فرماتے ہیں:-

معتدل شیعوں کی رائے یہ تھی کہ حضرت علی افضل الخلق ہیں ان سے لڑنے والا یا ان سے بغض رکھنے والا خدا کا دشمن ہے۔ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اور اس کا حشر کفار و منافقین کے ساتھ ہوگا۔ (خلافت و ملوکیت، ص 212)۔

شیعہ اثنا عشریہ رافضہ کے مقابلے میں فرقہ زیدیہ کا عقیدہ نسبتاً مختلف ہے۔ اس حوالے سے مولانا مودودی فرماتے ہیں:-

”ان میں سب سے زیادہ نرم مسلک زیدیہ کا تھا جو زید بن علی بن حسین (متوفی 122ھ / 740ء) کے پیرو تھے۔ وہ حضرت علی کو افضل مانتے تھے مگر ان کے نزدیک افضل کی موجودگی میں غیر افضل کا امام ہونا جائز تھا، نیز ان کے نزدیک حضرت علی کے حق میں غصہ و صراحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نص نہ تھی، اس وجہ سے وہ حضرت ابوبکر و عمر کی خلافت تسلیم کرتے تھے۔ تاہم ان کی رائے یہ تھی کہ امام اولاد فاطمہ میں سے کوئی اہل شخص ہونا چاہئے۔ بشرطیکہ وہ سلاطین کے مقابلے میں امامت کا دعویٰ لے کر اٹھے اور اس کا مطالبہ کرے۔“

(خلافت و ملوکیت، ص 213، بحوالہ الاشعری ج 1، ص 139، و ابن خلدون، ص 197-198، والشرستانی، جلد 1، ص 115-117)۔

و سلم کے خاص وارث شیخ اکبر کی ”فتوحات کبیرہ“ میں بیان کیا گیا ہے۔ بلکہ بعض اہل اللہ، رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا ہے کہ یہ لوگ قیامت میں خنزیر کی شکل میں اٹھائے جائیں گے۔“

(بحوالہ مولانا منظور نعمانی، فہمینی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ، مطبوعہ لاہور، حصہ دوم، ص 23-25)۔

19- مفکر اسلام مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی (رح) م 1979ء
مفکر اسلام، بانی جماعت اسلامی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، مقدمہ ابن خلدون، شہرستانی کی ”الملل والنحل“ اور الاشعری کی تصنیف ”مقالات الاسلامیین“ وغیرہ کے حوالے سے شیعہ عقیدہ امامت کو اہل سنت کے نظریہ خلافت کے متوازی قرار دیتے ہیں، اور یہ واضح فرماتے ہیں کہ اہل تشیع شوراۃ پر مبنی نظریہ خلافت راشدہ کے بجائے عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ پر ایمان رکھتے ہیں، اور اسے توحید و رسالت و قیامت پر ایمان کی طرح اصول دین میں سے قرار دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں فرماتے ہیں:-

”1- امامت (جو خلافت کے بجائے ان کی مخصوص اصطلاح ہے) مصالح عامہ میں سے نہیں ہے کہ امت پر اس کا انتخاب چھوڑ دیا جائے اور امت کے بنانے سے کوئی شخص امام بن جائے، بلکہ وہ دین کا ایک رکن اور اسلام کا بنیادی پتھر ہے، اور نبی کے فرائض میں سے یہ ہے کہ امام کا انتخاب امت پر چھوڑنے کے بجائے خود بحکم صریح اس کو مقرر کرے۔

2- امام کو معصوم ہونا چاہئے، یعنی وہ تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے پاک اور محفوظ ہو۔ اس سے غلطی کا صدور جائز نہ ہو اور ہر قول و فعل جو اس سے صادر ہو برحق ہو۔

3- حضرت علی وہ شخص ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد امام نامزد کیا تھا اور وہ بنائے نص امام تھے۔

4- ہر امام کے بعد نیا امام لازماً اپنے سے پہلے امام کی نص پر مقرر ہوگا، کیونکہ اس منصب کا تقرر امت کے سپرد ہی نہیں کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کے منتخب کرنے سے کوئی شخص امام ہو سکے۔

5- شیعوں کے تمام گروہوں کے درمیان اس بات پر بھی اتفاق تھا کہ امامت صرف اولاد علی کا حق ہے۔

حصے پر چھانگیا، اور اس کی جڑیں اپنی پیدائش کی زمین ہی میں نہیں، کہ زمین میں ہم گئیں۔ یہ اس بات کا تاریخی ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ وعدہ ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے زمانے میں پورا کر دیا۔ اس کے بعد کوئی انصاف پسند آدمی مشکل ہی سے اس امر میں شک کر سکتا ہے کہ ان تینوں حضرات کی خلافت پر خود قرآن کی مہر تصدیق لگی ہوئی ہے اور ان کے مومن صالح ہونے کی شہادت اللہ تعالیٰ خود دے رہا ہے۔

اس میں اگر کسی کو شک ہو تو نبج البلاغہ میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی وہ تقریر پڑھ لے جو انہوں نے حضرت عمر کو ایرانیوں کے مقابلے پر خود جانے کے ارادے سے باز رکھنے کے لئے کی تھی۔ اس میں وہ فرماتے ہیں:-

”اس کام کا فروغ یا ضعف کثرت و قلت پر موقوف نہیں ہے۔ یہ تو اللہ کا دین ہے جس کو اس نے فروغ دیا اور اللہ کا شکر ہے جس کی اس نے تائید و نصرت فرمائی۔ یہاں تک کہ یہ ترقی کر کے اس منزل تک پہنچ گیا۔ ہم سے تو اللہ خود فرما چکا ہے۔ وعد اللہ الذین آمنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض... اللہ اس وعدے کو پورا کر کے رہے گا، اور اپنے لشکر کی ضرورت مدد کرے گا۔ اسلام میں قیم کا مقام وہی ہے جو موتیوں کے ہار میں رشتے کا مقام ہے۔ رشتہ ٹوٹتے ہی موتی بکھر جاتے ہیں اور نظام درہم برہم ہو جاتا ہے، اور پر آگندہ ہو جانے کے بعد پھر جمع ہونا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ عرب تعداد میں قلیل ہیں، مگر اسلام نے ان کو کثیر اور اجتماع نے ان کو قوی بنا دیا ہے، آپ یہاں قطب بن کر جمے بیٹھے رہیں اور عرب کی چکی کو اپنے گرد گھماتے رہیں اور یہیں سے بیٹھے بیٹھے جنگ کی آگ بھڑکاتے رہیں، ورنہ آپ ہر ایک دفعہ یہاں سے ہٹ گئے تو ہر طرف سے عرب کا نظام ٹوٹنا شروع ہو جائے گا اور نوبت یہ آجائے گی کہ آپ کو سامنے کے دشمنوں کی بہ نسبت پیچھے کے خطرات کی زیادہ فکر لاحق ہوگی، اور ادھر ایرانی آپ ہی کے اوپر نظر جمائیں گے کہ یہ عرب کی جڑ ہے اسے کاٹ دو تو بیزاپار ہے، اس لئے وہ سارا زور آپ کو ختم کر دینے پر لگا دیں گے۔ رہی وہ بات جو آپ نے فرمائی ہے کہ اس وقت اہل عجم بڑی کثیر تعداد میں اٹھ آئے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے پہلے بھی جو ہم ان سے لڑتے رہے ہیں تو کچھ کثرت تعداد کے بل پر نہیں لڑتے رہے ہیں، بلکہ اللہ کی تائید و نصرت ہی نے آج تک ہمیں کامیاب کرایا ہے۔“

شیعہ چونکہ سیدنا معاویہ پر بطور خاص لعن طعن کرتے ہیں، اس حوالہ سے مولانا مودودی سیدنا معاویہ کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

”حضرت معاویہ کے محلد و مناقب اپنی جگہ پر ہیں۔ ان کا شرف صحابیت بھی واجب الاحترام ہے۔ ان کی یہ خدمت بھی ناقابل انکار ہے کہ انہوں نے پھر سے دنیائے اسلام کو ایک جھنڈے تلے جمع کیا، اور دنیا میں اسلام کے غلبے کا دائرہ وسیع کر دیا۔ ان پر جو شخص لعن طعن کرتا ہے وہ بلاشبہ زیادتی کرتا ہے۔“

(ابو الاعلیٰ مودودی، خلافت و ملوکیت، ص 153)۔

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی، سورہ النور کی آیت استخلاف کو سیدنا ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کی شرعی خلافت اور ان کے مومن صادق ہونے کی قرآنی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہوئے ”تفہیم القرآن“ میں فرماتے ہیں:-

”وعد اللہ الذین آمنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضیٰ لہم ولیدلہنہم من بعد خوفہم امنا۔ یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا۔ ومن کفر بعد ذلک فاولئک ہم الفاسقون۔ (سورۃ النور، آیت 55)۔“

اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ان کو اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے۔ ان کے لئے ان کے اس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دے گا، جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں پسند کیا ہے، اور ان کی (موجودہ) حالت خوف کو امن سے بدل دے گا، پس وہ میری بندگی کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔

اس جگہ ایک اور بات بھی قابل ذکر ہے۔ یہ وعدہ بعد کے مسلمانوں کو تو بالواسطہ پہنچتا ہے۔ بلاواسطہ اس کے مخاطب وہ لوگ تھے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں موجود تھے۔ وعدہ جب کیا گیا تھا اس وقت واقعی مسلمانوں پر حالت خوف طاری تھی اور دین اسلام نے ابھی حجاز کی زمین میں بھی مضبوط جڑ نہیں پکڑی تھی۔ اس کے چند سال بعد یہ حالت خوف نہ صرف امن سے بدل گئی بلکہ اسلام عرب سے نکل کر ایشیا، اور افریقہ کے بڑے

کرتے رہتے تھے۔“ (خلافت و ملوکیت، ص 220)۔

امام ابو حنیفہ (رح) کی عظیم تصنیف کے حوالے سے عقیدہ اہل سنت کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے مولانا مودودی فرماتے ہیں کہ یہ شیعہ و خوارج کی انتہاء پسند آراء کے برعکس متوازن اور معتدل عقیدہ ہے۔

”امام نے شیعہ و خوارج اور معتزلہ و مرجئہ کی انتہائی آراء کے درمیان ایک ایسا متوازن عقیدہ پیش کیا ہے جو مسلم معاشرے کو انتشار اور باہمی تصادم و منافرت سے بھی بچاتا ہے اور اس کے افراد کو اخلاقی بے قیدی اور گناہوں پر جسارت سے بھی روکتا ہے۔

جس فتنے کے زمانے میں امام نے عقیدہ اہل سنت کی یہ وضاحت پیش کی تھی، اس کی تاریخ کو نگاہ میں رکھا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ان کا بڑا کارنامہ تھا جس سے انہوں نے امت کو راہ اعتدال پر قائم رکھنے کی سعی بلیغ فرمائی تھی۔ اس عقیدے کے معنی یہ تھے کہ امت اس ابتدائی معاشرے پر پورا اعتماد رکھتی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کیا تھا، اس معاشرے کے لوگوں نے جو فیصلے بالاتفاق یا اکثریت کے ساتھ کئے تھے، امت ان کو تسلیم کرتی ہے۔

جن اصحاب کو انہوں نے یکے بعد دیگرے خلیفہ منتخب کیا تھا، ان کی خلافت کو بھی اور ان کے زمانے کے فیصلوں کو بھی وہ آئینی حیثیت سے درست مانتی ہے، اور شریعت کے اس پورے علم کو بھی وہ قبول کرتی ہے جو اس معاشرے کے افراد (یعنی صحابہ کرام) کے ذریعہ سے بعد کی نسلوں کو ملا ہے۔

یہ عقیدہ اگرچہ امام ابو حنیفہ کا اپنا ایجاد کردہ نہ تھا، بلکہ امت کا سوا و اعظم اس وقت یہی عقیدہ رکھتا تھا، مگر امام نے اسے تحریری شکل میں مرتب کر کے ایک بڑی خدمت انجام دی، کیونکہ اس سے عام مسلمانوں کو معلوم ہو گیا کہ متفرق گروہوں کے مقابلہ میں ان کا امتیازی مسلک کیا ہے۔“

(ابو الاعلیٰ مودودی، خلافت و ملوکیت، ص 236)۔

مولانا مودودی کی ”ذہنیات“ تیس سے زائد زبانوں میں شائع ہو چکی ہے۔ اس میں چونکہ سید مودودی نے شیعہ عقیدہ و مذہب جعفری اثنا عشری کا اسلامی مذاہب کے ضمن میں تذکرہ نہیں فرمایا، لہذا کتاب کے فارسی ترجمہ میں شیعہ مترجم اظہار افسوس فرماتے ہوئے

دیکھنے والا خود ہی دیکھ سکتا ہے کہ اس تقریر میں جنب امیر کس کو آیت استخفاف کا مصداق ٹھہرا رہے ہیں۔“

(سید ابو الاعلیٰ مودودی، تفسیم القرآن، تفسیر سورہ النور، آیت 55، پارہ نمبر 15 جلد سوم، ص 419-420، حاشیہ 83، ناشر مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، طبع ششم، جمادی الثانی 1393ھ / جولائی 1973ء)

مولانا مودودی کی اس تشریح کے مطابق امام اول و دوم و سوم سیدنا ابوبکر و عمرو عثمان رضی اللہ عنہم کے مومن صلح ہونے کی شہادت خود اللہ تعالیٰ دے رہا ہے اور ان تینوں خلفائے راشدین کی خلافت از روئے نص قرآنی قطعی طور پر ثابت شدہ اور برحق ہے، اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی آیت استخفاف کا مصداق انہی جلیل القدر ہستیوں کو ٹھہرا رہے ہیں۔ لہذا سیدنا علی کو سیدنا ابوبکر و عمرو عثمان رضی اللہ عنہم کے بعد جو تھا امام و خلیفہ قرار دینا از روئے قرآن لازم ہے اور ان کے امام اول و خلیفہ بلا فصل (بلا فاصلہ پہلا خلیفہ رسول) ہونے کا عقیدہ رکھنا یا سیدنا ابوبکر و عمرو عثمان رضی اللہ عنہم کو مومنین صالحین نہ ماننا نص قرآنی کا انکار اور کفر ہے، جیسا کہ شیعہ اثنا عشریہ کا اعتقاد ہے۔

شیعہ و خوارج اور مرجئہ و معتزلہ جیسے انتہا پسند فرقوں کے مقابلے میں امت مسلمہ کی نوے فیصد سے زائد اکثریت بدستور اسی خالص اسلامی دین و عقیدہ پر قائم رہی جو سنت رسول (ص) اور جماعت صحابہ (رض) سے خصوصی وابستگی کی بناء پر عقیدہ ”اہل سنت والجماعت“ کے نام سے معروف ہوا۔ اس حوالہ سے مولانا مودودی فرماتے ہیں:-

”ان متحارب اور متشدد گروہوں کے درمیان مسلمانوں کا سوا و اعظم اپنے خیالات میں انہی نظریات اور اصولوں پر قائم تھا جو خلفاء راشدین کے زمانے سے مسلم چلے آ رہے تھے اور جنہیں جمہور صحابہ و تابعین اور علمائے مسلمین ابتداء سے اسلامی اصول و نظریات سمجھتے تھے۔ مسلمانوں کی بمشکل آٹھ دس فیصد آبادی اس تفرقے سے متاثر ہوئی تھی۔ باقی سب لوگ سنک جمورتی پر قائم تھے، گردور اختلاف شروع ہونے کے بعد سے امام ابو حنیفہ کے وقت تک کسی نے ان اختلافی مسائل میں جمہور اہل اسلام کے مسلک کی باقاعدہ توضیح نہیں کی تھی جو ایک پورے نظام فکر کی شکل میں مرتب ہوتی، بلکہ محض فقہاء و محدثین مختلف مواقع پر اپنے اقوال، فتویٰ، روایات یا طرز عمل سے منتشر طور پر اس کے کسی پہلو کو واضح

اس حکم کے بعد جن مقدس ہستیوں کو اللہ کے پیارے نبی نے اپنا ہراز و دمساز قرار دیا۔ سفر و حضر، ہجرت و جماد، ہر معاملہ اور ہر حالت میں اپنا مشیر و وزیر مقرر فرمایا اور اپنا ساتھی اور رفیق قرار دیا، ان ہستیوں کی شان میں گستاخی کرنا (معاذ اللہ) اور ان ہستیوں کی طرف کفر و نفاق کی نسبت کرنا کوئی دیانت ہے اور کون سا ایمان ہے۔ ذرا سوچو تو ان مقدس ہستیوں کے صدق و صفا کا انکار براہ راست مبطل و جی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شان اقدس میں گستاخی کو مستلزم نہیں؟ یقیناً ہے۔

محبوب رب العالمین علیہ وآلہ و صحبہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام صحابہ مہاجرین و انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے فضائل و مناقب میں آیات کلام اللہ اور احادیث صحاح اس کثرت کے ساتھ وارد ہیں کہ جن کو لکھا جائے تو ایک بہت بڑی مستقل کتاب ہوگی۔“

(محمد قمر الدین سیالوی، مذہب شیعہ، ص 13، مطبوعہ لاہور، 1377ھ)۔

اہل تشیع کی طرف سے سیدنا ابوبکر و عمرو عثمان کی امامت و خلافت کے انکار کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”سب سے بڑا مسئلہ خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی خلافت راشدہ کا انکار ہے۔ ان کا مذہب ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین خلفے برحق نہیں تھے، اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت غصب کر لی تھی، اور حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو ذرا دھمکا کر اپنے ساتھ بیعت کرنے پر مجبور کر دیا تھا، اور تمام عمران کے خوف کی وجہ سے حضرت علی شیر خدا نے ان کے پیچھے نمازیں پڑھیں، ان کی مجلس شوری کے ممبر بنے رہے اور مل غنیمت منظور کرتے رہے، وغیرہ وغیرہ۔“

(قمر الدین سیالوی، مذہب شیعہ، ص 10-11)۔

علاوہ ازیں شیخ الاسلام سیالوی اپنے مشہور و معروف وصیت نامہ میں امامت و خلافت سیدنا ابوبکر و عمرو عثمان و علی و مقام سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے حوالہ سے فرماتے ہیں:

”اشھدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھدان سیدنا وشفیعنا

فی الدارین محمدًا عبده ورسوله۔

لکھتے ہیں:-

”تبصرہ و یاد آوری: از استاد مودودی با توجہ بمقام علمی و احاطہ ای کہ در عمومات کیش مقدس اسلام دارند و تمام جریانات تاریخ اسلام از نظر دقیق معزی الیہ پوشیدہ نیست تعجب دارم کہ چرا در این بحث از ذکر مذہب امامیہ کہ در حال حاضر بیشتر از ہفتاد لیون مسلمان تابع آنند و پرچم کشور دست ملیونی ایران بنام دولت شیعہ اثنی عشری در احتراز است غفلت فرمودہ اند؟“

(فارسی ترجمہ دینیات بعنوان مبادی اسلام، ص 153-154، مطبوعہ الاتحاد الاسلامی العالی للمنہجیات العلمیہ، گیری، انڈیانا، یو ایس اے)۔

ترجمہ: تبصرہ و یاد دہانی۔ استاد مودودی جس علمی مقام و مرتبہ کے حامل ہیں اور اسلام کے مقدس نظام و طریقہ کی عمومی تفصیلات تک کا وہ جس طرح احاطہ کئے ہوئے ہیں اور جن کی گہری بصیرت سے تاریخ اسلام کے جملہ واقعات و حوادث پوشیدہ نہیں، مجھے تعجب ہے کہ انہوں نے اس ضمن میں مذہب امامیہ کا ذکر کرنے سے غفلت کیوں فرمائی ہے، جس کے پیروکار آج کے زمانہ میں سات کروڑ سے زائد مسلمان ہیں اور بیس ملین ایرانیوں کی سلطنت کا پرچم مملکت شیعہ اثنا عشریہ کے نام سے لہا رہا ہے۔

20۔ شیخ الاسلام محمد قمر الدین سیالوی چشتی (رح) م 1401ھ / 1981ء

سلسلہ چشتیہ کے عظیم روحانی پیشوا سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف و بانی صدر جمعیت علماء پاکستان نے نہ صرف شیعوں کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا ہے بلکہ شیعہ اثنا عشریہ کے کافرانہ عقائد کو بے نقاب کرنے کے لئے ایک جامع علمی کتاب ”مذہب شیعہ“ بھی تصنیف فرمائی ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ رد و تکفیر شیعہ میں تمام علماء و مشائخ کی جانب سے ترجمانی کا حق ادا فرما دیا ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ گستاخ صحابہ در حقیقت گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

”اس بات کو بھی پورے نظرو فکر کے ساتھ دیکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے:- یا ایہا النبی جاهد الکفار والمنافقین واغلظ علیہم۔ یعنی اے اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی آپ کافروں اور منافقوں کے خلاف جہاد فرماؤ اور ان پر سختی کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے خلفاء ہیں، اور جو کوئی ان میں سے کسی ایک کی خلافت کا انکار کرے تو وہ کافر ہے۔

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے تمام صحابہ انتہائی عادل، سچے اور ہدایت کے ستارے ہیں۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ اور خبردار ان میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی کوئی نازیبا کلمہ استعمال کرنے سے سختی سے اجتناب کرنا، اور یہ بات سمجھ لے کہ سیدنا علی و معلویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے باہمی نزاع کو ہم قشایہ امور کے درجہ میں رکھیں گے۔ ہمارے لئے مناسب نہیں کہ ہم ان کے مقام و مرتبہ میں کسی قسم کا شک کریں جبکہ وہ سب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے صحابہ کرام ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے فرمایا ہے:-

”میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو“

نیز فرمایا کہ: ”میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔“

البتہ علی رضی اللہ عنہ کی معلویہ رضی اللہ عنہ پر فضیلت ایک مسلم و محکم امر ہے جس میں کوئی شک نہیں، لیکن جن پر انہیں فضیلت دی گئی ہے ان (سیدنا معلویہ) کی فضیلت کا بھی ہم انکار نہیں کرتے۔

اسی سلسلہ کلام میں سیدنا معلویہ اور ان کے ساتھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین و تنقیص پر مبنی تاریخی روایات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

”واعلم ان الروایات التي تدل على تفصيل تلك المناقشة فاما منقول عن الطبري المورخ فهو مردود الرواية بحسب تصريح كتب اسماء الرجال۔ وهذا ابن جرير الطبري شيعي بلاريب۔ واما ابن جرير الطبري المفسر فهو من الثقات۔

واما المنقول عن ابن قتيبة صاحب الامامة والسياسة فهو كذاب وضاع۔ واما المنقول عن الواقدي المورخ فهو كذا لك لم يرو عنه ولم يعتمد على روايته۔ وامر متيقن بان في روايات تلك المناقشة دخل دخيل من قبل الوضعين الكذابين۔

واشهد ان سيدنا ابا بكر الصديق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وان سيدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وان سيدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ وان سيدنا علي بن ابي طالب كرم اللہ تعالیٰ وجہہ الكريم خلفاء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم بالترتيب المعلوم المتوارث بالاخبار المتواترة، وكل من انكر خلافة احد منهم فهو كافر۔

واصحاب النبي صلى الله تعالى عليه وآله وصحبه وسلم كلهم عدول صدوق نجوم الاهتداء رضوان الله تعالى عليهم اجمعين۔ وایک ثم ایاک عن قول سوء فی حق احد منهم۔ واعلم ان المناقشة بين سيدنا علي رضی اللہ تعالیٰ عنہ وبين سيدنا معاوية رضی اللہ تعالیٰ عنہ نضعها بمنزلة المتشابهات۔ مالنا ان نریب فی منزلتهم ومرتبتهم وعظمتهم۔ کیف وهم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم، وقد قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم:-

”اللہ فی اصحابی“ و ”اصحابی کالنجوم باہم اقتديتم اهتديتم۔“

نعم فضل علی رضی اللہ عنہ علی معاوية امر معتقد منتقد لاشک فيه لكن لانکر فضل المفضل عليه۔“

(النوار قریہ، مؤلفہ قاری غلام احمد، مفتی دارالافتاء آستانہ عالیہ سیال شریف، وصیت نامہ، ص 433-434، مطبوعہ لاہور، طبع اول، اپریل 1991ء)۔

ترجمہ:- میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً ہمارے آقا اور ہر دو جہاں میں ہمارے شفیع حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے عبد اور اس کے رسول ہیں۔

اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اخبار متواترہ سے ثابت شدہ مشہور و معلوم ترتیب کے مطابق

فکيف نقتفى اثرهم ونخالف الامر المتيقن بان سيدنا معاوية رضى الله عنه صاحب رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وصحبه بلا ريب و بلا شك 'وانه كاتب الوحى وانه اخ لام المؤمنین رضى الله تعالى عنها- وانه قانع فتن اليهود بالشام والعراق وان حکمته اخمدت نار المعجم کمالا يخفى۔

(قاری غلام احمد، انوار قریہ، وصیت نامہ، ص 434-435، لاہور، اپریل 1991ء)۔

ترجمہ:- اور یاد رکھیں کہ وہ تمام روایات جو ان (سیدنا علی و معاویہ) کے باہم اختلافات کی تفصیل میں وارد ہیں وہ یا تو طبری سے مروی ہیں جو اسماء الرجال کی کتابوں کی صراحت کے مطابق مردود الروایت ہے اور یہ ابن جریر طبری بلا شک و شبہ شیعہ ہے۔ اور البتہ (دوسرے) ابن جریر طبری جو صاحب تفسیر ہیں تو وہ معتبر حضرات میں سے ہیں۔

اور یا پھر یہ روایات ”الامامہ والسیاسہ“ والے ابن قتیبہ سے منقول ہیں جو سراسر جھوٹا اور مفتری ہے۔ یا پھر یہ روایات مؤرخ و اقدی سے روایت شدہ ہیں، تو وہ بھی ایسا ہی ہے، نہ تو اس سے کوئی روایت (حدیث) لی گئی ہے اور نہ ہی اس کی روایت کو قائل اعتماد قرار دیا گیا ہے، اور یہ بات یقینی ہے کہ (سیدنا علی و معاویہ کے درمیان) اس باہمی نزاع و اختلاف میں جعلی روایات گھڑنے والے کذابوں نے بہت سی جعلی روایات گھڑ کر داخل کر دی ہیں۔

پس ہم ان کے نقش قدم پر چل کر ان (مٹھوک) روایات کی بناء پر کیسے فیصلہ کر سکتے ہیں اور اس یقینی امر کے خلاف کس طرح جاسکتے ہیں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلا شک و شبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ کے صحابی، کاتب وحی اور ام المؤمنین (سیدہ ام حبیبہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی ہیں۔ نیز شام و عراق سے یہود کے فتوں کا قلع قمع کرنے والے ہیں اور ان کی حکمت نے آتش کدہ عجم کو سرد کر دیا جیسا کہ مخفی نہیں۔

شیعہ مذہب کے بارے میں فرماتے ہیں:-

”اس مذہب سے زیادہ گندہ غلیظ پلید مذہب میں نے نہیں دیکھا۔ تمام فرقوں کی کتابوں کا مطالعہ کیا، یعنی یہود و نصاریٰ، زرتشت، ہندو، مرزائی وغیرہ تماموں سے زیادہ غلیظ مذہب یہ ہے۔ اس کا بانی عبد اللہ بن سبا ہے جس نے بظاہر اسلام قبول کر کے اپنا نام عبد اللہ رکھوایا۔ اس کو حضرت علی نے فی النار کیا۔ الخ۔

اسی عبد اللہ بن سبا نے شیعہ فرقہ کی بنیاد ڈالی۔ ان کی کتابوں میں بہت گندے مسائل ملتے ہیں ان کے مجتہد مولوی لوگ عوام کو بتاتے نہیں ہیں، الخ۔
ان کی کتابوں میں متعہ کا بیان ایسا گندہ اور غلیظ نفسانی خواہشات کے ماتحت ہے جو اہل اسلام تو درکنار غیرت مند کفار بھی پسند نہیں کرتے۔ دیکھیں ان کی کتاب الاستبصار، ص 76 تا 83، ج 3، ابواب۔ الخ۔

(انوار قریہ، مؤلفہ قاری غلام احمد، ص 371)۔

انہی ملحوظات میں مرقوم ہے:-

”حضور غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت صدیق اکبر و عمر فاروق، عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے متعلق شیعہ لوگوں نے حضرت زید بن زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دریافت کیا کہ ان اصحاب ثلاثہ کے متعلق کیا فرماتے ہو۔ انہوں نے فرمایا وہ ہمارے مذہب کے پیشوا ہیں، خلفاء برحق ہیں۔ یہ سن کر کہنے لگے: تیرے والد تو ہمارے امام تھے تم ہمارے امام نہیں ہو۔ امام صاحب نے سامعین سے استفسار فرمایا۔ یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں، جواب دیا گیا کہ ایسا ایسا کہتے ہیں تو آپ نے فرمایا۔ ”رضنونا الیوم“ (آج انہوں نے ہمیں چھوڑ دیا) ہم سے دور ہو گئے، اس وقت سے ان کا نام راضی ہے۔ (انوار قریہ، ص 374-375)۔

21- محدث اعظم مولانا عطاء اللہ حنیف سلفی (رح) م 1987ء

ایک استفتاء کے جواب میں ممتاز اہل حدیث عالم و مفتی محترم حافظ صلاح الدین یوسف مدیر ”الاعتصام“ لاہور نے جو فتویٰ صادر فرمایا تھا اور جس کی تائید و تصدیق محدث اعظم مولانا عطاء اللہ حنیف سلفی (م 2/ اکتوبر 1987ء) نے فرمائی تھی اس کا متن درج ذیل ہے:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

استفتاء میں شیعہ حضرات کے جن عقائد کا ذکر کیا گیا ہے جو ان کی نہایت معتبر اور مستند کتابوں میں درج ہیں۔ نیز ان کے مترجم قرآن کے حواشی (ترجمہ و حواشی فرہان علی، شائع کردہ کراچی) سے بھی ان کی تائید ہوتی ہے۔ یہ عقائد ان کے کفر کے اثبات کے لئے کافی ہیں۔ ایسے سخت گمراہ کن عقائد رکھنے والا فرد اور گروہ یقیناً مسلمان نہیں ہو سکتا۔ موجودہ شیعہ اگر اپنی کتابوں کو مستند سمجھتے ہیں (اور یقیناً وہ سمجھتے ہیں) تو ان کے کفر میں شبہ نہیں کیا

جاسکتا، تاآنکہ وہ اپنی کتابوں اور ان میں درج باتوں سے اظہار برات نہ کریں۔
 علاوہ ازیں ان کا طرز عمل بھی اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ وہ اہل سنت مسلمانوں
 سے اپنے آپ کو یکسر علیحدہ اور بالکل الگ تصور کرتے ہیں، اور عقائد میں بنیادی اختلاف
 کے ساتھ ساتھ ملکی اور اسلامی قوانین میں بھی اپنا الگ شیعہ تشخص منوانے پر مصر ہیں، اور
 ان کا یہ شیعہ تشخص اسلامی تشخص سے یکسر مختلف ہے۔
 اس لئے اب وقت آگیا ہے کہ اہل اسلام آستین کے ان سانپوں کو پہچانیں اور اہل
 وطن ان کی سازشوں سے آگاہ رہیں، جو وہ اسلامی معاشرے میں رہتے ہوئے اسلام کی جڑیں
 کاٹنے کے لئے کر رہے ہیں۔ اسلامی ملکوں اور معاشروں میں ان کا سازشی وجود جسد ملت
 اسلامیہ میں ایک ناسور کی حیثیت رکھتا ہے جس کا کٹ پھینکنا اسلام کے بقاء اور ملت اسلامیہ
 کے تحفظ کے لئے انتہائی ضروری اور اس سے تغافل و تساہل ناقابل معافی جرم ہے۔ واما ملینا
 الا ابلاغ۔ هذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔۔۔

(حافظ) صلاح الدین یوسف، ایڈیٹر ہفت روزہ ”الاعتصام“ لاہور۔
 تصدیق:- واقعی شیعہ، شیعہ مسلمات کی رو سے اسلام سے علیحدہ قوم قرار پاتی ہے۔۔۔
 محمد عطاء اللہ حنیف 23 اکتوبر 1985ء
 (بحوالہ مولانا منظور نعمانی، خمینی اور شیعہ کے بارے میں علمائے کرام کا متفقہ فیصلہ،
 مطبوعہ لاہور، حصہ اول، ضمیمہ 2، ص 179-180)۔
 22۔ مفتی اعظم پاکستان علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری (رح) م 1989ء
 مفتی اعظم پاکستان (حنفی بریلوی) علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری (م 18/ اکتوبر 1989ء) رئیس
 دارالعلوم امجدیہ، کراچی و سابق رکن قومی اسمبلی پاکستان ایک سائل کے درج ذیل سوال کے
 جواب میں فتویٰ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:-
 اندراج نمبر:-

تاریخ اجراء:- 8 اپریل 1985ء

از دارالافتاء دارالعلوم امجدیہ، عالمگیر روڈ کراچی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

(سوال)۔ مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں علماء کرام کیا فرماتے ہیں؟ از روئے شریعت

ایک سنی (مسلمان) لڑکی کا نکاح کسی شیعہ لڑکے کے ساتھ جائز ہے کہ نہیں وضاحت
 فرمائیں۔

سائل: ملک اصغر علی لس بیلہ، کراچی۔

الجواب، شیعہ لڑکے سے سنی لڑکی کا نکاح باطل ہے۔ اس لئے کہ آج کل شیعہ عام
 طور پر تہرائی اور حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافت کے منکر اور ان
 کو سب و شتم کرنے والے ہیں، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر قذف لگانے والے ہیں۔
 ان تمام عقائد کو عالمگیری، شامی وغیرہ کتب فقہ میں کفریات میں شمار کیا ہے، اور کسی کافر سے
 مسلمان کا نکاح نہیں ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
 دستخط (عبدالمصطفیٰ)

مہر دارالافتاء، دارالعلوم امجدیہ، عالمگیر روڈ کراچی۔

23۔ مولانا حق نواز جھنگوی، بانی سپاہ صحابہ پاکستان (رح) م 1990ء

مولانا حق نواز جھنگوی شہید، بانی ”سپاہ صحابہ“ پاکستان (م 22 فروری 1990ء) شیعوں کو
 کافر قرار دینے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

”آج ہمیں کہا جاتا ہے کہ تم شیعہ کو کافر کیوں کہتے ہو۔ یہ بات پہلے تو کبھی نہیں سنی
 تھی۔ میں نے آج اسی بات کا اظہار کرنا ہے۔

شیعہ فرقہ کو تاریخ کی زبان میں آل یہود بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا بانی عبد اللہ بن سنانہ
 یہودی تھا۔ اس کی ستم کاریوں سے اسلام کا سینہ ربع صدی تک چھلنی رہا، اسی نے سب سے
 پہلے خلفاء ثلاثہ (رض) پر عدم اعتماد کا اعلان کر کے حضرت علی (رض) کی خلافت و وصایت کا
 مومنہ نعرہ بلند کیا تھا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ پھر اسی کے نام لیواؤں نے کوفہ میں حضرت علی
 (رض) کو شہید کیا تھا۔ اسی کی اولاد نے کوفہ میں حضرت حسن (رض) پر قاتلانہ حملہ اور
 بعد ازاں حضرت حسین (رض) کو خود بلا کر شہید کر دیا۔

ابن سبا کے نعروں کی بنیاد پر شیعہ کے ایک سو ستر فرقے پیدا ہوئے۔ آئمہ تلبیس کا
 مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دعویٰ نبوت کرنے
 والوں کی اکثریت بھی شیعہ مذہب سے تعلق رکھتی ہے۔

شیعہ کے خلاف جزوی کام تو ہر دور میں ہوا لیکن ان کے نظریات کے خلاف پہلی آواز

کتبہ:- محمد ولی حسن غفرلہ-- 1405/7/16ھ-

مرکز: دارالافتاء، جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی پاکستان-

(علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی، پاکستان)-

25- مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن ندوی، ڈائریکٹر ندوۃ العلماء لکھنؤ جو اپنی عظیم الشان عربی و اردو تصانیف اور علمی و دینی خدمات کی وجہ سے عالمی شہرت کے حامل ہیں، شیعہ اثنا عشریہ کے عقائد کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

”ان کا حاصل یہ ہے کہ صحابہ کرام کی جماعت میں جس کی تعداد صرف جتہ الوداع میں ایک لاکھ سے زائد بتائی جاتی ہے اپنے پیغمبر کی آنکھ بند ہونے کے بعد صرف چار آدمی اسلام پر قائم رہے، باقی سب نے معاذ اللہ ارتداد کا راستہ اختیار کیا۔ قرآن مجید سر تپا محرف و تبدیل شدہ ہے۔ آئمہ اہل بیت (از روئے تقیہ جو دینی فریضہ اور عزیمت ہے) حق کے چھپانے والے، اصل قرآن کو پوشیدہ رکھنے والے، ہر خطرہ و اندیشہ سے دور رہنے والے اور اپنے متبعین کو اسی کی تلقین کرنے والے تھے۔ (ملاحظہ ہو فرقہ اثنا عشریہ کی معتبر کتابیں، اصول الکافی، فصل الخطاب اور خود علامہ خمینی کی تصنیفات ”الحکومۃ الاسلامیہ و کشف الاسرار یا زیر نظر کتاب ”ایرانی انقلاب“ امام خمینی اور شیعیت از مولانا محمد منظور نعمانی صاحب)۔“

(مولانا منظور نعمانی، ایرانی انقلاب، امام خمینی اور شیعیت، مطبوعہ لاہور، مقدمہ ابوالحسن علی ندوی، ص 12، حاشیہ 1)۔

مولانا ابوالحسن ندوی مزید فرماتے ہیں:-

”فرقہ امامیہ کے عقائد اور بیانات کی روشنی میں اولین مسلمانوں کی جو تصویر ابھر کر سامنے آتی ہے اس کے پیش نظر ایک ذہین تعلیم یافتہ شخص یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہے کہ جب اسلامی دعوت اپنے سب سے بڑے داعی کے ہاتھوں اپنے دور عروج میں کوئی دیرپا اور گہرا نقش مرتب نہ کر سکی اور جب اس دعوت پر ایمان لانے والے اپنی نبی کی آنکھ بند ہوئے ہی اسلام کے وفادار اور امین نہ رہ سکے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس صراط مستقیم پر اپنے متبعین کو چھوڑا تھا اس میں سے گنتی کے چار آدمی اس پر قائم رہے تو ہم یہ کیسے تسلیم کر لیں کہ اس دین و دعوت کے اندر نفوس انسانی کے تزکیہ اور تہذیب

بلند کرنے والی شخصیت حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی (رح) ہیں۔ ان کی معرکتہ الاراء کتب ”غنیۃ الطالبین“ اس کا بین ثبوت ہے۔ بعد ازاں امام غزالی (رح) امام ابن تیمیہ (رح) امام رازی (رح) حافظ عماد الدین ابن کثیر (رح) اور حضرت مجدد الف ثانی (رح) نے وضاحت کے ساتھ شیعہ کی ضلالت و گمراہی اور ان کی اسلام سے دوری کا ذکر کیا۔

امام احمد شاہ ولی اللہ (رح) نے ”ازالۃ الخفاء“ اور ان کے نامور فرزند حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی (رح) نے تحفہ اثنا عشریہ میں ان کے کفر کی بے شمار وجوہ بیان کی ہیں۔

ہندوستان میں بیسیویں صدی کے دوران جن علماء نے شیعہ پر کفر کا فتویٰ عائد کیا، ان میں بریلوی مکتبہ فکر کے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا بریلوی (رح) اہلحدیث حضرات میں مولانا ثناء اللہ امرتسری (رح)، مولانا محمد حسین بیٹلوی (رح)، علماء اہل سنت میں مولانا محمد قاسم نانوتوی (رح)، مولانا رشید احمد گنگوہی (رح) اور مولانا عبدالشکور لکھنؤی (رح) کا نام نمایاں ہے۔“

(خطاب مولانا حق نواز، جلسہ سپاہ صحابہ مظفر گڑھ، بحوالہ خمینی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ، مطبوعہ لاہور، حصہ دوم، ص 133)۔

24- مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن ٹوکی (رح) م 1415ھ / 1995ء

مفتی اعظم پاکستان (حنفی دیوبندی) مفتی ولی حسن ٹوکی، رئیس، جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی ایک مسائل کے درج ذیل سوال کے جواب میں فتویٰ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:-

(سوال)۔ مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں علماء کرام کیا فرماتے ہیں؟

ایک سنی (مسلمان) لڑکی کا نکاح شیعہ لڑکے کے ساتھ جائز ہے یا کہ نہیں؟ مسئلہ تحقیقی بیان کر کے ثواب دارین حاصل کریں۔

ملک اصغر علی سبیلہ کراچی

الجواب باسمہ تعالیٰ

چونکہ شیعہ اپنے بعض عقائد کفریہ کی وجہ سے مسلمان نہیں ہے اور مسلمان لڑکی کا نکاح غیر مسلم سے جائز نہیں ہے۔ اس بناء پر یہ نکاح ناجائز ہے اور اگر نکاح کر بھی دیا گیا تو بغض اور منعقد بھی نہ ہو گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اور ایسے عقائد رکھنے والے لوگ ملت اسلام سے خارج ہیں اور ان کے بارے میں احکام شریعت یہ ہیں کہ یہ لوگ مرتدین ہیں۔ ظہیریہ میں یہی درج ہے۔ (فتاویٰ عالمگیریہ مختصراً ج 2، ص 283)۔

مشہور مفسر و محدث حافظ ابن کثیر (رح) نے سورہ فتح کی آیت (یغیظہم الکفار) کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ: ”امام مالک (رح) نے اس آیت کو روافض کے کفر کی ایک قرآنی دلیل قرار دیا ہے۔“

”تفسیر خازن“ اور ”معالم التزیل“ میں بھی امام مالک کے استدلال کی طرف اجمالی اشارہ موجود ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ”ازالۃ الخفاء“ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مناقب اور دینی کارنامے تفصیل سے بیان فرمائے ہیں اور اس فرقہ پر شد و مد سے رد فرمایا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”تحفۃ اثنا عشریہ“ میں اس فرقہ باطلہ کے عقائد شنیعہ لکھ کر ان کا خوب رد فرمایا ہے۔

حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس فرقہ کی تردید میں ”ہدایت اشیہ“ تصنیف فرمائی۔

حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”ہدیہ اشیہ“ میں بڑے دلائل سے اس فرقہ کے معتقدات کا رد کیا ہے۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ’سارنپوری‘ نے ”ہدایات الرشید“ میں تفصیل سے اس فرقے کا رد فرمایا ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:-

”نعم ولا شک فی تکفیر من قذف السیدۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا“ او انکر صحبۃ الصدیق او اعتقد الالوہیۃ فی علی او ان جبرئیل غلط فی الوحی او نحو ذلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن۔ (شامی ج 3، ص

الامام الباطن۔

وبقولہم ان جبرئیل علیہ السلام غلط فی الوحی الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم دون علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔

وهؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام و احکامہم احکام المرتدین۔ کذا فی الظہیریۃ۔ (فتاویٰ عالمگیریہ مختصراً ج 2، ص 283)۔

ترجمہ:- رافضی اگر شیخین (ابوبکر و عمر) کو معاذ اللہ برا بھلا کہے اور ان پر لعن طعن کرے تو وہ کافر ہے، اور اگر وہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بدکاری کی تہمت لگائے تو اس نے اللہ کے ساتھ کفر کیا۔ (کیونکہ سورہ نور میں برات سیدہ عائشہ موجود ہے)۔

اور جس نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت کا انکار کیا تو وہ کافر ہے، اور بعض کے قول کے مطابق وہ بدعتی ہے، کافر نہیں۔ مگر صحیح بات یہی ہے کہ وہ کافر ہے۔ اور اسی طرح جس نے عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کیا تو صحیح تر قول کے مطابق وہ بھی کافر ہے۔ فتاویٰ ظہیریہ میں یہی درج ہے۔

اور ان (شیعہ و خوارج) کو کافر قرار دینا اس وجہ سے بھی واجب و لازم ہے کہ وہ عثمان و علی و طلحہ و زبیر و عائشہ رضی اللہ عنہم کو کافر قرار دیتے ہیں۔

اور شیعہ زیدیہ کو بھی کافر قرار دینا واجب ہے کیونکہ بقول ان کے وہ ایک ایسے عجی نبی کی آمد کے انتظار میں ہیں جو ہمارے نبی و سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو منسوخ کر دے گا۔ کرداری کی کتاب الوجیز میں یہی بات مرقوم ہے۔

اور روافض کو ان کے اس عقیدہ رجعت کی بناء پر بھی کافر قرار دینا لازم ہے کہ فوت شدہ (امام) دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں واپس آئیں گے۔ نیز ان کے اس عقیدہ تلخ ارواح کی بناء پر بھی کہ اللہ کی روح ائمہ (شیعہ) کی طرف منتقل ہوتی ہے۔

اور ان کے اس عقیدہ کی بناء پر بھی کہ ایک امام غائب ظاہر ہو گا اور اس امام غائب کے ظاہر ہونے تک امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا سلسلہ معطل رہے گا۔

نیز ان کے اس قول کی بناء پر کہ جبرئیل علیہ السلام غلطی سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بجائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی لے گئے۔

ترجمہ:- جی ہاں اس شخص کو کافر قرار دینے میں کسی شک شبہ کی گنجائش نہیں جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر سمت لگائے یا صحبت صدیق (یعنی ابوبکر کے مخلص صحابی رسول ہونے) کا انکار کرے یا علی کے خدائی میں شریک ہونے کا اعتقاد رکھے یا یہ عقیدہ رکھے کہ جبرئیل نے (علی کے بجائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو) وحی پہنچانے میں غلطی کھائی، یا جو اسی قسم کے دیگر ایسے عقائد رکھے جو قرآن کے منافی اور کفر صریح ہیں۔ (شامی، ج 3، ص 294)۔

الغرض اپنے اپنے دور میں اہل سنت والجماعت (ہم مانا علیہ و صحابی) اس فرقے پر رد کرتے چلے آئے ہیں۔ اس فرقے کی کتابیں کیاب یا نایاب تھیں مگر اب چھپ چکی ہیں، جو شخص ان کا مطالعہ کرے گا، وہ خود بھی دیکھ لے گا کہ وہ کس قدر کفریات پر مشتمل ہیں۔ مثلاً ”کافی“ ”منہج الصادقین“ ”البرہان فی تفسیر القرآن“ ”فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب“ ”حیات القلوب“ ”کشف الاسرار“ وغیرہ وغیرہ۔

فقط واللہ العالیٰ صراط مستقیم۔

الملاح:- العبد محمود غفرلہ، مہمتہ مسجد دارالعلوم، دیوبند، 25-1-1408ھ۔

(بحوالہ فہمینی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ مرتبہ مولانا منظور نعمانی، مطبوعہ لاہور، حصہ اول، ص 123-126، فتویٰ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب گنگوہی۔ نیز واضح رہے کہ فتویٰ میں منقول فتاویٰ عالمگیری و شامی وغیرہ کی اصل عربی عبارات کا اردو ترجمہ موجود نہیں، لہذا اردو دان قارئین کی سمولت کے لئے اردو ترجمہ کا اصل فتویٰ میں اضافہ کیا گیا ہے)۔

حضرت مولانا مفتی محمود صاحب گنگوہی دامت فیوضہم کے اس مبسوط و جامع فتویٰ میں فتاویٰ عالمگیری و شامی کے حوالہ سے اہل تشیع کے دیگر کفریہ عقائد کے ساتھ ساتھ جبرئیل کے غلطی سے علی (رض) کے بجائے محمد (ص) کے پاس وحی لے جانے کا جو ذکر آیا ہے اس کے حق میں بعض شیعہ حضرات یہ دلیل بھی دیتے ہیں کہ علی زمانہ قبل اسلام میں خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے، جبکہ محمد (ص) مکہ میں اپنے والدین کے گھر میں پیدا ہوئے، لہذا اللہ کی طرف سے علی کی محمد (ص) پر فضیلت واضح و ظاہر ہے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔

اس کے جواب میں خوارج کا کہنا ہے کہ علی سے کئی سال پہلے سیدہ خدیجہ کے بھتیجے اور

صحابی رسول (ص) حکیم بن حزام بھی خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے تھے اور مولود کعبہ ہیں، لہذا اگر علی کے مولود کعبہ ہونے کی روایت اگر سند کے لحاظ سے درست قرار پائے تو علی بھی حکیم بن حزام وغیرہ کی طرح کیے از مولودین کعبہ ہیں، جن کی ولادت قبل از اسلام زمانہ جاہلیہ میں اپنی والدہ کے مشرکانہ طواف کعبہ کے دوران میں خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بتوں کے درمیان ہوئی۔ لہذا زمانہ جاہلیت کی ایسی فضیلت چہ معنی دارد؟ جبکہ حرمین سے دور مدفون کوفہ (علی) کے برعکس ابوبکر و عمر کو روضہ رسول (ص) میں تاقیامت صحبت نبوی میسر ہے جو کہ علی پر ابوبکر و عمر کی فضیلت کی روشن دلیل ہے۔ حتیٰ کہ علی سے تو عثمان بھی بہر حال افضل ہیں، کیونکہ عثمان دوہرے داماد رسول اور علی اکبرے داماد رسول ہیں۔ نیز عثمان مقتول و مدفون مدینہ (ص) اور علی مدینہ سے ہزاروں میل دور مقتول و مدفون شہر خدرا ان کوفہ ہیں۔ (ونعوذ باللہ من شرور الروافض والخوانرج معا)۔

اور جہاں تک فتویٰ میں مذکور تکفیر زیدیہ کا تعلق ہے تو اگر موجودہ شیعہ زیدیہ ایک جدید عجمی نبی کے انتظار کے عقیدہ سے اعلان برات کرتے ہیں تب بھی بہت سے علمائے امت کے نزدیک دیگر تمام شیعہ فرقوں کی طرح عقیدہ امامت منصوبہ و معصومہ کے حامل ہونے کی بناء پر منکرین ختم نبوت تو بہر حال قرار پاتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

27- علامہ حافظ صلاح الدین یوسف سلمیٰ

پاکستان کے معروف اہل حدیث عالم مدیر ہفت روزہ ”الاعتصام“ لاہور، حافظ صلاح الدین یوسف، مولانا منظور نعمانی کے استفتاء کے جواب میں توہین و تکفیر صحابہ نیز دیگر وجوہ کی بناء پر تکفیر شیعہ اثنا عشریہ کا جامع فتویٰ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

استفتاء میں شیعہ اثنا عشریہ کے جو عقائد تفصیل سے خود ان کی مستند کتابوں سے نقل کئے گئے ہیں جن کی رو سے شیعہوں کے نزدیک:-

☆ قرآن کریم محرف ہے اور اس میں ہر قسم کی تبدیلی کی گئی ہے۔

☆ صحابہ کرام (نعموذ باللہ) منافق اور مرتد ہیں، بالخصوص حضرت ابوبکر صدیق (رض) اور حضرت عمر فاروق (رض) شیطان سے بھی زیادہ خبیث اور سب کافروں سے بڑھ کر کافر ہیں۔ اور جہنم میں سب سے زیادہ عذاب بھی انہی کو مل رہا ہے اور ملے گا۔

مختلف صدیوں اور مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے اکابرین امت کے لاتعداد فتویٰ میں سے نقل کردہ علماء و مشائخ اہل سنت کے ان چند فتویٰ سے شیعہ اثنا عشریہ کا انکار امامت و خلافت سیدنا ابوبکر و عمرو عثمان نیز تنقیص و توہین اور تفسیق و تکفیر صحابہ کی بناء پر کافر، مرتد، زندیق اور دائرہ اسلام سے خارج ہونا کسی مزید ثبوت کا محتاج نہیں رہتا۔ وان فی ذلک لعلۃ لاولی الابصار۔

ان کے بارہ امام نبیوں کی طرح نہ صرف معصوم ہیں بلکہ انبیائے سابقین سے افضل ہیں۔ نیز ”امامت“ نبوت سے افضل ہے۔ علاوہ ازیں ائمہ کو کائنات میں تکوینی تعریف کرنے کے اختیارات حاصل ہیں اور عالم ماکان و مایکون ہیں، وغیرہ وغیرہ۔
ان مذکورہ عقائد میں سے ہر ایک عقیدہ کفریہ ہے۔ کوئی ایک عقیدہ بھی ان کی تکفیر کے لئے کافی ہے۔ چہ جائیکہ ان کے عقائد مجموعہ کفریات ہوں۔

بناء بریں مذکورہ عقائد کے حامل شیعہ حضرات کو قطعاً مسلمان نہیں سمجھا جاسکتا۔ اگر وہ مسلمان ہیں تو اس کا مطلب صحابہ کرام (رض) سمیت تمام اہل سنت کی تکفیر ہوگا۔ شیعہ تو صحابہ کرام (رض) اور اہل سنت کے عوام و خواص کے بارے میں یہی رائے رکھتے ہیں کہ وہ مسلمان نہیں ہیں، لیکن کیا اہل سنت کے عوام و خواص کو شیعوں کی اس رائے سے اتفاق ہے؟ اگر نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو پھر ایسے کفریہ عقائد کے حامل شیعوں کو مسلمان سمجھنا بھی کسی لحاظ سے صحیح نہیں۔ اہل سنت اس نکتے کو جتنی جلد سمجھ لیں ان کے حق میں بہتر ہوگا۔ واملینا الا البلاغ۔

حافظ صلاح الدین یوسف

ہفت روزہ ”الاعتصام“ لاہور، 7 جون 1987ء

(مثنیٰ اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ، مطبوعہ لاہور، حصہ اول، ص

165-166، فتویٰ مولانا حافظ صلاح الدین یوسف)۔

28- علامہ مفتی محمد رمضان، مفتی دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور

پاکستان کے ممتاز حنفی بریلوی عالم دین علامہ مفتی محمد رمضان صاحب اہل تشیع کے بارے میں فتویٰ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:-

”جو لوگ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر اور حضرت عثمان کو منافق مانتے ہیں، اور قرآن کریم کو غیر صحیح سمجھتے ہیں اور متعہ کو جائز خیال کرتے ہیں، ایسے لوگوں کو غیر مسلم اقلیت ٹھہرانا ضروری ہے۔ ان کو مسلمان ماننا غلطی ہے۔

احقر العباد محمد رمضان، مفتی دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور۔“

(بحوالہ قاری انظر ندیم، کیا شیعہ مسلمان ہیں؟، مطبوعہ تحریک تحفظ اسلام گلگت، ص

باب پنجم

تقیہ، متعہ، رجعت، بداء

5- تقیہ، متعہ، رجعت، بداء

شیعہ اثنا عشریہ کے مذہب میں تقیہ، متعہ، رجعت، اور بداء کو بھی بڑی اہمیت اور شرعی حیثیت حاصل ہے۔

1- تقیہ

تقیہ کا مطلب ہے غیر شیعوں کے سامنے اپنا اصل عقیدہ ظاہر نہ کرنا۔ اس سلسلے میں شیعہ حدیث کی مقدس ترس کتاب ”الکافی“ میں امام محمد الباقر سے یہ قول منسوب ہے: ”قال ابو جعفر علیہ السلام: التقیة من دینی و دین آبائی ولا ایمان لمن لا تقیة له“۔ (اصول کافی، ص 484، باب التقیة)۔

ترجمہ:- ابو جعفر (امام باقر) علیہ السلام نے فرمایا: تقیہ میرا اور میرے آباؤ اجداد کا دین ہے اور جو تقیہ نہیں کرتا وہ بے ایمان ہے۔

امام خمینی اور دیگر شیعہ فقہاء و محدثین کے نزدیک اس تقیہ کی دو قسمیں ہیں۔
1- تقیہ اضطراری (مجبوری والا تقیہ)

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب جان و مال کا خطرہ ہو تو مجبوراً اپنا اصل عقیدہ چھپانا اور اس کے برخلاف عقیدہ ظاہر کرنا۔

ب- تقیہ مداراتی (خوش اخلاقی والا تقیہ)

جب کسی قسم کا حقیقی خطرہ نہ ہو تب بھی غیر شیعوں بالخصوص اہل سنت کے سامنے اپنے اصل عقائد و اعمال کو چھپانا اور ان کو اپنے مذہب کے قریب لانے کے لئے خود کو ان جیسا ظاہر کرنا۔ مثلاً قرآن و حدیث، امامت اور صحابہ کرام کے بارے میں اپنے اصل شیعہ عقائد کو ظاہر نہ کرنا یا اہل سنت کے ساتھ ان کی طرح ہاتھ باندھ کر باجماعت نماز پڑھنا جبکہ دل میں اسے غلط سمجھنا۔

امام خمینی کی فقہی تصنیف ”تحریر الوسیلہ“ (جلد اول، کتاب الصلوٰۃ) میں ایک عنوان ہے:- ”القول فی مبطلات الصلوٰۃ“

(یعنی ان چیزوں کا بیان جن سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور ٹوٹ جاتی ہے)۔ اس عنوان کے تحت دوسرے نمبر پر یہ مسئلہ رکھا گیا ہے:-

”ثانیہا التكفیر“ وهو وضع احدی البیدین علی الاخری نحو یا یصنعه

تاریخ کا فیصلہ کر دیا تو شیعہ حجاج کو ان کی بیروی کرنی چاہئے، اور اس روز جب تمام مسلمان عرقت جاتے ہیں وہ بھی جائیں اور ان کا حج صحیح ہوگا۔

2- نماز جماعت کے شروع ہونے کے وقت مسجد الحرام یا مسجد المدینہ سے باہر لکنا جائز نہیں ہے، اور شیعوں پر واجب ہے کہ ان کے ساتھ نماز جماعت ادا کریں۔

3- اہل سنت کی جماعت میں شرکت کے لئے اگر کوئی شخص تقیہ کی خاطر ان کی طرح وضو کرے اور ہاتھ باندھ کر نماز پڑھے اور پیشانی کو زمین پر لگائے تو اس کی نماز صحیح ہے اور پھر سے پڑھنا ضروری نہیں۔

4- مسجد الحرام اور مسجد نبوی میں ہر نماز رکھنا اور اس پر سجدہ کرنا حرام ہے اور نماز میں خرابی پیدا ہوتی ہے۔

5- "اشھد ان علیا ولی اللہ" کا کتنا اذان و اقامت کا جزو نہیں، اور ایسی جگہ پر جہاں تقیہ کے خلاف ہو اس کا کتنا حرام ہے اور نہیں کتنا چاہئے۔"

(فتویٰ امام خمینی بتاریخ 28 شوال 1399 ہجری قمری بحوالہ مقالہ ڈاکٹری آزار شیرازی، اتحاد اسلامی، مطبوعہ مجلہ "فجر" اسلام آباد، شمارہ نمبر 18، ربیع الاول 1405ھ، ص 28-29، رابری فرہنگی جمہوری اسلامی ایران)۔

اسی تقیہ مداراتی کی بنا پر امام خمینی نے حج کے علاوہ بھی اہل تشیع کو دنیا بھر میں اہل سنت کی ہنگامہ نماز جماعت میں شرکت کی اجازت دی۔ اس سلسلے میں سفارت ایران، دہلی نے ایک سوال کے جواب کے لئے دفتر امام خمینی سے فتویٰ طلب کیا۔

"سفارت جمہوری اسلامی ایران در دہلی نو (ہندوستان) سوالی را بشرح زیر مطرح و از دفتر حضرت امام استفتاء نموده است:-

سوال۔ در غیر موارد حج شیعیان می توانند بہ امام اہل تسنن اقتداء نمایند یا خیر؟

جواب۔ سمعہ تعالیٰ۔۔۔ می توانند۔

سوال۔ حج کے موقع کے علاوہ شیعہ افراد اہل تسنن سے تعلق رکھنے والے امام کی اقتداء (امام کے پیچھے نماز پڑھنا) کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب۔ سمعہ تعالیٰ۔۔۔ کر سکتے ہیں۔

مہر اور دستخط: (سید روح اللہ موسوی الخمینی)۔

غیرنا۔ ولا بأس بہ حال التقیہ۔"

(روح اللہ الخمینی، تحریر الوسیلۃ، جلد اول، ص 188، طبع ایران)۔

ترجمہ: دوسرا عمل جو نماز کو باطل کر دیتا ہے وہ نماز میں ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھنا ہے جس طرح ہم شیعوں کے علاوہ دوسرے لوگ کرتے ہیں، البتہ تقیہ کی حالت میں اس میں کوئی حرج نہیں۔ (یعنی نماز نہیں ٹوٹے گی اور دوبارہ نہیں پڑھنا پڑے گی)۔

اسی سلسلے میں نمبر 9 پر تحریر فرمایا ہے:

"تاسمعہا تعمد قول آمین بعد اتمام الفاتحۃ الا مع التقیۃ فلا بأس

بہ۔"

(تحریر الوسیلۃ، جلد اول، ص 190)۔

ترجمہ: اور نویں چیز جس سے نماز باطل ہو جاتی ہے وہ ہے سورہ فاتحہ مکمل کرنے کے بعد بلا ارادہ آمین کہنا۔ البتہ تقیہ کے طور پر کہنے میں کوئی حرج نہیں۔

اسی تقیہ مداراتی کی بنا پر امام خمینی نے انقلاب ایران کے بعد 28 شوال 1399ھ/1979ء میں حج سے پہلے ایرانی حاجیوں کے لئے جو فتوے جاری فرمائے ان میں اہل سنت کے ساتھ حرمین شریفین میں تقیہ کے طور پر بلجماعت نماز ہنگامہ و جمعہ و عیدین میں شرکت اور اہل سنت کی طرح وضو میں دونوں پاؤں دھو کر ان کی طرح ہاتھ باندھ کر (بغیر قوت و رفع یدین بھی) نماز پڑھنے کو درست قرار دیا اور اس کا حکم دیا، تاکہ تقیہ سے عواقبیت کی وجہ سے اہل سنت عبادات میں شیعوں کو اپنے جیسا سمجھیں اور ان کے مذہب کو اسلامی سمجھ کر اس کی طرف مائل ہوں۔ نیز سنی عقیدہ اور شیعہ مذہب کے اصل فرق کو نہ سمجھ پائیں۔

اسی طرح امام خمینی نے حج کے علاوہ بھی دنیا بھر میں بسنے والے شیعوں کو اہل سنت کے ساتھ تقیہ مداراتی کی بنا پر نماز ہنگامہ و جمعہ وغیرہ کی ادائیگی کی اجازت دی اور اسے درست قرار دیا۔

اہل سنت کے ساتھ تقیہ مداراتی کی بنا پر امام خمینی کی جانب سے حج و نماز کے فتوے 28 شوال 1399ھ (1979ء) کو جاری کئے گئے۔

"1- اگر اہل سنت علماء کے نزدیک ذی الحج کی پہلی تاریخ ثابت ہوئی اور انہوں نے پہلی

2- "عن زرارة عن ابي جعفر عليه السلام قال: التقية في كل ضرورة وصاحبها اعلم بها حين تنزل به۔ (اصول الكافي، باب التقية ص 484)۔
ترجمہ: زراره نے ابو جعفر (امام باقر) علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: تقیہ ہر ضرورت میں جائز ہے اور ہر ضرورت منداپنے بارے میں بہتر جانتا ہے کہ کب اسے تقیہ کی ضرورت پیش آتی ہے۔
تقیہ کی انتہائی اہمیت کے سلسلے میں امام جعفر الصلوٰۃ سے منقول ہے:

3- "عن حبيب بن بشر: قال ابو عبد الله عليه السلام: سمعت ابي يقول: لا والله ما على وجه الارض شئ احب الى من التقية۔ يا حبيب انه من كانت له تقية رفعه الله۔ يا حبيب! من لم تكن له تقية وضعه الله۔" (اصول الكافي، باب التقية، ص 483)۔

ترجمہ: حبيب بن بشر سے روایت ہے کہ ابو عبد اللہ علیہ السلام (امام جعفر) نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد (امام باقر) کو فرماتے سنا ہے کہ روئے زمین پر مجھے تقیہ سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں۔ اے حبيب جو تقیہ کرتا ہے، اللہ اس کا مقام بلند فرماتا ہے۔ اے حبيب جو تقیہ نہیں کرتا اس کو اللہ ذلیل کر دیتا ہے۔
بعض اوقات ائمہ شیعہ تقیہ کرتے ہوئے حرام کو حلال بھی ٹھہرا دیتے ہیں۔

4- "عن ابان بن تغلب قال: سمعت ابا عبد الله عليه السلام يقول: كان ابي عليه السلام يفتي في زمن بنى امية عما قتله البازي والصقر فهو حلال، وكان يتقيهم، وانا لا اتقيهم، وهو حرام ما قتل۔" (فروع الكافي، جلد ثانی، جزء ثانی، ص 8)۔

ترجمہ: ابان بن تغلب سے روایت ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ (امام جعفر) علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ میرے والد (امام باقر) علیہ السلام بنو امیہ کے زمانے میں اس شکار کے حلال ہونے کا فتویٰ دیتے تھے جسے باز اور عقاب نے مارا ہو، اور وہ ان کے دور میں تقیہ کرتے تھے، مگر میں اس معاملے میں تقیہ نہیں کرتا، پس اس طرح مارا گیا شکار حرام ہے۔

کتمان (عقیدہ پوشیدہ رکھنا) کے سلسلے میں امام محمد الباقر اپنے شیطن خاص سے فرماتے ہیں:-

(جملہ "وحدت اسلامی" راولپنڈی اسلام آباد، شمارہ 11، جلد 1، ماہ محرم الحرام 1404ھ، ص 18) کے از مطبوعات سفارت جمہوری اسلامی ایران در پاکستان۔
اہل سنت کی معلومات کے لئے یہ بات بھی واضح رہے کہ فتویٰ میں بطور تقیہ صرف اہل سنت کی طرح وضو نیز نماز میں ہاتھ باندھنے اور پیشانی کو زمین پر لگانے کا ذکر ہے جبکہ شیعہ اثنا عشریہ جعفریہ ہر نماز کی دوسری رکعت میں دونوں ہاتھ اٹھا کر رکوع سے پہلے دعائے قنوت بھی پڑھتے ہیں اور تکبیر اولی کے علاوہ بقیہ تمام تکبیرات پر بھی رفع یدین کرتے ہیں اور آخر میں دائیں بائیں سلام نہیں پھیرتے، مگر ان چیزوں کا اس فتویٰ میں ذکر نہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ فقہ جعفری کی رو سے قنوت اور رفع یدین مستحب (پسندیدہ) ہیں واجب و لازم نہیں۔ لہذا انہیں ترک کرنے سے بھی نماز ادا ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ نماز ختم ہونے کے بعد اگر شیعہ نمازی دونوں طرف سلام پھیر لے تو اس سے بھی نماز میں فرق نہیں پڑتا۔ نیز قنوت بغیر ہاتھ اٹھائے مختصراً دل میں پڑھنے کی بھی گنجائش ہے، مثلاً ایک دفعہ سبحان اللہ کہہ دینا بھی کافی ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو امام خمینی کی توضیح المسائل احکام الصلاۃ) شیعہ اثنا عشریہ کی کتب حدیث میں سے معتبر ترین کتاب "الکافی" میں "باب التقية" اور "باب الکتمان" (بحوالہ اصول کافی) میں ائمہ شیعہ (امام باقر و جعفر الصلوٰۃ وغیرہ) سے بہت سے ایسے اقوال مروی ہیں جن میں شیعوں کو تقیہ (یعنی اپنے شیعہ عقیدہ کے برخلاف عقیدہ و عمل ظاہر کرنا) اور کتمان (اصل عقیدہ چھپانا) کی تلقین کی گئی ہے۔ ان میں سے چند روایات بطور مثال درج ذیل ہیں:-

1- "عن ابي عمير الاعجمي قال: قال لي ابو عبد الله عليه السلام: يا ابا عمير تسعة اعشار الدين في التقية ولادين لمن لا تقية له۔" (اصول الكافي، باب التقية، ص 486، طبع لکھنؤ)۔

ترجمہ: ابی عمیر اعجمی سے روایت ہے کہ ابو عبد اللہ (امام جعفر الصلوٰۃ) نے مجھ سے فرمایا اے ابو عمیر! دین کے دس حصوں میں سے نو حصے تقیہ ہے اور جو تقیہ نہیں کرتا، وہ بے دین ہے۔

تقیہ کی اجازت صرف جان و مال کے تحفظ یا شدید مجبوری کی حالت میں نہیں بلکہ ہر شیعہ اپنی جس مصلحت و ضرورت میں ضروری سمجھے تقیہ کر سکتا ہے۔

الاطاعت) امامت کا مسئلہ چھپا کر درحقیقت کتمان سے کام لیا، اور یہ فرما کر کہ ہم میں سے کوئی مفترض الطاعہ امام نہیں، تقیہ سے کام لیا یعنی اپنے عقیدے کے خلاف ظاہر کیا۔ حالانکہ مدینہ منورہ میں مقیم امام کو کونہ سے آنے والے شیعہ زیدیہ سے تعلق رکھنے والے پردیسیوں سے جان و مال کا کوئی خطرہ نہ تھا، مگر چونکہ وہ ان کے اور ان کے والد محمد الباقر کے برعکس ان کے چچا امام زید شہید کی امامت کا عقیدہ رکھتے تھے، لہذا ان سے اصل بات چھپائی گئی۔

امام جعفر الصادق کے مرید خاص اور راوی سلیمان بن خالد سے روایت ہے:

”قال ابو عبد الله عليه السلام: يا سليمان انكم على دين من كنتم اعزّه الله ومن اذا عه اذله الله۔“ (اصول الکافی، باب الکتمان، ص 485)۔

ترجمہ: ابو عبد اللہ (امام جعفر) علیہ السلام نے فرمایا: اے سلیمان! تم لوگ ایک ایسے دین پر قائم ہو کہ جو اسے چھپا کر رکھے گا، اللہ اسے عزت بخشے گا اور جو اس کا اعلان کرے گا اللہ اسے ذلیل فرمائے گا۔

مفسر ایران ڈاکٹر علی شریعتی ”تقیہ مداراتی“ کی ”تقیہ وحدت“ کے نام سے تشریح کرتے ہوئے نماز اہل سنت میں شرکت کو اس کی مثال قرار دیتے ہیں:-

”تقیہ وحدت۔ تقیہ شیعہ در جامعہ بزرگ اسلامی اس است کہ شیعہ باہراز موارد اختلاف باعث تفرقہ در وحدت اسلامی نشود۔ پس تقیہ پوششی است کہ شیعہ عقائد خودش را حفظ می کند، امانہ عقلی کہ باعث تفرقہ و ایجاد پر آندگی و خصومت در متن جامعہ اسلامی بشود۔ برای ہمیں است کہ می گویند بہ مکہ کہ می روید باید با آنها نماز بخوانید۔ الان ہم علما بزرگ ما توصیه می کنند، پشت سر امام جماعت مکہ و مدینہ نماز بخوانید۔“ (دکتر علی شریعتی، تشیع علوی و تشیع صفوی، ص 215)۔

ترجمہ: وسیع تر اسلامی معاشرہ میں شیعہ کے تقیہ سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے اختلافی نقاط کو نمایاں کر کے اتحاد اسلامی میں تفرقہ اندازی کا باعث نہ بنیں۔ پس تقیہ ایک ایسا بلوہ ہے جس میں شیعہ اپنے عقائد کو محفوظ رکھتا ہے، مگر اس انداز سے نہیں کہ وہ اسلامی معاشرہ کے اندر تفرقہ و انتشار انگیزی اور دشمنی کا باعث بنے۔ اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ جب تم لوگ مکہ جاؤ تو چاہئے کہ ان لوگوں (اہل سنت) کے ساتھ نماز پڑھو۔ اب ہمارے بڑے بڑے علماء بھی ہمیں اسی بات کی تلقین فرماتے ہیں کہ مکہ و مدینہ کے امام جماعت کے پیچھے نماز پڑھو۔

5۔ ”ان احب اصحابی الی اور عہم وافقہم واکتمہم لحدیثنا۔“ (اصول الکافی، باب الکتمان، ص 486)۔

ترجمہ: مجھے اپنے ساتھیوں میں سے سب سے زیادہ وہ محبوب ہے جو ان میں سے سب سے زیادہ پرہیزگار، دین کی سب سے زیادہ سمجھ بوجھ رکھنے والا اور ہماری حدیث کو سب سے زیادہ پوشیدہ رکھنے والا ہو۔

امام جعفر الصادق کے بارے میں اثنا عشری روایت ہے کہ انہوں نے شیعہ زیدیہ میں سے دو آدمیوں کے سامنے تقیہ و کتمان سے کام لیا۔ کیونکہ زیدیہ، اثنا عشریہ کے برعکس امام محمد الباقر و جعفر الصادق کا بحیثیت آل علی و فاطمہ احترام کرنے کے بلوجود انہیں واجب الطاعت امام منصوص نہیں مانتے۔

6۔ ”عن سعید السمان قال: کنت عند ابی عبد الله عليه السلام اذا دخل علیہ رجلان من الزیدیة فقالا لہ: أ فیکم امام مفترض الطاعة؟ قال: فقال لا۔ قال فقالا لہ: قد اخبرنا عنک الثقات انک تفتی و تقر و تقول بہ و نسیمہم لک، فلان و فلان و ہم اصحاب ورع و تشمیر و ہم ممن لا یکذب، فغضب ابو عبد الله و قال: ما امرتہم بهذا۔“ (اصول الکافی، باب الکتمان، ص 142)۔

ترجمہ: سعید سمان سے روایت ہے کہ میں ابو عبد اللہ (امام جعفر) علیہ السلام کے پاس تھا کہ شیعہ فرقہ زیدیہ سے تعلق رکھنے والے دو مرد آپ کے پاس آئے اور آپ سے کہنے لگے کہ کیا آپ میں سے کوئی ایسا امام ہے جس کی اطاعت اللہ کی طرف سے فرض قرار دی گئی ہو۔ راوی نے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: نہیں۔ مگر ان دونوں نے آپ سے کہا کہ ہمیں آپ کے بارے میں آپ کے قابل اعتماد لوگوں نے خبر دی ہے کہ آپ یہ بات فرماتے ہیں، اس کا اقرار کرتے ہیں اور اسی بات کا فتویٰ دیتے ہیں۔ ہم آپ کے سامنے ان لوگوں کے نام لیتے ہیں جنہوں نے یہ بات کہی ہے، وہ فلاں فلاں ہیں اور وہ بڑے معتبر و پرہیزگار لوگ ہیں، جو جھوٹی بات نہیں کہتے۔ اس پر ابو عبد اللہ غصے میں آگئے اور فرمانے لگے، میں نے تو انہیں علی الاعلان یہ بات کہنے کا حکم نہیں دیا تھا۔

امام جعفر سے منسوب اس قول کے مطابق امام نے اپنی مفترض الطاعہ (واجب

نام علوی تشیع ہے اور صفوی بادشاہوں نے ملوکیت کی اطاعت اور نوحہ و ماتم و مختلف رسومات پر مبنی جس روایتی مذہب کو اپنے زیر سایہ فروغ دیا وہ درباری شیعیت یعنی ”صفوی تشیع“ ہے، اگرچہ اعتقادی لحاظ سے دونوں ایک ہی ہیں۔

جلیل القدر ایرانی عالم حضرت آیت اللہ فاضل لنگرانی تین قسم کے شیعہ تقیہ (تقیہ خونی، تقیہ کتمانی و تقیہ مداراتی) کا ذکر فرمانے کے بعد اہل سنت کے ساتھ تقیہ کرنے کو تقیہ مداراتی قرار دیتے ہیں۔ ان کے طویل کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ تقیہ مداراتی کا مقصد حسن معاشرت و مدارات و حصول محبت و اتحاد بین المسلمین ہے۔ اور دوسری طرف مذہب برحق شیعہ کو اہل سنت کی نماز باجماعت وغیرہ میں شریک ہو کر علیحدگی پسندی کی شرم و خواری اور مذمت سے بچانا ہے، تاکہ شیعہ، مسلمانوں کی صفوں سے جدا نہ نظر آئیں اور ان کے اندر گھس کر خطرات سے بچے رہیں۔ اس قسم کے تقیہ مداراتی کی ترغیب و تحریص ائمہ شیعہ نے اپنے پیروکاروں کو دی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

”اس قسم از تقیہ مورد تاکید ائمہ مطہرین السلام قرار گرفته و با تحریص و ترغیب پیروان خویش را بہ رعایت آل روادار نموده اند۔ در اینجا بہ نقل چند روایت در این زمینه می پردازیم۔“

(تقیہ مداراتی زمینہ ساز وحدت اسلامی، تصنیف آیت اللہ فاضل لنگرانی، حوزہ ملیہ قم، طبع اول، تابستان 1365، تیراژ، ناشر، گروہ ارشاد حجاج ایرانی امریہ معروف، ص 17)۔
ترجمہ: اس قسم کے تقیہ کی ائمہ مطہرین السلام نے تاکید فرمائی ہے اور اپنے پیروکاروں کو اس قسم کے تقیہ کو ملحوظ رکھنے کے سلسلے میں ترغیب و تحریص فرمائی ہے۔ یہاں ہم اس سلسلے میں چند روایتیں نقل کر رہے ہیں۔

۱۔ روایت صحیحہ هشام بن الحکم قال سمعت ابا عبد اللہ (ع) یقول: ایاکم ان تعملوا عملا نعیر به فان ولد السوء یعیر والدہ بعملہ۔ کونوا لمن انقطعتم الیہ زینا۔ ولا تکنوا علینا شینا۔ صلوا فی عشا نرہم وعودوا مرضاہم۔ و اشہدوا جنازہم۔ ولا یسبقونکم الی شئی من الخیر فانتم اولی بہ منہم۔ واللہ ما عبد اللہ بشئی احب الیہ من الخباء۔ قلت و ما الخباء قال: التقیہ۔ (وسائل الشیعہ، ابواب الامرو النہی، باب 26 ح 2)

”تقیہ مبارزت“ کی تشریح کرتے ہوئے علی شریعتی فرماتے ہیں:-

”تقیہ مبارزہ“ عبارت است از رعایت شرائط خاص مبارزہ مخفی برائے حفظ ایمان نہ حفظ مومن، یعنی کار فکری و مبارزہ اجتماعی و سیاسی کردن شیعہ، اما حرف نزدن و تقاضا نکردن، و ازلو رفتن در برابر دستگاہ خلافت تقیہ کردن، و خلاصہ مفت باخفتن و بی محبت حکیمات و قدرت خود و جان خود را خطر یتکندن، پس تقیہ امنیت در برابر خلافت است بخاطر حفظ نیرو و امکان ادا مہ مبارزہ و آسیب ناپذیری در برابر دشمن۔ (زندگی ائمہ نمونہ اش در رژیم ہای اموی و عباسی)۔ (دکتر علی شریعتی، تشیع علوی و تشیع صفوی، ص 215)۔

ترجمہ: تقیہ مبارزت تحفظ مومن کے بجائے ایمان کے تحفظ کے لئے پوشیدہ جدوجہد کی خاص شرائط کو ملحوظ رکھنے سے عبارت ہے۔ یعنی شیعوں کا فکری سطح پر کام کرنا اور معاشرتی و سیاسی سطح پر جدوجہد کرنا، مگر زبان سے ایک حرف نہ نکالنا اور ظاہر نہ کرنا، اور دستگاہ خلافت کے مقابل کنارہ کشی کرتے ہوئے تقیہ کرنا۔ مختصر یہ کہ خواہ خواہ شکستہ نہ ہونا اور بلا مقصد اپنے اداروں، اپنی جان اور قوت کو خطرہ میں نہ ڈالنا۔ پس تقیہ امنیت، خلافت کے مقابلے میں ہوتا ہے تاکہ طاقت محفوظ رہے اور جدوجہد کے تسلسل کا امکان رہے اور دشمن کے مقابلے میں مصیبت میں مبتلا نہ ہوں۔ (اموی اور عباسی حکومتوں کے دور میں ائمہ کی زندگی اس تقیہ کی مثال ہے)۔

علی شریعتی مزید فرماتے ہیں:-

”در تشیع علوی، تقیہ یک ”تاکتیک عملی است و بستہ بہ شرایط و اوضاع“ و از این رو بہ تشخیص رہبر گاہ ممنوع می شود و حتی حرام۔“

دور تشیع صفوی، تقیہ یک اصل اعتقادی است و ثابت و لازمہ شیعہ بودن۔“ (علی شریعتی، تشیع علوی و تشیع صفوی، ص 216)۔

ترجمہ: علوی تشیع میں تقیہ شرائط و حالات کی مناسبت سے ایک عملی تکنیک کا نام ہے۔ اس لحاظ سے رہنمائی کی تشخیص کے حوالے سے کبھی ممنوع، حتیٰ کہ بعض اوقات حرام بھی قرار پاتا ہے، جبکہ صفوی تشیع میں تقیہ ایک اعتقادی بنیاد کا نام ہے، اور شیعہ رہنے کے لئے لازم و ثابت ہے۔

ڈاکٹر علی شریعتی کے نزدیک حضرت علی سے منسوب خالص اور انقلابی تصور شیعیت کا

بحوالہ تقیہ مداراتی، ص 17-18۔

ترجمہ: ہشام بن حکم کی صحیح روایت میں آیا ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ (امام جعفر علیہ السلام) کو فرماتے سنا کہ خبردار کوئی ایسا عمل نہ کرنا جس کی وجہ سے ہمیں عار دلائی جائے، کیونکہ بری اولاد ہی اپنے والد کو اپنے عمل کے ذریعے رسوا کرتی ہے۔
تم سب سے قطع تعلق کر کے جس کے پیروکار بنے ہو اس کے لئے باعث زینت بنو اور ہم لوگوں کے لئے باعث مذمت نہ بنو۔ ان (غیر شیعوں) کی جماعت کے ساتھ نماز پڑھا کرو، ان کے مریضوں کی تیمارداری کیا کرو اور ان کے جنازوں میں حاضری دیا کرو، اور وہ (اہل سنت) خیر کی کسی چیز میں تم سے آگے نہ بڑھنے پائیں کیونکہ تم اس کے ان سے زیادہ حق دار ہو۔ خدا کی قسم اللہ کو اپنی عبادت کے سلسلے میں سے سب سے زیادہ جو چیز پسند ہے وہ خباء (پوشیدگی) کے ساتھ عبادت ہے۔ میں نے عرض کیا ”خباء“ سے کیا مراد ہے آپ نے فرمایا: تقیہ۔

2- روایت صحیحہ حماد بن عثمان از امام صادق علیہ السلام است

کہ فرمود:

”من صلی معہم فی الصف الاول کان کمن صلی خلف رسول اللہ (ص)

فی الصف الاول“۔

(وسائل الشیعة، ابواب صلوۃ الجماعة، باب 5، ح 1، بحوالہ تقیہ

مداراتی، ص 19)۔

ترجمہ: حماد بن عثمان نے امام صادق علیہ السلام سے صحیح روایت بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا جس نے ان (اہل سنت) کے ساتھ پہلی صف میں نماز پڑھی تو وہ اس شخص کی مانند ہے جس نے رسول اللہ (ص) کے پیچھے صف اول میں نماز پڑھی ہو۔

4- روایت صحیحہ علی بن جعفر از برادرش موسیٰ بن جعفر۔

علیہما السلام۔ کہ فرمود: صلی حسن و حسین خلف مروان و نحن نصلی

معہم۔

(وسائل الشیعة، ابواب صلوۃ الجماعة، باب 5، ج 2 بحوالہ تقیہ مداراتی

ص 20-19)

ترجمہ: علی بن جعفر اپنے بھائی موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے صحیح روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

حسن و حسین نے مروان کے پیچھے نماز ادا کی اور ہم بھی ان لوگوں کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔

آیت اللہ لنگرانی اس پر تبصرہ فرماتے ہیں کہ:

”پیدا است کہ حسین علیہما السلام، پیچگونہ خونی از مروان نہ اشتد۔ و از ظاہر روایت ہم چنین استفادہ می شود کہ آل دو بزرگوار یاس نماز اکتفاء نمودہ و در مقام اعادہ آل بر نمی آمدند۔ و همچنین در ہمیں رابطہ باید عمل امیر المومنین علیہ السلام را مورد نظر قرار داد، زیرا کہ آل وجود مقدس در جماعت مسلمین شرکت می نمودند در حالیکہ نمی توان فشا آل را خوف قرار داد۔ و ظاہر آل است کہ امیر المومنین نمازی را کہ باز آئیں انجام می داد تکرار نمی کرد، بلکہ بھل نماز اکتفاء می فرمود“۔ (تقیہ مداراتی، ص 20)

ترجمہ: ظاہر ہے کہ حسین علیہما السلام کو اس وقت مروان سے کسی قسم کا خوف و خطر نہیں تھا، اور اس روایت سے استفادہ کرتے ہوئے بظاہر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں بزرگوں نے اسی نماز پر اکتفاء فرمایا اور اس نماز کو لوٹاتے ہوئے دوبارہ نہیں پڑھا۔

اور اسی طرح اس سلسلے میں امیر المومنین علیہ السلام کے عمل کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے کہ وہ مقدس ہستی مسلمانوں کی نماز باجماعت میں شریک ہوتی تھی جبکہ اس کا سبب خوف کو قرار نہیں دیا جاسکتا اور یہ بات ظاہر ہے کہ امیر المومنین اس نماز کو جو وہ ان (صحابہ) کے ساتھ پڑھتے تھے، دہراتے نہیں تھے بلکہ اسی نماز پر اکتفا فرماتے تھے۔

فاضل لنگرانی مزید فرماتے ہیں:-

”از برخی روایات استفادہ می شود کہ تقیہ مداراتی حتی در برابر ناسین ہم جریان دارد، و آن روایت زرارہ از امام باقر (ع) است کہ فرمود:-

لا بأس بأن تصلی خلف الناصب ولا تفرء خلفہ فیما یجہر فیہ فان

قرانتہ یجزیک“۔

(وسائل الشیعة، ابواب صلوۃ الجماعة، باب 36، ح 5، بحوالہ تقیہ

مداراتی، ص 21)۔

میں نے عرض کیا کہ کیا سلام کا جواب دینا واجب نہیں۔ اس نے جواب دیا: بالکل ہے، مگر مسلمان کے سلام کا جواب دینا لازم ہے اور تم شیعہ لوگ مسلمان نہیں ہو۔
کیا اس قسم کی ناروا تہمتوں اور جھوٹی باتوں کی موجودگی میں جو دل کی گہرائیوں تک کاری زخم لگاتی ہیں، تقیہ مداراتی سے استفادہ کے علاوہ ہمارے لئے کوئی راستہ ہے؟
اس کے بعد فاضل لنگرانی فوائد تقیہ بیان فرماتے ہیں:-

”ہائیں تقیہ است کہ می توانیم در راه تحقق وحدت مسلمین جہان گامی مؤثر برداشتہ و راحی را باز بنمائیم

ہائیں تقیہ است کہ می توانیم حفظ اصالت مذہب حق را نمودہ و شیعہ را بہ عنوان یکی از گروہ ہای مسلمین و فرق مختلف آئین معرفی نمائیم۔

ہائیں تقیہ است کہ می توانیم با افراد مسلحاً آشنا شدہ و در نماز ہای جماعت آحاد داخل شدہ و طرح الفت و دوستی با آئین را بختہ و کم کم حقانیت مذہب حق را برای آخا روشن سازیم۔

ہائیں تقیہ است کہ در زمان حاضر میتوانیم باحیث انقلاب اسلامی ایران را برای آخا بازگو نمائیم۔

ہائیں تقیہ است کہ می توانیم امام بزرگوار و رہبر عظیم الشان انقلاب را بعنوان تماز عیم و رہبر مسلحانہای جہان معرفی کنیم۔

ہائیں تقیہ است کہ می توانیم جہاں را از خواب غفلت بیدار کردہ و در راہ مقابلہ با قدرت ہای حاکم بر آئین کہ در حقیقت ابرار قدر تہای ضد اسلامی مستند برای آخا بگشائیم۔

ہائیں تقیہ است کہ می توانیم در مقابل استعمار حاکم بر جہاں قیام نمودہ و دست آزا تدریجاً کوتاہ کنیم۔

و بالاخرہ ہائیں تقیہ است کہ می توانیم زمینہ را برای ظہور حضرت بقیۃ اللہ (ع) آمادہ نمودہ و مردم را تشہ و جود و تجوش قرار دہیم۔

(فاضل لنگرانی، تقیہ مداراتی، ص 24-25)۔

ترجمہ: یہی وہ تقیہ ہے جس کے ذریعے ہم دنیا بھر کے مسلمانوں کے اتھار کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مؤثر پیش قدمی کر سکتے ہیں اور دوبارہ قیادت کر سکتے ہیں۔

ترجمہ: روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تقیہ مداراتی نامسین (دشمن آل علی) کے مقابلے میں بھی درست ہے، اور زرارہ کی امام باقر (ع) سے وہ روایت موجود ہے کہ آپ نے فرمایا: نامسینی کے پیچھے تیرے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور جب وہ اونچی آواز میں قرائت نماز کر رہا ہو تو اس کے پیچھے تیرے قرائت نہ کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ اس کی قرائت تیری طرف سے بھی کافی ہے۔

آیت اللہ فاضل لنگرانی تقیہ مداراتی کی ضرورت و اہمیت یوں بیان فرماتے ہیں:-

”بر روحانیون محترم کاروان ہا است کہ کلاماً مردم را توجیہ و ہائیں نوع از تقیہ یعنی تقیہ مداراتی آشنا سازند و مگذازند مبلغین سوء و نوشتار ہای مسومی کہ بویرہ در ایام حج بہ تیز خود راستوجہ شیعہ امامیہ کردہ، دبا برداشٹهای سوء از ایں قبیل از جہاں مسلمین جہاں در رابطہ با پیروان اہل بیت علیہم السلام آلودہ نمودہ، و حتی ایٹان را از صفوف مسلمین خارج کنند، و شیعہ را بعنوان یک گروہ غیر اسلامی معرفی نمایند۔ ایں ہا افسانہ نیست بلکہ حقیقت است۔ یکی از دوستان ایرانی گفت در اتوبوس شہری مکہ در کنار یک مرد سعودی قرار گر فتم، بلو سلام کردم جوابی شنیدم، اعتراض کردم کہ مگر جواب سلام واجب نیست؟ جواب داد: آری لیکن جواب سلام مسلمان لازم است و شامشیان مسلمان نیستند۔

آیا در برابر ایں تحمت ہای ناروا و ایں دروغهای کہ تا اعماق قلب را جریحہ داری نماید، راحی جز استفادہ از تقیہ مداراتی داریم؟“۔ (ص تقیہ مداراتی، ص 24)۔

ترجمہ: قافلہ ہائے حج کے محترم روحانی پیشواؤں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کو تقیہ کی اس قسم یعنی تقیہ مداراتی سے واقف کرائیں، اور ان مبلغین سوء اور زہر آلود تحریریں لکھنے والوں کو جو ایام حج میں اپنے تیز دانتوں کا رخ شیعہ امامیہ کی طرف پھیر لیتے ہیں، یہ موقع فراہم نہ کریں کہ اس قسم کے برے پروپیگنڈہ کے ذریعے دنیا بھر کے مسلمانوں کو اہل بیت علیہم السلام کے پیروکاروں کے ساتھ رابطہ سے باز رکھنے میں کامیاب ہوں۔ حتی کہ ان کو مسلمانوں کی صفوں سے خارج قرار دیں اور شیعوں کی پہچان ایک غیر اسلامی فرقہ کی حیثیت سے کرائیں۔

یہ سب باتیں افسانہ نہیں بلکہ حقیقت ہیں۔ ایک ایرانی دوست نے بتایا کہ میں مکہ شہر میں ایک اتوبس میں ایک سعودی کے ساتھ بیٹھا۔ میں نے اسے سلام کیا مگر جواب نہ ملا۔

شیعہ عقیدہ کے مطابق مذکورہ صلوٰۃ و سلام میں آل محمد بھی انبیاء کی طرح معصومین میں شامل ہے اور محمد و آل محمد پر صلوٰۃ و سلام سے صحابہ کرام خارج ہیں۔ شیعہ اثنا عشریہ کے عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ کی تشریح کے مطابق ”تقیہ مداراتی“ کی وضاحت پر مشتمل اس کتابچہ کی ابتداء میں درج اس لعنت بردشمن محمد و آل محمد کی زد میں معاذ اللہ ننانوے فیصد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دنیا بھر میں چودہ صدیوں سے پھیلی ہوئی امت مسلمہ کے نوے فیصد سے زائد افراد پر مشتمل اہل سنت والجماعت نیز شیعہ امامیہ کے اقلیتی فرقے کے علاوہ تمام دیگر شیعہ و غیر شیعہ مسلم اقلیتی فرقے بھی آجاتے ہیں، جو سب کے سب اثنا عشریہ کے بارہ اماموں کی امامت منصوصہ و معصومہ، افضل من النبوة کا انکار کرنے کی وجہ سے اثنا عشریہ کے نزدیک دشمنانِ ائمہ قرار پاتے ہیں۔ اور چونکہ یہ مقدس ہستیاں اور ان کے ماننے والی غالب سنی اکثریت اس ظالمانہ سلوک کی خدا کے ہاں مستحق نہیں، لہذا یقیناً یہ لعنت ایسا تقیہ ایجاد کرنے اور اسے غلط طور پر ائمہ سے منسوب کرنے والے اہل تشیع پر ہی لوٹ آتی ہے۔ فاعتر وایا اولی الابصار

ان چند حوالوں سے شیعہ اثنا عشریہ کے ہاں ”تقیہ“ کی جو شرعی حیثیت و عملی صورت حال سامنے آتی ہے اس کے بعد اہل اسلام خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ انفرادی و اجتماعی سطح پر شیعہ کس نقطہ نظر اور طرز فکر کے حامل ہیں اور ان کے نعرہ اتحاد بین المسلمین کی حقیقت کیا ہے۔

یہی وہ تقیہ ہے کہ جس کے ذریعے ہم مذہب برحق کو اصلی حالت میں محفوظ رکھ سکتے ہیں اور شیعوں کو مسلمانوں کے ایک گروہ اور ان کے مختلف فرقوں میں سے ایک فرقہ کے طور پر متعارف کرا سکتے ہیں۔

یہی وہ تقیہ ہے جس کے ذریعے ہم مسلمان افراد سے متعارف ہو سکتے ہیں، ان کی پوجات نمازوں میں داخل ہو کر ان کے ساتھ دوستی اور الفت کی بنیاد رکھ سکتے ہیں اور کم از کم اپنے برحق مسلک کی حقانیت کو ان پر واضح کر سکتے ہیں۔

یہی وہ تقیہ ہے کہ جس کے ذریعے ہم موجودہ زمانہ میں ایران کے اسلامی انقلاب کی مہمیت کو ان تک پہنچانے کے لئے ترجیحی کر سکتے ہیں۔

یہی وہ تقیہ ہے کہ جس کے ذریعے ہم اپنے امام بزرگوار اور انقلاب کے عظیم الشان رہنما کو مسلمان عالم کے واحد و تنها قائد و رہنما کے طور پر متعارف کرا سکتے ہیں۔

یہی وہ تقیہ ہے کہ جس کے ذریعے ہم دنیا کو خواب غفلت سے بیدار کر سکتے ہیں اور ان پر حکومت کرنے والی قوتوں سے مقابلے کی راہیں وا کر سکتے ہیں جو درحقیقت مخالف اسلام طاقتوں کی علامت اور ایجنٹ ہیں۔

یہی وہ تقیہ ہے کہ جس کے ذریعے ہم دنیا بھر پر مسلط سامراج کے مقابلے میں کھڑے ہو سکتے ہیں اور رفتہ رفتہ اس کی طاقت کو کمزور کر سکتے ہیں۔

اور آخری بات یہ کہ یہی وہ تقیہ ہے جس کے ذریعے ہم حضرت بقیۃ اللہ (عج) (یعنی بارہویں شیعہ اثنا عشری امام مدنی) کے ظہور کے لئے زمین ہموار کر سکتے ہیں اور لوگوں کو ان کے وجود فیاض کا محتاج اور پیاسا قرار دے سکتے ہیں۔

اس کتابچہ کے مقدمہ کے آغاز میں امام خمینی کے پیروکار حوزہ ملیہ، قم کے یہ عظیم مجتہد آیت اللہ فاضل لنگرانی بتاریخ شوال المکرم 1407ھ حمہ و صلوہ سے شروع کر کے ”دشمنانِ آل محمد“ پر تہراور لعنت بھی فرماتے ہیں:-

”الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على اشرف الانبياء والمرسلين سيدنا و نبينا محمد وعلى آله الطاهرين الطيبين المعصومين ولعنة الله على اعدائهم اجمعين“۔

(فاضل لنگرانی، تقیہ مداراتی، ص 8، مقدمہ)۔

ب۔ متعہ

متعہ کا مطلب ہے کسی مرد اور بے شوہر عورت (کنواری، بیوہ، مطلقہ وغیرہ) کا مستقل نکاح کے بغیر باہمی رضامندی سے بغیر گواہوں کے گھنٹہ دو گھنٹہ یا کسی بھی مقررہ مدت کے لئے ”مہر“ کی رقم ملے کر کے آپس میں جسمانی تعلق قائم کر لینا۔ امام خمینی نے تحریر الوسیلہ (عربی) اور توضیح المسائل (فارسی) میں وضاحت فرمائی ہے کہ متعہ کم سے کم مدت کے لئے بھی کیا جاسکتا ہے۔ (مثلاً صرف ایک رات یا ایک دن یا اس سے کم وقت یعنی گھنٹے دو گھنٹے کے لئے بھی کیا جاسکتا ہے) لیکن بہر حال مدت اور رقم کا تعین ضروری ہے۔ (ملاحظہ ہو تحریر الوسیلہ، جلد دوم، ص 290)۔

پیشہ ور طوائفوں سے متعہ کے بارے میں امام خمینی فرماتے ہیں:-

”يجوز التمتع بالزانية على كراهة خصوصاً لو كانت من العواہر المشہورات بالزنا وان فعل فليمنعها من الفجور“۔

(روح اللہ الخمينی، تحریر الوسیلہ، جلد 2، ص 292)۔

ترجمہ: زنا کار عورت سے متعہ جائز ہے مگر کراہت کے ساتھ، خصوصاً جب وہ مشہور پیشہ ور زانیات میں سے ہو۔ اور اگر اس سے متعہ کرے تو چاہئے کہ اس کو بدکاری کے پیشے سے منع بھی کرے۔

”متعہ یا عارضی نکاح“ کے زیر عنوان امام خمینی فرماتے ہیں:-

”عقد غیر دائم وہ ہے کہ جس میں نکاح کی مدت معین ہوتی ہے، مثلاً عورت کے ساتھ ایک گھنٹہ، ایک دن، ایک مہینہ، ایک سال یا اس سے زیادہ مدت کے لئے عقد کیا جائے اور جس عورت سے اس قسم کا عقد ہوا ہو اسے متعہ اور صیغہ کا نام دیتے ہیں۔“

(خمینی: توضیح المسائل، اردو ترجمہ صفدر نجفی، ص 360، امامیہ پبلیکیشنز، لاہور، محرم

1407ھ)۔

اس سلسلے میں چند مزید فقہی مسائل درج ذیل ہیں:-

(2360)۔ نکاح دائمی ہو یا غیر دائمی، اس میں صیغہ پڑھنا ضروری ہے، اور صرف عورت

مرد کا راضی ہو جانا کافی نہیں۔ اور صیغہ عقد عورت و مرد خود پڑھیں یا کسی دوسرے شخص کو وکیل کریں جو اس کی طرف سے صیغہ پڑھے، متعہ کا صیغہ عورت و مرد بغیر گواہوں کے خود

بھی پڑھ سکتے ہیں۔

اگر خود عورت و مرد عقد متعہ کا صیغہ پڑھنا چاہیں تو عقد کی مدت اور مہر معین کرنے کے بعد اگر عورت کہے:- ”زوجت نفسی فی المدة المعلومۃ علی المہر المعلوم“ اور اس کے بعد مرد بلا فصل کہے:- ”قبلت“ تو صحیح ہے۔ اور اگر کسی دوسرے شخص کو وکیل کریں اور پہلے عورت کا وکیل کہے:- ”تمتعت موکلتی موکلک فی المدة المعلومۃ علی المہر المعلوم“۔ پھر مرد کا وکیل فوراً بغیر فاصلے کے کہے:- ”قبلت بموکلک ہکذا“ تو صحیح ہے۔ (توضیح المسائل، ص 361)۔

(2421)۔ متعہ والی عورت اگرچہ حلالہ ہو جائے تو خرچ کا حق نہیں رکھتی۔

(2423)۔ متعہ والی عورت (چار راتوں میں سے ایک رات) ایک بستر پر سونے اور شوہر سے ارث پانے اور شوہر بھی اس کا وارث بننے کا حق نہیں رکھتا۔ (توضیح المسائل اردو، ص 368)۔

متعہ شیعہ مذہب میں صرف جائز اور حلال ہی نہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔ تفسیر ”منہج الصادقین“ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کر کے یہ حدیث نقل کی گئی ہے:-

”من تمتع مرة فدرجته کدر جۃ الحسین“

ومن تمتع مرتین فدرجته کدر جۃ الحسن“

ومن تمتع ثلاث مرات فدرجته کدر جۃ علی“

ومن تمتع اربع مرات فدرجته کدر جۃ جعفر“۔

(تفسیر منہج الصادقین، جلد اول، ص 356)۔

ترجمہ: جس نے ایک مرتبہ متعہ کیا تو اس کا درجہ حسین جیسا ہوگا۔ اور جس نے دو مرتبہ متعہ کیا تو اس کا درجہ حسن جیسا ہے، اور جس نے تین مرتبہ متعہ کیا تو اس کا درجہ علی جیسا ہوگا، اور جس نے چار مرتبہ متعہ کیا تو وہ مجھ (رسول پاک) جیسا مرتبہ پائے گا۔ (نعموزی، جلد 1)۔

ڈاکٹر موسیٰ موسوی متعہ کے حوالے سے فرماتے ہیں:

”شیعہ فقہاء کہتے ہیں کہ متعہ، عہد نبوی، عہد خلیفہ ابو بکر اور عمر کے نصف عہد خلافت میں مباح اور جائز تھا۔ عمر بن خطاب نے اسے حرام کر دیا، اور مسلمانوں کو اس سے باز رہنے

ہے کہ متعہ پر کسی استغفار کی قطعاً ضرورت نہیں۔

”تفسیر النار کا مولف لکھتا ہے۔ ہم نے پہلے مجلہ النار کی تیسری اور چوتھی جلد میں تصریح کی تھی کہ حضرت عمرؓ نے متعہ کی مخالفت کی تھی، لیکن بعد میں کچھ اخبار و روایات ہمارے ہاتھ لگی ہیں، جو ظاہر کرتی ہیں کہ یہ حکم حضور کے زمانے میں منسوخ ہو چکا تھا، نہ کہ عمر کے زمانہ میں۔ لہذا ہم اپنی پہلی گفتگو کی اصلاح کرتے ہیں اور اس سے توبہ کرتے ہیں۔

صاحب النار کی یہ تمام گفتگو تعصب آمیز ہے، کیونکہ اس میں رسول اللہ سے مروی روایات منقلو ہیں۔ جن میں اس حکم کے منسوخ ہونے کا ذکر ہے، جبکہ دوسری طرف ہمارے پاس ایسی روایتیں ہیں جو زمانہ حضرت عمر تک اس حکم کے جاری رہنے کی تصریح کرتی ہیں۔ اس لئے یہ نہ معذرت کا موقع ہے نہ استغفار کا۔“

(تفسیر نمونہ، اردو ترجمہ، جلد سوئم ص 247)۔

تفسیر نمونہ میں متعہ کے فوائد کے ضمن میں لکھا ہے۔

”نکاح منوقت کے نصب العین میں نہ تو نکاح دائمی کی سخت شرطیں ہیں اور نہ ہی یہ خطرناک جنسی برائیوں اور تفصیلات کا حامل ہے، اسی لئے یہ معقول ملی استطاعت نہ رکھنے والوں، تعلیمی اور دیگر مشاغل میں مصروف افراد کے لئے مناسب ہو سکتا ہے۔“ (تفسیر نمونہ، اردو ترجمہ، ص 248)۔

مزید فائدہ یہ ہے کہ عدت میں نین و نفقہ بھی دینا لازم نہیں۔

”اسلامی نکاح منوقت میں اولاد نہ ہونے دینا ممنوع نہیں ہے، اور فریقین کا ایک دوسرے سے جدا ہونا بھی آسان ہے۔ جدائی کے بعد نین و نفقہ بھی واجب نہیں ہے۔“ (تفسیر نمونہ، اردو ترجمہ جلد 3، ص 250)۔

اٹھ عشریہ کے غلط عقائد کو رد کرنے والے ڈاکٹر موسیٰ موسوی فرماتے ہیں۔

”یہ فقہی نظریہ کہ متعہ کی حرمت حضرت عمرؓ کی خطبہ کے حکم سے کی گئی۔ حضرت امام علیؓ کے عمل سے باطل ہو جاتا ہے جنہوں نے اپنی خلافت کے زمانے میں اس حرمت کے حکم کو برقرار رکھا، اور جواز متعہ کا حکم صلور نہیں فرمایا۔ شیعہ عرف اور ہمارے فقہاء کی رائے کے مطابق امام کا عمل حجت ہوتا ہے۔ خصوصاً جب کہ امام باقرؓ ہوا، ائمہ اربعہ کے رائے کی آزادی رکھتا ہو، اور احکام الہی کے اوامر و نواہی بیان کر سکتا ہو۔“

کا حکم دیا۔ اس پر وہ ان روایتوں سے استدلال کرتے ہیں جو کتب شیعہ اور بعض کتب اہل السنہ میں مروی ہیں۔

جہاں تک دیگر اسلامی فرقوں کا تعلق ہے تو وہ کہتے ہیں کہ متعہ زمانہ جاہلیت کی ایک رسم تھی۔ عصر رسالت کے ابتدائی سالوں میں لوگوں نے اس پر عمل بھی کیا۔ تاآنکہ حجتہ الوداع یا خیبر کے دن رسول اللہ نے اسے حرام قرار دیدیا۔ بالکل اسی طرح جس طرح شراب جو بعثت نبوی کے کئی سال بعد حرام کی گئی۔ جب اس کے بارے میں آیات تحریم نازل ہوئیں۔

یہ خلاصہ ہے اس فقہی نزاع اور جدل کا جو ہزار برس سے متعہ کے متعلق جاری ہے۔“

(ڈاکٹر موسیٰ موسوی، الشیخہ والتصحیح، اردو ترجمہ بعنوان اصلاح شیعہ، ص 190-191)۔

شیعہ المہدیہ کی ”تفسیر نمونہ“ میں محض اس بنا پر کہ عہد نبوی میں حرمت متعہ کی روایات کا وقت مختلف ہے، انہیں جعلی قرار دیا گیا ہے، حالانکہ اوقات جنگ کے تمام مذکورہ حوالے (خیبر، فتح مکہ، تبوک، اوطاس) عہد نبوی کے آخری چند سالوں کے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ حرمت متعہ کی تاکید کے لئے بالخصوص ان جنگوں کے موقع پر اسے بار بار دہرایا جاتا رہا ہو کیونکہ جنگوں میں گھر والوں سے دوری کی بنا پر اس سے روکنے کی خصوصی ضرورت پیش آتی رہی ہو۔ بہر حال تفسیر نمونہ میں درج ہے۔

”وہ روایات جو زمانہ پیغمبر میں اس حکم کے منسوخ ہونے پر دلالت کرتی ہیں وہ بہت ہی مختلف بلکہ متضاد اور نفیض ہیں۔ بعض کے مطابق یہ حکم جنگ خیبر میں منسوخ ہوا۔ بعض جاہلیت کرتی ہیں کہ یہ حکم روز فتح مکہ منسوخ ہوا۔ بعض جنگ تبوک میں اور بعض جنگ اوطاس کے موقع پر اس کے منسوخ ہونے کی خبر دیتی ہیں۔ غرض اس حالت کو دیکھ کر یہ نتیجہ نکلا ہے کہ فتح کی سب روایتیں جعلی ہیں اس لئے وہ ایک دوسرے کے خلاف اور متضاد ہیں۔“

(تفسیر نمونہ، اردو ترجمہ از صفدر غنی، جلد سوئم، ص 246-247، مصلح القرآن ٹرسٹ، لاہور، ذی قعدہ 1409ھ)۔

اس کے بعد علامہ سید رشید رضا المصری کی مذمت کرتے ہوئے تفسیر نمونہ میں درج

جیسا کہ ہمیں معلوم ہے کہ امام علی نے منصب خلافت قبول کرنے سے معذوری ظاہر کر دی تھی اور اس کی قبولیت کے لئے یہ شرط رکھی تھی کہ کار حکومت میں صرف ان کی رائے اور اجتہاد ہی کار فرما ہوں گے۔ اس صورت میں امام علی کے حرمت متعہ کو برقرار رکھنے کا مطلب یہ ہوا کہ وہ عہد نبوی میں حرام تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ضروری تھا کہ وہ اس حکم کی تحریم کی مخالفت کرتے، اور اس کے متعلق صحیح حکم الہی بیان کرتے، اور عمل امام شیعہ پر حجت ہے۔ میں نہیں سمجھ پایا کہ ہمارے فقہاء شیعہ کو یہ جرات کیسے ہوتی ہے کہ وہ اس کو دیوار پر دے مارتے ہیں۔ (اصلاح شیعہ، ص 191-192)۔

ڈاکٹر موسوی فقہ جعفری کے مطابق مستقل شلوی اور متعہ کی شرائط کا قتل کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:-

”اب یہاں میں قاری کے سامنے نکاح کی دو مختلف صورتیں پیش کرتا ہوں۔ ایک پر شیعہ سمیت تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے، اور وہ ہے بیٹھ کے لئے نکاح کرنا، اور دوسری صورت عارضی نکاح یا متعہ کی ہے، جس کے جواز کا فتویٰ صرف امامیہ کے فقہاء دیتے ہیں، اور میں شیعہ سے مطالبہ کروں گا کہ وہ اس کے بارے میں اپنے رہنما کس دیں:

- تمام مسلمانوں کے ہاں متفق علیہ دائمی نکاح کی شرطیں
- 1- دو گواہوں کے رو بہ عقد پر مشتمل الفاظ بولنے پر زوجین میں نکاح مکمل ہو گا۔
- 2- رہائش اور لباس سمیت بیوی کے جملہ اخراجات خلوند کے ذمہ ہوں گے۔
- 3- خلوند چار سے زائد بیویاں ایک وقت میں اپنے نکاح میں نہیں رکھ سکتا۔
- 4- خلوند کے پہلے فوت ہو جانے کی صورت میں بیوی اس کی وراثت میں حصہ دار ہوگی۔

- 5- کنواری لڑکی کے نکاح کے لئے اس کے باپ کی اجازت و منظوری ضروری ہے۔
- 6- دائمی نکاح کی مدت زوجین کی پوری زندگی ہے۔

عارضی نکاح جس پر صرف شیعہ امامیہ کا اتفاق ہے

- 1- بغیر گواہ کے صرف عقد پر مشتمل الفاظ بولنے سے نکاح ہو جائے گا۔
- 2- بیوی کے اخراجات کے متعلق خلوند با اختیار ہے۔
- 3- خلوند کو اجازت ہے کہ وہ لاتعداد بیویاں بغیر کسی شرط کے رکھ سکتا ہے۔

4- بیوی خلوند کی وارث نہیں ہوتی۔

5- کسی حالت میں بھی باپ کی موافقت شرط نہیں ہے۔

6- عارضی نکاح کی مدت پندرہ منٹ بھی ہو سکتی ہے۔ ایک دن بھی اور نوے برس بھی، جس قدر مدت خلوند تجویز کرے اور بیوی اسے قبول کرے۔

شروط طلاق (دائمی نکاح)

1- دو علول گواہوں کے سامنے لفظ طلاق بولنے سے ہی طلاق واقع ہوگی۔

2- عورت کے لئے تین ماہ دس دن طلاق کی عدت ہے۔

3- عورت ایام ماہواری میں ہو تو طلاق واقع نہیں ہوتی۔

4- عدت کے دوران بیوی کے اخراجات خلوند کے ذمہ ہوں گے۔

شروط طلاق (متعہ)

1- فسخ اور اپنی بقیہ مدت جب کرنے کے الفاظ سے طلاق واقع ہو جائے گی۔ شیعہ جسے فسخ عقد کا نام دیتے ہیں۔

2- عورت کے لئے فسخ کی عدت وہی ہوگی جو لونڈی کی آزاد ہونے پر ہوتی ہے، یعنی آزاد عورت کی عدت سے نصف مدت۔

3- ہر حال میں فسخ واقع ہو جائے گا۔

4- ایام عدت فسخ میں خلوند با اختیار ہے، بیوی کے اخراجات برداشت کرے یا آنکھیں پھیرے۔

یہ تقابلی نقشہ جو ہم نے پیش کیا ہے۔ اس پر گہری نظر ڈال لینے کے بعد متعہ کے معاشرتی خطرات و فسادات پر کسی طویل گفتگو کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

(ڈاکٹر موسوی موسوی، اشیعہ و تصحیح، اردو ترجمہ، بنام اصلاح شیعہ، ص 195-197)۔

فاضل نجف اشرف ڈاکٹر موسوی مزید فرماتے ہیں:-

”ہمارے بعض فقہاء نے، اللہ انہیں معاف کرے، متعہ کی ایک تصویر پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہتے ہیں گویا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جو اس نے ایسا شرعی قانون دیا جس کی بدولت مرد بدکاری میں مبتلا ہونے سے بچ جاتا ہے، لیکن ان کے ذہن میں یہ پہلو نہ آیا کہ اسلام صرف مردوں ہی کا دین نہیں بلکہ یہ پوری انسانیت کے لئے نازل ہوا ہے، جس میں

مسئلے میں علماء میں واضح اختلافات ہیں اور وہ بٹے ہوئے ہیں۔ اس نزاع کو سامنے رکھتے ہوئے شغلی نے امام جعفر صادق کی مندرجہ ذیل روایت بیان کی ہے کہ ایک شخص امام جعفر صادق کے پاس آیا اور استفسار کیا۔

ایک کنواری نے اپنے والدین کے علم میں لائے بغیر مجھے دعوت دی کہ میں اس کے پاس آؤں، اور اس نے میرے ساتھ متعہ شادی کرنے میں دلچسپی ظاہر کی، کیا میرے لئے اس لڑکی کے ساتھ متعہ کرنا درست ہوگا؟ امام نے جواب دیا: ہاں، لیکن اس کے ساتھ جسملی تعلق قائم کرنے سے اجتناب کرنا کیونکہ جسملی تعلق کنواری کے لئے شرمناک ہوتا ہے۔ میں نے پوچھا: اگر وہ خود اس کے لئے رضامند ہو تو؟ امام نے جواب دیا: اگر وہ رضامند ہے تو پھر اس کی ممانعت نہیں۔“

(شملا حائری، چاہت کا قانون، مطبوعہ قوی ڈائجسٹ، مارچ 1993ء، ص 55)۔

متعہ کے لئے چار سے زیادہ عورتیں بھی بیک وقت جائز ہیں۔ شملہ حائری لکھتی ہیں:-
”امام جعفر صادق جو شیعہ قانون کے بانی تھے، سے پوچھا گیا کیا متعہ بیوی ان چاروں میں سے ہوتی ہے؟ (اسلام میں شرعی لحاظ سے جن کی اجازت دی گئی ہے) کہا جاتا ہے کہ امام نے اس کا جواب دیا: ان میں سے تم ایک ہزار سے شادی کرو کیونکہ یہ تو ”اگر“ کہانے والی ہوتی ہیں۔ یعنی ایک مرد ایک ہی وقت میں چار سے بھی زیادہ عارضی بیویاں رکھ سکتا ہے۔ بہر حال موجودہ علماء میں اس سلسلے میں اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔“

(شملا حائری، چاہت کا قانون، مطبوعہ قوی ڈائجسٹ لاہور، مارچ 1993ء، ص 20)۔

ان مختصر اقتباسات و اشارات سے فقہ جعفری کے مطابق متعہ کے مسائل اور اس کے حوالے سے شیعہ علماء و محققین کے باہم اختلافات کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ مزید برآں سیدنا علی و حسن کے دور امامت و خلافت میں بھی متعہ پر پابندی برقرار رکھی گئی، لہذا مختلف غیر اثنا عشری شیعہ فرقے بھی اہل سنت کی طرح حرمت متعہ کے قائل ہیں۔ اور اثنا عشریہ کے موقف کو باطل قرار دیتے ہیں۔

قائم رکھتے ہوئے تفسیر کی طرف بھی بڑھتے دکھائی دیتے ہیں، لیکن وہ متعہ کو اسلام کے عین مطابق جائز اور حلال قرار دیتے ہیں۔ اس کی تشریح میں تبدیلی کا فرمانظر آئی ہے۔“

(ڈاکٹر شملہ حائری، چاہت کا قانون، اردو ترجمہ، مطبوعہ قوی ڈائجسٹ، لاہور، مارچ 1993ء، ص 207-208)۔

ڈاکٹر شملہ حائری مزید لکھتی ہیں:-

”ایک اور قول جس کی بہت سی تفسیر کی جاتی ہے، وہ امام جعفر صادق کے ساتھ منسوب کیا گیا ہے۔ اس میں کہا گیا ہے:

غسل (جسملی تعلق کے بعد غسل) کے پانی کا ہر قطرہ ستر فرشتوں میں منتقل ہو جاتا ہے جو قیامت کے دن اس شخص کی طرف سے گواہی دیں گے، جس نے متعہ کیا ہو۔

ایک اور قول بھی ہے جو امام صادق سے منسوب کیا جاتا ہے:- ”میں نے متعہ کے مسئلے پر کبھی تفسیر اور دنیا داری نہیں کی۔“

ایک اور کہانی جو بار بار دہرائی جاتی ہے وہ امام جعفر صادق اور ان کے والد امام محمد باقر سے منسوب کی جاتی ہے۔ یہ کہانی اس آدمی کے بارے میں ہے جس نے امام سے استفسار کیا کہ کیا عارضی شادی کا ثواب ہے؟ کہا جاتا ہے کہ امام نے اس کا جواب دیا:-

ایک مرد جو محض خدا کو خوش کرنے کے لئے یا مذہبی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی اطاعت کے لئے، یا اس کی حکم عدولی کے لئے جس نے متعہ پر پابندی لگائی (حضرت عمر کی طرف اشارہ ہے) عارضی شادی کا معاہدہ کرتا ہے۔ وہ مرد اس عورت سے جتنی باتیں کرے گا اس کے ایک ایک حرف کا مہربان اللہ اس کے لئے ثواب لکھتا ہے۔ جب وہ عورت کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے تو خدا اس کے لئے ثواب لکھتا ہے، اور جو نبی وہ اپنی شادی کو پورا کرتا ہے، قادر مطلق اس کے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے، اور جب وہ اس کے بعد غسل کرتا ہے تو وہ غسل کے پانی سے اپنے جتنے بالوں کو گیلیا کرے اور نچوڑے گا تو مہربان اور معاف کرنے والا اس پر فضل و عنایت کرے گا۔“

(شملا حائری، چاہت کا قانون، اردو ترجمہ، مطبوعہ قوی ڈائجسٹ، ص 51)۔

شملا حائری کنواری لڑکی کے حق متعہ کے سلسلے میں لکھتی ہیں:-

”جہاں تک کنواری عورت کا اپنی شادی کے امور خود طے کرنے کا تعلق ہے تو اس

ج۔ رجعت

عقیدہ رجعت کا خلاصہ یہ ہے کہ تقریباً ساڑھے گیارہ سو سال پہلے غائب ہو جانے والے شیعہ اثنا عشریہ کے بارہویں امام محمد مہدی جب ظاہر ہوں گے تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا علی و فاطمہ و حسن و حسین و دیگر آئمہ کرام، ان کے علاوہ تمام خواص مومنین زندہ ہو کر اپنی قبروں سے باہر آئیں گے، اور یہ سب امام مہدی کی بیعت کریں گے اور پھر امام مہدی کے قائم کردہ علوانہ معاشرہ پر سیدنا علی سے حسن عسکری تک گیارہ آئمہ اپنی ترتیب امامت کے مطابق یکے بعد دیگرے حکومت کریں گے، اور پھر ہر ایک دوبارہ فوت ہو گا۔

اس کے ساتھ ہی ابو بکر و عمر و عائشہ اور ان سے محبت رکھنے والے خاص کفار و منافقین بھی زندہ ہوں گے اور امام مہدی ان سب کو سخت سزا اور عذاب دیں گے۔ اس سلسلے میں علامہ باقر مجلسی کی ”حق الیقین“ (ص 140 تا 145) کے علاوہ اردو میں مذہب شیعہ کی مشہور کتب ”تحفۃ العوام“ میں درج ذیل بیان ہے:-

”اور ایمان لانا رجعت پر بھی واجب ہے یعنی جب امام مہدی ظہور فرمائیں گے تو اس وقت مومن خاص اور کافر اور منافق مخصوص بھی زندہ ہوں گے، اور ہر ایک اپنی داد اور انصاف کو پہنچے گا، اور ظالم سزا و تعزیر پائے گا۔ (تحفۃ العوام، ص 5)۔

ایران کے دس شیعہ مجتہدین کی آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی کے زیر نگرانی تصنیف کردہ ”تفسیر نمونہ“ میں درج ذیل آیت کے حوالہ سے تفصیلی بحث درج ہے:-

”کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا۔ فاحیاکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون (البقرة 28)۔

ترجمہ:- تم خدا سے کیونکر کفر کرتے ہو حالانکہ تم بے روح جسم تھے، اس نے تمہیں زندگی دی۔ پھر وہ تمہیں مارے گا اور دوبارہ تمہیں زندہ کرے گا، اس کے بعد اس کی طرف لوٹ جاؤ گے۔ (اس بنا پر نہ تمہاری زندگی تمہاری طرف سے ہے اور نہ موت جو کچھ تمہارے پاس ہے سب خدا ہی کی طرف سے ہے)۔“

(تفسیر نمونہ، اردو ترجمہ از مولانا صفدر نجفی، جلد اول، ص 145-146، مصباح القرآن ٹرسٹ، لاہور، ذی قعد 1409ھ)۔

اس آیت کی تشریح میں تفسیر نمونہ میں وضاحت کی گئی ہے کہ:-

”مندرجہ بالا آیت صراحت سے بیان کرتی ہے کہ موت کے بعد ایک سے زیادہ زندگی نہیں ہے۔ معلوم ہے کہ یہ حیات وہی معاود قیامت کی حیات ہے۔ بہ الفاظ دیگر آیت کہتی ہے کہ مجموعی طور پر تمہاری دو زندگیاں اور دو اموات تھیں اور ہیں۔ پہلے مردہ تھے، (بے جان عالم موجودات میں تھے) خداوند عالم نے تمہیں زندہ کیا، پھر وہ مارے گا اور دوبارہ زندہ کرے گا۔ اگر تشریح صحیح ہو تو انسان کی حیات اور موت کی تعداد دو سے زیادہ ہوتی۔ یہی مضمون قرآن کی اور متعدد آیات میں بھی نظر آتا ہے جن کی طرف اپنی اپنی جگہ اشارہ ہو گا۔“

(تفسیر نمونہ، اردو ترجمہ، جلد اول، ص 149)۔

اس تشریح سے چونکہ ”عقیدہ رجعت“ کی نفی ہوتی ہے، لہذا اثنا عشری آئمہ اور ان کے ”مخالفین خاص“ کے اس دنیا ہی میں دوبارہ زندہ کئے جانے اور دو دو کے بجائے کل تین تین زندگیاں عطا کئے جانے کی تائید میں حاشیہ میں صفدر نجفی فرماتے ہیں:-

”موضوع رجعت کی وجہ سے اس مسئلے پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا، کیونکہ رجعت اول تو ایک مخصوص طبقہ کے لئے ہے، اس میں عمومیت نہیں ہے جب کہ زیر نظر آیت ایک حکم کلی بیان کر رہی ہے۔ پھر تشریح میں اجسام اور ان کے اجزاء الگ الگ ہوتے ہیں۔ جب کہ رجعت میں ایسا نہیں ہے۔“

(تفسیر نمونہ، اردو ترجمہ از سید صفدر نجفی، جلد اول، ص 149، حاشیہ 1)۔

اس عجیب و غریب غیر اسلامی نظریہ رجعت کے ساتھ ساتھ آدم علیہ السلام کے انسان اول ہونے میں بھی شیعہ علماء نے شک و شبہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے جو کہ عقیدہ رجعت کی طرح قرآن مجید کی واضح آیات کے متضاد شیعہ تشریحات کی واضح دلیل ہے۔

تفسیر نمونہ کے مذکورہ دس ایرانی اثنا عشری معصنین نے اپنی اس عظیم الشان مشترکہ تفسیر میں سورۃ النساء کی پہلی آیت اور اس کا ترجمہ یوں درج کیا ہے:-

”یا ایہا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدة و خلق منها زوجہا و بٹ منها رجالا کثیرا و نساء۔ (النساء: 1)۔

اے لوگو! اپنے پالنے والے سے ڈرو جس نے تم سب کو ایک ہی انسان سے پیدا کیا اور

ادھر موافقت و ممانعت عامہ کا اصول بھی ہے۔“ (سید صفدر نجفی، اردو ترجمہ، تفسیر نمونہ، 184/3 حاشیہ 1، از مترجم۔)

نصوص قرآن کے منافی ان تشریحات و افکار کے ساتھ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقام و مرتبہ کے بارے میں عقیدہ رجعت کے حوالے سے بعض افسوس ناک تفصیلات ملاحظہ ہوں:-

1۔ رسول خدا امام مہدی کی بیعت کریں گے
علامہ باقر مجلسی نے اپنی کتاب ”حق الیقین“ میں امام باقر سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا:-

”چون قائم آل محمد صلی اللہ وآلہ وسلم بیرون آید خدا اور ریاکاری کند بلائکہ، واول کسی کہ باو بیعت کند محمد باشد و بعد ازاں علی۔“

(باقر مجلسی، حق الیقین، مطبوعہ ایران، ص 139)۔

ترجمہ :- جب قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (یعنی مہدی) ظاہر ہوں گے تو خدا فرشتوں کے ذریعے ان کی مدد کرے گا اور سب سے پہلے ان سے بیعت کرنے والے محمد ہوں گے اور آپ کے بعد علی ان سے بیعت کریں گے۔

2۔ اثنا عشری امام مہدی مدینہ جا کر ابوبکر و عمر کی
لاشیں نکال کر انہیں زندہ کریں گے اور سزا دیں گے۔

عقیدہ رجعت کے حوالے سے امام مہدی کے بارے میں ایک طویل روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ امام مہدی مکہ سے مدینہ جائیں گے، سیدنا ابوبکر و عمر کی لاشیں قبروں سے نکال کر انہیں زندہ کریں گے اور علی کو خلافت سے محروم کرنے اور سیدہ فاطمہ وغیرہ سے بد سلوکی پر عذاب دیں گے، حاضر و موجود لوگوں کے سامنے مہدی صاحب اللہ کے حکم کے مطابق ان دونوں سے قصاص لیں گے۔ پھر ان دونوں کو درخت پر لٹکا کر آگ کو زمین سے نکل کر انہیں جلا کر راکھ کرنے کا حکم دیں گے، اور ہوا کو حکم دیں گے کہ ان کی راکھ کو دریاؤں پر چھڑک دے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)۔

راوی مفصل امام جعفر صادق سے عرض کرتا ہے کہ کیا یہ ان کا آخری عذاب ہو گا؟ تو آپ نے فرمایا: اے مفصل ہرگز نہیں:-

اس کی پیروی کو بھی اس کی جنس سے تخلیق فرمایا، اور ان دونوں سے ان گنت مرد اور عورتیں (روئے زمین پر) پھیلا دیں۔“

اس تفسیر نمونہ میں ”حضرت آدم کے بچوں کی شادیاں کس طرح ہوں گی“ کے زیر عنوان لکھا ہے، کہ احادیث ائمہ کے مطابق اس وقت حکم حرمت نہ ہونے کی بناء پر شادیاں آپس میں ہوں گی، جبکہ بعض شیعہ احادیث کے مطابق شادیاں آپس میں نہیں ہوں گی تھیں۔ لہذا اختلاف احادیث کی بنا پر اگر ان احادیث کو ترجیح دی جائے جو قرآنی آیت سے مطابقت رکھتی ہیں تو ماننا پڑے گا کہ شادیاں آپس میں ہوں گی تھیں۔ اس کے بعد اس عظیم تفسیر کے اثنا عشری مصنفین فرماتے ہیں:

”یہاں ایک احتمال اور بھی ہے کہ یہ سوچا جائے کہ حضرت آدم کے بیٹوں نے اپنے سے پہلے بچے کچھ انسانوں میں شادیاں کی ہوں، کیونکہ بعض روایات کے لحاظ سے حضرت آدم روئے زمین کے پہلے انسان نہ تھے۔ آج کا عملی مطالعہ بھی بتاتا ہے کہ نوع انسانی تقریباً چند ملین سال پہلے کہ زمین پر زندگی بسر کرتی تھی، جبکہ حضرت آدم کی تاریخ پیدائش سے لے کر اب تک کوئی زیادہ عرصہ نہیں گزرا۔ بناء بریں ہمیں یہ مان لینا چاہئے کہ حضرت آدم سے پہلے بھی دوسرے انسان زمین پر رہتے تھے جو ان کی پیدائش کے وقت ختم ہو رہے تھے، تو اس امر میں کیا رکاوٹ ہے کہ حضرت آدم کے بیٹوں نے اپنے سے پہلے باقی رہنے والے لوگوں میں سے کسی ایک کے خاندان میں شادیاں کی ہوں۔

لیکن ہم تحریر کر چکے ہیں کہ یہ احتمال بھی آیہ مندرجہ بالا کی ظاہری صورت کے ساتھ کوئی خاص مناسبت نہیں رکھتا۔ یہ بہت بحث طلب معاملہ ہے، جو تفسیری بحث کی گنجائش سے خارج ہے۔ (تفسیر نمونہ، اردو جلد سوئم، ص 183)

تفسیر کے مترجم مولانا صفدر نجفی دوسرے نظریہ (اولاد آدم کی شادیاں آپس میں نہیں ہوں گی) یا تیسرے نظریہ (شادیاں آدم سے پہلے کے بچے کچھ انسانوں میں ہوں گی) کی تائید کرتے ہوئے قرآنی آیت کے برخلاف فرماتے ہیں:-

”اجمالی طور پر دوسرے یا تیسرے نظریہ کو ترجیح دینا چاہئے، خصوصاً جبکہ روایات بھی موجود ہوں، مزید برآں بہن بھائی کی شادی کسی معاشرے میں اچھی نہیں سمجھی جاتی۔ یہاں تک کہ وہ معاشرے جو کسی دین کے پیرو بھی نہیں ہیں۔ آیت بھی نص نہیں ظاہر ہی ہے۔

ان چند اقتباسات سے شیعہ اثنا عشریہ کے کافرانہ عقیدہ رجعت اور اس کے حوالہ سے صحابہ و اہل بیت رضی اللہ عنہم (سیدنا ابوبکر و عمرو سیدہ عائشہ ام المؤمنین وغیرہ) نیز امت مسلمہ کے بارے میں اثنا عشریہ کے زہریلے افکار کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

”واللہ سید اکبر محمد رسول اللہ و صدیق اکبر امیر المؤمنین و فاطمہ زہراء و حسن مجتبیٰ و حسین شہید کربلا و جمیع ائمہ ہدیٰ ہنگی زندہ خواہند شد و ہر کہ ایمان محض خالص داشت و ہر کہ کافر محض بودہ ہنگی زندہ خواہند شد“ و از برائے جمیع ائمہ و مومنن ایشان را عذاب خواہند کرد۔ حتی آنکہ در شبانہ روزے ہزار مرتبہ ایشان را بکشند و زندہ کنند پس خدا ہر جا کہ خواہد ایشان را بہر و معذب گرداند۔“ (باقر مجلسی، حق الیقین، ص 145، در بیان رجعت)۔

ترجمہ :- خدا کی قسم سید اکبر محمد رسول اللہ اور صدیق اکبر امیر المؤمنین (علی) و فاطمہ زہرا اور حسن مجتبیٰ و حسین شہید کربلا و تمام ائمہ ہدایت سب زندہ ہوں گے۔ اور جو خالص مومن ہوں گے اور جو خالص کافر ہوں گے، سب زندہ کئے جائیں گے۔ اور تمام ائمہ اور تمام مومنین کے حساب میں ان دونوں کو عذاب دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ دن رات میں ان کو ہزار مرتبہ مار ڈالا جائے گا اور زندہ کیا جائے گا۔ اس کے بعد خدا جہاں چاہے گا ان کو لے جائے گا اور عذاب دیتا رہے گا۔

3۔ امام مہدی سیدہ عائشہ ام المؤمنین کو زندہ کر کے سزا دیں گے۔ اسی ”حق الیقین“ میں علامہ باقر مجلسی نے ابن بابویہ کی ”علل الشرائع“ کے حوالہ سے امام باقری کی روایت نقل کی ہے کہ :-

چوں قائم مآظا ہر شود عائشہ را زندہ کند تا بر او حد بزند و انتقام فاطمہ ما ازو بکشد۔“ (باقر مجلسی، حق الیقین، ص 139)۔

ترجمہ :- جب ہمارے قائم (یعنی مہدی) ظاہر ہوں گے تو (معاذ اللہ) عائشہ کو زندہ کر کے ان کو سزا دیں گے اور ہماری فاطمہ کا انتقام ان سے لیں گے۔

4۔ امام غائب کافروں سے پہلے اہل سنت کو قتل کریں گے۔

انہی علامہ مجلسی کی اسی کتب حق الیقین میں اسی سلسلہ کی ایک روایت ہے :-

”و فتیکہ قائم علیہ السلام ظاہری شود پیش از کفار ابداء بہ سنیاں خواہد کرد“ با علماء ایشان و ایشان را خواہد کشت۔“

(باقر مجلسی، حق الیقین و ایرانی انقلاب، ص 180)۔

ترجمہ :- جس وقت قائم (مہدی) علیہ السلام ظاہر ہوں گے تو وہ کفار سے پہلے سینوں سے ابتدا کریں گے اور انہیں اور ان کے علماء کو قتل کر دیں گے۔

حق حاصل نہ تھا کہ اپنے چھوٹے صاحبزادے موسیٰ کو امام نامزد کرتے بلکہ (حسب قاعدہ) امامت بڑے بیٹے اسماعیل کو منتقل ہونا تھی۔ شیعہ نے بھی چونکہ نظریہ امامت الہیہ کو اسی صورت میں اپنایا تو اس فکری بحران کا حل انہوں نے یہ نکالا کہ نظریہ ”بداء“ پیش کر دیا تاکہ اسماعیل بن جعفر کی بجائے موسیٰ بن جعفر کی طرف انتقال امامت کی ذمہ داری امام جعفر صادق کی بجائے اللہ تعالیٰ پر ڈال دی جائے اور ساتھ ہی اسماعیلی عقیدہ غلط ثابت ہو جائے۔ جیسا کہ بھی جانتے ہیں کہ اسماعیلیوں کے نزدیک آج تک امامت ان میں جاری ہے۔ ان کے نزدیک امام حاضر، زندہ اور خانوادہ اسماعیل بن جعفر کا فرد ہوتا ہے۔ وہ اس طرز فکر سے انگشت برابر ادھر ادھر نہیں ہوتے، جس کی ان کے مذہب نے ان کو تعلیم دی تھی۔“

(ڈاکٹر موسیٰ موسوی، مذہب شیعہ، ص 255)۔

چونکہ اہل تشیع کے اپنے اصول کے مطابق باپ کے بعد بیٹا امام بنتا ہے اور اسماعیل بن جعفر کی وفات کے بعد ان کی اولاد میں نسل در نسل انتقال امامت کا اسماعیلی سلسلہ شیعہ اصول کی رو سے درست قرار پاتا ہے۔ لہذا شیعہ اسماعیلیہ کے سلسلہ امامت کو غلط ثابت کرنے اور امام جعفر صادق کی جانب سے موسیٰ اکاظم کو امامت کی منتقلی کو درست ثابت کرنے کے لئے عقیدہ ”بداء“ کا سارا لیا گیا اور چونکہ شیعہ عقائد کے مطابق امام معصوم عن الخطاء ہوتا ہے، لہذا تقرر امام کے سلسلے میں بظاہر امام کی جو غلطی نظر آتی ہے، اس سے امام کو بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے، کہ معاذ اللہ، یہ سب کیا دھرا اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اس کے سامنے جب اسماعیل بن جعفر کی وفات کی صورت آئی جو پہلے اس کے سامنے نہ تھی تو اسے اپنے سابقہ اصول اور فیصلے کو تبدیل کر کے باپ کے بعد بیٹے کے بجائے اسماعیل بن جعفر کی وفات کی وجہ سے چھوٹے بھائی موسیٰ بن جعفر کو انتقال امامت کا فیصلہ کرنا پڑا۔ اس طرح اگرچہ قدرت و سلطان الہی اور اللہ کے عالم الغیب ہونے میں طعنہ زنی کرنا پڑی۔ مگر امام جعفر کی عصمت مجروح ہونے سے بچ گئی اور ساتھ ہی شیعہ اسماعیلیہ کا باطل ہونا بھی ثابت ہو گیا۔ حتیٰ کہ اس سلسلے میں اصول کافی، باب البداء میں موسیٰ اکاظم کے فرزند اور اثنا عشریہ کے آٹھویں امام علی رضا سے یہ قول منسوب ہے کہ:-

”ما بعث الله نبيا قط الا بتحريم الخمر وان يقر الله بالبداء“۔ (اصول الکافی، باب البداء)۔

د۔ بداء

بداء سے مراد یہ اثنا عشری عقیدہ ہے کہ بعض دفعہ اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ کرتا ہے، مگر پھر اس کے سامنے کوئی نئی صورت حال آتی ہے جو (معاذ اللہ) پہلے اس کے سامنے نہ تھی۔ لہذا نئے حالات میں وہ سابقہ فیصلہ بدل کر نیا فیصلہ کرتا ہے۔

عقیدہ بداء کا پس منظر بیان کرتے ہوئے شیعہ عالم ڈاکٹر موسیٰ الموسوی لکھتے ہیں:-

”شیعہ امامیہ کے عقیدہ کے مطابق امامت بالترتیب باپ سے بڑے بیٹے کی طرف منتقل ہوتی رہی، البتہ امام حسن و حسین اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں۔ امام حسن کے بعد ان کے بڑے بیٹے کی بجائے ان کے بھائی حسین کو امامت منتقل ہوئی اور یہ نص حدیث کی وجہ سے ہوا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

”الحسن و الحسين امامان قعدا او قاما“ (حسن و حسین قیام و قعود ہر حال میں امام ہیں)۔

اس کے بعد یہ ہوا کہ اسماعیل جو شیعہ کے چھٹے امام جعفر صادق کے بیٹے تھے، اپنے باپ کی زندگی میں وفات پا گئے تو امامت ان کے بھائی موسیٰ بن جعفر کو منتقل ہوئی جو امام کے چھوٹے بیٹے تھے۔ امامت جو منصب الہی ہے کے سلسلہ میں تبدیلی کو ”بداء“ کہا جاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو نئی صورت حال پیدا ہونے کے بعد اس کا علم ہوتا ہے، ان نئی معلومات کے بموجب امامت اسماعیل بن جعفر سے موسیٰ بن جعفر کو منتقل ہوئی اور پھر ان کی اولاد میں جاری رہی، طبعی طریق کار تو یہ ہے کہ باپ کے بعد اس کے بڑے بیٹے کو منصب امامت حاصل ہو۔“

(ڈاکٹر موسیٰ موسوی، شیعہ و تصحیح، اردو ترجمہ بنام اصلاح شیعہ، از ابو مسعود آل امام، مطبوعہ پاکستان، 1990ء ص 253-254)۔

ڈاکٹر موسیٰ مزید فرماتے ہیں:

”مذہب اسماعیلی کی رو سے ارادہ الہی کے عین مطابق سلسلہ امامت جاری و ساری تھا اور زمانی تسلسل کے ساتھ علی، اولاد علی اور ان کی نسل میں رواں تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ باپ امام کو جانشین امام کی محسن میں مداخلت کا کوئی حق نہیں، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ارادے سے معین ہوتا ہے۔ جب شرعی وارث وفات پا گیا تھا تو اس کے باپ امام صادق کو یہ

فتاویٰ تکفیر شیعہ بحوالہ تقیہ، متعہ، رجعت، بداء۔

1- سیدنا عبد القادر جیلانی (م 561ھ)۔

نوٹ اعظم سیدنا عبد القادر جیلانی، گمراہ فرقوں کے عقائد بیان فرماتے ہوئے دیگر عقائد شیعہ کے ہمراہ شیعوں کے عقیدہ رجعت و تقیہ کا بھی ذکر فرماتے ہیں:-
”ومن قولهم ان للامام ان يقول لست بلام في حل التقيّة وان الاموات يرجعون الى الدنيا قبل يوم الحساب“۔

(عبد القادر الجیلانی، غنیۃ الطالبین، فصل فی الفرق الضالۃ، عن طریق الہدی، ص 156-157)۔

ترجمہ: اور ان (شیعوں) کے گمراہ کن عقائد میں سے یہ بھی ہے کہ تقیہ کی حالت میں امام کہہ دے کہ میں امام نہیں ہوں۔

اور یہ بھی کہ وفات پا جانے والے یوم حسب سے پہلے دنیا میں واپس آئیں گے۔

2- فتاویٰ عالمگیری در زمان اورنگ زیب (م 1118ھ / 1707ء)

فتاویٰ عالمگیری جو اورنگ زیب عالمگیر کے زمانہ میں دو سو سے زائد جلیل القدر علماء و فقہاء کا مرتب کردہ فقہ حنفی کا عظیم الشان مجموعہ فتاویٰ ہے، اس میں شیعوں کو کافر قرار دینے کے لئے دیگر وجوہ کفر کے علاوہ ان کے عقیدہ رجعت کو بھی سبب تکفیر قرار دیا گیا ہے۔
”و بحسب اکتاف الروافض بقولهم يرجعون الاموات الى الدنيا وبتناخ الارواح بانتقال روح الاله الى الائمة۔ وبقولهم في خروج امام باطن“۔

(فتاویٰ عالمگیری، جلد دوم، ص 283)۔

ترجمہ: روافض (شیعوں) کو ان کے اس عقیدے کی بنا پر بھی کافر قرار دینا واجب ہے کہ فوت شدگان دنیا میں زندہ ہو کر واپس آئیں گے۔ نیز ان کے عقیدہ تنسخ کی وجہ سے بھی جس کے مطابق اللہ تعالیٰ کی روح ائمہ کی طرف منتقل ہو گئی، اور ان کے اس قول کی بنا پر بھی کہ ایک غائب امام ظاہر ہوگا، تکفیر لازم ہے۔

3- پیر طریقت سید مرعلی شاہ حسنی چشتی (م 1356ھ / 1937ء)۔

ایک سائل نے پیر مرعلی شاہ صاحب (رح) سے پوچھا کہ تقیہ جو اہل تشیع کا مذہب ہے کیا یہ اہل سنت و الجماعت کے نزدیک بھی تسلیم شدہ ہے، یا نہیں؟ اگر نہیں تو رسول اللہ

ترجمہ:- اللہ نے کبھی بھی کوئی نبی نہیں بھیجا، مگر شراب کی تحریم اور اللہ کے لئے بداء کے اقرار کے حکم کے ساتھ۔

ان اشارات سے یہ نتیجہ بخوبی نکالا جاسکتا ہے کہ شیعہ الماسیہ کا عقیدہ بداء پر ایمان نہ صرف ان کے کفر کی بین دلیل ہے بلکہ اس سے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی توہین کے بھی مرتکب قرار پاتے ہیں۔

5- پیر طریقت علامہ قمر الدین سیالوی چشتی (م 1401ھ / 1981ء)۔

پیر طریقت علامہ قمر الدین سیالوی چشتی، بانی صدر جمعیت العلماء، پاکستان، اہل تشیع کے ”تقیہ“ کے بارے میں فرماتے ہیں:-

”اس مذہب کا سب سے بڑا مسئلہ جو انہیں ہر جگہ کام آتا ہے تقیہ ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بھی تقیہ کیا، حضرت علی نے بھی تقیہ کیا، آئمہ اطہار نے بھی تقیہ کیا۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)۔

زرارہ ہی سے ایک روایت ہے، کتا ہے: میں نے امام صاحب سے ایک مسئلہ پوچھا اور بیٹھ گیا۔ دوسرا شخص آیا، اس نے بھی وہی مسئلہ پوچھا۔ امام صاحب نے جو مجھے جواب دیا تھا، دوسرے آدمی کو اس کے برعکس فرمایا۔ میں نے پوچھا: کیا وجہ ہے مجھے تو اس کا جواب اس طرح دیا ہے اور اس کو اس کے خلاف؟ تو امام صاحب نے فرمایا: تم پر خدا کی لعنت ہو تم ایسے اعتراضات کیوں کرتے ہو، ہمیں تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے کہ ایک ایک بات کے متعلق سات سات جھوٹ بولیں۔ (معاذ اللہ)۔“

(انوار قریہ، مؤلفہ قاری غلام احمد، ص 374، مطبوعہ لاہور، طبع اول اپریل 1991ء)۔

علامہ سیالوی شیعوں کے مسئلہ متعہ کے بارے میں فرماتے ہیں:-

”ان کی کتابوں میں متعہ کا بیان ایسا گندہ اور غلیظ نفسانی خواہشات کے ماتحت ہے جو اہل اسلام تو درکنار غیرت مند کفار بھی پسند نہیں کرتے۔ دیکھیں ان کی کتاب الاستبصار، ص 76 تا 83، ج 3۔“ (قاری غلام احمد، انوار قریہ، ص 371)۔

شیعہ عقیدہ ”بداء“ کے حوالے سے فرماتے ہیں:-

”شیعہ کی کتابوں میں ہے کہ خدا ابھی بھول جاتا ہے، جس طرح یہودیوں نے تورات میں لکھا ہے کہ خدا مخلوق کو پیدا کر کے پچھتایا اور دگرگیر ہوا۔ (معاذ اللہ)۔“

(قاری غلام احمد، انوار قریہ، ص 372)۔

6- دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور۔

”جو لوگ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر اور حضرت عثمان کو منافق مانتے ہیں اور قرآن کریم کو غیر صحیح سمجھتے ہیں اور متعہ کو جائز خیال کرتے ہیں، ایسے لوگوں کو غیر مسلم اقلیت ٹھہرانا ضروری ہے۔ ان کو مسلمان ماننا غلطی ہے۔“

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غار ثور میں چھپ کر تقیہ فرمایا تھا؟

اس کے جواب میں آپ نے فتویٰ ارشاد فرمایا کہ:-

”تقیہ عند اہل سنت غیر مسلم و در غار تقیہ نبود۔ چہ تقیہ عبارت است از اخفائے چیزے کہ امر کردہ شدہ است بہ تبلیغ آل را۔ نہ از محتفی و پوشیدہ شدن شخص، بلکہ اس احتفاء و پوشیدگی در غار برائے ہجرت و اظهار الامر بتبلیغ بود۔ فی الجملہ تقیہ شیعہ ہذا ماند کہ شخصے را قاضی و فیصلہ کنندہ گردانده، و معہذا مامور باشد بہ خاموشی و عدم تکلم۔ و فساد اس معنی برہر ذی بصیرت پیدا و ہوید است۔ والسلام۔ الرافقہ: داعی مر علی شاہ، از کوثرہ بقلم خود۔“

(ملفوظات مریہ، ص 114 باہتمام سیدنا غلام معین الدین شاہ صاحب، مطبع پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز، لاہور، جولائی 1974ء)۔

ترجمہ: اہل سنت کے نزدیک تقیہ قابل تسلیم نہیں۔ غار میں تقیہ نہیں کیا گیا تھا، کیونکہ تقیہ کا مطلب ہے ایسی چیز کا چھپانا جس کی تبلیغ کا حکم دیا گیا ہو۔ کسی انسان کے خود پوشیدہ ہوجانے کو تقیہ نہیں کہا جاتا، بلکہ غار میں حضور علیہ السلام کا مخفی اور پوشیدہ رہنا ہجرت کی خاطر اور اس امر کے اظہار کے پیش نظر تھا جس کی تبلیغ کا آپ کو حکم دیا گیا۔

المختصر شیعوں کے تقیہ کی مثال یوں ہے جیسے کسی شخص کو قاضی اور فیصلہ کنندہ مقرر کیا جائے اور ساتھ ہی اسے خاموش رہنے اور زبان نہ کھولنے کا حکم بھی دے دیا جائے۔ پس اس مفہوم تقیہ کا فساد ہر صاحب بصیرت پر ظاہر اور واضح ہے۔

4- حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی (م 1362ھ / 1943ء)۔

علمائے دیوبند کے مشہور فتویٰ تکفیر اثنا عشریہ برائے عقیدہ تحریف قرآن مرتبہ مولانا عبد الشکور فاروقی کے حوالے سے مولانا عبد الماجد دریابادی کے ایک سوال کے جواب میں کہ بعض شیعوں کا وہ عقیدہ نہیں جس کی بنا پر تکفیر کی گئی ہے مولانا تھانوی، تقیہ کے حوالے سے فرماتے ہیں:-

”ایسے استثنائوں سے قانونی حکم نہیں بدلتا ہے۔ حرمت نکاح اور حرمت ذبیحہ احکام قانونی ہیں، اس پر بھی جاری ہوں گے۔ خصوص جب تقیہ کا بھی شبہ ہو تو خواہ سوء ظن نہ کریں مگر احتیاطاً عمل تو سوء ظن ہی ایسا ہوگا۔“

(بحوالہ متفقہ فیصلہ، مرتبہ مولانا منظور نعمانی، حصہ اول، ضمیمہ، ص 175)۔

(بحوالہ متفقہ فیصلہ، جلد اول، ص 165)۔

9۔ دارالافتاء، جامعہ اشرفیہ، لاہور۔

اصول کلی اور دیگر شیعہ کتب کے حوالے سے عقیدہ تحریف قرآن کی بناء پر تکفیر شیعہ کرتے ہوئے محترم مفتی ممتاز احمد آخر میں ”تقیہ“ کے حوالہ سے فرماتے ہیں:-
 ”اقرار کا اعتبار اس لئے نہیں کہ تقیہ ان کے یہاں عبادت ہے۔ پس اقرار پر کیسے اعتبار کیا جائے۔“ -واللہ اعلم۔

مفتی ممتاز۔ دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور۔

الجواب صحیح: محمد مالک کاندھلوی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور۔

(بحوالہ متفقہ فیصلہ، حصہ اول، ص 194)۔

10- جامعہ حسینیہ، عرض آباد، میرپور ڈھاکہ۔

عقیدہ تحریف قرآن، عقیدہ امامت، انکار خلافت و عقیدہ ارتداد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تذفام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وغیرہ مختلف وجوہ کفر شیعہ بیان کرنے کے علاوہ مولانا مفتی شمس الدین قاسمی ناظم عمومی جمعیت علماء اسلام، بنگلہ دیش عقیدہ رجعت کے حوالے سے فرماتے ہیں:-

”نیز یہ لوگ رجعت ارواح کے قائل ہیں، حالانکہ یہ ایک سراسر فاسد اور باطل عقیدہ ہے، اور تمام اکابر علماء امت کا اجماع ہے کہ کوئی شخص مرنے کے بعد اس دنیا میں دوبارہ واپس نہیں آئے گا۔“

شیعہ اثنا عشریہ کا مشہور عقیدہ ہے کہ ظہور امام مہدی کے بعد سب سے پہلے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاتھ پر بیعت ہوں گے۔ نیز امام مہدی، حضرات یحییٰ ابوبکر صدیق و عمر رضی اللہ عنہما کو سزا دیں گے، اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر حد جاری کریں گے۔ ان کا یہ عقیدہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاف توہین بھی ہے، اور آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت صدیقہ کی شان میں شدید گستاخی بھی جو یقیناً حضور کے لئے باعث اذواء ہے۔

بہر حال مذکورہ بالا کفریہ عقائد کی بناء پر فرقہ اثنا عشریہ اور ان کے قائد روح اللہ ممینی کے کفر و ارتداد اور واہدہ اسلام سے خارج ہونے میں کسی شک و شبہ و تویل کی گنجائش نہیں

احقر العباد:- محمد رمضان مفتی دارالعلوم حزب الاحناف۔

(بحوالہ قاری اظہر ندیم، کیا شیعہ مسلمان ہیں؟ ص 284)۔

7- دارالعلوم فاروقیہ، کاکوری، لکھنؤ۔

مولانا عبد العلی فاروقی عقیدہ تحریف قرآن، عقیدہ امامت نیز انکار خلافت شیعین و تکفیر و تحقیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بناء پر شیعوں کو کافر قرار دیتے ہوئے مزید فرماتے ہیں:-

”مندرجہ بالا تین وجوہ کفر کے علاوہ قدف حضرت عائشہ صدیقہ اور حرام خداوندی کو حلال قرار دینا، مثلاً زنا کو متعہ کے عنوان سے اور کذب کو قتیقہ کے عنوان سے، یہ جرائم بھی ان کی تکفیر کے لئے کافی ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم و حکمہ احکم۔“

عبد العلی فاروقی عفا اللہ عنہ۔

مع تائید و تصدیق:-

مولانا فضل الرحمن قاسمی، مولانا شبیر احمد،

مولانا محمد شفیع قاسمی، مولانا عبد الحلیم،

مولانا عبد الولی فاروقی، مولانا عبد المنان قاسمی۔

(بحوالہ متفقہ فیصلہ، مرتبہ مولانا منظور نعمانی، حصہ اول، ص 130)۔

8۔ دار الافتاء والارشاد کراچی۔

عقیدہ تحریف قرآن و امامت وغیرہ کی بنا پر تکفیر شیعہ کرتے ہوئے رئیس دارالافتاء فرماتے ہیں:-

”شیعہ کا کفر دوسرے کفار سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ اس لئے کہ یہ بطور تقیہ مسلمانوں میں گھس کر ان کی دنیا و آخرت دونوں برباد کرنے کی تک و دو میں ہر وقت مصروف کار رہتے ہیں، اور اس میں کامیاب بھی ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب اہل اسلام کو ان کا جل و فریب سمجھنے کی فہم عطاء فرمائیں اور ان کے شر سے حفاظت فرمائیں۔“

ان کے مذہب کی تفصیل میری کتاب "حقیقت شیعہ" میں ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم:-

رشید احمد، رئیس دارالافتاء والارشاد شلواناظم آبلو کراچی، 11 صفر، 1407ھ۔

تصديق: مولانا عبد الرحيم، نائب مفتی، 16 صفر 1407ھ۔

ہے۔ واللہ اعلم وعلیہ السلام۔

کتبہ: شمس الدین قاسمی غفرلہ۔ (19 رجب المرجب 1408ھ)۔

مہتمم جامعہ حسینیہ عرض آباد، میرپور ڈھاکہ و ناظم عمومی جمعیت علماء اسلام، بنگلہ دیش۔

(مع ڈیڑھ سو سے زائد تصدیقات علماء و مفتیان بنگلہ دیش)۔

(بحوالہ متفقہ فیصلہ، حصہ دوم، ص 97، نیز مکمل فتویٰ و تصدیقات کے لئے ملاحظہ ہو،

ص 94 تا 102)۔

11۔ مولانا عبدالستار تونسوی، صدر تنظیم اہل سنت پاکستان۔

”شیعی رافضیوں کا کفر بر بناء عقیدہ تحریف قرآن محل تردد نہیں۔ اس کے علاوہ کچھ دوسرے وجوہ کفر بھی ہیں، مثلاً عقیدہ بداء، قذف ام المؤمنین وغیرہ۔ اس لئے ان کے کفر میں کوئی شک نہیں۔“

(فتویٰ مولانا عبدالستار تونسوی بحوالہ ”کیا شیعہ مسلمان ہیں“ تالیف اظہر ندیم، ص 1)۔

12۔ دارالافتاء، جامعہ فاروقیہ، کراچی۔

عقیدہ تحریف قرآن وغیرہ کی بنا پر تکفیر شیعہ کے علاوہ عقیدہ بداء کے حوالے سے مفتی محمد عبداللہ بلتستانی فرماتے ہیں:-

”دوسرا کفر۔ عقیدہ بداء۔ خدا تعالیٰ کو بداء ہو جایا کرتا ہے۔ یعنی علم الہی میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ عواقب امور سے جاہل ہیں۔ (معاذ اللہ) اور یہ صراحۃ کفر ہے۔ مصنف ”اصول کافی“ نے ائمہ معصومین کی متعدد روایات پیش کی ہیں بلکہ اس عنوان کا باب قائم کیا ہے۔ ”باب البداء“ اور امام علی رضا کے منہ سے یہ الفاظ بھی کہلوائے ہیں:-

ما بعث اللہ نبیاً قط الا بتحريم الخمر وان یقر الله بالبداء۔

اللہ تعالیٰ نے کبھی کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر تحريم خمر اور اقرار بالبداء کے ساتھ۔ (اصول کافی، ص 86)۔

مفتی محمد عبداللہ بلتستانی۔ مع تصدیق مفتی نظام الدین شامزی۔

(متفقہ فیصلہ، مرتبہ مولانا منظور نعمانی، مطبوعہ لاہور، حصہ اول، ص 186، ضمیمہ 2)۔

باب ششم

ارکان اسلام

6- ارکان اسلام

امت مسلمہ کے نزدیک کلمہ، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ پانچ بنیادی ارکان اسلام ہیں۔ شیعہ اثنا عشریہ کی فقہ جعفری میں ان پانچوں ارکان کی فقہی تفصیلات کے مطالعہ سے یہ بات بھی پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ شیعہ اثنا عشریہ کلمہ، وضو، اذان، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور خمس وغیرہ میں بھی امت مسلمہ سے علیحدہ ہیں اور انہوں نے ارکان و عبادات اسلام میں ایسی تحریف و تبدیلی کی ہے جس کی جسارت بہت سے غیر اثنا عشری شیعہ فرقتے بھی نہیں کر سکے۔ اس تمام تر کافرانہ و فاسقانہ تحریف و تبدیلی سے شیعہ زیدیہ وغیرہ بھی بالعموم اتفاق نہ کرتے ہوئے اصل روایات اہل بیت کی رو سے اہل سنت والجماعت کے فقہی مسالک کی تائید کرتے ہیں۔ نیز ان تفصیلات کا مختصر مطالعہ شیعہ اثنا عشریہ کی جانب سے فقہ اہل سنت و شیعہ زیدیہ وغیرہ کے مقابلے میں فقہ جعفری کے نام سے تحریف و تبدیلی کی تفصیلات سامنے لانے کا باعث ہوگا، اور ان تعلیم یافتہ حضرات کو مزید دعوت غورو فکر دے گا جن کی وسیع المشربی علمی و دینی ناواقفیت اور عقائد اسلام و اثنا عشریہ جعفریہ سے بے خبری پر مبنی ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ ان فقہی تفصیلات کے اندراج کا بنیادی مقصد تقابلی معلومات فراہم کرنا ہے۔ لہذا باقاعدہ فتویٰ کے اندراج سے بالعموم اس باب میں اجتناب کیا گیا ہے۔ اللہ کرے کہ ان تفصیلات کو پڑھ کر اہل تشیع بالخصوص شیعہ اثنا عشریہ جعفریہ کے ساتھ ازدواجی و دیگر اسلامی تعلقات کے حوالے سے نرم گوشہ رکھنے والے اہل سنت کم از کم اس بات کے ہی قائل ہو جائیں کہ اہل سنت اور شیعہ اثنا عشریہ کے درمیان عبادات و فقہی اختلافات کی خلیج بھی بہت گہری اور خوفناک ہے۔ لہذا شیعوں کے ساتھ نکاح و ازدواج کے تعلقات قائم کرنا ذہنی و عملی تباہی اور متوقع خاندان کی بربادی کا باعث ہے۔ محسن اہل سنت مولانا منظور نعمانی شیعہ اثنا عشریہ کے عقیدہ تحریف قرآن، عقیدہ امامت منصوبہ و معصومہ و انکار خلافت شیخین و تکفیر دو تہین صحابہ وغیرہ کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:-

”اثنا عشریہ کا حال یہ ہے کہ مذکورہ بالا موجب کفر عقائد کے علاوہ ان کا کلمہ الگ ہے، وضو الگ ہے، ان کی اذان اور نماز الگ ہے، زکوٰۃ کے مسائل بھی الگ ہیں، نکاح و طلاق وغیرہ کے مسائل بھی الگ ہیں۔ حتیٰ کہ موت کے بعد کفن و دفن اور وراثت کے مسائل بھی الگ ہیں۔ اگر اس کو تفصیل سے لکھا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔“

کا باعث ہے جس طرح توحید، نبوت یا قیامت میں سے کسی بنیادی عقیدہ یا اصل دین کا انکار موجب کفر ہے۔ اس شیعہ عقیدہ کی نشاندہی کرتے ہوئے ڈاکٹر موسیٰ موسوی چغتھی صدی کے حوالے سے لکھتے ہیں:-

”ان امور میں سے اولین امر ان آراء کا ظہور تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت حضرت علی کا حق تھا، اور یہ حق نص الہی کے ساتھ ثابت ہوتا ہے اور یہ کہ چند کے علاوہ باقی صحابہ رسول نے ابوبکر کو خلیفہ مقرر کر کے اس کی مخالفت کی۔ جیسا کہ اس زمانے میں چند دیگر آراء کا ظہور ہوا جن کا منشا یہ تھا کہ تکمیل اسلام کے لئے ایمان بالامامت ضروری ہے۔ حتیٰ کہ بعض شیعہ علماء نے تین اصول دین، توحید، نبوت اور معاد کے ساتھ امامت اور عدل کا اضافہ بھی کر دیا۔ جب کہ بعض دوسرے علماء کا خیال تھا کہ یہ عقیدہ (امامت و عدل) اصول دین میں سے نہیں بلکہ اصول مذہب میں سے ہے۔“

(ڈاکٹر موسیٰ موسوی، الشیخہ والصحیح، اردو ترجمہ بنام اصلاح شیعہ، ص 21)۔
برصغیر کے معروف شیعہ عالم محمد العصر علامہ سید علی نقی نقوی لکھنوی، جعفری اثنا عشری عقیدہ کے مطابق اصول دین بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

”اصول دین:- (1) توحید (2) عدل (3) نبوت (4) امامت (5) معاد۔“
(علی نقی النقی، مذہب شیعہ ایک نظر میں، ص 4، مطبوعہ امامیہ مشن پاکستان ٹرسٹ، لاہور، ضمیمہ پیام عمل، مارچ 1969ء)۔

امامت کو اصول دین میں سے ماننے کا براہ راست لازمی و منطقی نتیجہ یہ ہے کہ جو مسلمان، امام و خلیفہ اول و دوئم و سوئم سیدنا ابوبکر و عمرو عثمان رضی اللہ عنہم کے بجائے سیدنا علی کو حکم خداوندی کی بناء پر مقرر شدہ (منصوص من اللہ) و معصوم عن الخطا پہلا امام اور خلیفہ بلا فصل نہیں مانتا، وہ اسی طرح دائرہ ایمان سے خارج قرار پاتا ہے جس طرح توحید، رسالت یا قیامت میں سے کسی ایک اصل دین کا منکر غیر مومن اور کافر ہے۔

لہذا اس عقیدہ کی رو سے جو جزو کلمہ و اساس مذہب شیعہ ہے، ایک لاکھ سے زائد (ننانوے فیصد) وہ تمام صحابہ کرام مکبرین امامت قرار پاتے ہیں جنہوں نے نہ تو سیدنا علی کو اللہ کا مقرر کردہ پہلا امام و خلیفہ تسلیم کیا نہ ان کے حق میں نبی کی کسی ایسی وصیت کا اقرار کیا جو علی کو صراحت کے ساتھ پہلا امام و خلیفہ رسول قرار دیتی ہو، اور نہ ہی انہیں شیعہ عقیدہ

(یعنی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ، جلد اول، ص 196)۔
اس حوالے سے مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن ٹوکی اپنے تفصیلی فتویٰ میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ:-

”بغور نظر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ شیعیت اسلام کے مقابلہ میں بالکل ایک الگ اور متوازی مذہب ہے، جس میں کلمہ طیبہ سے لے کر میت کی تجنیز و تکفین تک تمام اصول و فروع اسلام سے الگ ہیں۔ شیعہ اثنا عشریہ بلاشبک و شبہ کافر ہیں۔“ (متفقہ فیصلہ، حصہ اول، ص 154)۔

1- کلمہ اسلام

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کلمہ امت کو سکھایا اور جس کو پڑھ کر کافر مسلمان ہوتا تھا وہ صرف توحید و رسالت پر مشتمل ہے:-

”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔“

دنیا بھر کے مسلمان قرآن و سنت کی رو سے اسی کلمہ کو اساس دین اور رکن اسلام مانتے ہیں۔ مگر فقہ جعفری کی رو سے شیعہ کلمہ اسلام کو درج ذیل شکل دی گئی ہے:-

”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ علی ولی اللہ، وصی رسول اللہ و خلیفہ بلا فصل۔“

(تحفۃ العوام، کمال جدید از مولانا منظور حسین نقوی، شیعہ کلمہ)۔

ترجمہ:- اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ محمد، اللہ کے رسول ہیں۔ علی اللہ کے ولی و وصی رسول اور آپ کے بلا فاصلہ پہلے خلیفہ ہیں۔

اس کلمہ کا مطلب یہ ہے کہ علی ولایت و سلطنت خدا کے مالک ہیں۔ رسول اللہ نے ان کے بارے میں وصیت کی ہے کہ بعد از وفات نبی وہ پہلے امام اور ان کے بلا فاصلہ جانشین ہوں گے۔

اس کلمہ کی بنیاد اس شیعہ عقیدہ پر ہے کہ توحید، نبوت اور معاد (قیامت) کے تین متفق علیہ مسلم بنیادی عقائد کی طرح امامت بھی اصول دین میں سے ہے جس پر ایمان لانا اسی طرح مومن کے لئے واجب و لازم ہے جس طرح مذکورہ تین اصول دین پر ایمان لانا لازم ہے، اور عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ علی و آل علی کا انکار اسی طرح خارج از ایمان کرنے

کے مطابق ”ولی اللہ“ اس شرح کے حوالے سے تسلیم کیا کہ وہ پوری کائنات کی سلطنت کے والی و حاکم نیز اقتدار سیاسی و مذہبی کے اللہ کی جانب سے مقرر شدہ مالک و امام اول اور خلافت کے اولین حق دار ہیں، بلکہ ان کے نزدیک عمومی مفہوم کے لحاظ سے علی بھی اللہ رسول کے اسی طرح دوست اور ولی ہیں جس طرح ابوبکر و عمرو عثمان و غیرہم، اللہ رسول کے دوست اور ولی ہیں، نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے امامت نماز کی وصیت و تلقین کی بناء پر سیدنا ابوبکر امت کے نزدیک وصی رسول ہیں اور اس کی روشنی میں تمام صحابہ کرام نے سیدنا ابوبکر کو مشاورت و اجتماع کے ذریعے امام اول و خلیفہ بلا فصل منتخب کیا۔ ان کے بعد سیدنا عمرو عثمان و علی بالترتیب امام و خلیفہ دوم و سوم و چہارم قرار پائے، اور حدیث غدیر خم (من کنت مولاه فعلی مولاه الخ) کا علماء اہل سنت کے نزدیک امامت و خلافت سے قطعاً کوئی تعلق نہیں، بلکہ اس کا سیدھا اور صاف مطلب یہ ہے کہ (جس کا میں دوست ہوں اس کے علی بھی دوست ہیں)۔ اس شیعہ عقیدہ و کلمہ کی رو سے دنیا بھر کے نوے فیصد سے زائد مسلمان جو چودہ صدیوں سے عقیدہ اہل سنت کے حامل ہیں، شیعہ مفہوم کے مطابق منکرین اصل دین (امامت) قرار پاتے ہیں اور دائرہ ایمان سے اسی طرح خارج ہیں جس طرح توحید، رسالت یا قیامت کا انکار کرنے والا خارج ہے۔

اس عقیدہ و کلمہ کے نتیجے میں چونکہ شیعہ اثنا عشریہ نے امام علی سمیت بارہ اماموں کو منصوص من اللہ و معصوم عن الخطا آئمہ و خلفائے اسلام قرار دیا، جن کی امامت و خلافت الہیہ کو تسلیم کرنا دیگر اصولوں کی طرح واجب و لازم ہے، لہذا بارہ اماموں کی امامت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوة کو تسلیم نہ کرنے والے تمام شیعہ فرقے جو شیعہ اثنا عشریہ سے علیحدہ ہیں (مثلاً کیسانہ، زیدیہ، اسماعیلیہ، نور علیہ وغیرہ) وہ بھی آئمہ اثنا عشریہ کی امامت کی اصل دین کے منکر اور دائرہ ایمان سے شیعہ ہونے کے باوجود خارج قرار پاتے ہیں۔ یا اثنا عشریہ عقیدہ کی رو سے سورۃ الحجرات کی ایک آیت کی غلط تاویل کے حوالے سے اہل سنت نیز غیر اثنا عشریہ شیعہ فرقوں کو قلبی ایمان سے خالی اور ظاہری دائرہ اسلام میں داخل قرار دیا جاتا ہے۔

”قالت الاعراب آمنوا قل لم تؤمنوا ولكن قولوا اسلمنا ولعایدخل الایمان فی قلوبکم۔“

ترجمہ:- بدوؤں نے کہا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔ کہہ دیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے، بلکہ یوں کہو کہ ہم نے اطاعت قبول کی، کیونکہ ایمان ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔

اسی بناء پر شیعہ اثنا عشریہ اپنے آپ کو مومن اور دیگر فرقوں کو ناقص الایمان مسلمین (ظاہری اطاعت کرنے والے دل میں ایمان بر امامت کے بغیر) یا خود کو مومن و مسلم کامل اور دیگر فرقوں کو بظاہر مسلم اور باطن ناقص یا محروم الایمان تصور کرتے ہیں۔

چونکہ تقیہ (اپنا اصل عقیدہ چھپانا) شیعہ مذہب جعفری میں اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے، لہذا حسب ضرورت اہل سنت اور غیر اثنا عشریہ شیعہ فرقوں سے تعلق رکھنے والوں کے سامنے جعفریہ اثنا عشریہ انہیں مسلمان حتیٰ کہ مومن بھی بظاہر تسلیم کر لیتے ہیں، مگر اپنے عقیدہ و کلمہ کی رو سے ایسا ہرگز نہیں سمجھتے، کیونکہ اس طرح ان کے عقیدہ و مذہب کی بنیاد اور امتیازی تخصیص ہی ختم ہو جاتا ہے۔

عقیدہ امامت کو اصول دین میں شامل کرنے کی انہی پیچیدگیوں کے پیش نظر بعض شیعہ فرقوں نے اور خود اثنا عشریہ کے بعض علماء نے عقیدہ امامت کی متفرق تشریحات کی ہیں، مگر کوئی قابل قبول متفقہ حل پیش نہیں کر سکے۔ جیسا کہ کیسانہ، زیدیہ، اسماعیلیہ، نور علیہ اور دیگر فرقوں کے اختلاف ائمہ سے ظاہر ہے۔

شیعہ زیدیہ کے متعلق مولانا مودودی لکھتے ہیں:-

”وہ حضرت علی کو افضل مانتے تھے، مگر ان کے نزدیک افضل کی موجودگی میں غیر افضل کا امام ہونا جائز تھا۔ نیز ان کے نزدیک حضرت علی کے حق میں ٹھما و صراحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نص نہ تھی۔ اس وجہ سے وہ حضرت ابوبکر و عمر کی خلافت تسلیم کرتے تھے۔ تاہم ان کی رائے یہ تھی کہ امام اولاد فاطمہ میں سے کوئی اہل شخص ہونا چاہئے، بشرطیکہ وہ سلاطین کے مقابلے میں امامت کا دعویٰ لے کر اٹھے اور اس کا مطالبہ کرے۔“

(ابوالاعلیٰ مودودی، خلافت و ملکیت، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، اپریل 1980ء، ص 213، بحوالہ الاشعری، مقالات الاسلامیین، ج 1، ص 129 و مقدمہ ابن خلدون، ص 197-198، والشرستانی، الملل والنحل، ج 1، ص 115-117)۔

چنانچہ شیعہ زیدیہ کے نزدیک سیدنا علی و حسن و حسین و علی زین العابدین کے بعد زید

اپنے فائق دعوے سے دستبردار ہو گئے، اس لئے لوگوں کو یہ حق نہیں کہ ان کی امامت کے بارے میں سوال اٹھائیں، لیکن حضرت عثمان کے بارے میں انہیں شک ہے۔“ (روح اسلام، ص 485)۔

شیعہ اثنا عشریہ میں سے بھی بعض علماء و مفکرین نے عقیدہ امامت کے اصول دین و مذہب میں سے ہونے کی تاویلات کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ ان پر امت مسلمہ کی غالب اکثریت (اہل سنت) نیز دیگر شیعہ و غیر شیعہ فرقوں کی تکفیر کا الزام درست ثابت نہ ہو سکے۔ اس سلسلے میں امام کا منصوب من اللہ ہونا اور معصوم عن الخطا ہونا دو بنیادی مسئلے ہیں۔ مفکر ایران ڈاکٹر علی شریعتی جو اثنا عشری جعفری عقیدہ رکھتے ہوئے انقلابی تصریحات پیش کرتے ہیں، حضرت علی سے منسوب خالص تشیع اور شاہ اسماعیل صفوی و دیگر بادشاہوں کے غلط تشیع میں فرق کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

”در تشیع علوی

وصایت:- یعنی توصیہ پیغمبر، بہ فرمان خدا برائے نشان دادن لائق ترین، ذی حق ترین، و بر بنای علم و تقویٰ کہ در خاندان اویند۔

در تشیع صفوی

وصایت:- یعنی اصل حکومت انقلابی موروثی و سلسلہ ارثی تھا بر بنای نزاد و قربت

خانوادگی۔

در تشیع علوی

امامت:- یعنی رہبری پاک انقلابی برائے ہدایت مردم و بنای درست جامعہ و بدون اجتماع بسوی آگاہی و رشد و استقلال رای و شخصیت ہای کہ ”انسان مافوق“ اند و بحکم معنی مذہب اند برای شناختن و پیروی کردن و از آنها آگاہی و تربیت یافتن

در تشیع صفوی

امامت:- یعنی اعتقاد بہ دوازده اسم معصوم مقدس بطوراء المسیحی و ”فوق انسانی“ و تنها وسیلہ تقرب و توسل و شفاعت و دوازده فرشتہ برای پرستش موجوداتی غیبی شبیہ بہ امثال پنداران و خدا یان کو چک پیرامون خدای بزرگ آسمان۔

در تشیع علوی

بن علی پانچویں امام ہیں اور ان کے بعد تاقیامت لاتعداد ائمہ اہل بیت ہو سکتے ہیں جس کے لئے بارہ کی تخصیص غلط ہے اور بارہویں اثنا عشری امام غائب محمد المہدی کو واجب الطاعات امام و مہدی آخر الزماں ماننا تو درکنار، زید یہ دیگر متعدد غیر اثنا عشری شیعہ فرقوں کی طرح اس کے وجود کا بھی سرے سے انکار کرتے ہیں۔ اثنا عشری مورخ سید امیر علی لکھتے ہیں:-

”زیدیوں کی بابت شہرستانی کہتا ہے کہ وہ زید بن علی زین العابدین ابن حسین کے پیرو ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ امامت حضرت علی سے شروع ہو کر پہلے امام حسن کو پھر امام حسین کو، پھر علی ثانی امام زین العابدین کو ملی۔ زین العابدین کے بعد وہ محمد الباقر کو نہیں ملی جیسا کہ اثنا عشریہ کا عقیدہ ہے، بلکہ زید کو۔ خلافت کے بارے میں زیدی بڑی حد تک اہل سنت سے مشابہ ہیں۔ ان کے خیال میں عوام کو یہ حق ہے کہ وہ خانوادہ نبوت میں سے کسی کو اپنا روحانی پیشوا انتخاب کریں، چنانچہ انہوں نے انتخاب کے اصول کو اور اس اصول کو کہ امامت اہل بیت نبوی تک محدود ہے، جمع کر دیا ہے۔ ان کا یہ خیال بھی ہے کہ افضل کی موجودگی میں مفعول کا انتخاب جائز ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ اگرچہ حضرت علی صحابہ رسول میں سب سے برگزیدہ تھے اور حق وراثت کی بناء پر بھی اور اپنے ذاتی اوصاف کی بناء پر بھی امامت کے مستحق ہیں، لیکن ملکی مصلحتوں کے پیش نظر اور ان شورشوں کو فرو کرنے کی خاطر جو آنحضرت کے وصال پر برپا ہوئیں، ایک زیادہ بچتہ عمر کے آدمی کا منصب خلافت پر مامور ہونا ضروری تھا، تاکہ وہ لوگوں کو اطمینان دلا سکے اور ان کے اختلافات کو رفع کر سکے۔ علاوہ بریں حضرت علی حفاظت دین کی خاطر جس جہاد میں مشغول رہے تھے اس کی وجہ سے ان لوگوں کے سلسلے میں جنہوں نے مسلمانوں سے لڑائیاں لڑی تھیں اور جنہیں مسخر ہوئے زیادہ مدت نہ گزری تھی، حضرت علی کے خلاف شدید جذبہ انتقام تھا۔ اس امر کا احتمال تھا کہ لوگ حضرت علی کی صولت کے آگے بھی آسانی سے نہ جھکتے۔ یہی دلیل وہ حضرت عمر کے انتخاب کے جواز میں پیش کرتے ہیں۔“ (سید امیر علی:- روح اسلام، ص 482-483، اردو ترجمہ از محمد ہادی حسین، اسلامک بک سنٹر، دہلی)۔

زید یہ کے ذیلی فرقوں کے حوالے سے امیر علی مزید لکھتے ہیں:-

”سیلمانیہ اور حاکمیہ پہلے دو غلیفوں کے تسلیم کرنے کے بارے میں ایک دوسرے سے متفق ہیں۔ مؤرخ الذکر کی رائے ہے کہ چونکہ حضرت علی، ابو بکر اور حضرت عمر کے حق میں

یعنی لوگوں کی ہدایت اور ملت کی صحیح تعمیر اور معاشرہ کو رشد و آگہی و آزادی رائے کی جانب بڑھانے کے لئے پاکیزہ انقلابی رہنمائی و قیادت۔ ایسی شخصیات جو اعلیٰ ترین انسان اور مذہب کی بعینہ ایسی عملی تصویر ہیں جس کی پہچان اور پیروی کی جاسکے اور ان سے آگہی اور تربیت حاصل کی جاسکے۔

صفوی تشیع میں امامت

یعنی بارہ معصوم و مقدس مابعد الطبیعیاتی برتر از انسان ناموں پر اعتقاد رکھنا جو محض وسیلہ تقرب و توسل و شفاعت ہیں۔ بارہ فرشتے اور غیبی وجود جن کی پرستش کی جاسکے۔ جو امشاپندان اور آسمان کے عظیم خدا کے پیرامون چھوٹے دیوتاؤں سے مشابہت رکھتے ہیں۔

علوی تشیع میں عصمت

یعنی ایسے فکری و اجتماعی رہنماؤں کے تقویٰ و پاکیزگی پر اعتقاد رکھنا جو لوگوں کے ایمان و علم و حکمت کے ذمہ دار پیشوا ہیں، یعنی خیانت کار حکومت کی نفی۔ غیر صالح عالم، غیر صحیح روحانی پیشوا اور دستگاه خلافت سے وابستہ رہنماؤں کا انکار کرنا۔

صفوی تشیع میں عصمت

یعنی ان غیبی وجودوں کی ذات مخصوص اور استثنائی صفت جو خاکی انسان کی نوع میں سے نہیں اور خطاء و لغزش کر ہی نہیں سکتے، اور اس بات پر اعتقاد رکھنا کہ وہ چودہ تن اس قسم کی ذات ہای والا صفات تھیں۔

یعنی خائن حکومت کے فطری ہونے کا اثبات کرنا، غیر صالح عالم و منحرف روحانی وابستہ ظلمت کو قبول کرنا اس دلیل کی بنیاد پر کہ یہ معصوم نہیں ہیں (لہذا ان کی خطائیں قابل درگزر ہیں)۔

علوی تشیع میں ولایت

یعنی صرف علی اور طرفدار علی کی دوستی و رہنمائی و حکومت کی پذیرائی کرنا، کسی اور کی نہیں۔ علی کی دوستی کیونکہ وہ ہدایت کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ ان کی رہبری کیونکہ ہدایت کا روشن چراغ قبیلہ انسانیت کے سچے قائد ہیں، اور ان کی حکومت کیونکہ تاریخ انسانیت اس عدل و مساوات و آزادی کی آرزو رکھتی ہے جو ان کی پانچ سالہ حکومت میں تھی، اور تمام قومیں اسی کی نیازمند ہیں۔

عصمت:- یعنی اعتقاد بہ پاکِ تقویٰ رہبران فکری و اجتماعی پیشوایان مسئول ایمان، علم و حکومت مردم، یعنی نفی حکومت خائن، نفی پیروی از عالم ناپاک، روحانی نادرست و وابستہ بہ دستگاهی خلافت۔

در تشیع صفوی

عصمت:- یعنی ذات مخصوص و صفت استثنائی بر خاص موجودات غیبی کہ از نوع انسان خاکی نیستند۔ لغزش و خطائی توانند کرد۔ واعتقاد بہ اینکه آن چارہ تن جنیں ذات حای بودند۔ یعنی اثبات طبعی بودن حکومت خائن، قبول عالم ناپاک و روحانی منحرف و وابستہ علمہ، چون اس حاکم معصوم نیستند۔

در تشیع علوی

ولایت:- یعنی تبادوستی و رہبری و حکومت علی و علی وار را پذیرفتن ولا غیر۔ دوستی علی، زیرا او نمونہ عالی بندگی خدا است، رہبری اش چون چراغ روشن ہدایت است و رائد راستین قبیلہ بشریت، و حکومتش چون تاریخ انسان آرزوی عدل و آزادی و برابری اور رائج سال حکومتش دارد، ملت ہامہ بہ آن نیاز مندند۔

در تشیع صفوی

ولایت:- یعنی تہماحب علی داشن۔ و از ہر مسئولیتی مبرا بودن۔ وبہشت را بخاطر ولایت تضمین کردن، و آتش دوزخ کارگر نیفتادن۔ واعتقاد بہ اینکه ولایت بہ درد خلق و ادارہ جامعہ نمی در خورد۔ بلکہ بہ خدا کمک می کند در ادارہ جہاں طبیعت دست اندر کار است۔“

(علی شریعتی، تشیع علوی و تشیع صفوی، ص 258-259)۔

ترجمہ:- علوی تشیع میں وصایت

خدا کے حکم کے مطابق پیغمبر کی وصیت تاکہ علم و تقویٰ کی بنیاد پر ان کے خاندان میں سے جو سب سے زیادہ حق دار اور لائق ترین ہے اس کی نشان دہی ہو۔

صفوی تشیع میں وصایت

یعنی مقرر شدہ موروثی حکومت اور سلسلہ وراثت کا اصول محض نسل اور خاندانی قربت کی بنیاد پر۔

علوی تشیع میں امامت

صفوی تشیع میں ولایت

یعنی محض علی سے محبت رکھنا اور ہر ذمہ داری و جوابدہی سے مبرا ہو جانا، جنت کو محض ان کی ولایت کے حوالے سے حاصل شدہ سمجھنا اور اسی وجہ سے ان پر جہنم کی آگ کا اثر انداز نہ ہونا اور اس بات پر اعتقاد رکھنا کہ ولایت کا خلق خدا کے دکھ درد اور انتظام ریاست و معاشرہ سے کوئی واسطہ نہیں، بلکہ وہ تو خدائی مددگار ہے اور اس جہان طبعیاتی کا انتظام چلانے میں مصروف کار ہے۔

اپنی اسی تصنیف ”تشیع علوی و تشیع صفوی“ میں علی شریعتی عصمت ائمہ کی وضاحت کرتے ہوئے یہ بھی لکھتے ہیں کہ اگر امام کے معصوم ہونے کا یہ مطلب ہے کہ وہ ارادہ الہی کی بناء پر گناہ کرنے پر قدرت ہی نہیں رکھتے تو یہ کوئی قابل فخر بات نہیں ہے۔ مثلاً دیوار بھی گناہ کرنے پر قدرت نہیں رکھتی اور اس کے گناہ سے پاک ہونے میں کوئی فخر کی بات نہیں ہے۔ البتہ اگر امام کے معصوم ہونے کا یہ مطلب ہے کہ وہ انسان ہوتے ہوئے اور اختیار گناہ رکھتے ہوئے بھی گناہ نہیں کرتے تو معصومیت کا یہ تصور قابل فخر اور قابل اتباع ہے۔

اگرچہ ڈاکٹر علی شریعتی جیسے جدید اثنا عشری مفکرین نے اثنا عشری عقیدہ امامت و کلمہ شیعہ پر قائم رہتے ہوئے ”علی ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفہ بلا فصل“ کی جدید تشریحات کرنے کی کوشش فرمائی ہے مگر اس کے باوجود وہ بھی روایتی علماء کی طرح عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ پر ایمان رکھنے والے اور ولایت و وصایت علی کے شیعہ نظریہ پر کامل اعتقاد کے حامل ہیں اسی طرح دیگر شیعہ اصول و فروع میں بھی اثنا عشری عقائد و افکار کو جزو عقیدہ و ایمان قرار دیتے ہیں، لہذا ان کی جدید تشریحات بھی شیعہ اثنا عشریہ کے کافرانہ عقائد و افکار و کلمہ شیعہ کو قابل قبول قرار دلوانے سے قاصر ہیں۔ خود ڈاکٹر علی شریعتی بھی اپنے خالص تشیع (تشیع علوی) اور صفوی بادشاہوں کے ناخالص تشیع (تشیع صفوی) کو اصول و فروع کے لحاظ سے ایک ہی تسلیم کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

”در ہر دو تشیع اصول و فروع یکی است، باہم مگر اختلاف ندارند۔“

(علی شریعتی، تشیع علوی و تشیع صفوی، ص 205، پایہ ہای اعتقادی ہر دو مذہب)۔

ترجمہ:- ہر دو تشیع (علوی و صفوی) میں اصول و فروع ایک ہی ہیں باہم کوئی اختلاف نہیں رکھتے۔

عراقی شیعہ عالم ڈاکٹر موسیٰ موسوی حضرت علی کو نسبتاً زیادہ مستحق خلافت قرار دینے کے باوجود اثنا عشریہ کے باطل عقائد و افکار کو دلائل سے رد کرتے ہوئے امامت منصوصہ کے حوالہ سے فرماتے ہیں:-

”اگر امامت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور بارہویں امام تک صرف حضرت علی کی اولاد میں منحصر ہوتی، جیسے کہ شیعہ کا مذہب ہے تو ضروری تھا کہ حضرت علی اپنے بیٹے حسن کو اپنے بعد خلیفہ اور امام کے طور پر مقرر کرتے، جب کہ راویوں اور مؤرخوں کا اتفاق ہے کہ امام نے ابن مسلم مرادی کی زیر آلود تلوار سے وار کے بعد جب بستر شہادت پر تھے اور ان سے پوچھا گیا کہ وہ کس کو خلیفہ بنا کر جا رہے ہیں تو فرمایا:-

”میں تمہیں ویسے ہی (بلا محسن خلیفہ) چھوڑ کر جا رہا ہوں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ کر گئے تھے۔“

امام کی وفات کے بعد مسلمان جمع ہوئے اور ان کے فرزند حضرت حسن کو خلیفہ چن لیا، اور خلیفہ المسلمین کے طور پر ان کی بیعت کر لی، لیکن امام حسن نے معاویہ کے ساتھ صلح کر لی اور خلافت سے دستبردار ہو گئے۔ امام نے صلح کی وجہ یہ بتائی کہ یہ مسلمانوں کی خونریزی روکنے کے لئے ہے۔

تم خود سوچو، اگر خلافت منصب الہی ہوتا تو کیا امام حسن خونریزی روکنے کے لئے اس سے دستبردار ہو سکتے تھے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ جب اللہ کے حکم اور شریعت کا دفاع کیا جا رہا ہو تو اس مقام پر خونریزی روکنے کا معنی ہی کچھ نہیں ہے، ورنہ پھر اللہ کی راہ میں اس کے دین و شریعت اور اوامر و نواہی کی مضبوطی کے لئے جہاد و قتال کے حکم کا کیا مطلب رہ جاتا ہے۔

(ڈاکٹر موسیٰ موسوی، اشیعہ و تصحیح، اردو ترجمہ بعنوان اصلاح شیعہ، ص 83-84)۔

بارہ اماموں کے معصوم عن الخطاء ہونے کے اثنا عشری عقیدہ کے بارے میں ڈاکٹر موسیٰ

موسوی فرماتے ہیں:-

”عصمت در حقیقت امام کے حق میں نقص کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اس میں کوئی مدح نہیں، کیونکہ شیعہ مفہوم کے مطابق عصمت کا معنی یہ ہے کہ ائمہ اپنی ولادت سے لے کر وفات تک اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے کسی نافرمانی کے مرتکب نہیں ہوتے۔ اس کا مطلب یہ ہے

جزو عقیدہ ہونے سے انکار ممکن نہیں، اور اس سلسلے میں ایک جدید تعلیم یافتہ دانشور و محقق اسلام کی یہ رائے بھی بڑی اہم ہے جو انہوں نے ایک بے خبر ”سنی“ دانشور کے اس فقرے (تکفیر شیعہ پر اجماع امت نہیں رہا ہے) کے جواب میں طنز لطیف کرتے ہوئے فرمایا کہ:- آپ (اہل سنت) کا تو پتہ نہیں شیعوں کی تکفیر پر اجماع ہے یا نہیں، البتہ شیعوں کا بہر حال آپ کے کافر ہونے پر اجماع ہے۔ ان کا اشارہ شیعوں کے نزدیک اہل سنت کے منکرین امامت منصوصہ و معصومہ ہونے کی بناء پر محروم الایمان ہونے کی جانب تھا۔ فاعترفاً یا اولی الابصار۔

کہ ان میں شر پر خیر کو فضیلت و ترجیح دینے کا ارادہ مفقود تھا۔ میں نہیں جانتا کہ جب کوئی شخص ایسے ارادے کی بدولت جو اس کی ذات سے خارج ہے، برائی کرنے پر قادر ہی نہیں، کون سی قابل فخر عصمت ہے۔ ہاں اگر عصمت کا یہ مطلب ہو کہ ائمہ گناہ پر قادر ہونے کے باوجود عالی نفسی، اخلاق میں قوی ملکہ اور رکاوٹ کی بناء پر ہرگز نافرمانی نہیں کرتے تو یہ بات معقول اور عقل و منطق سے مطابقت رکھتی ہے، لیکن اس صورت میں ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ قوت نفس محدود ہے چند اشخاص کے ساتھ خاص ہے یا صرف ہمارے ائمہ کے ساتھ خاص ہے۔“ (اصلاح شیعہ، ص 145-146)۔

ان تمام تفصیلات سے شیعہ اثنا عشریہ کے علیحدہ عقیدہ و کلمہ نیز اہل سنت کے علاوہ مسلم اقلیتی فرقوں اور غیر اثنا عشری شیعہ فرقوں کے ایمان و اسلام کے بارے میں بھی ان کے انتہاء پسندانہ تکفیری نقطہ نظر کا پتہ چلتا ہے، اور بارہ اماموں کی امامت کو توحید و رسالت و قیامت کے متعلق علیہ اصول دین کی طرح اصل دین قرار دے کر جزو عقیدہ و کلمہ بنالینے نیز ائمہ اثنا عشری کی امامت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوة کو تسلیم نہ کرنے والی امت کی غالب اکثریت بلکہ چند ایک کے سوا تمام صحابہ کرام و جملہ اہل سنت کے بارے میں اثنا عشریہ کے منفی و تکفیری انکار کھل کر سامنے آجاتے ہیں۔ اور اثنا عشریہ کا یہ موقف اہل سنت و الجماعت اور غیر اثنا عشری شیعہ فرقوں کی جانب سے شیعہ اثنا عشریہ کو امت مسلمہ سے علیحدہ اور باطل و گمراہ کن نظریات پر مبنی گروہ ثابت کرنے میں بڑا مدد و معاون ثابت ہوا ہے، اور اثنا عشریہ کی نامعقول روش کا خمیازہ اب خود انہی کو بھگتنا پڑ رہا ہے، کیونکہ انہوں نے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمہ اسلام میں اضافہ کر کے اور اسے جزو عقیدہ بنا کر علمائے امت و اکابر اہل سنت کی جانب سے اثنا عشریہ کو محرفین کلمہ اسلام اور کافر و مرتد قرار دیئے جانے کا ثبوت خود فراہم کر دیا ہے، اور عامۃ المسلمین بھی یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہیں کہ جس فرقہ نے کلمہ میں اضافہ کی جرات و جسارت بلا تکلف و بلا مذمت کر لی، اس نے قرآن و حدیث سمیت دین کی تمام بنیادوں میں کمی بیشی اور ان کی خلاف اسلام تشریح و تاویل میں کیا کسر چھوڑی ہوگی۔

اگر بعض شیعہ تحفۃ العوام اور اپنی دیگر مذہبی تصانیف میں لکھے ہوئے اس اضافی کلمہ کا اہل سنت کے سامنے انکار بھی کر دیں، تب بھی اذان میں اس کے روزمرہ اعلان نیز اس کے

اشهد ان امير المؤمنين و امام المتقين عليا- ولي الله وصي رسول
الله و خليفته بلا فصل-

اشهد ان امير المؤمنين و امام المتقين عليا- حجة الله-
ترجمہ:- میں گواہی دیتا ہوں کہ امیر المؤمنین و امام المتقین علی، اللہ کے ولی، رسول اللہ
کے وصی اور آپ کے بلا فاصلہ خلیفہ ہیں۔
میں گواہی دیتا ہوں کہ امیر المؤمنین و امام المتقین علی، اللہ کی حجت ہیں۔
اس جملے کے بارے میں علمائے مجتہدین جعفریہ کے ارشادات ملاحظہ ہوں:-
”۱- بلکہ یہ جملہ کنا مستحب ہے لیکن بہ قصد جزئیت (اذان و اقامت) نہیں۔“ آقائے
محسن حکیم)۔

2- اعلان شہادت ولایت امیر المؤمنین جزو اذان نہیں لیکن، قصد قربت بعد از ذکر
رسول خدا خوب ہے اور بہتر ہے کہ بصورت تابع ذکر کیا جائے۔ مثلاً:-

اشهد ان محمدا رسول الله وان عليا وليه وحجته- (آقائے شہاب
الدین)۔

3- شہادت ولایت و خلافت حضرت امیر علیہ السلام جزو اذان و اقامت نہیں بلکہ جزو
ایمان ہے، اور اذان میں بدون قصد جزئیت اس کلمہ کا کنا شرعاً جائز بلکہ بعض وجوہ سے
ضروری ہے۔ (مفتی احمد علی)۔

تحفۃ العوام، کمال جدید۔ مرتبہ مولوی منظور حسین نقوی، ص 113، حاشیہ 3)۔
اس جملے کے الفاظ پر بھی اتفاق نہیں بلکہ مختلف مقامات پر مختصراً و تفصیلاً مختلف انداز
میں بولا جاتا ہے۔ مثلاً ایران میں انقلاب کے بعد بالعموم لمبے جملوں کے بجائے درج ذیل
جملہ بولا جاتا ہے:-

(اشهد ان عليا- ولي الله- اشهد ان عليا- حجة الله)۔
اور حضرت علی کے ولی و حجت ہونے کا معنی و مفہوم وہ نہیں جو اہل سنت حضرت ابوبکر
و عمرو عثمان و علی و غیرہم کے لئے سمجھتے ہیں، بلکہ اس کا مطلب آپ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کے بعد اللہ رسول کا مقرر کردہ پہلا امام منصوب و معصوم و خلیفہ بلا فصل ہونا ہے، جن کے
مقابلے میں ابوبکر و عمرو عثمان کو امام و خلیفہ ماننا ولایت و حجت علی کا انکار ہے۔ اور اسی طرح

2- الصلوۃ (نماز)

دنیا بھر کے نوے فیصد سے زائد مسلمان جو عقیدہ اہل سنت کے حامل ہیں، ابتدائے
اسلام سے آج تک چودہ صدیوں سے وہی نماز پڑھتے چلے آرہے ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے پڑھی، اور مسلمان کھلانے والے غیر سنی اقلیتی فرقے بھی بالعموم اسی نماز پر قائم
رہے۔ مگر شیعہ اثنا عشریہ نے فقہ جعفری کی رو سے اس نماز کی بہت سی تفصیلات کو بدل دیا
اور یہ دعویٰ کیا کہ سیدنا علی و آل علی اسی نماز پر قائم تھے، مگر ان کے اس دعویٰ کی تائید دیگر
شیعہ فرقے بھی نہیں کرتے، بلکہ شیعہ زیدیہ وغیرہ کی بہت سی روایات سے اس بات کی تائید
ہوتی ہے کہ نبی علیہ السلام اور آپ کے صحابہ و اہل بیت (بشمول ازواج و اولاد) رضی اللہ عنہم
کا طریقہ نماز وہی تھا جو اہل سنت و الجماعت کا ہے۔ اس سلسلے میں فقہ جعفری کی رو سے اہل
تشیع نے نظام صلوۃ میں جو تبدیلیاں کی ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے:-

الف- اذان

سنی مسلمان (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، اہلحدیث) دنیا بھر میں نماز، منجگانہ و جمعہ وغیرہ کے
لئے جو اذان دیتے ہیں وہ درج ذیل ہے:-

الله اکبر (چار مرتبہ)

اشهد ان لا اله الا الله (دو مرتبہ)

اشهد ان محمدا رسول الله (دو مرتبہ)

حي على الصلوة (دو مرتبہ)

حي على الفلاح (دو مرتبہ)

الله اكبر (دو مرتبہ)

لا اله الا الله (ایک مرتبہ)

صرف اذان فجر میں ”حي على الفلاح“ کے بعد دو مرتبہ ”الصلوة خير من
النوم“ بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے برعکس شیعہ اذان میں فقہ جعفری کے مطابق (حي على
الفلاح) کے بعد ہر اذان میں ”حي على خير العمل“ ”دو مرتبہ“ اور آخر میں ”لا اله
الا الله“ بھی دو مرتبہ کہا جاتا ہے۔

ج- اشهد ان محمدا رسول الله، کے بعد یہ جملہ بولا جاتا ہے:-

امام، فروری 1990ء، ص 184)۔

ڈاکٹر موسوی مزید فرماتے ہیں:-

”اللہ کی قسم! اگر آج حضرت علی یقید حیات ہوتے اور نماز کے لئے اذان میں مناروں سے اپنا نام ذکر ہوتا سنتے تو اسے جاری کرنے والے اور اس پر عمل کرنے والے دونوں پر برابر حد نافذ کرتے۔ ہم بھی عجیب لوگ ہیں کہ علی کی خاطر ایک ایسا عمل کرتے ہیں جسے وہ خود بھی پسند نہیں فرماتے۔“

ہم ایک بار پھر اپنی اس اصلاحی تحریک کے ضمن میں شیعہ سے مطالبہ کریں گے کہ وہ اس اذان کی طرف رجوع کریں جو بلال حبشی نے مسجد رسول اللہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام، جن میں حضرت علی بھی تھے، کی موجودگی میں کہی اور اپنے شیعہ مساجد کے مؤذنوں کو بھی اس اذان کا پابند بننے کے لئے کیس۔ اگر مؤذنوں نے مساجد میں اس کی پابندی کی تو اس سے بڑا راستہ کھلے گا اور یہ اذان شیعہ گھروں میں داخل ہو جائے گی۔ جیسا کہ قبل ازیں علی اور فاطمہ الزہراء کے گھر داخل ہو چکی ہے۔“

(ڈاکٹر موسوی، اصلاح شیعہ، ص 187-188)۔

فقہ جعفری کی رو سے شیعوں کی تمام اذانوں میں (حی علی خیر العمل) دو مرتبہ کہنا لازم ہے اور شیعہ یہ الزام لگاتے ہیں کہ خلیفہ ثانی عمر بن خطاب نے اس جملہ کو اذان سے نکال کر اس کے بجائے (الصلوة خیر من النوم) کا جملہ اذان میں داخل کر دیا۔

اس الزام کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے تو صرف اتنی بات ہی کافی ہے کہ ”الصلوة خیر من النوم“ کا تعلق صرف اذان فجر سے ہے۔ جب کہ شیعہ اپنی پانچوں اذانوں اور اقامتوں میں ”حی علی خیر العمل“ استعمال کرتے ہیں۔ اگر شیعوں کی صرف اذان فجر میں ”حی علی خیر العمل“ دنیا بھر کے مسلمانوں کی اذان فجر کے جملے ”الصلوة خیر من النوم“ کے متوازی بکارا جاتا تو شاید شیعوں کی الزام تراشی پر کان دھرا جاسکتا۔ مگر بقیہ چار شیعہ اذانوں اور اقامت نماز فجر سمیت پانچوں اقامتوں میں اس جملے کا موجود ہونا بجائے خود شیعوں کے حضرت عمر پر الزام کو باطل قرار دیتا ہے۔ ہاں اگر شیعہ اس جملے کو صرف اذان فجر تک محدود کر لیں اور بقیہ اذانوں نیز پانچوں نمازوں کی اقامت سے نکال دیں تو ممکن ہے ان کی حضرت عمر پر الزام تراشی میں کچھ شیعہ منطق پیدا ہو جائے، مگر مشکل یہ ہے کہ سیدنا علی و حسن کے دور خلافت

دائرہ ایمان سے خارج کر دیتا ہے جس طرح توحید خدا یا رسالت محمدیہ کا انکار دائرہ ایمان سے خارج کر دیتا ہے، کیونکہ امامت شیعوں کے نزدیک اصول دین میں سے ہے اور مذکورہ بالا فتاویٰ کے مطابق بھی جزو ایمان ہے۔

اس مذکورہ جملہ کے سلسلے میں امام خمینی فرماتے ہیں:-

(اشحد ان علیا ولی اللہ) کا کہنا جزو اذان و اقامت نہیں اور ایسی جگہ پر جہاں تہیہ کے خلاف ہو اس کا کہنا حرام ہے اور نہیں کہنا چاہئے۔ (28 شوال 1399 قمری ہجری)۔

(فتویٰ امام خمینی، بحوالہ مقالہ بی آزار شیرازی، اتحاد اسلامی، مطبوعہ مجلہ ”فجر“ شمارہ 18، ربیع الاول 1405ھ، ص 29، اسلام آباد، راینی فرہنگی سفارت جمہوری اسلامی ایران)۔

آیت اللہ العظمیٰ ابوالحسن اصفہانی کے پوتے اور شیعہ عالم و مجتہد ڈاکٹر موسیٰ موسوی فاضل نجف اشرف فرماتے ہیں:-

”سید مرتضیٰ جو پانچویں صدی ہجری کے اکابر علماء شیعہ امامیہ میں سے ہیں، فرماتے ہیں:-

جس نے نمازوں کی اذان میں (اشحد ان علیا ولی اللہ) کہا اس نے حرام عمل کا ارتکاب کیا۔

اس رائے سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان میں اس تیسری شہادت کا اضافہ غیبت کبریٰ کے بعد کیا گیا ہے، لیکن مذہبی واقعات میں رسمی طور پر اس کا اظہار اس وقت ہوا جس وقت شاہ اسماعیل صفوی نے ایران کو تشیع میں داخل کیا، اور اس نے مؤذنوں کو حکم دیا کہ چوتروں پر نماز کے وقت کسی جانے والی اذان میں تیسری شہادت کا اضافہ کریں۔ اس طرح اس نے امام علی کو رسول اللہ کے بعد خلافت کا مستقل مقام دے دیا۔ وہ دن اور آج کا دن تب سے پوری دنیا کی شیعہ مساجد میں یہی طریقہ جاری ہے۔ جسے صفوی حکمران نے وسعت و ترویج دی۔ ہم مشرق و مغرب کی ایک بھی شیعہ مسجد اس سے مستثنیٰ نہیں کر سکتے۔

اس سلسلے میں دلچسپ اور باعث تعجب بات یہ ہے کہ ہمارے قہماء صاحب محمد اللہ کا اس پر مطلق و مکمل اجماع ہے کہ اس شہادت کا اذان میں اضافہ عصرائے کبر کے بعد ہوا ہے اور چوتھی صدی تک اسے کوئی نہیں جانتا تھا۔“

(ڈاکٹر موسیٰ موسوی، الشیخہ والشیخ، اردو ترجمہ بعنوان اصلاح شیعہ، از ابو مسعود آل

”اشهد ان اميرالمؤمنين و امام المتقين ابا بكر ولي الله وصي رسول الله و خليفته بلا فصل۔

اشهد ان اميرالمؤمنين و امام المتقين ابا بكر حجة الله۔
 کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر کو اپنی جگہ امام نماز مقرر کرنے کی وصیت و تلقین کر کے ان کی امامت و خلافت کی جانب اشارہ فرمادیا تھا اور آپ بلا فاصلہ خلیفہ الرسول مقرر ہوئے۔ نیز جب تمام صحابہ نے اجماعی طور پر ان کی بیعت کر لی تو وہ اللہ کی ایسی جت قرار پائے جس کا انکار کفر تھا۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں درج ہے۔
 ”من انکر امامہ ابی بکر الصديق فهو کافر“۔ جس نے ابوبکر صدیق کی امامت کا انکار کیا تو وہ کافر ہے۔

اللہ تعالیٰ شیعوں کو ہدایت دے اور اہل سنت کی طرح قرآن و سنت رسول (ص) پر ایمان و عمل کی توفیق دے۔ آمین۔

ب۔ وضوء

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی مدنی سورہ المائدہ میں نماز کے لئے وضوء کا حکم دیتے ہوئے آخر میں دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھونے کا حکم بھی دیا ہے۔

ياايها الذين آمنوا اذا قمتم الى الصلوة فاغسلوا وجوهكم وايديكم الى المرافق وامسحوا برؤوسكم وارجلكم الى الكعبين۔ (المائدہ: 6)۔

ترجمہ: اے ایمان والو جب تم نماز کے لئے کھڑے ہونے لگو تو اپنے چہرے اور کنبیوں تک اپنے ہاتھ دھولیا کرو اور اپنے سروں کا مسح کیا کرو اور اپنے پاؤں دونوں ٹخنوں تک دھولیا کرو۔

چنانچہ دنیا بھر کے مسلمان (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، اہلحدیث وغیرہ) اس حکم پر عمل کرتے ہوئے وضوء کرتے ہیں۔

مگر شیعہ اثنا عشریہ جعفریہ آخر میں دونوں پاؤں دھونے کے بجائے ننگے پاؤں کا مسح کرتے ہیں، حالانکہ تلاوت میں وہ ار جلم (ل پر زبر کے ساتھ) پڑھتے ہیں جس کا عطف ”فاغسلوا“ پر ہے اور معنی پاؤں دھونا ہے۔ جب کہ اس تلاوت کے باوجود شیعہ جعفریہ کا کہنا یہ ہے کہ اصل میں ار جلم (ل کے نیچے زیر) ہے جس کا عطف ”وامسحوا برؤوسکم“ پر ہے۔ لہذا

میں بھی اس اذان کو برقرار رکھا گیا جو عصر نبوی نیز سیدنا ابوبکر و عمر عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانہ خلافت سے رائج چلی آرہی تھی اور جس میں اذان فجر میں ”الصلوة خير من النوم“ کا جملہ شامل تھا۔

اس سلسلے میں شیعہ مجتہد ڈاکٹر موسیٰ موسوی فرماتے ہیں:-

”الصلوة خير من النوم“ کی عبارت ایک اختلافی امر ہے۔ شیعہ کے علاوہ تمام اسلامی فرقے اس پر متفق ہیں کہ یہ عمد رسول سے وارد ہے۔ بخلاف شیعہ کے جو اسے خلیفہ عمر بن خطاب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔“ (اصلاح شیعہ، ص 186)۔

فقہ جعفری کی رو سے اذان کے آخر میں ”لا الہ الا اللہ“ ایک کے بجائے دو مرتبہ کہنا بھی محض اختلاف اذان میں اضافہ کے لئے ہے ورنہ عقلی لحاظ سے بھی یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ جب ابتداء کا ”اللہ اکبر“ آخر میں چار کے بجائے نصف یعنی دو مرتبہ ہو گیا تو حسن ترتیب کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ ابتداء میں جو لا الہ الا اللہ دو مرتبہ آیا ہے وہ بھی نصف یعنی ایک مرتبہ لایا جائے۔

ان تفصیلات سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ شیعہ عصر نبوی اور سیدنا ابوبکر و عمر عثمان و علی و حسن رضی اللہ عنہم کے زمانہ خلافت میں رائج اذان میں تحریف و تبدیلی کے مرتکب و مجرم قرار پاتے ہیں اور اعتقادی گمراہیوں کے ساتھ ساتھ فقہی تحریف اور ترک سنت رسول و ائمہ کی گستاخی بھی کر بیٹھے ہیں۔ یہی وہ فیصلہ ہے جو ڈاکٹر موسیٰ موسوی نے اس قسم کے فقہی مسائل میں شیعہ مجتہدین کی افراط و تفریط کے حوالے سے دیا ہے۔

”ہم ان سے کہتے ہیں مسئلہ یہ نہیں ہے کہ تیسری شہادت اذان کا جزو ہے یا نہیں بلکہ مسئلہ اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ اس لئے کہ اذان کے الفاظ رسول اللہ نے متعین فرمائے۔ لہذا یہ الفاظ سنت تو قیفی ہیں۔ ان میں کسی کمی یا اضافے کا جواز نہیں ہے، خواہ وہ اضافی کلمات اپنی جگہ درست، صحیح اور مبنی بر حقیقت ہی ہوں۔“

(ڈاکٹر موسیٰ موسوی، اصلاح شیعہ، ص 185)۔

یہی وہ موقف ہے جس پر دنیا بھر کے نوے فیصد سے زائد مسلمان عقیدہ اہل سنت کے مطابق قائم ہیں، ورنہ اگر اذان میں اس قسم کی تبدیلی جائز ہوتی تو دنیا بھر کی مساجد میں سنی عقیدے کے مطابق شیعہ انتہاء پسندی کے مقابلے میں درج ذیل جملے کا اضافہ کیا جاسکتا تھا۔

قرآن کی رو سے مسح ثابت ہے۔

نیز ان کا موقف ہے کہ زہر والی قرأت ”ار بکلم“ مجبوراً پڑھی جاتی ہے، کیونکہ حضرت علی سے پہلے خلفاء نے ایسا پڑھنے کا حکم دیا اور حضرت علی و حسن کے دور میں بھی مجبوراً ایسا ہی پڑھا جاتا رہا، اور بارہویں امام مہدی کے اصل نسخہ قرآن لے کر آنے تک تلاوت میں اسی پر عمل کیا جائے گا، البتہ ائمہ شیعہ کی پیروی کرتے ہوئے پاؤں دھونے کے بجائے عمل نیچے پاؤں کے مسح پر کیا جاتا رہے گا، اور یہی ”اہل بیت“ سے ثابت ہے۔

فقہ جعفری کے دعویدار شیعوں کے اس خلاف قرآن موقف کی تردید کے لئے شیعہ فرقہ زیدیہ کی روایات اہل بیت ہی کافی ہیں۔ مسند الامام زید میں امام زین العابدین کے فرزند اور امام باقر کے بھائی نیز امام جعفر صادق کے عظیم چچا سیدنا زید بن علی بن حسین (م 122ھ) کو (نہ) کی یہ روایت واضح طور پر موجود ہے جو راوی حدیث ابو خالد واسطی کی بیان کردہ ہے:-

”زید بن علی عن ابیہ علی بن الحسین عن جدہ الحسین بن علی عن امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام قال:- رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توضع ففسل وجهہ و ذراعیہ ثلاثا و تمضمض و استنشق ثلاثا و مسح براسہ و اذنیہ مرة و غسل قدمیہ ثلاثا۔“

(مسند الامام زید، کتاب الطہارۃ، باب فی ذکر الوضوء، ص 49-56)۔

ترجمہ:- مجھے زید بن علی نے اپنے والد علی بن حسین سے روایت کر کے بتایا کہ ان کے والد نے ان کے دادا حسین بن علی سے روایت کیا۔ انہوں نے امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام سے روایت کیا آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو فرماتے دیکھا، چنانچہ انہوں نے اپنے چہرے اور دونوں ہاتھوں کو کینوں تک تین تین مرتبہ دھویا، تین مرتبہ کلی فرمائی اور ناک میں پانی ڈالا۔ ایک مرتبہ اپنے سر اور دونوں کانوں کا مسح فرمایا۔ اور تین مرتبہ اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔

حضرت علی سے مروی اس سلسلے کی ایک مزید روایت یہ واضح کرتی ہے کہ سورۃ المائدہ میں آیت وضوء نازل ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح کے بجائے غسل ربطین (پاؤں دھونے) پر عمل شروع کر دیا تھا۔

”حدثنی زید بن علی عن ابیہ عن جدہ عن علی علیہم السلام ان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسح قبل نزول المائدة فلما نزلت آية المائدة لم يمسح بعدها۔“

(مسند الامام زید، کتاب الطہارۃ، باب المسح علی الخفین والجبانہ، ص 80)۔

ترجمہ:- مجھے زید بن علی نے اپنے والد سے روایت کر کے بتایا۔ انہوں نے ان کے دادا سے روایت کیا۔ انہوں نے علی علیہ السلام سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورہ مائدہ کے نازل ہونے سے پہلے مسح فرماتے تھے، پس جب سورہ مائدہ کی آیت وضوء نازل ہوئی تو اس کے بعد انہوں نے مسح نہیں فرمایا۔

اسی حدیث کے حاشے میں شارح نے شیعہ امامیہ یعنی فقہ جعفری کی پیروی کے دعویداروں کے پاؤں نہ دھونے کا تذکرہ یوں کیا ہے:-

”اما الامامية فيمتنعون المسح علی الخفین، و اما ظاہر القدمین فيمسحون ولا يغسلون القدمین اصلا۔“

(مسند الامام زید، کتاب الطہارۃ، ص 81، حاشیہ ۱)۔

ترجمہ:- شیعہ امامیہ موزوں پر مسح کے قائل نہیں البتہ کھلے پیروں پر مسح کرتے ہیں اور دونوں پیروں کو دھوتے بالکل نہیں۔

یعنی جزو وضو سمجھ کر آخر میں پاؤں نہیں دھوتے، اور یہاں موزوں پر جس مسح کا ذکر ہے وہ چڑے کے موزوں پر اہل سنت اور شیعہ زیدیہ وغیرہ کا مسح کرنا ہے، جو قیام کی حالت میں بالعموم ایک دن رات اور سفر کی حالت میں تین دن رات تک درست ہے۔ بشرطیکہ موزوں میں داخل کرنے سے پہلے پاؤں وضو میں دھولے گئے ہوں۔ یہ استثنائی حکم اسی طرح درست ہے جس طرح حکم تیمم، مگر تمام حالات میں وضوء کے آخر میں دونوں پاؤں نہ دھونا روایات ائمہ شیعہ کے مطابق شیعہ جعفریہ کا ایسا عمل ہے جو نہ صرف حکم قرآنی کے منافی ہے بلکہ اہل سنت کے علاوہ شیعہ زیدیہ وغیرہ بھی اس کو غلط قرار دیتے ہیں۔

البتہ امام خمینی نے تقیہ کے طور پر (یعنی غلط سمجھنے کے باوجود اصل عقیدہ چھپاتے ہوئے) اس کی گنجائش نکالی ہے کہ:-

”اہل سنت کی جماعت میں شرکت کے لئے اگر کوئی شخص تقیہ کی خاطر ان کی طرح

(1080) کاغذ ایسی چیز سے بنا ہو کہ جس پر سجدہ صحیح ہے مثلاً گھاس تو اس پر سجدہ کر سکتے ہیں اور اس کاغذ پر بھی سجدہ کرنے میں کوئی اشکال نہیں جو روئی وغیرہ سے بنا ہو۔

(1081) سجدہ کے لئے ہر چیز سے بہتر تربت حضرت سید الشہداء علیہ السلام ہے اور اس کے بعد مٹی، اور مٹی کے بعد پتھر اور پتھر کے بعد گھاس ہے۔

(تمام فتاویٰ بحوالہ امام خمینی، توضیح المسائل، اردو ترجمہ سید صفدر نجفی، احکام نماز، وہ چیزیں جن پر سجدہ جائز ہے، ص 166 بعد)۔

ڈاکٹر موسیٰ موسوی مزید فرماتے ہیں:-

”اگر شیعہ اس فقہی قاعدے کی پابندی کرتے جو ہمارے فقہاء نے مٹی اور اس سے ماخوذ اشیاء پر سجدے کے بارے میں وضع کیا تھا اور ہمارے فقہاء اس فتویٰ پر کاربند بھی رہتے تو معاملہ اس قدر گراں بار نہ ہوتا اور دیگر اسلامی فرقے بھی اس رائے کو قبولیت اور احترام کی نظر سے دیکھتے۔

مگر ہوا یہ کہ شیعہ ہمارے فقہاء کے عمل پر چلتے ہوئے اس فقہی قاعدے سے تجاوز کر گئے اور اس سے ایک خاص عادت اختیار کر لی، اور ایک خاص مقام، کرلا، کی مٹی پر سجدہ شروع کر دیا، اور اس مٹی کی لمبی، گول اور مربع شکلیں بنالیں، جنہیں وہ سفرو حضرات برابر اپنے ساتھ اٹھائے رکھتے ہیں، تاکہ نماز کے وقت ان پر سجدہ کر سکیں۔

اور یہ بھی شیعہ کی عادت بن چکی ہے کہ جب وہ دیگر اسلامی فرقوں کی مسجدوں میں نماز ادا کرتے ہیں تو اس مٹی کو تقیہ پر عمل کرتے ہوئے یا اس ڈر سے چھپائے رکھتے ہیں کہ کہیں اس کے متعلق شورش نہ برپا ہو جائے، یا اکثریت سے شرعاً ہی جو ان کے اس کام کو تعجب و تمسخر کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔“ (اصلاح شیعہ، ص 205)۔

امام خمینی 1979ء میں انقلاب ایران کے بعد شیعہ حجاج کے لئے 28 شوال 1399ھ کو جاری کردہ فتاویٰ کے سلسلے میں اس مہر نماز یا مٹی کی تمکیر کو فقہی ضرورت سمجھنے کے باوجود اہل سنت کے ہمراہ مکہ و مدینہ میں نمازوں کی ادائیگی کے دوران میں غیر ضروری بلکہ حرام قرار دے چکے ہیں:-

”مسجد الحرام اور مسجد نبوی میں مہر نماز رکھنا اور اس پر سجدہ کرنا حرام ہے اور نماز میں خرابی پیدا ہوتی ہے:-

وضو کرے اور ہاتھ باندھ کر نماز پڑھے اور پیشانی کو زمین پر ٹکائے تو اس کی نماز صحیح ہے، اور پھر سے پڑھنا ضروری نہیں۔“

(فتاویٰ نماز و حج از امام خمینی، مورخہ 28 شوال 1399ھ بحوالہ مقالہ بی آزار شیرازی، اتحاد اسلامی، مطبوعہ، مجلہ ”فجر“ اسلام آباد، ربیع الاول، 1405ھ، ص 27-28)۔

ج۔ مہر نماز یا خاک کرلا پر سجدہ

فقہ جعفری کا ایک اور انوکھا مسئلہ سجدہ گاہ پر سجدہ کا ہے جو بالعموم خاک کرلا سے بنی ہوئی مٹی کی تمکیر ہوتی ہے، کیونکہ فقہ جعفری کی رو سے شیعہ کے لئے صرف مٹی اور اس سے نکلی ہوئی اشیاء پر ہی سجدہ جائز ہے۔ اس انوکھے مسئلے کے بارے میں ڈاکٹر موسیٰ موسوی فرماتے ہیں:-

”کم ہی شیعہ کا کوئی ایسا گھر ہو گا جہاں مٹی کی وہ تمکیر نہ ہو جس پر شیعہ اپنی نماز میں سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ وہ خاک کرلا ہوتی ہے، جہاں حضرت حسین نے شہادت پائی اور وہیں ان کا سپد پاک مدفون ہے، اور میں بخوبی جانتا ہوں کہ ہمارے فقہاء خاک کرلا پر سجدے کے موضوع پر کیا کہتے ہیں۔ وہ مکان مسجد اور ذات مسجد میں فرق کرتے ہیں، یعنی خاک کرلا پر پیشانی رکھنے کا مطلب اس کو سجدہ کرنا نہیں بلکہ اس پر سجدہ کرنا ہے، کیونکہ شیعہ مذہب میں صرف مٹی اور اس سے نکلی ہوئی اشیاء پر ہی سجدہ جائز ہے۔ لباس یا اس سے بنی ہوئی اور خوردنی چیزوں پر سجدہ روا نہیں ہے۔“ (اصلاح شیعہ، ص 202)۔

امام خمینی فرماتے ہیں:-

”(1074) سجدہ زمین اور ان چیزوں پر ہو سکتا ہے جو زمین سے اگتی ہیں، اور کھانے کے کام نہیں آتیں، مثلاً لکڑی اور درخت کے پتے اور وہ چیزیں جو کھانے اور پینے کے کام آتی ہیں، ان پر سجدہ صحیح نہیں، اور معدنیات پر بھی مثلاً سونا چاندی اور فیروزہ پر سجدہ باطل ہے۔ باقی رہا معدنی پتھروں پر سجدہ کرنا مثلاً سنگ مرمر یا سیاہ پتھر تو اس میں کوئی اشکال نہیں۔

(1072) ان چیزوں پر سجدہ کرنا جو زمین سے اگتی ہیں اور جانوروں کی خوراک بنتی ہیں۔ مثلاً چارہ اور گھاس، صحیح ہے۔

(1079) آہنگ اور چونے کے پتھر پر سجدہ کرنا صحیح ہے، بلکہ پختہ چونے اور سینٹ، اینٹ اور مٹی کے لوٹے اور اس قسم کی چیزوں پر بھی سجدہ صحیح ہے۔

موسوی لکھتے ہیں:-

”شیعہ امامیہ حضرات بھی ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نمازوں کو جمع کر کے پڑھنے کے قائل ہیں، اور وہ اس موقف میں تمام اسلامی فرقوں میں منفرد ہیں۔“ (اصلاح شیعہ، ص 238)

ڈاکٹر موسوی مزید فرماتے ہیں:-

”شیعہ فقہاء کی اکثریت مقررہ اوقات میں نماز پڑھنے کے مستحب ہونے کا فتویٰ دیتی ہے لیکن عملی طور جمع کر کے ہی پڑھتے ہیں اور شیعہ کی مساجد میں نماز پر اس کے مطابق عمل ہو رہا ہے، (اصلاح شیعہ، ص 238)۔

ڈاکٹر موسوی عصر نبوی کے حوالے فرماتے ہیں:-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں واقع اپنی مسجد میں پانچ اوقات میں نماز پڑھتے تھے اور آپ کے بعد حضرت علی سمیت تمام خلفاء کا عمل بھی یہی رہا، ائمہ شیعہ کا طریق کار بھی یہی تھا۔ اگر آپ نے سفر کے بغیر ایک یا دو بار دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھا بھی تو وہ مرض یا کسی دوسری وجہ سے جمع کی رخصت بیان کرنے کے لئے تھا۔ رہا آپ کا مستقل عمل تو آپ نے ہمیشہ پانچ اوقات کی پابندی فرمائی۔ (اصلاح شیعہ، ص 238-239)۔

ڈاکٹر موسوی مزید فرماتے ہیں:-

”میں نہیں سمجھتا کہ مسلمانوں میں ایک فرد بھی ایسا ہو گا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کے طریق کار کے بالمقابل دوسروں کے عمل و آراء کو افضل خیال کرتا ہو۔ اسی بناء پر ہم شیعہ ائمہ مساجد اور خود شیعہ کو تنبیہ کرتے ہیں کہ بروقت نماز ادا کرنے کا التزام کریں اور وہ پانچ نمازیں اپنے پیش نظر رکھا کریں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ مہاجرین و انصار کے ساتھ مدینہ منورہ میں واقع اپنی مسجد میں ادا کرتے تھے، اور اس راستے سے انحراف نہ کریں جو پیغمبر اسلام نے اہل اسلام کے لئے مقرر فرمایا ہے، اس لئے کہ ان کی عزت، کرامت اور شوکت آپ کی اقتداء کرنے اور آپ کی سنت پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔

یہ دیکھتے امام علی بھی مختلف شروں کے حاکموں کو نماز اور اس کے اوقات کے متعلق خط لکھتے ہیں، اس میں ہے:-

(فتاویٰ امام خمینی، بحوالہ مقالہ بی آزار شیرازی، اتحاد اسلامی، مطبوعہ مجلہ فجر اسلام آباد، ربیع الاول 1405ھ، ص 28-29 رائیڑنی فرہنگی سفارت جمہوری اسلامی ایران اسلام آباد)۔
سجدہ گاہ یا سر نماز کا لازم ہونا، تقیہ کی حالت میں غیر ضروری ہونا، مسجد الحرام و مسجد نبوی میں انقلاب ایران کے بعد باعث خرابی نماز اور حرام ہونا ایسے مختلف و متضاد مواقف ہیں جن کو نہ صرف اہل سنت بلکہ ان کے علاوہ دیگر فرقے حتیٰ کہ شیعہ اثنا عشریہ کو چھوڑ کر مختلف شیعہ فرقے بھی ایک عجیب و غریب فقہی مسئلہ خیال کرتے ہیں جس کی عمد نبوی یا علوی میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ شیعہ مجتہد ڈاکٹر موسیٰ موسوی اپنی روشن خیالی ظاہر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

”ہم شیعہ سے اس سے زیادہ کوئی مطالبہ نہیں کرتے کہ مٹی اور اس سے ماخوذ چیزوں مثلاً لکڑی، چٹائی اور کنکریوں پر سجدہ صحیح ہونے کے متعلق اسی رائے پر عمل کریں جس پر مسلمانوں کے تمام فقہاء کا اجماع ہے اور شیعہ فقہاء بھی ان میں شامل ہیں۔ ان میں سے جس پر سجدہ درست ہے اسی پر کریں۔ اس طرح وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، امام علی اور آئمہ کی پیروی کریں گے جنہوں نے خاک کربلائی کسی چیز پر سجدہ نہیں کیا۔ اور خاک کربلا پر سجدہ کی پابندی ترک کر دیں گے، جس میں بیک وقت بدعت اور فرقہ بندی کے تمام اثرات موجود ہیں۔ اور مجھے کوئی شک نہیں ہے کہ دیگر اسلامی فرقوں کو جو نبی اس فقہی نظریہ کا علم ہو گا جس کی اساس اجتہاد پر ہے تو یقیناً وہ کسی ایسی مسجد کی ضمانت دے دیں گے جو شیعہ کی اپنی مساجد میں اس اہتمام کے لئے موزوں ہو اور وہ انہیں چٹائی یا اس سے ملتی جلتی کوئی زمین یا درخت سے ماخوذ چیز مہیا کریں گے۔“ (اصلاح شیعہ، ص 207)۔
د- جمع بین الصلواتین (دو نمازیں جمع کر کے پڑھنا)۔

اہل سنت کے نزدیک صرف حج کے دوران نوزوالح کو میدان عرفات میں سنت رسول کے مطابق ایک اذان کے ساتھ ظہر و عصر کی نمازیں نیز اسی روز مزدلفہ میں مغرب و عشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھنا لازم و درست ہے، اور بعض سنی فقہاء کے نزدیک دیگر سفر کی حالت میں بھی ایسا کرنا درست ہے، مگر شیعہ جعفریہ بغیر کسی مجبوری یا سفر کے روزمرہ زندگی میں بھی ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نمازیں جمع کرنے پر عمل کرتے ہیں۔ یہ ایک ایسا غلط عمل ہے جس کو شیعہ زیدیہ وغیرہ بھی درست نہیں سمجھتے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر موسیٰ

سرخ غائب ہو گئی اور آپ کو عشاء پڑھنے کا حکم دیا۔ پھر طلوع فجر کے وقت آپ پر نازل ہوئے، پس آپ کو فجر پڑھنے کا حکم دیا۔

پھر اگلے روز اس وقت نازل ہوئے جب سایہ زوال کے بعد قامت کے برابر تھا، پس آپ کو ظہر پڑھنے کا حکم دیا، پھر اس وقت نازل ہوئے جب سایہ زوال کے بعد دو قامت کے برابر تھا اور آپ کو عصر پڑھنے کا حکم سنایا۔

پھر اس وقت نازل ہوئے جب سورج کی ٹکیہ او جھل ہو گئی اور مغرب پڑھنے کا حکم دیا۔ پھر رات کا ایک تہائی گزر جانے کے بعد نازل ہوئے اور عشاء پڑھنے کا حکم دیا۔ پھر اس وقت نازل ہوئے جب فجر روشن ہو چکی تھی، پس آپ کو فجر پڑھنے کا حکم دیا، پھر عرض کیا: اے پیغمبر خدا ان دو حدوں کے درمیان ہر نماز کا وقت ہے۔

”حدثني زيد بن علي عن ابيه عن جده (ع.م) عن علي بن ابي طالب كرم الله وجهه انه سأل رجل ما افراط الصلوة؟ قال اذا دخل الوقت الذي بعدها“

(مسند الامام زيد، كتاب الصلوة، باب اوقات الصلوة، ص 99-)

ترجمہ:- مجھے زید بن علی نے اپنے والد اور دادا (ع.م) کے توسط سے علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے روایت کر کے بتایا کہ ان سے ایک شخص نے پوچھا کہ نماز میں افراط و زیادت کی کیا ہے۔ آپ نے فرمایا:- جب کوئی نماز اپنے بعد والی نماز کے وقت میں داخل ہو جائے تو یہ زیادتی ہے۔

شیعہ اثنا عشریہ جعفریہ مغرب کی نماز کا وقت بھی اہل سنت اور شیعہ زیدیہ وغیرہ کے برعکس قدرے سیاہی چھانے کے بعد یعنی تقریباً دس منٹ کی تاخیر سے شمار کرتے ہیں اور روزہ بھی اسی وقت انظار کرتے ہیں۔ یہ تحریف وقتی بھی نہ تو اہل سنت کے نزدیک درست ہے اور نہ ہی غیر سنی فرقے، زیدیہ وغیرہ اسے درست مانتے ہیں، مگر جعفریہ کو اسی پر اصرار ہے۔ البتہ انقلاب ایران کے بعد اہل سنت کے ساتھ باجماعت نماز ان کے وقت مغرب کے مطابق ادا کرنے کی تقیہ مداراتی کے تحت اجازت دے دی گئی ہے۔ (بحوالہ فتاویٰ امام خمینی، 28 شوال 1399ھ وغیرہ)

غروب شرعی سے پہلے ہی غروب عرفی یا غیر شرعی وقت پر ادائے نماز کا مسئلہ بھی باعث

المبعد! لوگوں کو ظہر کی نماز بکریوں کے باڑے سے دھوپ لوٹ جانے سے پہلے پڑھایا کرو، اور عصر کی نماز اس وقت پڑھاؤ جب کہ سورج تیز سفید اور روشن ہو اور مغرب اس وقت پڑھاؤ جب روزہ دار روزہ انظار کرتا ہے، اور عشاء کی نماز شفق غائب ہونے سے ایک تہائی رات گزرنے تک پڑھا دیا کرو اور صبح کی نماز اس وقت پڑھایا کرو جب آدمی اپنے ساتھی کا چہرہ پہچان سکتا ہو۔“

(ذاکٹر موسیٰ موسوی، اصلاح شیعہ، ص 239-240، بحوالہ نج البلاغہ، جلد 3، ص 82)۔

شیعہ فقہ جعفری کے برعکس شیعہ زیدیہ بھی اہل بیت سے وہی اوقات نماز پہنچانہ روایت کرتے ہیں جو اہل سنت کے ہاں رائج ہیں۔

”حدثني زيد بن علي عن ابيه عن جده (ع.م) قال نزل جبريل (ع.م) علي النبي (ص) حين زالت الشمس فامرہ ان يصلي الظهر ثم نزل عليه حين كان الفتي قامة فامرہ ان يصلي العصر ثم نزل عليه حين وقع قرص الشمس فامرہ ان يصلي المغرب ثم نزل عليه حين وقع الشفق فامرہ ان يصلي العشاء ثم نزل عليه حين طلع الفجر فامرہ ان يصلي الفجر۔

ثم نزل عليه من الغد حين كان الفتي على قامة من الزوال فامرہ ان يصلي الظهر ثم نزل عليه حين كان الفتي على قامة من الزوال فامرہ ان يصلي العصر ثم نزل عليه حين وقع القرص فامرہ ان يصلي المغرب ثم نزل عليه بعد ذهاب ثلث الليل فامرہ ان يصلي العشاء۔ ثم نزل عليه حين اسفر الفجر فامرہ ان يصلي الفجر ثم قال يا رسول الله! ما بين هذين الوقتين وقت۔“

(مسند الامام زيد، كتاب الصلوة، باب اوقات الصلوة، ص 98-99)۔

ترجمہ:- مجھے زید بن علی نے اپنے والد کی دادا (ع.م) سے روایت کے حوالے سے بتایا کہ انہوں نے فرمایا:- جبریل (ع.م) نبی (ص) پر سورج ڈھلنے کے بعد نازل ہوئے، پس انہیں ظہر پڑھنے کا حکم سنایا۔ پھر آپ پر اس وقت نازل ہوئے جب سایہ قامت کے برابر تھا، پس آپ کو عصر پڑھنے کا حکم دیا۔ پھر آپ پر اس وقت نازل ہوئے جب سورج کی ٹکیہ غائب ہو گئی، پس انہیں مغرب پڑھنے کا حکم دیا، پھر آپ پر اس وقت نازل ہوئے جب شفق کی

تعب ہے۔

۵۔ نماز جمعہ

ڈاکٹر موسیٰ موسوی نماز جمعہ کے سلسلے میں لکھتے ہیں:-

”یا ایہا الذین آمنوا اذا نودى للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا الى ذكر الله وذروا البيع ذلكم خير لكم ان كنتم تعلمون (سورة الجمعة)۔
مومنو! جب جمعے کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو اللہ کی یاد (یعنی نماز) کے لئے جلدی کرو اور (خرید و) فروخت ترک کرو۔ اگر سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔

اسلام نے اس قطعی نص صریح کے ذریعے نماز جمعہ مشروع قرار دی اور اسے ہر اس شخص پر فرض کیا جو اللہ، رسول اللہ اور کتاب اللہ پر ایمان رکھتا ہے، لیکن شیعہ فقہاء سامعہم اللہ کی اکثریت نے اس نص صریح کے مقابلے میں اجتہاد کیا اور جمعہ کے دن نماز ظہر اور جمعہ میں سے ایک کو ادا کرنے کا موقف اختیار کیا۔ اس نص پر اپنی طرف سے یہ اضافہ کیا کہ اقامت جمعہ کے لئے ”امام“ کی موجودگی شرط ہے اور امام سے مراد امام مہدی ہیں۔ ان کی غیبت کے زمانہ میں جمعہ کا فرض عین ساقط ہو جاتا ہے اور مسلمانوں کو یہ اختیار ہے کہ جمعہ یا نماز ظہر میں سے جو چاہیں ادا کریں۔

ہمارے فقہاء شیعہ میں سے ایک دوسرا گروہ یہاں تک کہتا ہے کہ غیبت امام کے زمانے میں جمعہ ادا کرنا حرام ہے، نماز ظہر ہی اس کے قائم مقام ہوگی۔

ہمارے فقہاء کی ایک چھوٹی سی جماعت ایسی بھی ہے جن میں شیخ حرا العالمی مؤلف کتاب ”وسائل الشیعہ“ جیسے بعض چوٹی کے علماء بھی شامل ہیں جو زمانہ غیبت امام میں بھی جمعہ واجب ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں۔“ (اصلاح شیعہ، ص 222-223)۔

چنانچہ نماز جمعہ کے سلسلے میں بھی شیعہ جعفریہ کا عمومی فقہی موقف نص قرآنی کی خلاف ورزی پر مبنی ہے، اور وہ حکم الہی کی تکذیب کے مرتکب قرار پاتے ہیں۔

و۔ ترکیب و تفصیل نماز

وضع الیدین فی الصلوۃ (ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا)۔

دنیا بھر کے نوے فیصد سے زائد مسلمان جو عقیدہ اہل سنت والجماعت کے حامل ہیں، چودہ صدیوں سے نماز کے اسی طریقہ پر قائم ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ

کرام و اہل بیت رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے۔

اس طریق نماز کی ایک اہم خصوصیت ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا ہے۔ اہل سنت والجماعت کے تمام فقہی مسالک (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، اہلحدیث وغیرہ) اس بات پر متفق ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے تھے۔ البتہ فقہ مالکی کی رو سے اگرچہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا مستحب یعنی بہتر ہے، لیکن ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا بھی جائز اور درست ہے، چنانچہ وہ دونوں طریقوں پر عمل کرتے ہیں۔ خود فقہ مالکی کے بانی امام مالک بن انس (م 179ھ) کی تالیف حدیث ”الموطا“ میں ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کی حدیث موجود ہے:-

”عن عبدالکریم بن ابی المخارق البصری انه قال:- من کلام النبوة:-
اذا لم تستح فافعل ماشئت۔ ووضع الیدین احدا ہما علی الاخری فی الصلوۃ یضع الیمنی علی الیسری۔ وتعجیل الفطر والاستیناء بالسحور۔“

(موطا الامام مالک، روایۃ یحییٰ اللیثی، شرح وتعلیق احمد راتب راموش، بیروت، دارالنفائس، 1971م، کتاب الصلوۃ، وضع الیدین احدا ہما علی الاخری فی الصلوۃ، ص 111)۔

ترجمہ:- عبدالکریم بن ابی الخارق بصری سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:- یہ بات کلام نبوت میں سے ہے کہ:- جب تو بے حیا ہو جائے تو جو تیرا جی چاہے کرتا پھر۔ نیز نماز میں ایک ہاتھ پر دوسرا ہاتھ رکھنا، یعنی دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر باندھنا۔ انظار میں جلدی کرنا اور سحری دیر سے کھانا۔

”عن سهل بن سعد انه قال:- كان الناس يؤمرون ان يضع الرجل الید الیمنی علی ذراعہ الیسری فی الصلوۃ۔ (قال ابو حازم:- لا اعلم الا انه ینہی ذلک (ای یرفعه الی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم)۔

(موطا الامام مالک، کتاب الصلوۃ، وضع الیدین احدا ہما علی الاخری، ص 111، وما بین القوسین، حاشیہ 3، ص 111)۔

ترجمہ:- سهل بن سعد سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا! لوگوں کو اس بات کا حکم دیا جاتا تھا کہ بندہ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھے۔

(مسند الامام علی الرضیٰ مطبوعہ مع مسند الامام زید بیروت دارمکتبۃ الحیاء 1966م الباب الثالث فی الحث علی الصلوات الخمس وصفة صلوۃ الجنائزہ ص 452)-

ترجمہ:- ان (علی رضا) نے اپنی اسناد کے ساتھ (امام علی سے) روایت کیا ہے کہ:- میں نے نبی (ص) کو حضرت حمزہ علیہ السلام کے جنازے پر پانچ تکبیریں پڑھتے دیکھا پھر آپ نے دیگر شہداء (احد) پر اس کے بعد پانچ پانچ تکبیریں پڑھیں۔ حتیٰ کہ اس طرح حضرت حمزہ پر کل ستر تکبیریں پڑھیں اور آپ نے (نماز جنازہ میں) اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ پر باندھا۔

یہاں نمنا یہ بات بھی واضح رہے کہ امام زید ہی کی روایت کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ میں چار تکبیریں بھی پڑھا کرتے تھے اور اس سے زیادہ بھی:-
”حدثنی زید بن علی عن ابیہ عن جدہ عن علی علیہم السلام انہ کبر اربعا و خمسا وستا وسبعاً“-

(مسند الامام زید کتاب الصلوۃ الصلوۃ علی المیت)-
ترجمہ:- مجھے زید بن علی نے اپنے والد کے توسط سے اپنے دادا علی علیہم السلام سے روایت کر کے بتایا کہ انہوں نے نماز جنازہ میں چار تکبیریں بھی پڑھیں پانچ چھ اور سات بھی پڑھیں۔

مگر اہل سنت کی چار تکبیروں پر مشتمل نماز جنازہ اور شیعہ زیدیہ کی روایات آل علی کے مطابق اس کے سنت ہونے کے ثبوت کے باوجود شیعہ جعفریہ چار تکبیروں پر مشتمل نماز جنازہ پڑھنا باطل قرار دیتے ہیں۔ البتہ تقیہ کے طور پر یہ بھی درست ہے۔ بقول امام خمینی:-
”لا يجوز اقل من خمس تكبيرات الا للتقية“-

(خمینی تحریر الوسيلة کتاب الطہارۃ القول فی کیفیت صلوۃ المیت جلد 1 ص 73)-

ترجمہ:- پانچ تکبیروں سے کم نماز جنازہ میں جائز نہیں البتہ تقیہ کے طور پر درست

ہے۔
اس سلسلے میں شیعہ جعفریہ کی اہم ترین کتاب حدیث فروع الکافی جلد 1 صفحہ 95 کی یہ

(راوی) ابو حازم کا کہنا ہے کہ مجھے علم نہیں مگر یہ کہ وہ (محل) اس حدیث کو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک) پہنچاتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کی تائید شیعہ زیدیہ کے امام اور سیدنا زین العابدین کے فرزند امام زید شہید کی سیدنا علی سے روایت کردہ درج ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں ہاتھ باندھنا اخلاق و عادات انبیاء علیہم السلام میں سے قرار دیا گیا ہے۔
”حدثنی زید بن علی عن ابیہ عن جدہ عن علی (ع) قال: ثلاث من اخلاق الانبياء صلوۃ اللہ وسلامہ علیہم۔ تعجيل الافطار و تاخير السحور و وضع الکف علی الکف تحت السرۃ“-

(مسند الامام زید کتاب الصوم باب الافطار ص 204-205)-

ترجمہ:- مجھے زید بن علی نے اپنے والد دادا اور حضرت علی (ع) سے روایت کر کے بتایا کہ! تین چیزیں انبیاء صلوۃ اللہ وسلامہ علیہم کے اخلاق و عادات میں سے ہیں۔ روزہ جلدی کھولنا، سحری دیر سے کھانا اور ناف تلے ہاتھ پر ہاتھ باندھنا۔

مسند الامام زید کے ساتھ طبع شدہ آٹھویں اٹا عشری امام علی رضا کی مسند الامام علی الرضیٰ میں نبی علیہ السلام کے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کی حدیث موجود ہے اس کا سلسلہ روایت یوں درج ہے:-

”علی الرضیٰ عن ابیہ موسیٰ بن جعفر عن ابیہ جعفر بن محمد عن ابیہ محمد بن علی عن ابیہ علی بن الحسن بن علی عن ابیہ علی بن علی عن ابیہ علی بن ابی طالب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم“-

(مسند الامام علی الرضیٰ مطبوعہ مع مسند الامام زید ص 439-440)-
(علی رضا اپنے والد موسیٰ بن جعفر سے روایت کرتے ہیں۔ وہ اپنے والد جعفر بن محمد سے جو اپنے والد محمد بن علی سے اور وہ اپنے والد علی بن حسین سے روایت کرتے ہیں جو اپنے والد حسین بن علی سے اور وہ اپنے والد علی بن ابی طالب سے روایت کرتے ہیں:-

”وباسنادہ قال:- رایت النبی (ص) کبر علی عمہ حمزۃ علیہ السلام خمس تکبیرات و کبر علی الشہداء بعدہ خمس تکبیرات فلحق بحمزة سبعون تکبیرۃ و وضع یدہ الیمنی علی یدہ الیسری“-

حدیث بھی قابل توجہ ہے جسے علامہ سیالوی نے اپنی کتاب میں نقل فرمایا ہے:-

”عن محمد بن مہاجر عن امہ ام سلمة قالت سمعت ابا عبد اللہ علیہ السلام یقول: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا صلی علی میت کبر وتشهد ثم کبر ثم صلی علی الانبیاء ودعا ثم کبر ودعا للمؤمنین ثم کبر الرابعة ودعا للمیت ثم کبر وانصرف۔ فلما نهى اللہ عز وجل عن الصلوة علی المنافقین کبر وتشهد ثم کبر و صلی علی النبیین صلی اللہ علیہم ثم دعا للمؤمنین ثم کبر الرابعة وانصرف ولم يدع للمیت۔

یعنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بھانجے حضرت محمد بن مہاجر اپنی والدہ ماجدہ سے روایت کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شروع میں جب میت پر نماز جنازہ پڑھتے تو تکبیر کہتے تھے۔ پھر شہادت پڑھتے تھے۔ پھر دوسری تکبیر کے بعد انبیاء علیہم السلام پر درود شریف پڑھتے تھے، اور تیسری تکبیر کے بعد مومنین کے لئے دعا مانگتے تھے۔ پھر چوتھی تکبیر کے بعد میت پر دعا مانگتے تھے۔ پھر پانچویں تکبیر کے بعد سلام پھیرتے تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقوں پر نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا تو اس کے بعد ہمیشہ جنازہ میں چار تکبیریں پڑھتے تھے۔ اس ترکیب کے ساتھ کہ پہلی تکبیر کے بعد شہادت، دوسری تکبیر کے بعد درود شریف، تیسری تکبیر کے بعد مومنین، (احیاء واموات) کے لئے دعا فرماتے تھے۔ پھر چوتھی تکبیر کہہ کر سلام پھیرتے تھے۔“

(بحوالہ علامہ قمر الدین سیالوی، مذہب شیعہ، ص 106-107، مطبوعہ لاہور، 1377ھ)۔

شیعہ فرقہ نور علیہ کے پیروکار کشمیر کے مختلف حصوں گلگت، بلتستان اور لداخ وغیرہ میں طویل عرصہ سے موجود ہیں اور اپنے منفرد عقائد و اعمال کی وجہ سے شیعہ ہونے کے باوجود فرقہ اثنا عشریہ جعفریہ سے علیحدہ ایک مستقل بلذات شیعہ فرقہ ہیں۔ نور علیہ کے بانی سید محمد نور بخش (795-869ھ) تھے جن کو نور بخش حضرات امام صاحب الزمان اور مہدی موعود مانتے ہیں۔ ان کا شجرہ نصب سترہ واسطوں سے امام موسیٰ کاظم بن جعفر صادق تک موعود مانتے ہیں۔ ان کے والد نے طریق تجرد و انقطاع اختیار کیا اور امام رضا کے روضے کی زیارت کے لئے خراسان گئے۔ وہاں سے قاین میں جو صوبہ قستان کا مشہور قصبہ ہے، وارد ہو کر توطن و تامل اختیار کیا۔ یہاں سید محمد 795ھ میں پیدا ہوئے۔

سات برس کی عمر میں قرآن حفظ کیا اور تھوڑے عرصے میں علوم میں تبحر پیدا کیا۔ میر موصوف نے خواجہ اسحاق خٹلانی مرید سید علی ہمدانی سے بیعت کی اور تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی قابلیت اور استعداد ذاتی کی بدولت فقر و سلوک کی منازل کامیابی کے ساتھ طے کیں۔ پیر نے اپنے ایک خواب کے بموجب ان کو ”نور بخش“ لقب دیا، اور سید علی ہمدانی کا آخری خرقہ پہنا کر مسند ارشاد پر بٹھایا، اور خانقاہ اور تمام مسالکوں کے کاروبار ان کے حوالے کئے، بلکہ خود اپنے مرید سے بیعت بھی کی اور اپنے مریدوں کو بھی یہی ترغیب دی۔

(ملاحظہ ہو مقالہ ڈاکٹر مولوی محمد شفیع، فرقہ نور بخشی، مطبوعہ سہ ماہی اور نیشنل کالج میگزین، پنجاب یونیورسٹی لاہور، شمارہ فروری 1925ء، ص 1-9)۔

نماز میں ہاتھوں کی پوزیشن کے بارے میں نور علیہ کی فقہی تصنیف ”کتاب فقہ امامیہ نور بخش معروف بہ سراج الاسلام“ ص 95 میں درج ہے:-

”واما ادب الیدین حال القیام یجوز ارسالهما ویجوز عقدہما۔ والاولی فی الصیف ارسالهما وفی الشتاء عقدہما۔“

(بحوالہ ڈاکٹر مولوی محمد شفیع، فرقہ نور بخشی۔ نور بخشی عقائد، مطبوعہ اور نیشنل کالج میگزین، مئی 1925ء، ص 59، حاشیہ 1)۔

ترجمہ:- جہاں تک قیام نماز کی حالت میں ہاتھوں کے آداب کا تعلق ہے تو دونوں ہاتھوں کا کھلا رکھنا بھی جائز ہے اور دونوں ہاتھ باندھ لینا بھی جائز ہے، اور بہتر یہ ہے کہ موسم گرمیاں دونوں ہاتھ کھول کر اور سردیوں میں ہاتھ باندھ کر نماز پڑھی جائے۔

مزید فرماتے ہیں:-

”جب ادب کے طور پر ہاتھ باندھ لے اگرچہ ان لوگوں (ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے والے) کی طرح نہ ہو تو بھی احتیاط واجب یہ ہے کہ نماز دوبارہ پڑھے۔ البتہ اگر بھول کر یا مجبوراً کسی اور وجہ سے مثلاً خراشنے کے لئے ہاتھ پر ہاتھ کو رکھ دے تو کوئی اشکال نہیں۔“

(امام خمینی، توضیح المسائل، اردو ترجمہ، احکام الصلوٰۃ، ص 177)۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ فقہ جعفری میں عورت کے لئے دونوں ہاتھ سینے پر کھلے رکھ کر نماز پڑھنا سنت طریقہ ہے:-

”مرد اپنے ہاتھ بالقابل گھٹنوں کے رانوں پر اور عورت اپنے ہاتھ چھاتیوں پر علیحدہ علیحدہ رکھے۔“

(مولانا منظور حسین نقوی، تحفۃ العوام، کمال جدید، ص 131)۔

فقہ جعفری اثنا عشری کی ان تفصیلات کے مطابق درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:-

ا۔ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا نماز کو باطل کر دیتا ہے اور دوبارہ پڑھنا لازم قرار پاتا ہے۔

ب۔ اگر تقیہ کے طور پر یعنی اپنا اصل مسلک چھپاتے ہوئے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھی جائے تو درست ہے اور دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔“

ج۔ فقہ جعفری کے مطابق عورت کے لئے سنت طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے دونوں ہاتھ چھاتیوں پر علیحدہ علیحدہ رکھ کر نماز پڑھے، اور عورت کے ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے سے بھی نماز درست قرار پاتی ہے۔

د۔ مرد کے لئے صرف ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کا حکم ہے۔

علمائے جعفریہ ان مختلف و متضاد فقہی احکام پر اصرار کرنے کے بجائے اگر اہل تشیع کے مختلف فرقوں (زیدیہ، نور بخشیہ وغیرہ) کی روایات اہل بیت اور فقہی آراء پر توجہ دیتے ہوئے ہاتھ باندھ کر اور ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا دونوں طریقوں کو درست تسلیم کر لیتے، خواہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا مستحب یعنی بہتر قرار دے دیا جاتا تو نماز میں تقیہ، تفریق احکام مرد و زن نیز نماز دہرانے کے عجیب و غریب مسائل سے بچا جاسکتا تھا۔ مگر ایسا نہیں کیا گیا، حتیٰ کہ تقیہ کے طور پر اہل سنت کی طرح وضو کر کے سجدہ گاہ کے بغیر اور ہاتھ باندھنے والے سنی امام کے پیچھے اسی طرح ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا بھی جائز اور درست ہے، چنانچہ مختلف شیعہ فرقوں کی

ان تفصیلات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا نہ صرف اہل سنت کی روایات حدیث کے مطابق سنت رسول ہے بلکہ اہل تشیع کی روایات اہل بیت کے مطابق بھی سنت رسول ہے اور شیعہ فقہ زیدی و نور بخشی وغیرہ کے لاکھوں پیروکار ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا سنت رسول و اہل بیت کی حیثیت سے درست قرار دیتے ہیں، اور امت مسلمہ کی غالب اکثریت آج تک اسی پر عمل پیرا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اہل سنت کی بعض فقہی آراء (مالکی) نیز اہل تشیع کے مختلف فقہی مسالک (زیدی، نور بخشی وغیرہ) کے مطابق ہاتھ باندھنے کے ساتھ ساتھ ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کی بھی گنجائش موجود ہے۔

مگر ان تمام دلائل و شواہد اور مستند روایات اہل سنت و اہل تشیع کے باوجود جعفری اثنا عشری فرقہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کو ایسا فعل سمجھتا ہے جس سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور اسے دوبارہ پڑھنا لازم قرار پاتا ہے۔ امام خمینی اس سلسلے میں ”مبطلات الصلوٰۃ“ یعنی نماز کو باطل کر دینے والی چیزوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

”ثانیہا التکفیر وهو وضع احدی الیدین علی الاخری نحو ما یصنعه غیرنا۔ وهو مبطل عمداء علی الاقوی لاسہوا۔ وان کان الاحوط فیہا الاعادة۔ ولا باس بها حال التقیة۔“

(تحریر الوسیلہ، کتاب الصلوٰۃ، القول فی مبطلات الصلوٰۃ، جلد اول،

ص 168)۔

ترجمہ:- نماز کو باطل کر دینے والی چیزوں میں سے دوسری ”تکفیر“ ہے۔ یعنی ایک ہاتھ کو دوسرے پر رکھ دینا جس طرح ہمارے علاوہ دوسرے لوگ کرتے ہیں۔ زیادہ قوی رائے کے مطابق جان بوجھ کر ایسا کرنا تو نماز کو باطل کر دیتا ہے، مگر بھول چوک سے ایسا ہو جائے تو نماز باطل نہیں ہوتی۔ اگرچہ اس صورت میں بھی زیادہ محتاط رویہ یہی ہے کہ نماز دوبارہ پڑھی جائے۔ البتہ تقیہ کی حالت میں اس میں (یعنی ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے میں) کوئی حرج نہیں۔

اس سلسلے میں امام خمینی کی تصنیف ”توضیح المسائل“ میں درج ہے کہ:-

”مبطلات نماز میں سے ایک یہ ہے کہ بعض اشخاص کہ جو شیعہ نہیں ان کی طرح ہاتھ پر ہاتھ رکھ لے (ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا)۔“

(توضیح المسائل، اردو ترجمہ از سید صفدر نجفی، احکام الصلوٰۃ، ص 177)۔

وما تحليلها؟ قال فقال ابوحنيفة: مفتاح الصلوة الطهور و تحريمها التكبير وتحليلها التسليم و افتتاح الصلوة التكبير لان النبي (ص) كان اذا افتتح الصلوة كبر و رفع يديه. والاستفتاح سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك ولا اله غيرك - لانه روى عن النبي (ص) انه كان اذا استفتح الصلوة قال ذلك ' فاعجب زيدا - (ع.م) ذلك منه -

(مسند الامام زيد، كتاب الصلوة، باب استفتاح الصلوة، ص 103-104) ترجمہ :- ابو خالد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ زید بن علی (ع.م) جب کوفہ آئے تو عبد اللہ بن زبیر اسدی کے گھر خفیہ قیام فرمایا۔ پس (امام ابوحنیفہ کو یہ خبر ملی تو انہوں نے معاویہ بن اسحاق السملی، نصر بن خزیمہ، مہدی اور سعید بن خثیم سے بات کی، چنانچہ وہ سب زید بن علی (ع.م) کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یہ فقہاء کوفہ میں سے ہیں، تو زید بن علی نے ان سے سوال فرمایا: نماز کی کبھی کیا ہے، اس کا افتتاح کیا ہے، اس کا آغاز کیا ہے، اور اس کی حرمت و حلت کیا ہے؟

امام ابوحنیفہ نے جواب دیا، نماز کی کبھی طہارت ہے، اس کی حرمت (نماز میں داخل ہونا) اللہ اکبر کہنا ہے، اور اس کی حلت (یعنی نماز ختم کر کے اس سے باہر نکلنا) سلام پھیرنا ہے، اور نماز کا افتتاح اللہ اکبر کہنا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا افتتاح و آغاز فرماتے تو اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ اٹھاتے۔ اور نماز کا استفتاح و ابتداء ہے۔ سبحانک اللهم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالى جدک ولا اله غيرک۔ کیونکہ نبی (ص) سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ جب نماز شروع فرماتے تھے تو یہ کلمات پڑھتے۔

پس امام زید کو امام ابوحنیفہ کی ان صحیح معلومات پر بڑی حیرت و تعجب ہوا۔ جعفریہ کے برعکس شیعہ زیدیہ اہل سنت کی طرح نماز میں ”سمع اللہ لمن حمدہ“ کے بعد ”ربنا و لک الحمد“ بھی کہتے ہیں:-

”کان اذا رفع راسه من الركوع قال سمع اللہ لمن حمدہ ربنا و لک الحمد“

(مسند الامام زید، کتاب الصلوة، باب الركوع والسجود وما یتعلق فی ذالک، ص 105-106) ترجمہ :- راوی کا بیان ہے کہ امام زید جب رکوع سے اپنا سر اٹھاتے تو فرماتے: سمع اللہ

روایات کا علم رکھنے کے باوجود نیز ان مذکورہ تضادات نماز کے باوجود جعفری اثنا عشری فرقہ پوری ڈھٹائی کے ساتھ اس بات کا خصوصی دعویدار ہے کہ:-

”شیعہ نماز کے اسی طریقہ پر قائم ہیں جو اہل بیت طاہرین سے ثابت ہے جس کے امتیازی خصوصیات میں یہ ہے کہ نماز کے قیام میں ہاتھ کھلے رہیں... اہل سنت میں سے بھی مالکی حضرات عموماً ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں“۔

(علی نقی التتوی، مذہب شیعہ ایک نظر میں، ترکیب نماز، ص 29، مطبوعہ امامیہ مشن پاکستان، لاہور، ضمیمہ پیام عمل، مارچ 1969ء)۔

اس دعویٰ کے ساتھ یہ ذکر نہیں کیا گیا کہ مالکی حضرات ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا سنت رسول اور مستحب سمجھتے ہیں، اور شیعہ زیدیہ بھی بروایت امام زین العابدین و حسین و علی ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا سنت رسول قرار دیتے ہیں اور نور علیہ وغیرہ بھی اسے درست سمجھتے ہیں حتیٰ کہ اثنا عشریہ بھی سینے پر دونوں ہاتھ رکھنا عورت کے لئے درست قرار دیتے ہیں، مگر مطلقاً مردوزن کے لئے ایسا کرنا درست تسلیم نہ کرنے میں وہ یکہ و تنہا ہیں۔ جو خود متعدد شیعہ فرقوں کے نزدیک ہاتھ باندھنے کے انکار کے سلسلہ میں جعفریہ کے اقلیتی موقف کی کمزوری کی واضح دلیل ہے۔

2- دائیں بائیں سلام پھیرنا۔

اہل سنت والجماعت نماز کی ابتداء میں دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر اللہ اکبر کہتے ہیں اور سورۃ الفاتحہ وغیرہ پڑھنے سے پہلے ثناء پڑھتے ہیں، مگر شیعہ جعفریہ بالعموم ایسا نہیں کرتے اور نہ ہی نماز کے آخر میں دائیں بائیں سلام پھیرتے ہیں۔ اس سلسلے میں مسند امام زید کی شیعہ روایات اہل بیت، اہل سنت کے موقف کی تائید کرتی ہیں اور شیعہ زیدیہ اسی طریقہ پر عمل کرتے ہیں:-

”قال ابو خالد رضی اللہ عنہ لما دخل زید بن علی (ع.م) الکوفۃ استخفی فی دار عبداللہ بن الزبیر الاسدی، فبلغ ذلک ابوحنیفۃ فکلم معاویۃ بن اسحاق السملی و نصر بن خزیمۃ العبسی و سعید بن خثیم حتی دخلوا علی زید بن علی (ع.م)، فقالوا هذا رجل من فقهاء الکوفۃ۔ قال زید بن علی: ما مفتاح الصلوة وما افتتاحها وما استفتاحها و تحريمها

(1407ھ)۔

بہر حال فقہ جعفری کی رو سے ہر ہر تکبیر نماز پر بطور مستحب رفع یدین کو بھی شیعہ فرقوں کے متفق علیہ عمل کی حیثیت حاصل نہیں۔ کیونکہ امام زید کی روایات اہل بیت اس کے برعکس ہیں۔

”حدثني زيد بن علي عن ابيه عن جده (ع.م) عن علي بن ابي طالب كرم الله تعالى وجهه انه كان يرفع يديه في التكبيرة الاولى الى فروغ اذنيه ثم لا يرفعهما حتى يقضى صلاته“۔

(مسند الامام زید، کتاب الصلوٰۃ، باب التكبير في الصلوٰۃ، ص

(101-100)۔

ترجمہ:- مجھے زید بن علی نے اپنے والد سے اپنے دادا (ع.م) کے توسط سے علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کر کے بتایا کہ وہ نماز کی تکبیر اولیٰ پر اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں کی لو تک اٹھاتے تھے، پھر اس کے بعد اپنی نماز ختم کرنے تک کسی تکبیر پر بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

اہل سنت کے ساتھ تقیہ کے طور پر باجماعت نماز پڑھتے ہوئے اور بعض دیگر مواقع پر شیعہ جعفریہ تکبیر اولیٰ کے بعد بقیہ تکبیرات پر رفع یدین بالعموم ترک کر دیتے ہیں، اور عام حالات میں بھی فقہ جعفری کی رو سے یہ مستحب یعنی بہتر ہے لازم نہیں۔ جبکہ شیعہ زیدیہ کی روایات اہل بیت کی رو سے یہ نہ تو مستحب ہے اور نہ ہی سنت علی و آل علی ہے۔

4- قنوت۔

اہل سنت کی روایات کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مواقع پر نماز فجر کی دوسری فرض رکعت کے اختتام پر قنوت نازلہ پڑھی، نیز وتر میں قنوت پڑھنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ شیعہ زیدیہ کی روایات میں نماز فجر وتر میں قنوت پڑھنے کا ذکر یوں ہے:-

”حدثني زيد بن علي عن ابيه عن جده (ع.م) انه كان يقنت في الفجر قبل الركوع- وكان زيد بن علي (ع.م) يقنت في الفجر والوتر قبل الركوع“۔

لن حمده ربنا ولك الحمد۔

امام زید کی روایت کے مطابق سیدنا علی نماز کے آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے اور پھر دائیں بائیں سلام پھیرتے۔

”حدثني زيد بن علي عن ابيه عن جده (ع.م) عن علي بن ابي طالب كرم الله وجهه انه كان اذا تشهد قال: التحيات لله والصلوات والطيبات..... اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله، ثم يحمد الله ويثنى عليه ويصلي على النبي ثم يسلم عن يمينه وعن شماله: السلام عليكم ورحمة الله“۔

(مسند الامام زید، کتاب الصلوٰۃ، باب التشهد، ص 108-109)۔

ترجمہ:- مجھے زید بن علی نے اپنے والد سے اپنے دادا کے توسط سے روایت کر کے بتایا کہ ان کے دادا (ع.م) نے علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے حوالے سے روایت فرمایا کہ وہ جب نماز میں تشهد کے لئے بیٹھتے تو پڑھتے:- التحیات لله والصلوات والطيبات..... اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله۔۔ پھر اللہ کی حمد و ثناء اور نبی پر درود بھیجتے کے بعد دائیں اور بائیں طرف ”السلام علیکم ورحمۃ اللہ“ کہہ کر سلام پھیرتے۔

اہل سنت اور اہل تشیع (زیدیہ وغیرہ) کی ان متفق علیہ روایات کے باوجود شیعہ جعفریہ اثنا عشریہ اختتام نماز پر دائیں بائیں سلام پھیرنے کا سنت طریقہ اختیار نہیں کرتے، البتہ جب سے انقلاب ایران کے بعد تقیہ کے طور پر اہل سنت کی باجماعت نمازوں میں شرکت شروع کی ہے تو اس وقت دائیں بائیں سلام پھیرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کیونکہ ان کے بقول اگرچہ اس کا حکم نہیں، مگر ممانعت بھی نہیں۔ فی الجب۔

3- رفع الیدین (تکبیر پر دونوں ہاتھ اٹھانا)۔

اہل سنت اور شیعہ زیدیہ کے برعکس فقہ جعفری کے پیروکار تکبیر تحریمہ کے بعد بھی نماز کی ہر ہر تکبیر پر رفع یدین کرتے ہیں۔ امام مثنیٰ فرماتے ہیں:-

”954- مستحب ہے کہ نماز کی پہلی تکبیر اور نماز کے درمیان جو اور تکبیریں ہیں انہیں کہتے وقت اپنے ہاتھوں کو کانوں کے برابر تک بلند کرے“۔

(توضیح المسائل، اردو ترجمہ سید صفدر حسین نجفی، ص 152، امامیہ، بلیکیشنز لاہور، محرم

حقیقت ہے، مگر شیعہ جعفریہ نے اس سلسلے میں بھی بہت سی فقہی تفصیلات مرتب کر کے اختیار کر لی ہیں جن میں بظاہر افراط و تفریط نمایاں ہے۔ نیز یہ بھی واضح رہے کہ شیعہ زید یہ کے نزدیک نماز وتر تین رکعت ہے (مسند الامام زید کتاب الصلوٰۃ)۔ اور وتر کی تیسری رکعت میں قنوت ہے۔ اس کے برعکس امام شافعی فقہ جعفری کے مطابق مسائل قنوت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

”(1115) تمام واجب اور مستحب نمازوں میں دوسری رکعت کے رکوع سے پہلے قنوت پڑھنا مستحب ہے اور نماز وتر میں بلو جو دیکھ ایک رکعت ہے، رکوع سے پہلے قنوت پڑھنا مستحب ہے۔ اور نماز جمعہ کی ہر رکعت میں قنوت ہے، اور نماز آیات میں پانچ قنوت ہیں اور نماز عید الفطر اور عید قربان کی پہلی رکعت میں پانچ اور دوسری میں چار قنوت ہیں۔ (1116) اگر قنوت پڑھنا چاہے تو احتیاطاً ہاتھ چہرے کے مد مقابل بلند کرے اور مقصد رجا مطلوبیت دونوں ہتھیلیاں ملا کر آسمان کی طرف رکھے، اور انگوٹھے کے علاوہ باقی انگلیاں بھی ملی ہوئی ہوں اور اس کی نظر ہاتھوں کی ہتھیلیوں پر رہے۔ (1117) قنوت میں جو بھی ذکر کئے یہاں تک کہ ایک دفعہ ”سبحان اللہ“ بھی کافی ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ کہے۔

”لا الہ الا اللہ الحلیم الکریم لا الہ الا اللہ العلی العظیم سبحان اللہ رب السموات السبع و رب الارضین السبع وما فیہن وما بینہن ورب العرش العظیم والحمد لله رب العالمین۔ (1118) مستحب ہے کہ انسان قنوت بلند آواز سے پڑھے، البتہ وہ شخص جو جماعت کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے، اگر پیش نماز اس کی آواز کو سن رہا ہے تو بلند آواز سے پڑھنا اس کے لئے مستحب نہیں۔ (1119) اگر جان بوجھ کر قنوت نہ پڑھے تو اس کی قضا نہیں اور اگر بھول جائے اور عقدا رکوع جھکنے سے پہلے اسے یاد آجائے تو مستحب ہے کہ سیدھا ہو کر اسے بجالائے، اور اگر رکوع میں یاد آئے تو مستحب ہے کہ رکوع کے بعد اس کی قضا دے اور اگر سجدہ میں یاد آئے تو مستحب ہے کہ نماز کے سلام کے بعد اس کی قضا دے۔“

(روح اللہ شافعی، توضیح المسائل، اردو ترجمہ سید صفدر حسین نجفی، ص 171-172، امامیہ)

(مسند الامام زید، کتاب الصلوٰۃ، باب القنوت، ص 109)۔

ترجمہ:- مجھے زید بن علی نے اپنے والد اور دادا کے توسط سے حضرت علی (ع.م) سے روایت کر کے بتایا کہ وہ فجر کی نماز میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھتے تھے۔ راوی کا بیان ہے کہ زید بن علی (ع.م) فجر اور وتر کی نماز میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

قنوت فجر محض ایک دعا ہے جس کا فجر میں پڑھنا بھی واجب و لازم نہیں۔

”قال ابو خالد رضی اللہ عنہ لما دخل زید بن علی سنالت زید بن علی علیہما السلام عن الرجل ینسی القنوت فی الفجر حتی یرکع ثم یرفع راسه فقال: لا یقننت بعد ذلک قلت فهل علیہ سجدتا السهو؟ فقال لا۔ قلت فان نسی قنوت الوتر حتی یرکع قال: یقننت بعد الرکوع۔ قلت فان ذکرہ وقد سجد؟ قال: لا یقننت بعد السجود۔ وقال علیہ السلام: انما القنوت فی الفجر دعاء وليس علیہ فی ذلک سهو۔“

(مسند الامام زید، کتاب الجنائز، باب مسائل من الصلوٰۃ، ص

185-186)۔

ترجمہ:- ابو خالد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب زید بن علی علیہما السلام تشریف لائے تو میں نے ان سے اس شخص کے بارے میں فتویٰ پوچھا جو نماز فجر میں قنوت پڑھنا بھول جائے، یہاں تک کہ رکوع کر کے اپنا سر اٹھالے تو آپ نے فرمایا:- اس کے بعد قنوت نہ پڑھے۔ میں نے عرض کیا، کیا اس کو قنوت پڑھنا بھول جانے پر دو سجدہ سہو کرنا پڑیں گے تو آپ نے فرمایا نہیں۔

میں نے پوچھا پس اگر وہ نماز وتر میں قنوت پڑھنا بھول جائے یہاں تک کہ رکوع میں چلا جائے۔ آپ نے فرمایا: رکوع کرنے کے بعد قنوت پڑھ لے۔ میں نے عرض کیا اگر سجدہ کرنے کے بعد اسے یاد آئے تو آپ نے فرمایا: سجدہ کے بعد قنوت نہ پڑھے۔

اور آپ علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ ”نماز فجر میں قنوت محض ایک دعا ہے جسے نہ پڑھنے پر سجدہ سہو لازم نہیں آتا۔

نماز وتر میں قنوت کے متفق علیہ مسئلہ کے علاوہ نماز فجر میں قنوت کی زیادہ سے زیادہ یہ

اہل سنت بلکہ اہل تشیع و تنس کے متفقہ طریق نماز سے بھی علیحدگی اختیار کر چکے ہیں۔
فقہ جعفری کے دیگر متفرق مسائل نماز۔

1- آمین کہنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے مگر تقیہ میں جائز ہے۔

”(1128) 4- یہ کہ الحمد پڑھنے کے بعد آمین کہے، البتہ اگر بھول کر یا تقیہ کے طور پر کہہ دے تو نماز باطل نہیں ہوتی۔“

(روح اللہ خمینی، توضیح المسائل، اردو ترجمہ سید صفدر نجفی، احکام نماز، مہلات نماز، ص 177)۔

2- تیسری چوتھی رکعت میں فاتحہ پڑھنا ضروری نہیں بلکہ نہ پڑھنا بہتر ہے۔
”(1004) نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں ایک دفعہ الحمد یا تین مرتبہ تسبیحات اربعہ کہے، یعنی تین مرتبہ کہے۔ ”سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر“ اور اگر ایک مرتبہ بھی تسبیحات اربعہ کہے تو کافی ہے اور یہ بھی کر سکتا ہے کہ ایک رکعت میں الحمد اور دوسری میں تسبیحات اربعہ کہے، اور بہتر یہ ہے کہ دونوں رکعات تسبیحات پڑھے۔“
(توضیح المسائل، احکام نماز، ص 157-158)۔

”(1008)۔ جو شخص تسبیحات اربعہ یاد نہیں کر سکتا یا درست نہیں پڑھ سکتا تو وہ تیسری اور چوتھی رکعت میں الحمد پڑھے۔“ (خمینی، توضیح المسائل، ص 158)۔

3- دوران نماز جواب سلام دینا لازم ہے۔

”(1135)۔ حالت نماز میں انسان کسی پر سلام نہ کرے اور اگر کوئی دوسرا شخص اس پر سلام کرے تو جواب اس طرح دے کہ سلام مقدم ہو، مثلاً السلام علیکم یا سلام علیکم کہے اور علیکم السلام نہ کہے۔“ (خمینی، توضیح المسائل، اردو ترجمہ، احکام نماز، ص 178)۔

”(1136)۔ انسان کو چاہئے کہ سلام کا جواب چاہے نماز میں ہو یا غیر نماز میں فوراً دے۔“ (خمینی، توضیح المسائل، اردو ترجمہ، ص 178)۔

”(1140) اگر نمازی سلام کا جواب نہ دے گنہ گار ہوگا، البتہ اس کی نماز صحیح ہے۔“

(خمینی، توضیح المسائل، اردو، ص 178)۔

4- نماز جنازہ بغیر وضو، غسل درست ہے۔

”(596)۔ جو شخص نماز میت پڑھنا چاہتا ہے تو ضروری نہیں کہ اس نے وضو، غسل یا

میلیکیشنز، لاہور، محرم 1407ھ)۔

قوت پڑھنے کے لئے دونوں ہاتھ بصورت دعا اٹھانے کے بارے میں امام خمینی فرماتے ہیں:-

”لا یعتبر رفع الیدین فی القنوت علی اشکال فالاحوط عدم ترکہ۔“

(خمینی، تحریر الوسیلہ، الصلوٰۃ، جلد اول، ص 165-166، طبع ایران)۔
ترجمہ:- قوت پڑھتے وقت دونوں ہاتھ اٹھانے کی کوئی لازمی حیثیت نہیں، کیونکہ اس مسئلے میں اشکال ہے، البتہ زیادہ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اسے ترک نہ کیا جائے۔
قوت کی دعا کے بارے میں امام خمینی فرماتے ہیں:-

”لا یعتبر فی القنوت قول مخصوص بل یکفی فیہ کل ماتیسر من ذکر و دعاء بل یجزی البسملة مرة واحدة بل ”سبحان اللہ“ خمس او ثلاث مرات کما یجزی الاقتصار علی الصلوٰۃ علی النبی وآلہ والاحسن ماورد عن المعصوم علیہ السلام من الادعية بل والادعية التي فی القرآن۔“

(روح اللہ خمینی، تحریر الوسیلہ، ج 1، ص 165-166، الصلوٰۃ، مطبوعہ ایران)۔

ترجمہ:- قوت میں کوئی مخصوص قول معتبر نہیں بلکہ اس میں جو بھی ذکر و دعاء یا آسانی ہو سکے کافی ہے۔ بلکہ ایک مرتبہ بسم اللہ الرحمن الرحیم بلکہ پانچ یا تین مرتبہ ”سبحان اللہ“ کہنا بھی کافی ہے، اسی طرح نبی و آل نبی پر درود بھیج دینا بھی کافی ہے، اور بہتر یہ ہے کہ وہ دعائیں جو معصوم علیہ السلام سے منقول ہیں ان میں سے کوئی پڑھے، یا قرآنی دعاؤں میں سے کچھ پڑھ لیا جائے۔

ان تفصیلات سے با آسانی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ شیعہ زیدیہ کی روایات اہل بیت کے مطابق سیدنا علی و آل علی کا دونوں پاؤں دھونے سمیت وضو نیز ان کی نماز ”سبحانک اللہم“ سے دائیں بائیں سلام پھیرنے اور ہاتھ باندھنے کو سنت انبیاء قرار دینے تک بطور مجموعی وہی ہے جس پر اہل سنت والجماعت قائم ہیں، اور اس متفق علیہ اسلامی نماز کے مقابلے میں شیعہ جعفریہ بہت سے امور نماز میں ایسی فقہی تفصیلات پر قائم ہیں جن کی تائید دیگر شیعہ فرقوں کی روایات بھی کرنے سے قاصر ہیں۔ اس افراط و تفریط کے نتیجے میں شیعہ جعفریہ نہ صرف

8- نگاہ کرنے کے احکام

"(2433)۔ وہ مرد و عورت جو کہ ایک دوسرے کے محرم ہیں، اگر قصد لذت نہ رکھتے ہوں تو شرم گاہ کے علاوہ ایک دوسرے کے پورے جسم کو دیکھ سکتے ہیں۔"
(ضمینی، توضیح المسائل، اردو ترجمہ، نگاہ کرنے کے احکام، ص 370)۔

ان تمام تفصیلات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ فقہ جعفری کے پیروکار وضو، اذان، اقامت، سجدہ گاہ، قنوت، سلام، رفع یدین، وضع الیدین (ہاتھ باندھنا) قرات فاتحہ، نماز جمعہ و عیدین، غرض بے شمار مسائل نماز میں نہ صرف اہل سنت والجماعت سے بلکہ شیعہ زیدہ وغیرہ مختلف شیعہ فرقوں سے بھی شدید اختلاف رکھتے ہیں اور عملاً تفصیل نماز میں انحراف اور افراط و تفریط کا بری طرح شکار ہیں۔ حتیٰ کہ ان کے بہت سے مسائل مثلاً انکار وضع یدین نیز مسح رجلین و اختیار جمعہ وغیرہ نصوص قرآن و سنت کے بھی منافی ہیں۔

تعم کیا ہوا ہو اور اس کا بدن اور لباس بھی پاک ہو، اور اگر اس کا لباس غصی بھی ہو تو بھی کوئی حرج نہیں۔ اگرچہ احتیاط مستحب یہ ہے کہ تمام وہ چیزیں جو باقی نمازوں میں ضروری ہیں، ان کی رعایت کرے۔" (ضمینی، توضیح المسائل، اردو ترجمہ، احکام نماز، ص 94)۔

5- نماز میں سجدہ والی سورت پڑھنا نماز کو باطل کر دیتا ہے۔

"(355) 5- چار سورتوں میں سجدہ واجب ہے۔ اول قرآن کے 32 سورہ الم تنزل میں دوسرا قرآن کے 41 سورہ حم السجدہ میں، تیسرا قرآن کے 53 سورہ والنجم میں چوتھا 96 سورہ اقراء باسم میں۔" (ضمینی، توضیح المسائل، اردو ترجمہ، احکام جنابت، ص 54)۔

"(982)۔ اگر نماز میں ان چار سورتوں میں سے کسی ایک کو عمدہ پڑھے کہ جن میں سجدہ واجب ہے کہ جن کا بیان مسئلہ 355 میں ہو چکا ہے، تو اس کی نماز باطل ہے۔"

(ضمینی، توضیح المسائل، احکام نماز، ص 150)۔

"(984) اگر حالت نماز میں آیہ سجدہ سن لے تو اشارہ سے سجدہ کرے اور اس کی نماز صحیح ہے۔" (ضمینی، توضیح المسائل، احکام نماز، ص 155)۔

6- بارہویں امام کی غیبت کے زمانہ میں نماز جمعہ اختیاری ہے۔

"مسئلہ :- اس زمانہ میں نماز جمعہ واجب تعمیری ہے یعنی جمعہ و ظہر کے درمیان اختیار ہے کہ جسے چاہے پڑھے، البتہ جمعہ افضل ہے اور ظہر احوط ہے، اور اس سے زیادہ احوط یہ ہے کہ نماز جمعہ اور ظہر دونوں پڑھی جائیں۔ نماز جمعہ پڑھنے سے علی الاقویٰ نماز ظہر ساقط ہو جاتی ہے، لیکن احوط یہی ہے کہ نماز ظہر جمعہ کے بعد پڑھنا چاہئے، اور نماز جمعہ نماز صبح کی طرح دو رکعت پڑھی جاتی ہے۔"

(ضمینی، توضیح المسائل، اردو، ملحقات توضیح المسائل، نماز جمعہ، ص 509)۔

7- نماز عیدین (فطر و قربان)۔

"سوال: پہلے آپ نے نماز عیدین، (فطر و قربان) کو باجماعت پڑھنے کی اجازت نہیں فرمائی تھی، لیکن اخیراً سننے میں آیا کہ آپ نے اجازت فرمائی ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: احتیاط واجب یہی ہے کہ ان کو جماعت کے ساتھ نہ پڑھا جائے، البتہ رجائے

مطلوبیت کی نیت سے پڑھ سکتے ہیں۔"

(ضمینی، توضیح المسائل، اردو، ملحقات نماز عیدین، ص 521-522)۔

158-159-

ترجمہ:- مجھے زید بن علی نے اپنے والد اور دادا کے ذریعے علی علیہ السلام سے روایت کر کے بتایا کہ انہوں نے ماہ رمضان میں لوگوں کو نماز قیام لیل پڑھانے والے کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت نماز پڑھائے جس میں ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرے، اور ہر چار رکعت کے بعد استراحت کرے تاکہ حاجت مند واپس آسکے اور بندہ وضو کر سکے اور یہ حکم بھی دیا کہ لوگوں کو وتر کی نماز اس کے بعد آخر شب میں مسجد سے واپس جانے سے پہلے باجماعت پڑھائے۔

شیعہ جعفریہ کے برعکس اہل سنت و زید یہ وغیرہ کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ سورج ڈوبنے ہی نماز مغرب سے پہلے افطار کا بہترین وقت ہے۔ مسند الامام زید کی روایت پہلے درج کی جا چکی ہے کہ:-

”حدثني زيد بن علي عن ابيه عن جده عن علي (ع.م) قال: ثلاث من اخلاق الانبياء صلوة الله وسلامه عليهم تعجيل الافطار و تاخير السحور ووضع الكف على الكف تحت السرة“۔

(مسند الامام زید، کتاب الصیام، باب الافطار، ص 204-205)۔

ترجمہ:- مجھے زید بن علی نے اپنے والد اور دادا کے توسط سے علی (ع.م) سے روایت کر کے بتایا کہ انہوں نے فرمایا: تین باتیں اخلاق و عادات انبیاء صلوة اللہ و سلامہ علیہم میں سے ہیں۔ افطار میں عجلت، سحری میں تاخیر اور ناف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ باندھنا۔

وقت صلوة مغرب کے سلسلے میں بھی امام زید سیدنا زین العابدین سے توسط حسین و علی (ع.م) روایت کرتے ہیں کہ جب سورج کی نکیہ غائب ہوگئی تو جبریل نے نبی علیہ السلام کو نماز مغرب پڑھنے کا حکم دیا:-

”ثم نزل عليه حين وقع قرص الشمس فامر ان يصلي المغرب“۔

(مسند الامام زید، کتاب الصلوة، باب اوقات الصلوة، ص 98)۔

ترجمہ:- پھر جبریل آپ پر اس وقت نازل ہوئے جب سورج کی نکیہ غائب ہوگئی، پس انہوں نے آپ کو مغرب پڑھنے کا حکم دیا۔

اہل سنت کی نماز باجماعت میں شرکت کی چونکہ بطور تقیہ مداراتی فقہ جعفری کی رو سے

3- صوم رمضان-

ماہ رمضان کے روزے ہر مسلمان پر حکم قرآنی کی رو سے فرض ہیں۔ اس سلسلے میں اہل سنت کے تمام فقہی مسالک نیز شیعہ زیدیہ وغیرہ اس بات پر متفق ہیں کہ جب سورج ڈوب جائے اور ابھی سرخی موجود ہو تو وہ مغرب اور افطار کا وقت ہے، مگر شیعہ جعفریہ نے نہ صرف وقت غروب و افطار میں تقریباً دس منٹ کا اضافہ کیا ہے، بلکہ اوقات سحری میں بھی جن کا سورج سے کوئی تعلق نہیں طلوع فجر کو دس منٹ پہلے قرار دیتے ہیں۔ امام ثینی روزہ کے بارے میں فرماتے ہیں:-

”روزہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے فرمان کو بجالانے کے لئے اذان صبح سے لے کر مغرب یعنی شرعی غروب آفتاب تک ان چیزوں سے جو کہ روزہ کو توڑتی ہیں اور جن کی تفصیل بعد میں آئے گی، پرہیز کرے۔“

(امام ثینی: توضیح المسائل، اردو ترجمہ، روزہ کے احکام، ص 233)۔

مغرب و افطار کے وقت کے بارے میں امام ثینی کا بیان ہے:-

”(735) مغرب کا وقت وہ ہے جب ہر طرف مشرق کی سرخی جو غروب آفتاب کے وقت پیدا ہوتی ہے، ختم ہو جائے۔“ (ثینی، توضیح المسائل، اردو ترجمہ، ص 119)۔

اس انفرادیت کے علاوہ امام ثینی اور شیعہ جعفریہ کا موقف یہ ہے کہ روزہ جتنی تاخیر سے کھولا جائے بہتر ہے، بلکہ اگر مغرب و عشاء کی نمازیں پڑھنے کے بعد کھولا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ (توضیح المسائل، روزہ کے احکام)۔

نیز باجماعت نماز تراویح کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جبری حکم سمجھتے ہوئے اس سنت موکدہ کی باجماعت ادائیگی کو جعفریہ غلط سمجھتے ہیں، مگر ان کی بد قسمتی یہ ہے کہ اہل سنت کے علاوہ شیعہ زیدیہ کی روایات اہل بیت بھی باجماعت نماز تراویح کے حق میں ہیں:-

”حدثني زيد بن علي عن ابيه عن جده عن علي عليهم السلام انه امر الذي يصلي بالناس صلاة القيام في شهر رمضان ان يصلي بهم عشرين ركعة يسلم في كل ركعتين، ويراوح ما بين كل اربع ركعات فيرجع ذوالحاجة ويتوضا الرجل وان يوتر بهم من آخر الليل حين الانصراف“۔

(مسند الامام زید، کتاب الصلوة، باب القيام في شهر رمضان، ص

ج-4

حج و عمرہ صاحب استطاعت مسلمان پر زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہیں۔ ذوالحجہ کی 8 سے 12 یا 13 تاریخ تک مناسک حج ادا کئے جاتے ہیں۔ حج کی تین قسمیں ہیں:-

- 1- تمتع (پہلے عمرہ کا احرام باندھنا پھر حج کے لئے دوبارہ احرام باندھنا)۔
- 2- قرآن (بیک وقت حج و عمرہ کی نیت سے احرام باندھنا اور عمرہ ادا کرنے کے بعد بھی ایام حج تک احرام باندھے رکھنا)۔

3- افراد (صرف حج کی نیت سے احرام باندھنا)۔

اہل سنت کے نزدیک ہر حاجی تینوں میں سے کسی ایک قسم کا حج کر سکتا ہے، مگر فقہ جعفری کی رو سے جو شخص مکہ کا باشندہ نہیں وہ صرف حج تمتع کر سکتا ہے اور مکہ کے باشندے پر قرآن و افراد فرض ہیں۔ امام خمینی اقسام حج کے بارے میں فرماتے ہیں:-

”وهي ثلاثة: تمتع و قرآن و افراد۔ والاول فرض من كان بعيداً عن مكة، والآخران فرض من كان حاضراً غير بعيد۔ وحد البعد ثمانية واربعون ميلاً من كل جانب على الاقوى من مكة“۔

(الخمینی، تحریر الوسيلة، ج 1، ص 368-369، القول فی اقسام الحج)۔

ترجمہ:- حج کی تین اقسام ہیں: تمتع، قرآن اور افراد۔

پہلی قسم (تمتع) مکہ سے دور رہنے والوں پر فرض ہے۔

اور دوسری دو قسمیں (قرآن و افراد) مکہ کے شہریوں پر فرض ہیں جو دور کے باشندے نہیں، اور دوری کی حد قوی ترائے کے مطابق مکہ کے تمام اطراف میں اڑتالیس اڑتالیس میل تک شمار ہوگی۔

شیعہ اثنا عشریہ باجماعت نماز تراویح کی طرح حج تمتع کے بجائے غیر مقامی باشندوں اور غیر ملکوں کو افراد و قرآن کی اجازت دینے کا الزام بھی خلیفہ دوم سیدنا عمرؓ پر لگاتے ہیں، مگر ان کی یہ بد قسمتی ہے کہ اس الزام کی تردید کے لئے بھی خود شیعہ زیدیہ کی روایات اہل بیت ہی کافی ہیں، جن کی رو سے وہ باجماعت نماز تراویح کی طرح تینوں قسم کے حج کو بھی بلا قید و شرط درست سمجھتے ہیں:-

”حدثني زيد بن علي عن ابيه عن جده عن علي (ع) قال: من شاء ممن

اجازت دے دی گئی ہے، جو کہ عرف عام میں غروب آفتاب یعنی ”غروب عرفی“ پر ادا کی جاتی ہے، جب کہ فقہ جعفری کی رو سے ”غروب شرعی“ تقریباً دس منٹ بعد ہوتا ہے، لہذا اسی غروب عرفی پر اگر نماز بغیر دہرائے درست ہے تو افطار بھی منطقی طور پر درست قرار پاتا ہے، اور بعض شیعہ موقع و محل کی مناسبت سے اہل سنت و شیعہ زیدیہ وغیرہ کے ہمراہ اس پر عمل پیرا بھی ہو جاتے ہیں۔ مگر علماء جعفریہ نہ تو اہل سنت و شیعہ زیدیہ وغیرہ کے اس مشترکہ وقت افطار کو مستقل طور پر وقت افطار و مغرب تسلیم کرنے پر آمادہ ہیں اور نہ ہی زیدیہ وغیرہ کی روایات اہل بیت کی رو سے باجماعت نماز تراویح کو تسلیم کرنے پر تیار ہیں، بلکہ انا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ الزام دیتے ہیں کہ باجماعت نماز تراویح کا مستقل اہتمام کروا کر انہوں نے گویا کوئی جرم کیا، جب کہ سیدنا علی و حسن کے دور خلافت میں بھی نہ تو سیدنا ابوبکر و عمرو عثمان کے دور میں رائج شرعی وقت افطار میں کوئی تبدیلی کی گئی اور نہ ہی باجماعت نماز تراویح کے نظام کو تبدیل کیا گیا، جس کی تائید شیعہ زیدیہ کی روایات اہل بیت بھی کرتی ہیں۔ اس طرح علمائے جعفریہ کا افطار و تراویح کے بارے میں موقف بھی خلافت علوی و حسنی نیز اہل سنت و غیر جعفری اہل تشیع کی تائید سے محروم بلکہ اس کے برخلاف اور امت سے ان کی علیحدگی کا ثبوت ہے۔

5- زکوٰۃ-

اہل سنت اور شیعہ زیدیہ وغیرہ کے برعکس شیعہ جعفریہ اثنا عشریہ نہ تو سونے چاندی کے زیورات کی زکوٰۃ کے قائل ہیں اور نہ ہی کرنسی نوٹ کی زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، بلکہ صرف اس سونے چاندی پر زکوٰۃ کے قائل ہیں جو سکہ رائج الوقت یا کسی دوسرے سکہ کی شکل میں بقدر نصاب سال بھر جمع رہے۔ امام خمینی احکام زکوٰۃ کے سلسلے میں فرماتے ہیں:-

”(1850)- نو چیزوں پر زکوٰۃ واجب ہے۔

1- گندم، 2- جو، 3- کھجور، 4- کشمش، 5- سونا،

6- چاندی، 7- اونٹ، 8- گائے، 9- بھیڑ بکری۔

اگر کوئی شخص ان نو چیزوں میں سے کسی ایک کا مالک ہو تو ان شرائط کے ساتھ جو بعد میں بیان ہوں گی معین شدہ مقدار مقرر شدہ مصارف میں سے کسی ایک مصارف میں صرف کرے، جن کا حکم دیا گیا ہے۔

(روح اللہ خمینی، توضیح المسائل، اردو ترجمہ، احکام زکوٰۃ، ص 277)۔

”(1896)- سونے یا چاندی پر اس وقت زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، جبکہ وہ سکہ دار ہوں

اور کاروبار میں رائج ہوں اور اگر اس کا سکہ ختم ہو گیا ہو تب بھی اس کی زکوٰۃ ادا کرے۔

(خمینی، توضیح المسائل، احکام زکوٰۃ، ص 284)۔

”(1897)- وہ سکہ دار سونا چاندی جسے عورتیں زینت کے لئے استعمال کرتی ہیں اس پر

زکوٰۃ نہیں، اگرچہ وہ رائج الوقت ہی کیوں نہ ہو۔“

(خمینی، توضیح المسائل، اردو ترجمہ، احکام زکوٰۃ، ص 284)۔

مسند الامام زید میں راوی کے بیان کے مطابق روایات اہل بیت کی رو سے سونے

چاندی کے زیورات پر زکوٰۃ فرض ہے:-

”وسئالت زیداً بن علی (ع) عن زکوة الحلی فقال: زک للذهب

والفضة، ولا زکوة فی الدر والیاقوت واللؤلؤ و غیر ذلک من

الجواهر۔“

(مسند الامام زید، کتاب الزکاة، باب زکوة الذهب والفضة، ص 193)۔

ترجمہ:- اور میں نے زید بن علی (ع) سے زیورات کی زکوٰۃ کے بارے میں پوچھا تو

لم یحج تمتع بالعمرة الى الحج و من شاء قرنهما جميعاً و من شاء افرد۔“

(مسند الامام زید، کتاب الحج، باب الاملال والتلبیة، ص 234)۔

ترجمہ:- مجھے زید بن علی نے اپنے والد اور دادا کے توسط سے حضرت علی (ع) سے روایت کر کے بتایا کہ انہوں نے فرمایا کہ:- ہر شخص کو اختیار ہے کہ چاہے توج کے ساتھ عمرہ سے بھی تمتع ہو اور چاہے تو ان دونوں کو اکٹھا کرے (قرآن) اور چاہے تو صرف حج کر لے (افراد)۔

اس طرح بہت سے مسائل حج (رویت ہلال، نوعیت حج، تفصیل طواف وغیرہ) میں بھی شیعہ جعفریہ امت مسلمہ سے کافی حد تک الگ تھلگ اور علیحدہ ہیں جن کی تفصیل ان کی کتب فقہ میں موجود ہے۔

اوسقۃ فتحا- او سیحا- ففيه العشر و ماسقۃ بالغرب او دالية ففيه نصف العشر-

(مسند الامام زيد، کتاب الزکاة، باب ارض العشر، ص 196)

ترجمہ:- مجھے زید بن علی نے اپنے والد اور دادا کے ذریعے علیؑ السلام سے روایت کر کے بتایا کہ انہوں نے فرمایا:- عشر کی زمین کی پیداوار کھجور، کشمش، گندم، جو اور مکئی پر اس وقت تک زکوٰۃ نہیں، جب تک ان میں سے کوئی جنس پانچ وسق تک نہ پہنچ جائے۔ ایک وسق ساٹھ صاع کے برابر ہے۔ پس جب وہ اس مقدار کو پہنچ جائے تو اس میں زکوٰۃ ہے۔ جس فصل کو بارش کے پانی، بتے پانی یا نالے کے پانی سے سیچا گیا تو اس میں دسواں حصہ (عشر) ہے اور جس زمین کو کنویں کے ڈول یا ڈوپچی سے سیچا گیا تو اس میں نصف عشر ہے۔

اس طرح فقہ جعفری کے برعکس شیعہ زیدیہ کی روایات اہل بیت سونے چاندی کے زیورات، نقدی (کرنسی نوٹ، درہم و دینار وغیرہ) نیز عشر و نصف عشر وغیرہ کے سلسلے میں فقہ اہل سنت کی تائید کرتی ہیں، اور فقہ جعفری کے پیروکار زیورات و کرنسی وغیرہ مختلف اشیاء کی زکوٰۃ کا انکار کر کے عملاً منکرین زکوٰۃ قرار پاتے ہیں۔

انہوں نے فرمایا سونے اور چاندی کی زکوٰۃ ادا کر۔ البتہ موتی، یاقوت اور لولو اور دیگر جواہرات پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

فقہ جعفری کے برعکس زیدیہ کی روایات اہل بیت کے مطابق نقدی، درہم و دینار کی بھی زکوٰۃ واجب ہے، خواہ وہ کسی بھی دھات کے ہوں:-

”وسئالته عليه السلام عن رجل له مائة درهم و خمسون درهما وله خمسة دنانير فقال: في ذلك زكاة. قال: وان كان واحدا من هذين ينقص فلا زكاة في شئ من ذلك الا ان يكون الاخير يزيد زيادة فيها و نقصان لاخر فيجب في ذلك الزكاة“۔

(مسند الامام زيد، کتاب الزکوة، ص 194-195)

ترجمہ:- اور میں نے آپ علیہ السلام سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جس کے پاس ایک سو پچاس درہم اور پانچ دینار ہیں تو آپ نے فرمایا، اس میں زکوٰۃ واجب ہے، اور فرمایا کہ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک مقدار کم ہو جائے تو اس پر زکوٰۃ نہیں۔ لایہ کہ ان میں سے ایک میں اضافہ اور دوسری میں کمی ہو جائے تو پھر اس میں زکوٰۃ ہے۔ معدنیات کا پانچواں حصہ بطور زکوٰۃ ہے۔

”وسئالت زيد بن علي عليهما السلام عن معدن الذهب والفضة والرصاص والحديد والزنبيق والخاص فقال في ذلك الخمس“۔

(مسند الامام زيد، کتاب الزکاة، ص 194)

ترجمہ:- اور میں نے زید بن علیؑ علیہما السلام سے سونے چاندی، سیسہ، لوہا، زئبق اور خاص کی کانوں کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا یا ان کی زکوٰۃ پانچواں حصہ (پنیں فیصد) ہے۔

عشر و نصف عشر بروایت امام زید۔

”حدثني زيد بن علي عن ابيه عن جده عن علي عليهم السلام قال: ليس فيما اخرجت ارض العشر صدقة من تمر ولا زبيب ولا حنطة ولا شعير ولا ذرة حتى يبلغ الصنف من ذلك خمسة اوسق- الوسق ستون صاعا- فاذا بلغ ذلك جرت فيه الصدقة فيما سقت السماء من ذلك

ذکر یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے ساتھ کیا ہے۔ پس جب یتیم بالغ ہو جائے، مسکین ملدار ہو جائے اور مسافر امن پا جائے تو ان کا حق باقی نہیں رہتا۔ ہمارا معاملہ بھی اسی طرح ہے، پس جب ہم غنی ہو جائیں تو ہمارا اس خمس میں کوئی حق نہیں رہتا۔
نفعیاء جعفریہ بھی اگرچہ اس بات کے قائل ہیں کہ خمس صرف بقدر ضرورت بنی ہاشم کا حق ہے، مگر اصل تبدیلی جو انہوں نے حکم قرآنی میں کی ہے، وہ جنگ کے مال غنیمت کے علاوہ بھی تمام اموال کو خمس کے تحت لانا ہے۔ امام خمینی فرماتے ہیں:-
”(1748) خمس سات چیزوں پر واجب ہے۔“

1- وہ نفع جو کسب (کاروبار) سے حاصل ہو۔

2- معدن (کان)

3- گنج (خزانہ)

4- مال حلال مخلوط بحرام

5- وہ جواہرات جو کہ دریا میں غوطہ لگانے سے ہاتھ آئیں۔

6- جنگ میں مال غنیمت

7- وہ زمین جو کافر ذی نے مسلمان سے خریدی ہو۔“

(خمینی، توضیح المسائل، اردو ترجمہ، خمس کے احکام، ص 262)۔

کاروبار کے نفع سمیت ہر قسم کے خمس کے بارے میں خمینی فرماتے ہیں:

”یقسم الخمس ستة اسهم۔ سهم لله تعالى و سهم للنبي صلى الله

عليه وآله وسلم و للإمام عليه السلام۔ وهذه الثلاثة الآن لصاحب الامر

ارواحنا لله الفداء وعجل الله تعالى فرجه۔

و ثلاثة للآيتام و المساكين و ابناء السبيل ممن انتسب بالاب الى

عبدالمطلب فلو انتسب اليه بالام لم يحل له الخمس وحلت له الصدقة

على الاصح۔“

(الخمینی، تحرير الوسيلة، كتاب الخمس، القول في قسمته

ومستحققيه، 1/334)۔

ترجمہ:- خمس چھ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

6- خمس

سورة الانفال آیت 41 مال غنیمت کے خمس (پانچویں حصے) کے بارے میں ہے:-

”واعلموا انما غنمتم فان لله خمسة وللرسول ولذی القربی

والیتیمی والمسکین وابن السبیل۔“ (الانفال: 41)۔

ترجمہ:- اور جان لو کہ جو مال غنیمت تمہیں ملے اس کا پانچواں حصہ اللہ، رسول، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے۔

اہل سنت کی طرح شیعہ فرقے زیدیہ وغیرہ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ خمس کا تعلق مال غنیمت سے ہے، عام کاروبار وغیرہ سے نہیں:-

”حدثني زيد بن علي عن ابيه عن جده عن علي (ع-م) ان النبي (ص)

كان ينفل بالربع والخمس والثلث۔

قال علي عليه السلام: انما النفل قبل القسمة ولا نفل بعد القسمة۔

سئلت زيد بن علي (ع-م) عن الخمس قال: هولنا ما احتجنا اليه۔

فاذا استغنينا فلاحق لنا فيه الم تر ان الله قد قرننا مع اليتيم

والمساكين وابن السبيل فاذا بلغ اليتيم واستغنى المسكين وامن ابن

السبيل فلاحق لهم۔ وكذلك نحن اذا استغنينا فلاحق لنا۔“

(مسند الامام زيد، كتاب السير وما جاء في ذلك، باب الخمس

والانفال، ص 358)۔

ترجمہ:- مجھے زید بن علی نے اپنے والد اور دادا کے توسط سے علی (ع-م) سے روایت

کر کے بتایا کہ نبی (ص) مال غنیمت کا چوتھا، پانچواں اور تیسرا حصہ عطاء فرماتے تھے۔

علی علیہ السلام نے فرمایا کہ نفل تقسیم سے پہلے درست ہے، البتہ مال غنیمت کی تقسیم

کے بعد درست نہیں۔

میں نے زید بن علی (ع-م) سے خمس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ

ہمارے لئے اس وقت تک جائز ہے جب تک ہم اس کے محتاج ہیں۔ پس جب ہم غنی

ہو جائیں تو اس میں ہمارا کوئی حق نہیں۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے ہمارا (اہل بیت کا)

الشرائط کو دیا جائے یا ایسے مصرف میں صرف کیا جائے کہ جس کی اجازت وہ مجتہد دے دے۔
البتہ اگر انسان اس مجتہد کو دینا چاہے کہ جس کی اس نے تقلید نہیں کی ہو تو اس صورت میں
اسے اجازت دی جاتی ہے کہ جب دینے والے کو علم ہو کہ وہ مجتہد اور جس مجتہد کی وہ تقلید
کرتا ہے دونوں سہم امام کو ایک ہی طریقہ پر صرف کرتے ہیں۔“

(ثمنی، توضیح المسائل، فہم کے احکام، مصرف فہم، ص 274)۔

آیہ اللہ العظمیٰ ابوالحسن اصفہانی کے پوتے اور عراقی شیعہ مجتہد ذاکر موسیٰ موسوی سورۃ
الافعال کی آیت فہم (41) کے حوالے سے علماء جعفریہ کے غلط موقف کا رد کرتے ہوئے
فرماتے ہیں:-

”غنیمت کی تفسیر منافع کے ساتھ کرنا ان امور میں سے ہے جنہیں ہم شیعہ کے سوا
کہیں نہیں پاتے، چنانچہ آیت دو ٹوک اور واضح ہے کہ فہم جنگ کی غنیمت میں مشروع ہے
نہ کہ کاروبار کے منافع میں۔“

کاروبار کے منافع میں فہم کے واجب نہ ہونے کی سب سے واضح اور قطعی دلیل نبی
کریم (ص) اور آپ کے بعد امام علی سمیت خلفاء نیز ائمہ شیعہ کی سیرت ہے۔ چنانچہ ارباب
سیرت جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت لکھی، اور اس سے تعلق رکھنے
والی ہر چھوٹی بڑی بات نیز آپ کے اوامر و نواہی کو مدون کیا، یہ بات ذکر نہیں کی کہ آپ نے
مدینہ کے بازاروں میں فہم اکٹھا کرنے والے بھیجے ہوں۔ جب کہ ارباب سیران اشخاص کے
نام تک لکھتے ہیں جنہیں رسول اللہ مسلمانوں کے مالوں میں سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے
ارسال فرماتے تھے۔

اسی طرح حضرت علی سمیت خلفائے راشدین کے سیرت نگاروں نے کبھی ذکر نہیں کیا
کہ ان میں سے کسی نے منافع میں سے فہم کا مطالبہ کیا ہو یا انہوں نے فہم اکٹھا کرنے کے
لئے محملین ارسال کئے ہوں۔“

(ذاکر موسیٰ موسوی، اشیعہ و تصحیح، اردو ترجمہ بعون اصلاح شیعہ، ص 122-123)۔

ذاکر موسوی مزید فرماتے ہیں:-

”بعض شیعہ فقہاء نے جن میں فقیہ احمد اردبیلی شامل ہیں جو اپنے زمانہ کے سربرآوردہ
فقہاء میں سے تھے، حتیٰ کہ انہیں مقدس اردبیلی کا لقب دیا گیا، غیبت کبریٰ کے زمانہ میں

اور امام علیہ السلام کا حصہ۔ اور یہ تینوں حصے اب صاحب امر (بارہویں امام غائب مدی) کے
لئے مخصوص ہیں۔ ہماری جانیں ان پر قربان ہوں، اور اللہ تعالیٰ ان کا ظہور جلدی فرمائے۔
باقی تین حصے ان یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہیں جن کا نسب باپ کی طرف
سے حضرت عبدالمطلب تک پہنچتا ہو۔ اگر ماں کی طرف سے نسب ان تک پہنچتا ہے تو صحیح تر
فتویٰ کے مطابق ایسے شخص کے لئے فہم جائز نہیں بلکہ صدقہ جائز ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ اللہ، رسول اور امام کے تینوں حصے جو امام مدی کو ملنے چاہئیں،
عملاً ان کے غائب ہونے کی وجہ سے ان شیعہ علماء مجتہدین کو ادا کئے جاتے ہیں جن کی تقلید
کی جاتی ہے۔ فہم و حجاز۔

امام ثمنی فرماتے ہیں:-

”(1833) جو سید عادل نہیں ہے اسے فہم دیا جاسکتا ہے، البتہ وہ سید جو اثنا عشری نہیں
وہ فہم نہیں لے سکتا۔“

(ثمنی، توضیح المسائل، اردو ترجمہ، فہم کے احکام، مصرف فہم، ص 274)۔

اس طرح فقہ جعفری نے لاکھوں قریشی و ہاشمی سادات اہل سنت نیز سادات شیعہ زیدیہ
و اسماعیلیہ و نور علیہ وغیرہ کو اپنے فہم سے بیک جنبش قلم محروم کر کے حق بنی ہاشم و اہل بیت
بخوبی ادا کر دیا ہے۔ ان اللہ وانا الیہ راجعون۔

امام ثمنی یہ بھی فرماتے ہیں کہ غیر سید، اپنی سید بیوی کو عام حالات میں فہم نہ دے:-
”(1838)۔ جس کی بیوی سیدانی ہو تو احتیاط واجب یہ ہے کہ وہ اس کو اپنا فہم نہ دے،
جب کہ وہ اسے اپنے مصرف میں صرف کرے۔ البتہ اگر سیدانی پر دوسرے لوگوں کے
اخراجات واجب ہوں اور وہ ان کے اخراجات نہیں دے سکتی، تو پھر جائز ہے کہ انسان اس
عورت کو فہم دے تاکہ وہ ان پر صرف کرے۔“

(ثمنی، توضیح المسائل، اردو ترجمہ، ص 275)۔

”امام ثمنی مصرف فہم کے بارے میں فرماتے ہیں:-

فہم دو حصوں میں تقسیم کیا جائے، ایک حصہ سہم سادات ہے، اس میں احتیاط واجب
یہ ہے کہ مجتہدین جامع شرائط کی اجازت سے فقیر سید یا یتیم سید یا اس سید کو دیا جائے جو سفر
میں بے خرچ ہو جائے اور دوسرا آدھا حصہ سہم امام علیہ السلام جو اس زمانہ میں مجتہد جامع

ہے۔ جنہیں کچھ ناموں کے اضافہ کے ساتھ الرسالہ العملیہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ مثلاً ذخیرۃ الصالحین، صراط النجاة، ذخیرۃ العباد وغیرہ۔

ان عملی رسائل کا مطالعہ کرنے والا دیکھتا ہے کہ یہ فقہاء صدیوں سے آج تک اپنے ان رسائل کے پہلے صفحہ پر عبارت لکھتے آرہے ہیں:-

ہر عاقل و بالغ کا فرض ہے کہ مجتہد ہو یا مقلد یا پھر محتاط ہو، یعنی احتیاط کے مقامات سے واقف ہو۔ عامی کا فروع میں تقلید کے بغیر عمل باطل، بے سود ہے۔

اس نظریے کا جس پر امامیہ فقہاء زمانہ غیبت کبریٰ سے آج تک متفق چلے آتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ جو شخص احتیاط پر کاربند ہے اس کے لئے تقلید کرنا اور دوسرے کی رائے پر عمل کرنا روا ہے۔ احتیاطی عمل کا مطلب یہ ہے کہ مکلف کو فروعی مسائل میں اختلافی مقامات کا علم ہو، اور وہ ان میں سے اقرب الی الصواب کو اختیار کرے۔ البتہ اصول و عقائد میں تقلید جائز نہیں، بلکہ واجب ہے کہ مسلمان سمجھ بوجھ کر ان کا اعتقاد رکھے۔

پس وہ حل جو ہم اپنے شیعہ بھائیوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں اور ان سے اپیل کرتے ہیں کہ دنیا و آخرت میں سعادت کی ضمانت حاصل کرنے کے لئے اسے لازم پکڑ لیں۔ یہ ہے کہ ”احتیاط“ پر عمل اور ”احتیاطی عمل“ میں شیعہ مذہب سے خروج یا فقہاء شیعہ کے اجماع کی مخالفت نہیں پائی جاتی اور اس حقیقت نے فقہاء کے لئے شیعہ کو تصحیح کے خلاف اکسانے یا انہیں قیامت کے دن اللہ کے عذاب سے ڈرانے کے دروازے بھی بند کر دیئے ہیں۔

البتہ جب شیعہ کے لئے نئے مسائل کھڑے ہوں اور یہ بہت ہی قلیل ہیں، میری مراد ان سے وہ مسائل ہیں جو پہلے سے ابواب فقہ میں موجود نہیں تو اس صورت میں ایک یا ایک سے زیادہ مجتہدوں سے مشورہ کیا جاسکتا ہے۔“

(ذاکثر موسوی موسوی، الشیعہ والصحیح، اردو ترجمہ، بنو ان اصلاح شیعہ، ص 138-139)۔

خلاصہ کلام بحوالہ ارکان اسلام

ان تفصیلات سے ارکان اسلام اور مختلف فقہی امور کے سلسلے میں بارہ اماموں کی امامت منصوصہ و معصومہ پر اعتقاد اور فقہ جعفری کی تقلید کا دعویٰ کرنے والے شیعہ اثنا عشریہ جعفریہ کا امت مسلمہ سے علیحدہ تشخص واضح تر ہو جاتا ہے۔ اور عبادات و اعمال کے

فہم میں تصرف کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا۔

اسی طرح بعض شیعہ فقہاء (جو تعداد میں بہت ہی کم تھے) نے امام مہدی سے مروی اس قول کی بناء پر کہ (ہم نے اپنے شیخان کو فہم معاف کر دیا ہے) شیعہ سے فہم ساقط قرار دیا ہے۔

البتہ شیعہ فقہاء کی اکثریت نے اقلیت کی آراء کو دیوار کے ساتھ دے مارا اور آپس میں فہم نکالنے کے واجب ہونے پر اتفاق کر لیا۔ (اصلاح شیعہ، ص 125)۔

ذاکثر موسوی آخر میں تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

”امامیہ فقہاء ایک ٹکٹائے میں پھنس کر رہ گئے ہیں۔ انہوں نے اتفاق کیا کہ فہم میں سے جو اللہ، اس کے رسول اور امام غائب کا حق ہے، نصف تو اس مجتہد کو ادا کرنا واجب ہے جس کی وہ (امامیہ شیعہ) تقلید کرتا ہے اور باقی نصف ہاشمی فقہاء محتاجوں، قیہوں اور مسافروں پر خرچ کرے گا، لیکن یہ بات ان سے اوچھل رہی کہ یہ تو عوام میں سے مقلدین کی نسبت حکم ہوا، لیکن اس محتاط کا کیا حکم ہوگا؟ جو کسی ایک فقیہ کی رائے پر عمل نہیں کرتا۔ اس پر سے فہم ساقط ہوگا؟ یا وہ اس میں جیسے چاہے تصرف کر سکتا ہے؟

میں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ فہم کی بدعت شیعہ مفہوم میں فقہاء کے اس پر اصرار کے باوصف دقیق نہیں۔ اس میں ایسے خلاء ہیں جو اس کے باطل ہونے کی بین دلیل ہیں۔

بدعت فہم کا شیعہ مفہوم، سنت رسول، خلفاء راشدین اور ائمہ شیعہ کے عمل کے خلاف ہے۔ کیوں کہ اسلام میں تو صرف غنیمت میں فہم ہے۔ تجارت اور کاروبار کے منافع پر تو کبھی فہم نہیں تھا۔“ (اصلاح شیعہ، ص 139)۔

مقلد و محتاط کی مذکورہ شیعہ اصطلاحات کی وضاحت کرتے ہوئے ذاکثر موسوی دائرہ تشیع کے اندر رہتے ہوئے فقہی مسائل میں معتدل و مناسب موقف اختیار کرنے کا راستہ بھی تجویز کرتے ہیں۔ آپ ”تقلید“ کے زیر عنوان لکھتے ہیں:-

”تقلید مجتہد کی رائے کے مطابق اعتقاد رکھنے اور اس پر عمل کرنے کا نام ہے۔ شیعہ کی بہت بڑی اکثریت شرعی مسائل میں مجتہدوں کی طرف رجوع کرتی ہے۔ کم ہی کوئی گھر ہوگا جس میں ان رسالوں میں سے کوئی رسالہ نہ ہو جسے مجتہدوں نے عوام کے لئے تالیف کیا

”سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات ظاہری کے بعد خلیفہ مطلق اور امام برحق حضرت ابو بکر صدیق ہیں۔ ان کے بعد سیدنا عمر فاروق، ان کے بعد سیدنا عثمان غنی اور ان کے بعد حضرت علی بن ابی طالب ہیں۔ ان حضرات کی افضلیت بھی اسی ترتیب سے ہے، یعنی سب سے بڑا درجہ سیدنا صدیق اکبر، پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان، پھر سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا ہے۔ شیعیان کی افضلیت پر صحابہ کرام اور تابعین امت کا اجماع رہا ہے۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: جو شخص مجھے ابو بکر صدیق اور عمر فاروق پر فضیلت دے گا وہ مفتری اور جھوٹا ہوگا اور اسے کوڑوں کی سزا دلاؤں گا جس طرح دوسرے افترا پردازوں اور جھوٹوں کو دی جاتی ہے۔“

(پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، صحابہ کرام مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے آئینے میں، مطبوعہ مکتبہ نبویہ، لاہور، 1991ء، ص 20-21)۔

مگر اہل سنت کے ساتھ اپنے تمام تر اعتقادی اختلافات کے باوجود نہ تو شیعہ زیدیہ اور بعض دیگر شیعہ فرقے بطور مجموعی ارکان اسلام میں شیعہ اثنا عشریہ جیسی خوفناک تحریف و تبدیل کی جسارت کرپاتے ہیں اور نہ ہی تیرا و تصادم کی اس جارحانہ روش پر عمل پیرا ہیں جو شیعہ اثنا عشریہ کا طرہ امتیاز ہے۔ اس پر امن بقائے باہم کا اعتراف کرتے ہوئے انصاف پسند عراقی شیعہ محقق، ڈاکٹر موسیٰ موسوی یمن و دیگر ممالک کے کئی ملین شیعہ زیدیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

”میں دیکھتا ہوں کہ زیدیہ شیعہ جو کروڑوں سے زائد آبادی پر مشتمل فرقہ ہے، حضرت علی کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کا زیادہ حق دار ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں، لیکن ان کے اور اہل سنت کے درمیان اخوت و محبت اور یگانگت کی فضاء قائم ہے۔“

(ڈاکٹر موسیٰ موسوی، اشیعہ و اشعج، اردو ترجمہ بنام اصلاح شیعہ، مطبوعہ پاکستان، فروری 1990ء، ص 9، مقدمہ)۔

مگر شیعہ زیدیہ و بعض دیگر شیعہ فرقوں کے برعکس شیعہ اثنا عشریہ اپنے کافرانہ عقائد (امامت منصومہ و معصومہ افضل من النبوة، تحریف قرآن، توہین و تکفیر خلفاء و صحابہ وغیرہ) کے علاوہ ارکان اسلام میں بھی بہت حد تک امت مسلمہ سے علیحدگی اختیار کرچکے ہیں۔ اس حقیقت کی ترجمانی کرتے ہوئے محسن اہل سنت مولانا محمد منظور نعمانی فرماتے ہیں:۔

سلسلے میں ان کے بہت سے فقہی مواقف و فتاویٰ نہ صرف فقہ اہل سنت سے متصادم قرار پاتے ہیں، بلکہ شیعہ زیدیہ جیسے اہم ترین اور مستند شیعہ فرقے بھی ان آراء و اعمال کو فقہ اہل بیت کے طور پر تسلیم نہیں کرتے۔ اور پہلے چار ائمہ شیعہ (سیدنا علی و حسن و حسین و علی زین العابدین) سے ایسی مستند روایات حدیث و فقہ نقل کرتے ہیں جو فقہ جعفری کے برخلاف اور فقہ اہل سنت کے مطابق ہیں۔ اس حوالے سے مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن، اثنا عشری فرقہ کی امت مسلمہ سے علیحدگی برتنائے عقیدہ تحریف قرآن و امامت منصومہ و انکار خلافت شیعیان و توہین و تکفیر صحابہ کرام کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:۔

”بنور نظر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ شیعیت اسلام کے مقابلہ میں بالکل ایک الگ اور متوازی مذہب ہے جس میں کلمہ طیبہ سے لے کر میت کی تجنیز و تکفین تک تمام اصول و فروع اسلام سے الگ ہیں۔ اس لئے شیعہ اثنا عشریہ بلاشبک و شبہ کافر ہیں۔“

(شیعی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ، مرتبہ مولانا منظور نعمانی، مطبوعہ لاہور، حصہ اول، ص 154، فتویٰ مفتی ولی حسن)۔

اس موقع پر یہ بات بھی واضح رہنی چاہئے کہ علماء اہل سنت نے فرقہ اثنا عشریہ جعفریہ کے مقابلے میں شیعہ فرقہ زیدیہ وغیرہ کو اعتقادی و فقہی لحاظ سے نسبتاً معتدل و متوازن تسلیم کرنے کے باوجود ان کے بعض گمراہ کن عقائد پر تنقید بھی کی ہے۔ امام العبد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی شیعہ فرقوں کے گمراہ کن عقائد کا ذکر کرتے ہوئے زیدیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:۔ ”زیدیہ اکثر عقائد اسلامیہ را کہ با حدیث ثابت شدہ منکر اند۔“

(قرۃ العینین فی تنقیل الشیخین، طبع مجتہائی، دہلی، 1370ھ، ص 209)۔

ترجمہ:۔ (زیدیہ احادیث سے ثابت شدہ اکثر اسلامی عقائد کے منکر ہیں۔

علاوہ ازیں شیعہ زیدیہ بھی دیگر تمام شیعہ فرقوں کی طرح عقیدہ امامت منصومہ و معصومہ کے حامل ہیں جو اکابر امت کے نزدیک عقیدہ ختم نبوت سے متصادم ہے۔ نیز زیدیہ سمیت مختلف شیعہ فرقے سیدنا علی کو سیدنا ابو بکر و عمرو عثمان رضی اللہ عنہم کے مقابلے میں افضل اور امامت و خلافت کا زیادہ مستحق قرار دینے کی بناء پر بھی اہل بدعت و ضلالت قرار پاتے ہیں۔ اس حوالہ سے امام ربانی مجدد الف ثانی، رکن سلطنت خان جہان کے نام اپنے مکتوب (نمبر 27، دفتر دوم) میں فرماتے ہیں:۔

”اثنا عشریہ کا حل یہ ہے کہ مذکورہ بالا موجب کفر عقائد کے علاوہ ان کا کلمہ الگ ہے‘ ان کی اذان اور نماز الگ ہے۔ زکوٰۃ کے مسائل بھی الگ ہیں‘ نکاح و طلاق وغیرہ کے مسائل بھی الگ ہیں۔ حتیٰ کہ موت کے بعد کفن و دفن اور وراثت کے مسائل بھی الگ ہیں۔ اگر اس کو تفصیل سے لکھا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔“
(مولانا محمد منظور نعمانی، غینی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ، حصہ اول، ص 96، اقتباس از استفتاء)۔

باب ہفتم

مجموعی فتاویٰ تکفیرِ شیعہ
اثنا عشریہ

7۔ مجموعی فتاویٰ تکفیر شیعہ اثنا عشریہ

گزشتہ چودہ صدیوں میں اکابر امت نے مختلف وجوہ کی بناء پر اہل تشیع کی تکفیر و تخیل کے فتاویٰ صادر فرمائے ہیں، مگر بارہ اماموں کی امامت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوة کا عقیدہ رکھنے والے فقہ جعفری کی پیروی کے دعویدار فرقہ یعنی شیعہ اثنا عشریہ کے بارے میں غالباً تاریخ اسلام میں پہلی مرتبہ ایک جامع استفتاء مرتب کیا گیا ہے، جس میں بطور خاص شیعہ اثنا عشریہ کے (1) انکار خلافت شیخین و توہین و تکفیر صحابہ نیز (2) عقیدہ تحریف قرآن و (3) عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوة کے بارے میں مذکورہ فرقہ کی مستند کتب اور اکابر و اعظم علماء و مجتہدین کے اقتباسات و معتقات نقل کر کے مجموعی فتویٰ طلب کیا گیا ہے، جس کے جواب میں برصغیر پاک و ہند و بنگلہ دیش نیز دیگر ممالک کے ایک ہزار سے زائد علماء و مفتیان نے شیعہ اثنا عشریہ کو مذکورہ تین عقائد کی بناء پر بالافتاق کافر، مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔

اردو زبان میں پچاس سے زائد صفحات پر مشتمل اس تاریخی استفتاء کے مرتب و مقدم مولانا محمد منظور نعمانی 1323ھ / 1905ء میں سنبھل (مراد آباد، یوپی) میں پیدا ہوئے، بنیادی تعلیم سنبھل ہی میں حاصل کی۔ پھر چودہ پندرہ برس کی عمر میں اپنے ایک قریبی رشتہ کے ناتا مولانا کریم بخش سنبھلی کے زیر نگرانی تین برس تک تعلیم و تربیت پائی جو صاحب درس اور شیخ الحدیث مولانا محمود الحسن کے ممتاز تلامذہ میں سے تھے۔ جن مقامات پر وہ اپنی تدریسی ذمہ داری کے سلسلہ میں مقیم رہے، مولانا نعمانی بھی ان کے ہمراہ رہے۔ بعد ازاں دو برس تک دارالعلوم دیوبند میں قیام فرما کر تکمیل تعلیم فرمائی۔

1353ھ / 1934ء میں بریلی میں قیام اختیار کر کے ایک وقیع علمی و دینی مجلہ ”الفرقان“ کے نام سے جاری کیا۔ کچھ عرصہ بعد اس مجلہ سمیت لکھنؤ منتقل ہو گئے اور پھر وہی موطن و مستقر ٹھہرا۔ لکھنؤ کے اس قدیم و عظیم مجلہ کی ساٹھویں جلد کا ساتواں شمارہ جولائی 1992ء میں آپ کے زیر سرپرستی سامنے آیا اور یہ سلسلہ بعد ازاں بھی جاری ہے۔ برصغیر پاک و ہند کے علمی و دینی رسائل میں اتنی طویل عمر اور مقبولیت کے حامل معدودے چند رسائل ہی ہوں گے۔ بالخصوص اس کے ”مجدد الف ثانی نمبر“، ”شاہ ولی اللہ نمبر“ اور بعض دیگر خصوصی شماروں کو ہند و بیرون ہند عظیم الشان مقبولیت اور وسیع تر پذیرائی حاصل ہوئی ہے۔

انگریزی تراجم کے ذریعہ پوری دنیا میں خاص کر امریکہ، یورپ اور افریقہ میں لاکھوں بندگان خدا کو اسلام کو سمجھنے اور دین کے تقاضوں پر عمل کرنے کی توفیق ہوئی۔

(ایرانی انقلاب، امام خمینی اور شیعیت، مطبوعہ مکتبہ مدنیہ لاہور، ص 15، مقدمہ از ابوالحسن ندوی)۔

مولانا نعمانی کو وسیع تر عالمی شہرت 1985ء میں ان کی عظیم الشان تصنیف ”ایرانی انقلاب، امام خمینی اور شیعیت“ کے منظر عام پر آنے کے بعد حاصل ہوئی۔ ایرانی انقلاب کے بعد دینی و ثقافتی بحران سے دوچار سنی العقیدہ عالم اسلام میں امام خمینی اور انقلاب ایران کو جو مقبولیت ملی اس نے لاکھوں ناواقف اہل سنت میں شعوری و لاشعوری طور پر رفض و تشیع کے گہرے اثرات کو وسیع پیمانے پر منتقل کرنا شروع کر دیا اور بنیادی اختلاف عقائد کو نظر انداز کیا جانے لگا۔ اس نازک صورت حال میں یہ کتاب تصنیف کی گئی۔ اس حوالہ سے مولانا نعمانی نومبر 1987ء میں فرماتے ہیں:-

”اس سلسلہ میں سب سے اہم اور مقدم کام یہ تھا کہ مسلمانوں کو شیعہ مذہب کی حقیقت اور ایرانی انقلاب کے قائد خمینی صاحب کے عقائد و عزائم سے واقف کرایا جائے۔ اس کے لئے راقم سطور نے قریباً ایک سال تک شیعہ مذہب کی بنیادی اور مسلمہ کتابوں اور ان اکابر و اعظم شیعہ مجتہدین و مصنفین کی تصانیف کا جو مذہب شیعہ میں سند کا درجہ رکھتے ہیں اور خود خمینی صاحب کی تصانیف کا مطالعہ کیا۔ پھر اس مطالعہ کا حاصل قریباً تین سو صفحے کی ایک کتاب کی شکل میں مرتب کر دیا جو ”ایرانی انقلاب، امام خمینی اور شیعیت“ کے نام سے اب سے قریباً ڈیڑھ سال پہلے شائع ہو چکی ہے۔“

(خمینی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ، مرتبہ مولانا منظور نعمانی، مطبوعہ لاہور، اقتباس از استفتاء، ص 40)۔

”جملہ حقوق محفوظ“ کی قید سے آزاد اس کتاب کی وسیع پیمانے پر اشاعت و مقبولیت کے حوالہ سے مولانا نعمانی فرماتے ہیں:-

”اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی یہ غیبی مدد سامنے آئی کہ اسی کی توفیق سے اس کے بہت سے بندوں نے (جن کو راقم سطور جانتا بھی نہیں) محض ایمانی جذبہ سے اور خالصتاً ”لوجہ اللہ“ اس کتاب کی زیادہ سے زیادہ اشاعت دور دراز ملکوں تک پہنچانے کی کوششیں کیں۔ اس

مولانا منظور نعمانی سلسلہ دارالعلوم دیوبند میں شیخ الحدیث کی مسلمہ حیثیت کے حامل ہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت (رح) سے خصوصی عقیدت و فقیہی وابستگی کی بناء پر نعمانی کہلاتے ہیں۔ 25 اگست 1941ء کو مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی (رح) نے لاہور میں ”جماعت اسلامی“ ہند کی بنیاد رکھی تو اس کے تاسیسی ارکان میں شامل تھے، نیز رکن مجلس شوریٰ اور نائب امیر جماعت اسلامی کے مناصب پر بھی فائز رہے۔ تاہم کچھ ہی عرصہ بعد بعض عملی اختلافات کی بناء پر جماعت سے علیحدگی اختیار کر لی، مگر بحیثیت جلیل القدر عالم و مصنف ان کا احترام برصغیر کے جماعتی حلقوں میں نہ صرف ہمیشہ برقرار رہا ہے بلکہ کئی جلدوں پر مشتمل ان کی عظیم تصنیف ”معارف الحدیث“ کو تحریک اسلامی کے نصابات میں آج تک خصوصی حیثیت و پذیرائی حاصل چلی آرہی ہے۔

مولانا نعمانی نہ صرف مولانا الیاس کاندھلوی (رح) کی جاری کردہ برصغیر کی عظیم الشان ”تبلیغی جماعت“ سے خصوصی تعلق کے حامل اور یکے از اکابر تبلیغ ہیں بلکہ روحانیت و تصوف کے حوالہ سے حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری (رح) کی خانقاہ سے خصوصی وابستگی کے حامل ہیں اور ساتھ ہی امام اہل سنت مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنؤی نقشبندی مجددی سے خصوصی تقرب و تعلق کے حامل رہے ہیں، جن کی عظیم تصانیف و مساعی اور اخبار ”انجم“ نے رفض و تشیع کے تحقیقی و تنقیدی جائزہ اور تردید و تغلیط کے سلسلہ میں چودھویں صدی ہجری اور بیسویں صدی عیسوی کے لکھنؤ اور برصغیر میں انتہائی اہم اور فیصلہ کن کردار ادا کیا ہے۔

ان تمام خصائص کے ساتھ ساتھ لکھنؤ کے عظیم الشان اور عالمی شہرت یافتہ سلسلہ علمائے فرنگی محل سے علمی و دینی روابط، ندوۃ العلماء لکھنؤ سے تدریسی و انتظامی وابستگی نیز امام ابن تیمیہ اور علامہ ابن اہل حدیث سے اخذ و استفادہ بھی عقیدہ اہل سنت والجماعت کے وسیع تر تناظر میں ان کی علمی شخصیت اور وسیع المشرقی کے دیگر اہم پہلو ہیں۔

تصنیف و تالیف کے حوالہ سے مولانا نعمانی کا ذکر کرتے ہوئے مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی فرماتے ہیں:-

”ان کی کتابیں ”اسلام کیا ہے؟“ ”دین و شریعت“ ”قرآن آپ سے کیا کتاب ہے“ اور ”معارف الحدیث“ کا عالمانہ اور مقبول سلسلہ ہے جن سے اس برصغیر میں اور ان کے

جائے، اور ان کے جوابات کے ساتھ شائع کر دیا جائے۔“ (متفقہ فیصلہ، استفتاء، ص 40)۔
مولانا کی اس عظیم علمی و دینی جدوجہد میں ان کے فرزند مولانا عتیق الرحمن سنبلی اور مولانا خلیل الرحمن سجاول ندوی نیز دیگر رفقاء و مؤیدین بھی محدود وسائل اور موانع و مشکلات کے باوجود پوری تہذیب سے شریک ہیں۔ چنانچہ اکتوبر 1986ء میں برصغیر کے اہم دینی مراکز سے وابستہ علماء و مفتیان کی خدمت میں پچاس سے زائد صفحات پر مشتمل استفتاء پیش کرنے کا آغاز کیا گیا اور دارالعلوم دیوبند میں منعقد ہونے والے ”اجلاس تحفظ ختم نبوت“ کے موقع پر اس میں شرکت فرمانے والے حضرات علماء کرام کی خدمت میں جواب کے لئے پیش کر دیا گیا اور بعد ازاں مختلف سنی مکاتب فکر کے دیگر علماء و مفتیان کو بھی ارسال کر دیا گیا۔

اس طویل استفتاء میں (1) انکار خلافت شیعین و توہین و تکفیر صحابہ (2) عقیدہ تحریف قرآن اور (3) عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوة کے حوالہ سے شیعہ اثنا عشریہ کی بنیادی و مسلمہ کتب سے ان کے ائمہ معصومین و مستند ترین علماء و مجتہدین کے اقوال و بیانات بکثرت پیش کئے گئے ہیں (بحوالہ الکافی، فصل الخطاب، کتب علامہ مجلسی و خمینی وغیرہ) نیز عالم اسلام کے جلیل القدر علماء متقدمین و متاخرین (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، اہلحدیث وغیرہ) کی صدیوں پر محیط تکفیر شیعہ پر مبنی آراء و فتاویٰ بھی شامل استفتاء ہیں۔ چونکہ کم و بیش یہ تمام اقوال و اقتباسات سابقہ متعلقہ ابواب میں درج کئے جا چکے ہیں، لہذا طوالت و تکرار سے اجتناب کرتے ہوئے استفتاء کے آخر میں درج صرف وہ سطور نقل کی جارہی ہیں جن میں ”دور حاضر کے حضرات علماء شریعت و اصحاب فتویٰ کی خدمت میں گزارش“ کی گئی ہے کہ مذکورہ استفتاء کے جواب میں شیعہ اثنا عشریہ کے بارے میں فتویٰ صادر فرمائیں، اور ساتھ ہی اس سے پہلے عقیدہ امامت کے حوالہ سے استفتاء میں مذکور نسبتاً مختصر مگر انتہائی اہم عبارت بطور نمونہ استفتاء درج ہے۔ تاہم اہل علم و فکر کے لئے مکمل استفتاء کا مجلہ ”الفرقان“ لکھنؤ کے متعلقہ شماروں یا کتابی اشاعت میں مکمل اور تفصیلی مطالعہ کرنا ناگزیر ہے۔

اردو زبان میں اپنی نوعیت کے اس منفرد و بے مثال استفتاء کے جواب میں برصغیر پاک و ہند و بنگلہ دیش، نیز دیگر ممالک کے ایک ہزار سے زائد علماء کرام و مفتیان عظام نے اہل سنت والجماعت کے تمام مکاتب فکر کی ترجمانی کرتے ہوئے (1) انکار خلافت شیعین و توہین و

کے نتیجے میں تھوڑی سی مدت میں ہندوستان و پاکستان سے مجموعی طور پر اس کے ڈھائی لاکھ کے قریب نسخے شائع ہو چکے ہیں، اور عرب ممالک، یورپ، امریکہ، افریقہ جیسے دور دراز ممالک میں اردو پڑھنے والے مسلمانوں تک اس کے نسخے بڑی تعداد میں پہنچ چکے ہیں اور بفضلہ تعالیٰ یہ سلسلہ جاری ہے۔ بلاشبہ یہ محض اللہ تعالیٰ کا کرم اور اس کی قدرت و نصرت کا کرشمہ ہے۔ اس میں کتاب کی کسی خوبی اور اس کے مصنف کے کسی کمال کو مطلق دخل نہیں ہے۔ وہ مسکین تو بالکل بے ہنر آدمی ہے۔“

(متفقہ فیصلہ، حصہ اول، ص 40، اقتباس از استفتاء)۔

اس کتاب کے عربی و انگریزی ایڈیشن کے سلسلہ میں مولانا لکھتے ہیں:-

”یہ بات بھی اللہ تعالیٰ کے شکر کے ساتھ قابل ذکر ہے کہ کتاب کا انگریزی ایڈیشن بھی ہندوستان و پاکستان اور جنوبی افریقہ سے بڑی تعداد میں شائع ہو چکا ہے۔ عربی ایڈیشن بھی بفضلہ تعالیٰ مصر سے شائع ہو چکا ہے۔ بلاشبہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد ہی کا کرشمہ ہے۔“

(خمینی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ، استفتاء، ص 40، حاشیہ 1)۔

شیعہ اثنا عشریہ کے بارے میں عصر جدید کے علماء سے فتویٰ طلب کرنے کا سبب بیان کرتے ہوئے مولانا فرماتے ہیں:-

”کتاب کی اشاعت کے بعد اس کا مطالعہ کرنے والے بہت سے حضرات کی طرف سے بڑی سنجیدگی کے ساتھ سوال کیا گیا کہ جب شیعہ اثنا عشریہ کے عقائد وہ ہیں جو ان کی بنیادی اور مسلمہ کتابوں کے حوالوں سے اس کتاب میں لکھے گئے ہیں تو حضرات علمائے کرام کی طرف سے ان کے بارے میں اس طرح کا فیصلہ کیوں نہیں کیا گیا جس طرح کا قادیانیوں کے بارے میں کیا گیا ہے؟

راقم سطور نے نامنامہ ”الفرقان“ میں اس سوال کا ذکر کر کے ماضی قریب ہی کے اکابر علمائے کرام کے وہ فتوے اور متقدمین و متاخرین علماء و فقہاء کی وہ عباراتیں شائع کر دیں جن میں شیعہ اثنا عشریہ کے موجب کفر عقائد کی بناء پر ان کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا گیا ہے۔

اس کے بعد ضرورت محسوس ہوئی کہ اس پورے مواد کو استفتاء کی شکل میں مرتب کر کے عصر حاضر کے حضرات علمائے شریعت و اصحاب فتویٰ کی خدمت میں بھی پیش کیا

15۔ برطانیہ میں مقیم حضرات علماء کرام کی اجتماعی توثیق (تقریباً سو علماء و مفتیان)۔
نوٹ:- آئندہ صفحات میں درج یہ تمام فتاویٰ و تصدیقات، کتاب ”ثمینی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ“ (حصہ اول و دوم مع ضمیمہ جات) مطبوعہ پاکستان سے منقول ہیں۔ جو کہ مجلہ ”الفرقان“ لکھنؤ، اشاعت خاص، دسمبر 1987ء تا جولائی 1988ء پر مبنی ہے۔

تکفیر صحابہ (2) عقیدہ تحریف قرآن اور (3) عقیدہ امامت منصوبہ و معصومہ افضل من النبوة کی تین بنیادوں پر بالاتفاق اور بعض حضرات نے اضافی طور پر بعض دیگر وجوہ (تقیہ، متعہ، رجعت، بداء، قذف ام المؤمنین عائشہ صدیقہ وغیرہ) کی بناء پر شیعہ اثنا عشریہ کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ ان لاتعداد فتاویٰ میں سے بطور مثال چند اہم تر فتاویٰ درج کئے جا رہے ہیں۔ تاہم علماء و محققین کے لئے دیگر تمام فتاویٰ و تصدیقات کا تفصیلی مطالعہ بھی مولانا منظور نعمانی کے مرتب کردہ ”متفقہ فیصلہ“ سے کرنا ناگزیر ہے جس سے درج ذیل فتاویٰ ماخوذ ہیں:-

- 1۔ فتویٰ محدث جلیل علامہ العصر امیر شریعت ہند مولانا حبیب الرحمن الاعظمی۔
(اس فتویٰ کی تصدیق برصغیر کے سینکڑوں علماء و مفتیان نے کی ہے)۔
- 2۔ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند۔
- 3۔ فتویٰ علامہ مفتی خلیل احمد قادری بدایونی، خادم دارالافتاء بدایون۔
(مع تصدیقات علماء بدایون و فاضل دارالعلوم منظر اسلام بریلی)۔
- 4۔ فتویٰ محدث کبیر مولانا عبید اللہ رحمانی مبارک پوری، رئیس جامعہ سلفیہ بنارس۔
- 5۔ فتویٰ مظاہر العلوم، سہارن پور۔
- 6۔ فتویٰ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔
- 7۔ فتویٰ دارالمبلغین، لکھنؤ۔
- 8۔ فتویٰ دارالعلوم فاروقیہ، کاکوری، لکھنؤ۔
- 9۔ فتویٰ مدرسہ امینیہ، دہلی۔
- 10۔ فتویٰ جامعہ قاسمیہ مدرسہ شانی، مراد آباد۔
- 11۔ فتویٰ جامعہ اسلامیہ عربیہ مسجد ترجمہ والی و علماء بھوپال۔
- 12۔ فتویٰ مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن ٹونگی (رح) رئیس دارالافتاء جامعہ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی۔
- 13۔ فتویٰ مولانا شمس الدین قاسمی، محترم جامعہ حسینیہ عرض آباد، میرپور ڈھاکہ۔
(مع تصدیقات ڈیڑھ سو علماء بنگلہ دیش)۔
- 14۔ فتویٰ مجمع البحوث الاسلامیہ العلمیہ، بنگلہ دیش (چالیس علماء و مفتیان کے دستخط)۔

اعلامت ہیں جن میں یہ ”ائمہ معصومین“ انبیاء علیہم السلام کے شریک اور ان کے برابر ہیں لیکن اثنا عشریہ کے نزدیک ان کو ان کے علاوہ ایسے بلند مقامات اور کمالات بھی حاصل ہیں جو انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل نہیں۔ مثلاً یہ کہ یہ دنیا ان ہی کے دم سے قائم ہے۔ اگر ایک لمحہ کے لئے بھی ہماری یہ دنیا امام کے وجود سے خالی ہو جائے تو سب نیست و نابود ہو جائے۔ اور مثلاً یہ کہ ان کی پیدائش اس عام طریقہ اور عام راستہ سے نہیں ہوتی جس طریقہ اور راستہ سے عام انسانوں کی پیدائش ہوتی ہے بلکہ وہ اپنی ماؤں کی ران میں سے نکلتے ہیں، اور مثلاً یہ کہ کائنات کے ذرہ ذرہ پر ان کی تکوینی حکومت ہے، یعنی ان کو ”کن فیکون“ کا اقتدار و اختیار حاصل ہے۔ اور یہ کہ ان کو اختیار ہے کہ جس چیز یا جس عمل کو چاہیں حلال یا حرام قرار دے دیں۔ اور مثلاً یہ کہ تمام ائمہ عالم ماکان و مایکون ہیں، کوئی چیز ان سے مخفی نہیں۔ اور مثلاً یہ کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سے وہ علوم بھی عطا ہوئے جو نبیوں اور فرشتوں کو بھی نہیں دیئے گئے ہیں۔ اور مثلاً یہ کہ وہ دنیا اور آخرت کے مالک و مختار ہیں جس کو چاہیں دے دیں، بخش دیں اور جس کو چاہیں محروم رکھیں۔ اور مثلاً یہ کہ وہ اپنی موت کا وقت بھی جانتے ہیں اور ان کی موت ان کے اختیار میں ہوتی ہے۔

ظاہر ہے کہ جمہور امت محمدیہ کے نزدیک یہ شان انبیاء علیہم السلام کی بھی نہیں ہے، بلکہ ان میں بعض تو وہ ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی صفات ہیں، لیکن اثنا عشریہ کے نزدیک ان کے ائمہ کی یہی شان ہے اور یہ سب صفات و مقامات ان کو حاصل ہیں۔ سبحانہ و تعالیٰ عما یشرکون۔

ائمہ کی صفات و امتیازات اور ان کے بلند مقامات و درجات کے بارے میں یہ جو کچھ لکھا گیا وہ ان کی اصح الکتاب ”اصول کافی“ کتاب الحجہ کی روایات اور ان کے ائمہ معصومین کے ارشادات کا حاصل اور خلاصہ ہے، ان روایات و ارشادات کا متن اصل کتاب میں دیکھا جاسکتا ہے۔ راقم سطور کی کتاب ”ایرانی انقلاب“ امام خمینی اور شیعیت“ میں بھی (صفحہ 119 سے 165 تک) ان تمام روایات کا متن دیکھا جاسکتا ہے جو اصول کافی ہی سے بحوالہ صفحات نقل کیا گیا ہے۔

اپنے ائمہ کے ان ارشادات اور ان روایات ہی کے مطابق اثنا عشریہ کا عقیدہ ہے، اسی کے ساتھ وہ مانتے ہیں کہ ان اماموں کے لئے نبی کا لفظ نہیں بولا جائے گا، کیونکہ رسول اللہ

اقتباس از استفتاء مولانا محمد منظور نعمانی۔
اثنا عشریہ کا عقیدہ امامت ختم نبوت کی نفی کرتا ہے۔
لہذا وہ عقیدہ ختم نبوت کے منکر ہیں۔۔۔

اثنا عشری مذہب کی بنیادی اور مستند کتابوں کے مطالعہ کے بعد ایک یہ حقیقت بھی اسی طرح آنکھوں کے سامنے آتی ہے جس میں کسی شک شبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ اثنا عشریہ کا عقیدہ امامت جو اس مذہب کی اساس و بنیاد ہے۔ عقیدہ ختم نبوت کی قطعی نفی کرتا ہے اور اس بارہ میں ان کا عقیدہ جمہور امت مسلمہ سے بالکل مختلف ہے۔ وہ ”ختم نبوت“ اور ”خاتم النبین“ کے الفاظ کے تو قائل ہیں (جس طرح کہ قادیانی بھی قائل ہیں) لیکن اس کی حقیقت کے منکر ہیں۔ شیعوں اور قادیانیوں کے علاوہ امت کے تمام فرقوں کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ”خاتم النبین“ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نبوت و رسالت جس حقیقت اور جس مقام و منصب کا عنوان ہے اس کا سلسلہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ پر ختم فرمادیا۔ ہر نبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث و نامزد اور بندوں کے لئے اللہ کی حجت ہوتا تھا۔ اس پر ایمان لانا نجات کی شرط ہوتا تھا، اس کو وحی کے ذریعہ اللہ کے احکام ملتے تھے، وہ معصوم ہوتا تھا، بندوں پر اس کی اطاعت فرض ہوتی تھی۔ صرف وہی اور اس کی تعلیم امت کے لئے ہدایت کا سرچشمہ اور مرجع و ماخذ ہوتا تھا۔ اگر وہ صاحب کتاب ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب بھی نازل ہوتی تھی۔ یہی نبوت کی حقیقت اور نبی کا مقام و منصب تھا اور جمہور امت محمدیہ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ”خاتم النبین“ ہونے کا مطلب یہی ہے کہ آپ کے بعد یہ مقام و منصب کسی کو عطا نہیں ہوگا۔

لیکن شیعہ اثنا عشریہ کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ مقام و منصب اور یہ سب امتیازات بلکہ ان سے بھی بالاتر مقامات و درجات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کے بارہ اماموں کو حاصل ہیں۔ وہ نبیوں کی طرح بندوں پر اللہ کی حجت ہیں۔ ان کے بغیر اللہ کی حجت بندوں پر قائم نہیں ہوتی۔ وہ نبیوں ہی کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے نامزد، معصوم اور مفرض الطاعت ہیں، ان پر ایمان لانا اسی طرح نجات کی شرط ہے جس طرح نبیوں پر ایمان لانا شرط نجات ہے۔ ان پر فرشتوں کے ذریعہ وحی بھی آتی ہے، اللہ کے احکام بھی آتے ہیں، ان کو معراج بھی ہوتی ہے، ان پر کتابیں بھی نازل ہوتی ہیں۔ یہ تو وہ صفات اور اللہ تعالیٰ کے وہ

علامہ مجلسی کی اس عبارت سے صراحت کے ساتھ معلوم ہو گیا کہ اثنا عشریہ کا عقیدہ اپنے ائمہ کی احادیث و روایات کی بنیاد پر یہ ہے کہ امامت کا درجہ نبوت سے بالاتر ہے۔ اور ہمارے ہی زمانے کے پاکستان کے ایک بلند پایہ مجتہد علامہ محمد حسین نے شیخ صدوق کے رسالہ ”العقائد“ کی اردو میں ضخیم شرح لکھی ہے۔ اس میں صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ:-
ائمہ اطہار سوائے جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر تمام انبیاء اولوالعزم وغیرہم سے افضل و اشرف ہیں۔ (احسن الفوائد فی شرح العقائد ص 406 طبع پاکستان)۔
اور اس زمانے کے شیعہ دنیا کے امام خمینی صاحب نے بھی ”الحکومۃ الاسلامیہ“ میں صراحت کے ساتھ تحریر فرمایا ہے کہ:-

وان من ضروریات مذہبنا ان لائمنا مقاما لا یبلغه ملک مقرب ولا نبی مرسل۔ (الحکومۃ الاسلامیہ ص 56 طبع تہران)۔

ہمارے مذہب (شیعہ اثنا عشریہ) کے ضروری اور بنیادی عقائد میں سے یہ عقیدہ بھی ہے کہ ہمارے ائمہ معصومین کو وہ مقام و مرتبہ حاصل ہے جس تک کوئی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل بھی نہیں پہنچ سکتا۔

علامہ مجلسی، علامہ محمد حسین اور خمینی صاحب کی ان تصریحات کے بعد اس میں شک شبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ اثنا عشریہ کے نزدیک ان کے ائمہ کا مقام و مرتبہ انبیاء علیہم السلام سے بالاتر ہے اور وہ ان اعلیٰ مقامات اور بلند تر درجات پر فائز ہیں جن تک کسی مقرب فرشتے اور نبی مرسل کی بھی رسائی نہیں ہو سکتی، اور یہ کہ ان ائمہ پر نبی کے لفظ کا اطلاق اس وجہ سے نہیں کیا جاسکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ”خاتم النبین“ فرمایا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ فی الحقیقت عقیدہ ختم نبوت کی قطعی نفی ہے۔

اس حقیقت کو کہ اثنا عشریہ کا عقیدہ امامت ختم نبوت کی نفی کرتا ہے، اور وہ اپنے اس عقیدہ کی وجہ سے فی الحقیقت ختم نبوت کے منکر ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کتب شیعہ کے مطالعہ اور اپنی خداداد فکر و بصیرت سے یقین کے ساتھ سمجھا اور صراحت کے ساتھ تحریر فرمایا ہے۔ ”تفہیمات الہیہ“ میں ارقام فرماتے ہیں:-

امام باصلاح ایٹاں معصوم مفترض الطاعہ منصوب للخلق است ووحی باطنی در حق امام تجویزی نمایند۔ پس در حقیقت ختم نبوت را منکر اند گو زبان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را

صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبین فرمادیا گیا ہے۔

ان سب چیزوں کے سامنے آجانے کے بعد کسی صاحب عقل و دانش کو اس میں شک شبہ نہیں رہ سکتا کہ اثنا عشریہ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کی حقیقت ختم نہیں ہوئی، وہ تو امامت کے عنوان سے ترقی کے ساتھ جاری ہے، البتہ آپ کے بعد کسی کو نبی نہیں کہا جائے گا۔ بس یہی ان کے نزدیک ختم نبوت کی حقیقت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبین قرار دیئے جانے کا تقاضا ہے۔ اثنا عشری مذہب کے ترجمان اعظم، ان کے خاتم الحمد شین علامہ باقر مجلسی نے اپنے ائمہ معصومین کی روایات کے حوالہ سے صراحت اور صفائی کے ساتھ لکھا ہے کہ امامت کا درجہ نبوت سے بالاتر ہے اور اپنے نزدیک اس کو دلیل سے بھی ثابت کیا ہے۔ اپنی کتاب ”حیات القلوب“ کی تیسری جلد میں (جو صرف امامت ہی کے موضوع پر ہے) تحریر فرماتے ہیں:-

از بعض اخبار معتبرہ کہ انشاء اللہ بعد ازیں مذکور خواہد شد، معلوم می شود کہ مرتبہ امامت بالاتر از مرتبہ پیغمبری است۔

ائمہ کی بعض معتبر روایات سے جو انشاء اللہ اس کے بعد ذکر کی جائیں گی، معلوم ہو جاتا ہے کہ امامت کا مرتبہ نبوت کے مرتبہ سے بالاتر ہے۔

آگے یہ علامہ مجلسی دلیل کے طور پر فرماتے ہیں:-

چنانچہ حق تعالیٰ بعد از نبوت حضرت ابراہیم خطاب فرمودہ کہ انی جاعلک للناس اماماً (حیات القلوب، جلد سوم، ص 21 طبع ایران)۔

چنانچہ حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو نبوت عطا فرمانے کے بعد ان سے فرمایا تھا کہ میں تجھ کو لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ امامت، نبوت سے آگے کے درجہ کی چیز ہے۔

اس کے چند سطر آگے علامہ مجلسی نے لکھا ہے:-

وازی برائے تعظیم حضرت رسالت پناہ و آنکہ آنجناب خاتم انبیاء باشد منع اطلاق اسم نبی و آنچہ مرادف آنست بر آنحضرت کردہ اند۔ (حیات القلوب، جلد سوم، ص 3)۔

اور حضرت رسالت پناہ کی تعظیم کے لئے اور اس وجہ سے کہ آنجناب خاتم انبیاء ہیں، نبی اور اس کے ہم معنی لفظ کے اطلاق کو حضرت امام پر منع کرتے ہیں۔

یا جو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبوة اور خاتم النبیین ہیں لیکن اس کا مطلب اور مقصدی بس یہ ہے کہ آپ کے بعد کسی کو نبی نہ کہا جائے گا، لیکن نبوت کی جو حقیقت ہے، یعنی کسی انسان کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کی ہدایت کے لئے مبعوث اور نامزد ہونا اور گناہوں سے اور رائے میں غلطی اور اس پر قائم رہنے سے معصوم و محفوظ اور اس کا مفترض الطاعت ہونا تو یہ سب ہمارے اماموں کو حاصل ہے۔ تو ایسے عقائد اور خیالات رکھنے والے زندیق ہیں اور جمہور متاخرین حنفیہ و شافعیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ (اگر اسلامی حکومت ہو تو اسلامی قانون میں مرتدین کی طرح) یہ لوگ سزائے موت کے مستحق ہیں۔“

(متفقہ فیصلہ، مطبوعہ لاہور، حصہ اول، ص 76-80 و 92، اقتباس از استفتاء۔)

مولانا منظور نعمانی اپنے اسی تفصیلی استفتاء کے آخر میں رقم طراز ہیں:-

دور حاضر کے حضرات علمائے شریعت و اصحاب فتویٰ کی خدمت میں گزارش آپ حضرات نے شیعہ اثنا عشریہ کے ”ائمہ معصومین“ کی وہ روایات، ان کی بنیادی اور مسلمہ کتابوں کی وہ عبارات اور ان کے اکابر و اعظم متقدمین و متاخرین علماء و مجتہدین کے، جو شیعہ مذہب میں سند کا درجہ رکھتے ہیں، وہ بیانات ملاحظہ فرمائے جن کے مطالعہ کے بعد اس میں شک شبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ:-

(1) حضرات شیخین صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے بارے میں ان کا عقیدہ ہے کہ وہ (معاذ اللہ) اگلی امتوں کے اور اس امت کے خبیث ترین کافروں (فرعون و نمرود اور ابوجہل و ابولہب) سے حتیٰ کہ شیطان ملعون و مردود سے بھی بدتر درجہ کے کافر تھے۔

(2) اور یہ کہ موجودہ قرآن ان کے نزدیک محرف ہے، اس میں ہر طرح کی تحریف ہوئی ہے، وہ بعینہ وہ کتاب اللہ نہیں ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی گئی تھی۔

(3) اور یہ کہ منصب امامت، نبوت سے بالاتر منصب ہے، اور اسی وجہ سے منصب امامت کے حامل ائمہ کا مقام وہ ہے جس تک کسی نبی یا رسول کی بھی رسائی نہیں۔ نیز یہ کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کی حقیقت ختم نہیں ہوئی بلکہ وہ ترقی کے ساتھ امامت کے عنوان سے جاری ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے کا مطلب اور حاصل صرف یہ ہے کہ آپ کے بعد آپ کے احترام و تعظیم کو ملحوظ رکھتے ہوئے کسی اور کے

خاتم الانبیاء میگنہ باشند۔ (تفسیرات البیہ ص 244)۔

شیعہ اثنا عشریہ کی اصطلاح اور ان کے عقیدہ میں امام کی شان یہ ہے کہ وہ معصوم ہوتا ہے، اس کی اطاعت فرض ہوتی ہے اور مخلوق کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر اور نامزد ہوتا ہے، اور شیعہ امام کے حق میں وحی باطنی کے قائل ہیں۔ پس فی الحقیقت وہ ختم نبوت کے منکر ہیں، اگرچہ زبان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء کہتے ہیں۔

اس موضوع سے متعلق راقم سطور نے اوپر جو کچھ عرض کیا ہے اس کے مطالعہ کے بعد انشاء اللہ کسی کو بھی حضرت شاہ ولی اللہ کے اس نتیجہ فکر کے بارے میں کوئی شک شبہ نہیں رہے گا کہ شیعہ اپنے عقیدہ امامت کی وجہ سے ختم نبوت کے منکر ہیں۔ آگے انشاء اللہ حضرت شاہ صاحب کی تصنیف ”مسوی“ شرح موطا امام مالک کی عبارت نقل کی جائے گی جس میں انہوں نے اس بنیاد پر شیعہ اثنا عشریہ کو زنادقہ اور مرتدین کے زمرہ میں شمار کیا ہے:-

وکذلک من قال فی الشیخین ابی بکر و عمر مثلاً: لیسامن اهل الجنة مع تواتر الحديث فی بشارتهما اوقال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبوة لكن معنى هذا الكلام انه لا يجوز ان يسمى بعده احد بالنبی و امام معنى النبوة وهو كون الانسان مبعوثا من الله تعالى الى الخلق مفترض الطاعة معصوما من الذنوب و من البقاء على الخطاء فيما يرى فهو موجود في الائمة بعده۔ فذلك هو الزنديق وقد اتفق جماهير المتأخرين من الحنفية والشافعية على قتل من يجرى ذلك المجري۔

(مسوی شرح موطا امام مالک ص 110، جلد دوم، طبع دہلی 1293ھ)۔

اور اسی طرح وہ لوگ بھی زندیق ہیں جو کہتے ہیں کہ شیخین حضرت ابوبکر و حضرت عمر اہل جنت (یعنی مومنین صادقین) میں سے نہیں ہیں (بلکہ معاذ اللہ منافق اور جہنمی ہیں)۔ جبکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ ثابت ہیں جن میں ان دونوں کے جنتی ہونے کی بشارت (اور مومن صادق ہونے کی شہادت) دی گئی ہے۔

آئے تو علمائے کرام نے ان کے بارے میں کفر و ارتداد کا فیصلہ اور اس کا اعلان کرنا اپنا فرض سمجھا اور اگر وہ یہ فرض ادا نہ کرتے تو خدا کے مجرم ہوتے۔
لیکن اثنا عشریہ کا حال یہ ہے کہ مذکورہ بالا موجب کفر عقائد کے علاوہ ان کا کلمہ الگ ہے، ان کا وضو الگ ہے، ان کی اذان اور نماز الگ ہے۔ زکوٰۃ کے مسائل بھی الگ ہیں، نکاح و طلاق وغیرہ کے مسائل بھی الگ ہیں، حتیٰ کہ موت کے بعد کفن و دفن اور وراثت کے مسائل بھی الگ ہیں۔ اگر اس کو تفصیل سے لکھا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

بہر حال اپنے اس دور کے حضرات علمائے کرام کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ اپنی علمی و دینی ذمہ داری اور عند اللہ مسئولیت کو پیش نظر رکھ کر اثنا عشریہ کے کفر و اسلام کے بارے میں فیصلہ فرمائیں۔ واللہ یقول الحق وھو ھدی السیل۔“
(ماخوذ از استفتاء، ثمنی اور شیعہ کے بارے میں علمائے کرام کا متفقہ فیصلہ، مطبوعہ لاہور، حصہ اول، ص 94-96 بعد)۔

لئے نبی و رسول کا لفظ استعمال نہیں کیا جائے گا۔
پھر آپ نے شیعہ اثنا عشریہ کے ان عقائد کی بنا پر امت کے متقدمین و متاخرین حضرات علماء و فقہاء کے فیصلے اور فتوے بھی ملاحظہ فرمائے۔
اب آپ حضرات سے درخواست ہے کہ ان سب چیزوں کے سامنے آجانے کے بعد آپ کے نزدیک شیعہ اثنا عشریہ کے بارے میں جو شرعی حکم ہو عام امت مسلمہ کی واقفیت اور رہنمائی کے لئے وہ تحریر فرمایا جائے۔ واجرم علی اللہ۔
بلاشبہ اپنے کو مسلمان کہنے والے کسی کلمہ گو شخص یا فرقہ کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دینے کا فیصلہ بڑا سنگین اور خطرناک کام ہے اور اس بارے میں آخری حد تک احتیاط کرنا علماء کرام کا فرض ہے، لیکن اسی طرح جس شخص یا فرقہ کے ایسے عقائد یقین کے ساتھ سامنے آجائیں جو موجب کفر ہوں تو عام مسلمانوں کے دین کی حفاظت کے لئے اس کے بارے میں کفر و ارتداد کا فیصلہ اور اعلان کرنا بھی علمائے دین کا فرض ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کے نازک ترین وقت میں منکرین زکوٰۃ اور میلہ وغیرہ مدعیان نبوت اور ان کے متبعین کے بارے میں صدیق اکبر نے جو فیصلہ فرمایا اور جو طرز عمل اختیار کیا وہ آپ کے لئے تاقیامت رہنما ہے۔

قادیانی نہ صرف یہ کہ اپنے کو مسلمان کہتے ہیں اور کلمہ گو ہیں، بلکہ انہوں نے اپنے خاص مقاصد کے لئے اپنے نقطہ نظر کے مطابق ایک صدی سے بھی زیادہ مدت سے اپنے طریقہ پر اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا جو کام خاص کر یورپ اور افریقی ممالک میں کیا، اس سے باخبر حضرات واقف ہیں۔ اور خود ہندوستان میں قریباً نصف صدی تک اپنے کو مسلمان اور اسلام کا وکیل ثابت کرنے کے لئے عیسائیوں اور آریہ سماجیوں کا انہوں نے جس طرح مقابلہ کیا، تحریری اور تقریری مناظرے مباحثے کئے، وہ بہت پرانی بات نہیں ہے۔ پھر ان کا کلمہ، ان کی اذان اور نماز وہی ہے جو عام امت مسلمہ کی ہے۔ زندگی کے مختلف شعبوں کے بارے میں ان کے فقہی مسائل قریب قریب وہی ہیں جو عام مسلمانوں کے ہیں۔ لیکن جب یہ بات یقین کے ساتھ سامنے آگئی کہ وہ فی الحقیقت عقیدہ ختم نبوت کے منکر ہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانتے ہیں، اگرچہ زبان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کہتے ہیں، اور اسی طرح کے ان کے دوسرے موجب کفر عقیدے غیر مشکوک طور پر سامنے

ان الله اصطفى آدم و نوحا و آل ابراهيم و آل عمران "و آل محمد" على العالمين۔ اور کہتے تھے کہ:۔ پس آل محمد را از قرآن انداختند و گفت چنین نازل شده است۔

(یعنی) ابوبکر و عمر اور ان کے ہمراہوں نے قرآن سے لفظ "آل محمد" نکال ڈالا حالانکہ وہ آیت لفظ آل محمد کے ساتھ نازل ہوئی تھی۔

اور امام موسیٰ کاظم سے بھی نقل کرتا ہے کہ انہوں نے فرمایا یہ آیت اس طرح نازل ہوئی تھی:۔

و آل ابراهيم و آل عمران (و آل محمد) علی العالمین۔ (حیات القلوب، ص 63)۔

4۔ قرأ رجل عن أبي عبد الله عليه السلام: قل اعملوا فسيرى الله عملكم و رسوله والمؤمنون۔ فقال: ليس هكذا هي! انما هي: والمامونون! فنحن المامونون۔

ایک شخص نے امام جعفر صادق کے سامنے یہ آیت پڑھی:۔ قل اعملوا فسيرى الله عملكم و رسوله والمؤمنون (موجودہ قرآن میں یہ آیت اسی طرح ہے) تو امام جعفر صادق نے فرمایا کہ یہ آیت اس طرح نہیں ہے۔ صحیح اس طرح ہے۔ "فیری الله عملکم و رسولہ والمؤمنون۔ اور "مامونون" سے مراد ہم ائمہ ہیں۔

5۔ عن أبي جعفر عليه السلام قال: نزل جبرئيل عليه السلام بهذه الآية هكذا: فابى اكثر الناس "بولايه على عليه السلام" الاكفورا۔

امام باقر سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جبرئیل یہ آیت اس طرح لے کر نازل ہوئے تھے فابی اکثر الناس "بولایہ علی علیہ السلام" الاکفورا۔

(مطلب یہ ہے کہ خلفائے ثلاثہ اور ان کے ساتھیوں نے اس آیت میں سے "بولایہ علی علیہ السلام" کے الفاظ نکال دیئے اور قرآن میں تحریف کر دی)۔

6۔ قال و نزل جبرئيل عليه السلام بهذه الآية هكذا: و قل الحق من ربكم "فی ولاية على عليه السلام" فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر

انا اعتدنا للظالمين "بآل محمد" نارا۔ (ص 108)۔

اور یہ بھی فرمایا کہ جبرئیل یہ آیت اس طرح لے کر نازل ہوئے تھے:۔

1۔ جواب از محدث جلیل علامتہ العصر حضرت مولانا حبیب الرحمن الاعظمی

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب

اثنا عشری شیعہ بلائیک و شبہ کافر مرتد ہیں، کیونکہ وہ تحریف قرآن کے بر ملا قائل اور معقد ہیں۔ اور اس کا خود شیعوں کو اعتراف ہے۔ ان دونوں باتوں کا ناقابل تردید ثبوت خود مستفتی نے پیش کر دیا ہے۔ مستفتی کے بیان کی تصدیق اور ان کے کلام کی تصویب اور مزید تقویت و تائید کے لئے شیعوں کی اصح الکتاب "الجامع الکافی" سے میں بھی چند روایتیں پیش کرتا ہوں:۔

1۔ عن أبي جعفر عليه السلام قال نزل جبرئيل عليه السلام بهذه الآية على محمد (ص): بنسما اشتروا به ان يكفروا بما انزل الله "فی على" بغيا۔

امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جبرئیل (ع) محمد (ص) پر یہ آیت اس طرح لے کر نازل ہوئے تھے:۔ "بنسما اشتروا!..... (فی علی) بغیا"۔

2۔ عن أبي عبد الله عليه السلام قال نزل جبرئيل عليه السلام على محمد صلى الله عليه وآله وسلم بهذه الآية هكذا: يا ايها الذين اتوا الكتاب آمنوا بما نزلنا "فی على" نورا۔ مبينا۔ (اصول الكافي ص 264)۔

امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ جبرئیل (ع) محمد (ص) پر یہ آیت اس طرح لے کر نازل ہوئے تھے:۔

"يا ايها الذين اتوا الكتاب آمنوا بما نزلنا "فی على" نورا۔ مبينا۔

امام باقر اور امام جعفر صادق کی ان دونوں روایتوں کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کو مرتب اور شائع کرنے والے خلفائے ثلاثہ نے ان دونوں آیتوں میں سے "فی علی" نکال دیا اور یہ تحریف کر دی۔

3۔ باقر مجلسی "حیات القلوب" میں لکھتا ہے کہ جعفر صادق علیہ السلام اس آیت کو اس طرح پڑھتے تھے:۔

اقل الحق من ربكم "فی ولایة علی علیہ السلام"۔ انا اعتدنا للظالمین "بآل محمد" نارا۔

(مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں سے "فی ولایة علی علیہ السلام" اور آخر سے "بآل محمد" کے الفاظ نکال دیئے اور اس آیت میں دو تحریفیں کی گئیں۔

7- عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی قوله تعالیٰ:۔ سال سائل بعد اب واقع للکافرین "بولایة علی" لیس له دافع، ثم قال:۔ هکذا واللہ نزل بها جبرئیل علیہ السلام علی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (صافی، کتاب الحجۃ، جز سوم، حصہ 2، ص 102)۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد:۔ سال سائل، عذاب واقع للکافرین لیس له دافع کے بارے میں امام جعفر صادق نے ارشاد فرمایا کہ: خدا کی قسم جبرئیل یہ آیت اس طرح لے کر نازل ہوئے تھے کہ "للکافرین" کے آگے "بولایة علی" کے الفاظ تھے۔ (مطلب یہ ہوا کہ ظالموں نے یہ الفاظ قرآن میں سے نکال دیئے اور تحریف کردی)۔

8- عن ابی جعفر علیہ السلام قال:۔ نزل جبرئیل علیہ السلام بهذه الآية علی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم هکذا: بدل الذین ظلموا "آل محمد حقهم" قولاً غیر الذی قیل لهم فانزلنا علی الذین ظلموا "آل محمد حقهم" رجزاً من السماء بما كانوا یفسقون۔ (صافی، کتاب الحجۃ، جز سوم، حصہ 2، ص 106)۔

امام باقر سے روایت ہے کہ جبرئیل محمد (ص) پر یہ آیت اس طرح لے کر نازل ہوئے تھے کہ "بدل الذین ظلموا" "آل محمد حقهم" قولاً غیر الذی قیل لهم فانزلنا علی الذین ظلموا "آل محمد حقهم" رجزاً من السماء بما كانوا یفسقون۔

(مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں دو جگہ "آل محمد حقهم" کے الفاظ تھے، وہ دونوں جگہ سے نکال دیئے گئے)۔

9- عن ابی جعفر قال:۔ نزل جبرئیل بهذه الآية هکذا: ان الذین ظلموا "آل محمد حقهم" لم یکن اللہ لیغفر لهم... الآية" صفحہ 107)۔

امام باقر سے روایت ہے کہ جبرئیل یہ آیت اس طرح لے کر نازل ہوئے تھے۔ ان

الذین ظلموا "آل محمد حقهم" لم یکن اللہ لیغفر لهم الآية (مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں سے بھی "آل محمد حقهم" کے الفاظ آل محمد کے دشمن ظالموں نے نکال دیئے)۔

10- عن ابی جعفر علیہ السلام قال هکذا نزلت هذه الآية: ولو انهم فعلوا ما یوعظون به "فی علی" لکان خیرا لهم۔ (ص 107)۔

امام باقری سے یہ بھی روایت ہے کہ یہ آیت اس طرح نازل ہوئی تھی:۔ ولو انهم فعلوا ما یوعظون به "فی علی" لکان خیرا لهم۔

(مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں سے بھی فی علی نکال دیا گیا اور تحریف کردی گئی)۔
کافی میں ایک باب کا عنوان ہے۔ "باب انه لم یتبع القرآن کلام الا لائمة" اس کی پہلی حدیث یہ ہے۔ راوی کتاب ہے:۔

سمعت ابا جعفر علیہ السلام یقول: ما ادعی احد من الناس انه جمع القرآن کلامه کما انزل الکذاب، وما جمعه وحفظه الاعلی بن ابی طالب والائمة من بعده علیہم السلام۔ (صافی، کتاب الحجۃ، ص 158)۔

میں نے امام باقر سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جو دعویٰ کرے کہ اس نے پورا قرآن جس طرح کہ وہ نازل ہوا ہے جمع کر لیا ہے (یعنی وہ اس کے پاس ہے) وہ اعلیٰ درجہ کا جھوٹا ہے۔ پورا قرآن تو صرف حضرت علی اور ان کے بعد کے اماموں نے جمع کیا ہے (یعنی پورا قرآن صرف ان ہی کے پاس رہا ہے اور اب آخری امام، امام غائب کے پاس ہے)۔
ملا خلیل قزوینی اس کی شرح میں لکھتا ہے:۔

روایات خاصہ و عامہ در اسقاط بعض قرآن بسیار است۔
قرآن کے بعض حصوں کو حذف کر دینے کی روایتیں خاص شیعوں کے ہاں اور دیگر عوام کے ہاں بھی بہت بڑی تعداد میں ہیں۔

شیعوں کے قائل تحریف ہونے کی یہ شہادتیں مثلاً نمونہ از حردارے ہیں، اور تحریف قرآن کا عقیدہ رکھنے کے بعد کوئی شخص مسلمان نہیں رہ سکتا، وہ بلاشبہ کافر و مرتد ہے، اس لئے کہ یہ ارشاد خداوندی (انا نحن نزلنا نزلاً وانا له لحافظون) کی تکذیب ہے۔

نیز قرآن کو محرف ماننے کے علاوہ اس کو ناقابل استناد و احتجاج قرار دینا شیعہ اثنا عشریہ کے نزدیک ان کے آئمہ کی تعلیم ہے۔ شیعوں کی مشہور کتاب "رجال کشی" میں امام جعفر

صالح کی یہ حدیث مذکور ہے:-

فَنظَرْتُ فِي الْقُرْآنِ فَإِذَا هُوَ يَخَاصِمُ بِهِ الْمَرْجَنِي وَالْقَدْرِي وَالزَّنْدِيقِ
الَّذِي لَا يُؤْمِنُ بِهِ حَتَّى يَغْلِبَ الرِّجَالُ بِخُصُومَتِهِ فَعَرَفْتُ أَنَّ الْقُرْآنَ لَا يَكُونُ
حُجَّةَ الْآبِقِيمِ - (ص 264)

اس قرآن سے تو مرجئی اور قدری اور زندیق جو اس پر ایمان نہیں رکھتا وہ بھی اس سے دلیل پکڑتا ہے اور مناظرہ میں لوگوں پر غلبہ حاصل کرتا ہے، اس سے میں نے جان لیا کہ یہ قرآن بغیر کسی قیم (یعنی امام معصوم) کے قابل استناد و احتجاج نہیں ہے۔
اس کا حاصل یہ ہوا کہ اللہ کی نازل فرمائی ہوئی کتاب پاک قرآن حکیم جس کو اللہ تعالیٰ نے جابجا ”مبین“ فرمایا ہے، (یعنی صاف صاف بیان فرمانے والی) اور فرمایا: اِنَّهُ لَقَوْلُ فَصْلٍ - (یعنی یہ قرآن قول فیصل ہے)۔ نیز اس کی شان میں فرمایا: لَا يَنَالُهُ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلُ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ - (یعنی یہ قرآن اللہ حکیم و حمید کا نازل فرمایا ہے، سراسر حق ہے اس میں باطل کسی طرف سے بھی داخل نہیں ہو سکتا)۔ اس کے بارے میں علاوہ تحریف کے اثنا عشر یہ کایہ بھی عقیدہ ہے کہ وہ معاذ اللہ ایسی مہمل کتاب ہے کہ اس سے حق و باطل کا کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا، جناب امام کی تشریح و تفسیر کی بنیاد پر ہی فیصلہ ہو سکے گا۔

قرآن کی اس سے بڑی اہانت اور کیا ہو سکتی ہے۔

ہم یہاں یہ وضاحت بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید کی تحریف وغیرہ سے متعلق جو روایتیں یہاں نقل کی گئی ہیں، ہمارے نزدیک وہ جناب امام باقر اور جعفر صادق وغیرہ بزرگوں پر شیعہ مذہب گڑھنے والوں اور ان کے مصنفین کا افتراء ہے۔ ان بزرگوں کا دامن اس طرح کی موجب کفر باتوں سے بالکل پاک ہے۔ وَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ -

(2)

اثنا عشری شیعوں کے خبیث اور کفریہ عقائد میں سے ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد چار شخصوں کے سوا سارے صحابہ، تمام مہاجرین و انصار مرتد ہو گئے تھے، یعنی کفر کی طرف پلٹ گئے تھے، اور کفار کی بدترین قسم میں شامل ہو گئے تھے، اور اس ارتداد میں سب سے زیادہ اور بھرپور حصہ حضرت ابو بکر و عمر نے لیا تھا،

اور اسی کفر و ارتداد کی حالت میں ان کی وفات ہوئی، توبہ کی توفیق نصیب نہ ہوئی۔
شیعوں کی مستند کتاب ”رجال کشی“ کے صفحہ 4 پر ہے۔

عن ابی جعفر علیہ السلام قال: کان الناس اهل الردة بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الاثلاثة فقلت ومن الثلاثة؟ فقال المقداد بن الاسود، وابوذر الغفاری و سلمان الفارسی۔

امام باقر سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سب لوگ مرتد ہو گئے، سوائے تین کے۔ (راوی کہتا ہے) میں نے پوچھا کہ وہ تین کون تھے؟ تو جناب امام نے فرمایا کہ مقداد بن الاسود اور ابوذر غفاری و سلمان فارسی۔

نیز اسی کے صفحہ 5 پر ہے کہ حران نے ابو جعفر علیہ السلام سے کہا: اف ہماری تعداد کتنی کم ہے! ابو جعفر نے فرمایا کہ میں تم کو اس سے بھی زیادہ تعجب خیز بات بتاؤں؟ حران نے کہا ضرور بتائیے، آپ نے فرمایا:-

المہاجرین والانصار ذہبوا الا... و اشار بیدہ ثلاثہ - (ص 5)۔

یعنی مہاجرین و انصار سب چلے گئے (یعنی مرتد ہو گئے) صرف تین بچے۔

اور صفحہ 6 پر ایک روایت ہے جس کا آخری حصہ یہ ہے:-

وما حلق الا هؤلاء الثلاثة۔ قلت، فما کان فیہ عمار؟ فقال: لا، قلت:

فعمار من اهل الردة؟ فقال: ان عمارا قد قاتل مع علی علیہ السلام بعده۔

پوری روایت کا مطلب یہ ہے کہ ابو جعفر (یعنی امام باقر) علیہ السلام نے فرمایا کہ مہاجرین و انصار سب نے حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ ہی امیر المؤمنین ہیں اور بخدا آپ ہی سب سے زیادہ حق دار ہیں اور آپ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کے سزاوار ہیں۔ حضرت علی نے فرمایا کہ اگر تم سچے ہو تو کل صبح سرمنڈا کر آؤ۔ پس صرف سلمان اور مقداد اور ابوذر نے سرمنڈایا، دوسرے کسی نے بھی نہیں منڈایا اور چلے گئے۔ دوسرے دن آکر انہوں نے پھر یہی بات کہی، اور حضرت علی نے اپنا وہی جواب دہرایا۔ پس اس دن بھی ان تین کے سوا اور کسی نے سر نہیں منڈایا۔

راوی کہتا ہے میں نے پوچھا کہ کیا ان میں عمار نہیں تھے؟ کہا: نہیں۔ میں نے کہا تو کیا عمار بھی مرتدین میں تھے؟ تو ابو جعفر نے کہا کہ عمار نے بعد میں حضرت علی علیہ السلام کی

معیت میں رہا کیا تھا۔

اور صفحہ (8) میں انہیں ابو جعفر علیہ السلام کے یہ الفاظ مذکور ہیں:-

ارتد الناس الا ثلاثة: سلمان و ابوذر و المقداد۔

یعنی سارے لوگ تین کو چھوڑ کر مرتد ہو گئے۔ ایک سلمان، دوسرے ابوذر تیسرے مقداد۔

ملا مجلسی ”کشی“ کے حوالے سے لکھتا ہے:-

والیضا۔ سند حسن از حضرت امام محمد باقر علیہ السلام روایت کردہ است کہ صحابہ بعد از حضرت رسول مرتد شدند، مگر سه نفر: سلمان و ابوذر و مقداد۔ راوی گفت کہ عمارچہ شد؟ حضرت فرمود کہ اندک میله کرد و بزودی برگشت۔ (حیات القلوب، ص 2/837)۔
نیز مجلسی ”حیات القلوب“ ہی میں لکھتا ہے:-

وابن ادریس، سند معتبر از مفضل روایت کردہ است کہ گفت عرض کردم بر حضرت صادق جملہ تھے را کہ بعد از رسول مرتد شدند۔ پس ہر کہ را نام می بردم می فرمود کہ دور شواز من تا آنکہ حذیفہ و ابن مسعود را گفتم و ہر یک را پیش گفت۔ پس فرمود کہ اگر آنہا را می خواہی کہ بیچ گئے در ایشاں داخل شدہ است پس بر تو باد ابوذر و سلمان و مقداد۔

و عیاشی، سند معتبر از حضرت امام محمد باقر علیہ السلام روایت کردہ است کہ چون حضرت رسول از دنیا رحلت نمود مردم ہمہ مرتد شدند بغیر چار نفر، علی بن ابی طالب و مقداد و سلمان و ابوذر۔ راوی پرسید کہ عمارچہ شد؟ حضرت فرمود کہ اگر کسے را می خواہی کہ بیچ شک در او داخل شدہ باشد ایں سه نفر اند۔ (ص 267)۔

(مجلسی کی نقل کردہ ان روایات کا مطلب یہی ہے کہ حضور کی وفات کے بعد تمام صحابہ مرتد ہو گئے سوائے چار کے)۔

اصول کافی میں امام جعفر کا ارشاد ہے:-

كفر اليكم الكفر والفسوق والعصيان الاول والثاني والثالث۔

(اصافی شرح اصول کافی (کتاب الحجۃ جز 3 حصہ 2 ص 110)۔

یعنی اس آیت میں کفر، فسوق اور عصیان سے مراد اول، ثانی اور ثالث ہیں۔

ملا خلیل قزوینی لکھتا ہے:- مراد ابو بکر و عمرو عثمان است۔

یعنی کفر سے مراد ابو بکر، فسوق سے مراد عمر اور عصیان سے مراد عثمان ہیں۔

مجلسی، کلینی اور عیاشی سے نقل کرتا ہے کہ امام محمد باقر سے ”ایعوا اللہ وایعوا الرسول واولی الامر منکم“ کی تفسیر پوچھی گئی تو انہوں نے اور پہلے سے یوں تفسیر بیان کرنا شروع کی کہ:- الم ترالی الذین اوتوا انصیبا۔ من الکتاب یؤمنون بالجبت والطاغوت۔ میں جبت اور طاغوت سے ابو بکر و عمر مراد ہیں، مجلسی کے الفاظ یہ ہیں:-

حضرت فرمود کہ مراد بہ جبت و طاغوت دو بیت منافقانہ ابو بکر و عمر۔

ویقولون للذین کفروا هولاء اهدی من الذین آمنوا سبیلا، حضرت فرمود کہ مراد خلفاء جو روایان گمراہ کہ مردم را بسوئے آتش جنم می خوانند، ایشاں می گفتند کہ ایں ہادایت یافتہ تر اند از آل محمد، الخ۔ (ص 3/85)۔

ان سب عبارتوں اور روایتوں کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ شیعوں کے عقیدہ میں (چار پانچ کے سوا) تمام صحابہ، سارے مہاجرین و انصار مرتد و کافر ہو گئے تھے۔ خاص کر ابو بکر و عمرو عثمان، کفر، فسوق، عصیان کے مصداق تھے اور نیز ابو بکر و عمر جبت و طاغوت تھے۔ استغفر اللہ ثم استغفر اللہ۔

شیعوں نے اپنا یہ عقیدہ ظاہر کر کے قرآن کریم کی بکثرت آیات کو جھٹلایا ہے۔ مثلاً:- محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم تراہم رکعوا سجدا یتبتغون فضلا من اللہ و رضوانا (آخر سورۃ تک)۔ یہ عقیدہ اس آیت کے ایک ایک لفظ کی تکذیب کرتا ہے۔

اور مثلاً آیت:- و رایت الناس یدخلون فی دین اللہ اغواجا۔ کہ اس کی بھی تکذیب اس سے ہوتی ہے۔

اور مثلاً:- اذ یقول لصاحبه لا تحزن ان اللہ معنا کی تکذیب بھی ہوتی ہے۔ نیز اس عقیدہ سے اسلام کی تاریخ مسخ ہوتی ہے۔ اس کی رو سے اسلام کے ہیرو چند کافر و مرتد، باطل پرست، غاصب حقوق، ظالم، اور ظالم بھی اہل بیت رسالت کے حق میں، قرار پاتے ہیں جو اسلام کی سخت ترین توہین اور بدترین درجہ کی اسلام دشمنی ہے۔

اس عقیدہ کی رو سے یہ بھی واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ناکام رہی۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی درجہ کی اہانت

ہے۔

نیز اس عقیدہ کی رو سے باور کرایا جاتا ہے کہ قرآن پاک اور احادیث نبویہ اور ساری شریعت کافرو مرتد، باطل پرست اور منافقوں کے ہاتھوں سے ملی جو کفر و فسوق و عصیان کے مصداق تھے، پھر ایسے قرآن ایسی شریعت پر اعتماد کیسے کیا جاسکتا ہے؟

ان وجوہ اور ان کے علاوہ اور وجوہ سے ائمہ اسلام مثلاً قاضی عیاض اور ملا علی قاری نے واضح طور پر یہ فتویٰ صادر فرمایا:۔

نقطع بتکفیر کل قائل قال قولا یتوصل به الی تضلیل الامة و تکفیر جمیع الصحابة۔ (کتاب الشفاء)۔

ہم قطعی طور پر ایسے شخص کی تکفیر کرتے اور اس کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں جو ایسی بات کہ جس کے نتیجے میں ساری امت گمراہ قرار پاتی ہو اور تمام صحابہ کی تکفیر ہوتی ہو۔

انهم یعتقدون کفر اکثر الصحابة فضلا عن سائر اهل السنة والجماعة فهم کفرة بالا جماع بلا نزاع۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)۔

یہ شیعہ روافض اکثر صحابہ کے کافر ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں چہ جائیکہ اہل السنہ والجماعہ۔ پس یہ لوگ بالا جماع کافر ہیں، اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(3)

اٹھائیسویں شیعوں کے وجوہ کفر میں سے ایک وجہ انکار ختم نبوت بھی ہے۔ اہل اسلام کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کے سوا نبیوں رسولوں کی طرح کوئی معصوم اور مفترض الطاعہ (جس کی اطاعت فرض ہو) نہیں ہے، لیکن شیعوں کے عقیدہ میں امام بھی معصوم اور مفترض الطاعہ ہوتا ہے، اس پر وحی باطنی آتی ہے، اس کو حلال و حرام کرنے کا اختیار ہوتا ہے، وہ تمام کمالات و شرائط اور صفات میں انبیاء کا ہم پلہ ہوتا ہے، اس میں اور پیغمبر میں کوئی فرق نہیں ہوتا، بلکہ امامت کا مرتبہ پیغمبری سے بھی بالاتر ہے۔

مجلسی "حیات القلوب" میں رقم پرداز ہے:۔

حضرت صادق علیہ السلام فرمود کہ گواہی می دہم کہ علی علیہ السلام امامے بود کہ خدا اطاعتش واجب گردانیدہ و حسن ابن علی امامے بود کہ خدا اطاعتش را واجب کردہ الخ۔ (ص)

3/36 اور کافی مع شرح صافی کتاب الحجہ، جزء سوم، ص 57)۔

حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ علی علیہ السلام امام تھے کہ خدا نے ان کی اطاعت واجب کی تھی اور حسن بن علی امام تھے کہ خدا نے ان کی اطاعت واجب کی تھی الخ۔

اس کے علاوہ سینکڑوں سے زیادہ تصریحات ائمہ اس بارے میں موجود ہیں۔ از آں جملہ "رجال کشی" میں ہے کہ منصور ابن حازم نے امام جعفر سے کہا:۔

اشهد ان علیا کان قیم القرآن و کانت طاعته مفترضة و کان حجة علی الناس بعد رسول الله (ص 264)۔

میں شہادت دیتا ہوں کہ علی قرآن کے قیم تھے اور ان کی اطاعت فرض کی گئی تھی، اور وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام لوگوں پر اللہ کی حجت تھے۔

اور صفحہ (265) میں ہے کہ خالد بجلی نے امام جعفر سے اپنا دین و مذہب بیان کرنے کے سلسلہ میں کہا:۔

واشهد ان علیا کان له من الطاعة المفروضة علی العباد مثل ما کان لمحمد صلی اللہ علیہ وآلہ، علی الناس فقال: کذلک کان علی۔

اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ نے بندوں پر علی کی اطاعت اسی طرح فرض کی تھی جس طرح محمد (ص) کی اطاعت لوگوں پر فرض تھی (تو امام جعفر نے) فرمایا کہ ہاں علی ایسے ہی تھے۔

اور صفحہ (266) میں ہے کہ حسن بن علی عطار نے امام جعفر کے سامنے اپنا دین یہ بیان کیا کہ:۔

وان علیا امامی فرض الله طاعته، من عرفه کان مومنا، ومن جهله کان ضالا، ومن رد علیه کان کافرا۔

علی میرے امام ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی اطاعت فرض کی ہے، جس نے ان کو اور ان کے اس مرتبہ کو پہچانا وہ مومن ہے اور جس نے نہیں پہچانا وہ گمراہ ہے اور جس نے ان کی امامت کو نہ مانا اور رد و انکار کیا وہ کافر ہے۔ اور کافی میں ہے:۔

ان عبارتوں کے مطالعہ کے بعد اس میں شک شبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ اثنا عشری شیعہ ”ختم نبوت“ اور ”خاتم النبیین“ کے الفاظ کے تو قائل ہیں لیکن اس کی حقیقت کے قطعی منکر ہیں۔ اسی بناء پر حضرت شاہ ولی اللہ نے موطا امام مالک کی عربی شرح ”مسوی“ میں ان کو دائرہ اسلام سے خارج اور زندیق قرار دیا ہے۔ مسوی کی عبارت استفتاء میں نقل کی جاچکی ہے۔

اب میں چاہتا ہوں کہ میں نے شیعوں کے کفر و ارتداد کی جو وہمیں شمار کرائی ہیں، ان سے متعلق علماء اسلام کی چند تصریحات اور ان کی بناء پر روافض کے حق میں ان کے فتادی تکفیر بھی نقل کر دوں۔

شرح شفاء ملا علی قاری میں ہے:-

و كذلك نقطع بتكفير غلاة الرافضة في قولهم ان الانعة المعصومين افضل من الانبياء والمرسلين وهذا كفر صريح- (شرح شفاء ص 526/2)

اور ہم اسی طرح غالی روافض کے اس عقیدہ کی وجہ سے کہ ان کے ائمہ معصومین انبیاء مرسلین سے افضل ہیں ان کی قطعی تکفیر کرتے ہیں۔ اور یہ صریح کفر ہے۔

و كذلك من انكر القرآن او حرفا منه او غير شيئا منه او زاد فيه- (شرح شفاء ص 525/2)

اور اسی طرح وہ شخص بھی کافر ہے جو قرآن کا انکار کرے یا اس کے کسی ایک حرف ہی کا انکار کرے یا اس کے کسی لفظ میں تغیر و تبدیل کرے یا اس میں کسی کلمہ کا اضافہ کرے۔

و كذلك نقطع بتكفير كل قائل قال قولاً يتوصل به الى تضليل الامة وتكفير جميع الصحابة-

و كذلك بتكفير بعض الصحابة عند اهل السنة والجماعة- (ص 521/2)

اور اسی طرح ہم ہر اس شخص کی قطعی تکفیر کرتے ہیں جو ایسی بات کہ جس کے نتیجہ

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: ما جاء به علی علیہ السلام آخذ به ومانہی منه انتہی عنہ جری لہ من الفضل مثل ما جری لمحمد صلی اللہ علیہ وآلہ۔

امام جعفر صادق (ع) سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: علی (ع) جو حکم لائے میں اس پر عمل کرتا ہوں، اور جس چیز یا جس کام سے انہوں نے منع فرمایا اس سے باز رہتا ہوں۔ ان کو فضیلت کا وہی درجہ اور مقام حاصل ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل تھا۔ علامہ مجلسی حیات القلوب میں لکھتا ہے:-

و حق این است کہ در کمالات و شرائط و صفات فرقی میان پیغمبر و امام نیست (ص 3/3 طبع لکھنؤ)۔

اور حق یہ ہے کہ کمالات اور شرائط اور صفات میں پیغمبر اور امام کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوتا۔

اور اسی صفحہ پر لکھتا ہے:-

از بعضی اخبار معتبرہ کہ انشاء اللہ بعد ازیں مذکور خواہد شد معلوم می شود کہ مرتبہ امامت بالاتر از مرتبہ پیغمبری است، چنانچہ حق تعالیٰ بعد از نبوت بحضرت ابراہیم خطاب فرمود کہ الی جاملک للناس اماما۔ (ص 3/3)۔

اور بعض معتبر حدیثوں سے جو انشاء اللہ بعد میں ذکر کی جائیں گی معلوم ہوتا ہے کہ امامت کا درجہ پیغمبری (نبوت و رسالت) کے درجہ سے بالاتر ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو نبوت عطاء فرمانے کے بعد فرمایا تھا کہ میں تم کو لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ اور آخر میں صاف صاف لکھتا ہے کہ:-

واذ برائے تعظیم حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وآنکہ آنجناب خاتم انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باشد منع اطلاق اسم نبی و آنچہ مرادف این است در آں آنحضرت کردہ اند۔ (ص 3/3)۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ آپ کو خاتم انبیاء قرار دیا گیا ہے، جناب امام پر نبی اور اس کے ہم معنی کسی لفظ کے اطلاق کو منع کیا گیا ہے۔

کتبہ: حبیب الرحمن الاعظمی۔ 7 صفر المظفر 1407ھ۔

(مولانا حبیب الرحمن الاعظمی نے رمضان 1412ھ / 1992ء میں ہند میں وفات پائی)۔
تصدیق و توثیق حضرت مولانا مفتی سید عبد الرحیم لاہوری مدظلہ (راندریہ)
حضرات مفتیان عظام و اساتذہ کرام جامعہ حسینیہ و دارالعلوم اشرفیہ (راندریہ)۔
الجواب حق نماذ ابعد الحق الا انزال۔

احقر سید عبد الرحیم لاہوری غفرلہ۔ 12 ربیع الاول 1407ھ (مہر)۔

اصاب الحبيب۔ عبد الغنی کاوی عفی عنہ، (مفتی دارالعلوم اشرفیہ)۔ کاوی وطن ہے۔

الجواب صحیح و خلافہ قبیح۔ ناچیز اسماعیل غفرلہ، خادم افتاء جامعہ حسینیہ راندریہ۔

الجواب صحیح واللہ اعلم۔ العبد ظہیر الدین الفیض آبادی عفی عنہ، خادم الجامعہ الحسینیہ۔

الجواب صحیح۔ محمد ابراہیم اندوری غفرلہ خادم جامعہ حسینیہ۔

الجواب صحیح۔ العبد عارف حسن عثمانی، خادم مدرسہ اشرفیہ۔

الجواب صحیح۔ ناچیز اسماعیل احمد غفرلہ، خادم جامعہ حسینیہ۔

الجواب صحیح۔ سید غلام رسول بورسہی، استاذ حدیث جامعہ حسینیہ۔

الجواب صحیح۔ سید عبدالحق قادری (ایڈیٹر ماہنامہ ”حیات سورت“)۔

الحبيب مصیب۔ محمد آچھودی، خادم دارالعلوم اشرفیہ (آچھودی وطنی نسبت ہے)۔

الجواب صحیح۔ احقر علی احمد ٹیل خان پوری، خادم جامعہ حسینیہ۔

الجواب صحیح والحبيب مصیب۔ یعقوب عفا اللہ عنہ، خادم اتد ریس دارالعلوم اشرفیہ۔

الجواب صحیح۔ محمد سراب القاسمی، خادم اتد ریس جامعہ حسینیہ۔

تصدیق و توثیق حضرت مولانا سید اسعد مدنی، صدر جمعیت علمائے ہند۔

(استفتاء اور جواب) بحمد اللہ حرف، بحرف پڑھا۔ احقر حرف، بحرف متفق ہے۔ احقر اہل

فتویٰ میں نہیں ہے، مگر اس جہاد میں شرکت کو سعادت سمجھ کر دستخط کر دیے ہیں۔

اسعد غفرلہ۔

تصدیق و توثیق حضرات اصحاب فتویٰ و اساتذہ کرام

مدرسہ اسلامیہ عربیہ، جامع مسجد، امر وہہ

الجواب صحیح۔ عزت اللہ غفرلہ، مفتی و مدرس جامعہ اسلامیہ عربیہ۔

میں ساری امت گمراہ اور تمام صحابہ کافر قرار پائیں۔

اور اسی طرح اہل السنہ و الجماعہ ایسے شخص کی تکفیر پر بھی متفق ہیں جو بعض صحابہ کی تکفیر کرے (یعنی جن کے صحابی رسول ہونے میں کسی شک شبہ کی گنجائش نہیں) ملا علی قاری آگے لکھتے ہیں:-

وامان كفر جميعهم فلا ينبغي ان يشك في كفره لمخالفة نص القرآن من قوله سبحانه وتعالى:- (والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار)۔

وقوله تعالى:- (لقد رضى الله عن المؤمنين اذ يبايعونك تحت الشجرة)۔

وبيانه في هذه الآيات قطعي فلا يبطله قول مموه لا اصل له من جهة النقل ولا من طريق العقل۔

اور جو بد بخت تمام صحابہ کی تکفیر کرے تو اس کے کفر میں شک شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے کیونکہ وہ قرآن کے ان صریح نصوص کی مخالفت کرتا ہے:-

والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد:- لقد رضى الله عن المؤمنين اذ يبايعونك تحت الشجرة۔

یہ آیتیں قطعی ہیں اور ان کا مفہوم واضح ہے تو کسی فریبی اور ملمع کار کا کوئی ایسا قول جس کی کوئی عقلی یا نقلی سند و بنیاد نہ ہو، وہ اس کو غلط قرار نہیں دے سکتا۔

اور شرح فقہ اکبر میں ص 198 پر ہے:-

ولو انكر خلافة الشيخين يكفر۔ اقول وجهه انه ثبتت بالاجماع من غير النزاع۔

اور اگر کوئی شخص شیخین کی خلافت کا انکار کرے (اور ان کو خلیفہ برحق نہ مانے) تو وہ کافر قرار دیا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں بزرگوں کی خلافت پر تمام صحابہ کا اجماع ہو گیا، کوئی اختلاف نہیں ہوا۔

المختصر وجہ مفصلہ بالا کی بنا پر اثنا عشری شیعہ علمائے اسلام کے نزدیک کافر و مرتد ہیں۔ واللہ اعلم۔

ہے۔ احقر: محمد اسماعیل غنی عنہ۔

تصدیق و توثیق حضرات اصحاب فتویٰ و اساتذہ کرام،
مدرسہ عربیہ، فیضان العلوم، (دتلو پور، سرانے خاص، گونڈہ)۔

حضرت والا کے استفتاء اور محدث جلیل حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب مدظلہ کے
جواب کو حرف بحرف پڑھا، ہم اس کی پوری تصدیق اور تائید کرتے ہیں۔

ریاض احمد قاسمی، مفتی مدرسہ عربیہ فیضان العلوم۔

محمد علی، صدر مدرس مدرسہ عربیہ فیضان العلوم۔

عبد الحمید عطاء اللہ عنہ، مہتمم مدرسہ عربیہ فیضان العلوم۔

محمد رفیق قاسمی، مدرس، مدرسہ عربیہ فیضان العلوم۔

تصدیق و توثیق مدرسہ انصار العلوم، نوگواں سادات، مراد آباد

الجواب صحیح۔ عبدالرحمن، مفتی مدرسہ انصار العلوم۔

نوٹ:- عالم اسلام کے جلیل القدر عالم و محدث امیر شریعت ہند علامہ حبیب الرحمن
اعظمی کے اس فتویٰ کی تصدیق و تائید، ہند اور بیرون ہند کے سینکڑوں علماء و مفتیان نے فرمائی
ہے، جن میں سے صرف چند ایک ہی کے اسماء و ارشادات درج کرنا ممکن ہے۔ مکمل تفصیل
کے لئے ملاحظہ ہو۔ ”ثمینی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ“ مرتبہ مولانا محمد
منظور نعمانی، حصہ اول و دوم مع ضمیمہ جات۔

2۔ دارالعلوم دیوبند

باسمہ سبحانہ حامداً و معیلاً و مسلماً۔

حضرت علامہ فاضل مجیب کا جامع اور مدلل جواب حرف بہ حرف صحیح ہے۔ شیعہ اثنا
عشری کے جو عقائد ذکر کئے گئے ہیں یعنی (1) قرآن کی تحریف کا قائل ہونا، (2) ان کا اپنے بارہ
اماموں کو معصوم و مفترض الطاعہ جاننا، شرعی احکام کی تحلیل و تحریم میں انہیں مختار ماننا، انہیں
انبیاء کرام کے ہم پلہ بلکہ ان سے افضل قرار دینا، (3) قرآن و حدیث کے اولین اور چشم دید
گواہ یعنی حضرات صحابہ کرام کی خصوصاً حضرات یثیین کی تکفیر کرنا، ان سب پر سب و شتم
اور لعن طعن کرنا۔ بلاشبہ یہ عقائد صریح کفر ہیں۔ ان عقائد کی بنیاد پر یہ لوگ قطعی کافر مرتد
ہیں۔

الجواب صحیح۔ احقر طاہر حسین غفرلہ، شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ عربیہ۔

الجواب صحیح۔ شبیر احمد غفرلہ فیض آبادی، صدر المدرسین جامعہ اسلامیہ عربیہ۔

الجواب صحیح۔ محمد فخر الدین قاسمی، استاذ حدیث، جامعہ اسلامیہ عربیہ۔

الجواب صحیح۔ محمد اکمل غنی عنہ، استاذ حدیث، جامعہ اسلامیہ عربیہ۔

الجواب صحیح۔ محمد اسماعیل غفرلہ، مدرس جامعہ اسلامیہ عربیہ۔

الجواب صحیح۔ منظور احمد عفا اللہ عنہ، استاذ جامعہ اسلامیہ عربیہ۔

الجواب صحیح۔ حامد حسن غفرلہ، استاذ جامعہ اسلامیہ عربیہ۔

الجواب صحیح۔ احقر فضل الرحمن غفرلہ، ناظم جامعہ اسلامیہ عربیہ۔

(مہر مدرسہ)۔

تصدیق و توثیق حضرات اساتذہ کرام مدرسہ دینیہ غازی پور۔

الجواب صحیح۔ مشتاق احمد غفرلہ، صدر مدرس مدرسہ دینیہ غازی پور۔

الجواب صحیح۔ محمد صفی الرحمن القاسمی، ناظم تعلیمات مدرسہ دینیہ غازی پور۔

الجواب صحیح۔ مختار احمد القاسمی، مدرس مدرسہ دینیہ غازی پور۔

الجواب صحیح۔ عبدالشکور غنی عنہ، مدرس مدرسہ دینیہ غازی پور۔

تصدیق و توثیق حضرت مولانا محمد عبدالوحید صاحب فتح پوری۔

حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب مدظلہ العالی کا جواب نہایت مفصل و مدلل ہے، تمام

جوابات مکمل اور شافی ہیں۔ احقر ان سب کی تصدیق کرتا ہے۔

احقر: محمد عبدالوحید فتح پوری، صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ فتح پور۔

تصدیق و توثیق مولانا عبدالحمید اعظمی نائب صدر جمعیت علماء ضلع اعظم گڑھ

”استفتاء اور اس کے جواب سے میں سو فیصد متفق ہوں۔ جناب نے اور استاذ کرم

محدث جلیل حضرت العلام ابوالہاشم مولانا حبیب الرحمن الاعظمی مدظلہ العالی نے جو جواب

لکھا ہے وہ مدلل ہے، مستند ہے اور بہت واضح ہے۔ عبدالحمید الاعظمی غفرلہ۔

تصدیق و توثیق جناب مولانا محمد اسماعیل کنکلی (اڑیسہ)۔

”احقر نے آپ کے روانہ فرمودہ کتابچہ بعنوان ”ایک اہم استفتاء“ کا بلاستیعاب مطالعہ

کیا، احقر اس کے جواب سے حرفاً حرفاً متفق ہے۔ جواب بالکل صحیح بلکہ اصح مافی الباب

محمد غفرلہ، مفتی دارالعلوم دیوبند، 25 ربیع الاول 1407ھ۔

بسمہ سبحانہ و تعالیٰ

حامداً و مسلماً و مسلماً المابعد:- فرقہ اثنا عشری جو تحریف قرآن کا بر ملا قائل ہے۔ دونوں بزرگوں نے اپنی تحریروں میں اس فرقہ کی بہت سی تحریفات کو ان کی معتبر کتابوں سے مع حوالے کے نقل فرمایا ہے، اسی ایک کفریہ عقیدہ کے بعد ان کے کفر و ارتداد میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ حضرت علامہ مجیب مدظلہ کا جواب پوری طرح مدلل ہے۔ یہ احقر اس سے متفق ہے۔ فللہ درہ۔ جزاء اللہ عنا وعن جمیع المسلمین خیر الجزاء۔

کتبہ الاحقر الافقر:- عبد الرحمن غفرلہ، مفتی دارالعلوم دیوبند، 29 ربیع الاول 1407ھ۔

(مردار الاقواء دارالعلوم دیوبند)۔

شیعہ اثنا عشری کے معتقدات چونکہ نصوص قطعیہ سے ثابت شدہ امور کے مخالف ہیں، اس لئے ان کا دین اسلام سے خارج ہونا ظاہر ہے۔

احقر نصیر احمد عفی عنہ، استاذ حدیث۔

احقر معراج الحق غفرلہ (صدر مدرس دارالعلوم دیوبند)۔

ارشاد غفرلہ (استاذ حدیث)۔

نعمت اللہ غفرلہ (استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند) 13/4/1407ھ۔

الحق البلیغ والباطل للجلج۔ ناکارہ عبدالحق قاسمی، خادم دارالعلوم دیوبند 14 ربیع الثانی

1407ھ۔

شبیر احمد عفی عنہ۔

فرقہ اثنا عشریہ کو احقر کافر سمجھتا ہے۔ محمد حسین

عبدالحق مدرسی عفی عنہ، عبد الرحیم ستوی، نسیم احمد بارہ بنگوی، ریاست علی غفرلہ۔

فرقہ اثنا عشریہ کا کفر و ارتداد اظہر من الشمس ہے۔ عبد الرؤف کفاح اللہ افغانی

مجیب اللہ قاسمی (گوندوی)، عبدالحق سنہلی 13/4/1407ھ۔

محمد عثمان عفی عنہ، احرار الحق غفرلہ، شاہد حسین قاسمی، عزیز احمد قاسمی۔

صحابہ کرام پر سب و شتم کرنے والوں کے حق میں حضرت امام مالک نے بہت پہلے ہی کفر کا فتویٰ دیا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ مال فنی میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے، چنانچہ علامہ شاطبی الاعتصام میں لکھتے ہیں:-

قال مصعب الزبیری وابن نافع: دخل هارون (يعني الرشيد) المسجد فركع ثم اتى قبر النبي صلى الله عليه وسلم فسلم عليه ثم اتى مجلس مالک فقال السلام عليك ورحمة الله وبركاته ثم قال لمالك: هل لمن سب اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم في الفنى حق؟ قال لا. ولا كرامة ولا مروة. قال: من اين قلت ذلك؟ قال: قال الله عز وجل: ليغيظ بهم الكفار. فمن عابهم فهو كافر ولاحق لكافر في الفنى. الاعتصام جلد 2 ص 261۔

واللہ اعلم۔ فقط:- حبیب الرحمن خیر آبادی مفتی دارالعلوم دیوبند 23/3/1407ھ۔

بے شک جو لوگ قرآن کریم کو محرف مانتے ہوں یا شرعی احکام کی تحلیل و تحریم میں کسی کو بھی مختار مانتے ہوں کافر و مرتد ہیں۔

واللہ اعلم بالصواب: حررہ سعید احمد عفا اللہ عنہ پانپوری، خادم دارالعلوم دیوبند۔

حامداً و مسلماً و مسلماً۔

یہ عقائد ثلاثہ مذکورہ ایسے باطل و غلط ہیں کہ محض ان کی وجہ سے بھی فرقہ اثنا عشریہ کے کفر و ارتداد میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ بلکہ جس شخص کے اندر ان عقائد ثلاثہ مذکورہ سے ایک عقیدہ بھی ہو گا تو اس کے بھی کفر و ارتداد میں کوئی شک و شبہ نہیں رہے گا۔ واللہ درالبیج۔

فقط العبد:- نظام الدین، مفتی دارالعلوم دیوبند، 24/3/1407ھ۔

من اجاب اصاب۔ محدث جلیل حضرت الاستاذ العلام مدظلہ نے اثنا عشری شیعہ کے کافر ہونے کا جو فتویٰ دیا ہے، وہ حرف بحرف صحیح ہے۔

3- فتویٰ حضرت مولانا مفتی خلیل احمد قادری بدایونی دامت فیوضہم

بسمہ تعالیٰ جل مجدہ

المابعد۔۔۔ تمام علماء اسلام، متکلمین اور فقہاء کرام کا اس پر اتفاق اور اجماع ہے کہ مسائل ضروریات دین میں سے کسی ایک کا انکار قطعی کفر ہے، اس کا منکر قطعی کافر ہے۔۔۔ فرقہ روافض اثنا عشریہ کھلم کھلا ضروریات دین کا منکر ہے، مثلاً قرآن کریم میں نقصان و کمی کا ماننا یا اس کا محتمل ہونا ہی ماننا، یا اپنے بارہ اماموں کو انبیاء علیم السلام سے افضل ماننا، خلافت حقہ شیخین رضی اللہ عنہما کو خلافت منصوبہ ناحق ماننا، بعد وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کو سوائے چار کے اسلام کو ترک کر کے کفر اختیار کرنا ماننا، (نعوذ باللہ منہ) جن کا تفصیلی بیان مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ نے استفتاء اور اپنی کتاب ”ایرانی انقلاب“ میں پوری وضاحت سے فرمایا ہے، اس واضح بیان کے بعد کوئی مسلمان اس گروہ کے کفر میں شک نہیں کر سکتا۔

الغرض امت مرحومہ کے علماء کرام کا ان روافض لنام کے کفر پر اتفاق ہے، علماء دین نے اب سے بہت پہلے اس فرقہ کے کفریات کو بیان کر کے اس کو کافر و مرتد قرار دیا ہے۔ مولانا عبدالباری فرنگی علی نے سراجی کے حاشیہ میں موانع ارث کے مسئلہ میں اختلاف دسٹین کی تشریح کرتے ہوئے ایک بہت اہم اصولی بات لکھی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ”جو اہل ابواء دعویٰ اسلام کے باوجود کبھی ضروریات دین میں سے کسی بات کے منکر ہوں، خواہ ان کا انکار کسی رکیک تاویل ہی کی بنیاد پر ہو، ان کے کفر میں اور ترکہ کے مستحق نہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ جیسا کہ غالی روافض کا معاملہ ہے، جو قطعیات دین کی تکذیب اور ادعاء تحریف قرآن وغیرہ کی وجہ سے خدا اور رسول کی تکذیب کرتے ہیں۔“ (سراجی، ص 9)۔

اور فاضل بریلوی جناب مولانا احمد رضا خان صاحب مرحوم نے اب سے قریباً نوے سال پہلے ایک سوال کے جواب میں نہایت مفصل و مدلل فتویٰ تحریر فرمایا تھا جو 1320ھ میں ”ردالرفضہ“ کے تاریخی نام سے شائع ہوا تھا، اس میں مستفتی کے سوال کا جواب دیتے ہوئے شروع میں تحریر فرمایا ہے۔

”تحقیق مقام و تفصیل مرام یہ ہے کہ رافضی تبرائی جو حضرات شیخین صدیق اکبر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما خواہ ان میں سے ایک کی شان پاک میں گستاخی کرے، اگرچہ صرف

جو فرقہ اپنے ائمہ کو نہ صرف حضرات انبیاء کی طرح مطاع بلکہ کان و مایکون کا جاننے والا اور ان میں متصرف سمجھے، قرآن حکم میں تحریف و تبدل کا قائل ہو اور حضرات صحابہ کرام بالخصوص خلفائے ثلاثہ کو نعوذ باللہ منافق و مرتد قرار دے، ایسے فرقہ کے کفر میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ بلا ریب یہ فرقہ کافر ہے اور حضرت مجیب نے اس کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے بالکل درست ہے۔

حبیب الرحمن قاسمی۔ خادم دارالعلوم دیوبند 1407/4/14ھ

تکفیر کے لئے تحریف قرآن کا اعتقادی کافی ہے۔ خورشید انور

اذا ثبتت حقيقة العقائد الاثنی عشریة فتکفیرهم واجب بلا شبهة۔

محمد یوسف غفرلہ، زبیر احمد، لقمان اسحاق فاروقی۔

فرقہ اثنا عشریہ کا قرآن مجید کو محرف ماننا، منصب امامت کو درجہ نبوت سے فائق و برتر جاننا، صحابہ کرام کو سب و شتم کرنا وغیرہ موجب کفر ہیں۔ بلال اصغر۔ المصدق۔ شمیم احمد۔

کیر میں فرمایا:-

ادعاء الروافض ان القرآن دخله الزيادة والنقصان والتغيير
والتحريف ذلك يبطل الاسلام- یعنی رافضیوں کا قرآن پاک میں کمی یا زیادتی و
تحریف و تغیر کو ماننا اسلام کو باطل کر دیتا ہے۔

پھر ائمہ اہل بیت کرام کو انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل ماننا بھی یقیناً کفر
ہے۔

ان عقائد کفریہ پر مطلع ہونے کے بعد کوئی مسلمان بھی اس فرقہ روافض کے کفر میں
شک نہیں کر سکتا ہے۔ علامہ العصر حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی دامت فیوضہم
نے جو جواب تحریر فرمایا ہے وہ حق اور صحیح ہے، اس کے بعد فقیر کو کچھ لکھنے کی حاجت
نہیں۔ صرف تصدیق و تائید کے طور پر چند کلمات لکھ دیئے کہ:- تعاونوا علی البر والتقوی۔
ارشاد رب العالمین ہے، رب تعالیٰ مسلمانوں کو حق کے قبول اور ناحق سے دور و نفور رہنے
کی توفیق عطا فرمائے۔ واللہ الموفق۔

فقیر:- خلیل احمد قادری غفرلہ، علوم دارالافتاء بدایوں

11 جمادی الاخر 1407ھ---- (مر)۔

تصدیق علماء بدایوں

بسم اللہ حامداً و ملئياً۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ طائفہ رافضہ جس کا دوسرا نام شیعہ
بھی ہے، اس گروہ کے عقائد انتہائی واهیات و خرافات امور پر مشتمل ہیں۔ ان کے مرتد و
کافر ہونے کے لئے صرف ان کا ایک اہم عقیدہ تحریف قرآن ہی کافی و دانی ہے کہ صریح
قرآن مجید (انما نزلنا الذکر و انالہ لحافظون) وغیرہ وغیرہ کے خلاف و منافی ہے۔

بہر حال اس بارے میں جو کچھ علامہ موصوف نے فتویٰ تحریر فرمایا ہے۔ وہ عین حق و
صواب ہے، احقر راقم الحروف کا یہی عقیدہ ہے اور امت مسلمہ حقہ کا یہی عقیدہ از اول تا
اس دم رہا ہے۔۔۔ اور رب کریم سب کو بالخصوص اس گروہ مرتدین کو توفیق قبول عنایت
فرمائے۔ آمین بجا سیدنا الامین علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

..... احقر العباد:- محمد اقبال قادری غفرلہ، صدر مدرس

اسی قدر کہ انہیں امام و خلیفہ برحق نہ مانے، کتب معتدہ فقہ حنفی کی تصریحات اور علمہ ائمہ
ترجیح و فتویٰ کی صحیحات پر مطلقاً کافر ہے۔

پھر مولانا مرحوم نے فقہ حنفی کی قریباً چالیس کتب معتدہ و معتبرہ سے اس کا ثبوت پیش
کرنے کے بعد ص 17 پر تحریر فرمایا۔

”یہ حکم فقہی تہدائی رافضیوں کا ہے، اگرچہ تہد او انکار خلافت شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما
کے سوا ضروریات دین کا انکار نہ کرتے ہوں، والا حوط فیہ قول المستطیعین انہم ضلال من کلاب
النار و کفار وہ ماخذ۔

اور روافض زمانہ تو ہرگز صرف تہدائی نہیں، علی العموم منکر ان ضروریات دین اور
باجماع مسلمین یقیناً قطعاً کفار مرتدین ہیں، یہاں تک کہ علماء کرام نے تصریح فرمائی کہ جو
انہیں کافر نہ جانیں خود کافر ہے۔۔۔ بہت سے عقائد کفریہ کے علاوہ دو کفر صریح میں، ان کے
عالم جاہل، مرد عورت، چھوٹے بڑے سب بالاتفاق گرفتار ہیں۔۔۔

کفر اول۔۔۔ قرآن عظیم کو ناقص بتاتے ہیں، کوئی کتا ہے اس میں سے کچھ سورتیں
امیر المؤمنین عثمان ذوالنورین یا دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا اہلسنت نے گھنا دیں، کوئی کتا
ہے کہ کچھ لفظ بدل دیئے، کوئی کتا ہے یہ نقص و تبدیل اگرچہ یقیناً ثابت نہیں محتمل ضرور
ہے۔۔۔ اور جو شخص قرآن مجید میں زیادت نقص یا تبدیل، کسی طرح کے تصرف بشری کا دخل
مانے یا اسے محتمل جانے بالا جملہ کافر و مرتد ہے کہ صراحۃً قرآن عظیم کی تکذیب کر رہا ہے،
اللہ عزوجل سورہ حجر میں فرماتا ہے:- انما نحن نزلنا الذکر و انالہ لحفظون۔

پھر صفحہ 21 پر تحریر فرمایا:-

کفر دوم۔ ان کا ہر تنفس سیدنا امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم و دیگر ائمہ
طاہرین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حضرات عالیات انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والتیمات
سے افضل بتاتا ہے۔ اور جو کسی غیر نبی کو نبی سے افضل کہے بہ اجماع مسلمین کافر ہے دین
ہے۔۔۔

الحاصل قرآن عظیم میں زیادتی یا کمی یا تحریف و تبدیل کو ماننا دین اسلام کو باطل قرار دیتا
ہے۔ روافض کا نعوذ باللہ یہ عقیدہ کہ قرآن مجید میں کمی یا تغیر یا تحریف واقع ہو گئی ہے یا اس
کا محتمل ماننا یقیناً قطعاً کفر اور اسلام کی دشمنی ہے۔ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ نے تفسیر

4۔ فتویٰ محدث کبیر حضرت مولانا عبید اللہ رحمانی،
مبارک پوری مدظلہ، رئیس جامعہ سلفیہ، بنارس۔
بسم اللہ الرحمن الرحیم

استفتاء میں شیعہ اثنا عشریہ کی بنیادی مستند و معتبر کتابوں سے قرآن کریم، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اثنا عشری شیعوں کے بارہ اماموں اور تقیہ کے بارے میں اثنا عشری شیعہ کے جو عقائد نقل کئے گئے ہیں، یہ عقیدے رکھنے والے بلاشبہ منافق و کافر ہیں۔ تمام علماء اہلسنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے۔ حضرت مرتب استفتاء نے اس سلسلہ میں جو تفصیل تحریر فرمائی ہے کافی و شافی ہے، جواب میں مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ موجودہ شیعہ بھی یہی عقیدے رکھتے ہیں، جو ان کی بنیادی مستند کتابوں سے استفتاء میں نقل کئے گئے ہیں، تو وہ بھی شرعاً مسلمان نہیں ہیں۔

---- فقط الماہ:۔ عبید اللہ الرحمانی المبارک پوری 1407/12/7ھ (مہر)

تصدیق و تائید شیخ الجامعہ مولانا عبد الوحید رحمانی
و اساتذہ کرام، جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس۔
حضرت مولانا عبید اللہ رحمانی صاحب حفظہ اللہ ہمارے جامعہ سلفیہ کے صدر ہیں۔ آپ نے استفتاء کا جو جواب مرحمت فرمایا ہے، ہم سب اس جواب سے مکمل اتفاق کرتے ہیں۔
والسلام۔ عبد الوحید رحمانی۔ (مہر جامعہ سلفیہ بنارس)۔

5۔ مظاہر علوم، سہارنپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

استفتاء میں اس فرقہ (شیعہ اثنا عشریہ) کے جو عقائد مفصل و مدلل تحریر فرمائے گئے ہیں ان کی بناء پر یہ فرقہ بالیقین اور بلاشبہ کافر اور مرتد ہے، جیسا کہ حضرت اقدس مولانا مفتی حبیب الرحمن صاحب نے تحریر فرمایا ہے، احقر نے مستقل جواب لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی، جو کچھ حضرات اکابر علماء نے تحریر فرمایا ہے وہی کافی ہے۔

محیی غفرلہ۔ دارالافتاء مظاہر علوم سہارنپور۔ 1407/4/12ھ۔

----- مدرسہ قادریہ خطیب جامع مسجد شمس بدایوں۔
الجواب صحیح۔ احقر فضل الغفر خان عفی عنہ، مہتمم مدرسہ ظفر العلوم بدایوں۔
الجواب صحیح والحبیب محقق۔

الجد محمد ابراہیم قادری غفرلہ، صدر مدرس مدرسہ ظفر العلوم
الجواب صحیح۔ احقر خلیق الغفر خان، فاضل دارالعلوم منظر اسلام بریلی،
وارد حال بدایوں۔----- 4 رجب المرجب 1407ھ۔

مہر دار الافتاء مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

6- دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ۔

ہو المصوب

شیعوں میں اثنا عشری فرقہ قرآن میں تحریف کا قائل ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید میں حضرت علی اور اہل بیت کے بارے میں صریح آیات تھیں، ان کو صحابہ کرام نے خاص طور پر حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے قطع برید کر کے نکال دیا ہے اور یہ موجودہ قرآن مجید ناقص ہے (نعوذ باللہ)۔ اسی طرح وہ عقیدہ امامت کی وجہ سے ختم نبوت کے بھی قائل نہیں ہیں۔ نیز ان کے بہت سے ایسے عقائد ہیں جو کتاب اللہ کی نصوص صریح کے مخالف ہیں۔ اس لئے فرقہ اثنا عشری کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

ان کا اپنے کو مسلمان کہنا محض تقیہ پر مبنی ہے اور سیاسی مفاد کی خاطر ہے۔

نقطہ:- محمد ظہور ندوی عفا اللہ عنہ

مفتی دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ۔ 1408/2/4ھ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

الجواب صحیح۔

ضیاء الحسن خادم (شیخ الحدیث) دارالعلوم ندوۃ العلماء۔

شہباز۔ 1408/2/24ھ۔

ناصر علی۔ 1408/2/25ھ۔

عبد النور ندوی۔ 1408/2/26ھ۔

عتیق احمد۔ 1408/2/26ھ۔

الجواب صحیح۔

محمد زکریا سنہجلی قاسمی ندوی مدرس حدیث وفقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء۔

فرقہ اثنا عشری اگر تحریف قرآن کا قائل ہے اور ختم نبوت کا منکر ہے تو اس کے کفر میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ سلمان الحسینی ندوی، 1408/2/24ھ۔

مہر دار الافتاء مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

الجواب بعون الملک الوہاب

حامداً و مصلياً و مسلماً۔ المابعد: حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنؤی، حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی، حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی، حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گلموہی کے جوابات بغور دیکھے، نیز حضرت مولانا غلیل احمد صاحب سہارن پوری کا فتویٰ یہ ہے:-

محققین کے نزدیک سی روافض کافر بحکم مرتد ہیں (1) لہذا ان کا ذبیحہ حلال نہیں (2)۔ البتہ جو علماء ان کو بحکم اہل کتاب کہتے ہیں، ان کے نزدیک جائز ہو گا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ:- خلیل احمد عفی عنہ۔ (فتاویٰ مظاہر علوم، ص 213، کتاب الذبائح)۔

حضرات اکابر کے جوابات صحیح ہیں۔۔۔

املاء:- احقر محمد القدوس خیب روی عفا اللہ عنہ

خادم افتاء و تدریس، مظاہر علوم سہارن پور 1408/2/9ھ۔

حاشیہ (1) وہ ولاء القوم (الروافض) خارجون عن ملة الاسلام واحکامهم احکام المرتدین، کذا فی الظہیریۃ۔ عالمگیری، ص 885۔

حاشیہ (2) ولا تتوکل ذبیحة المجوسی والمرتد کذا فی الہدایۃ۔ ص

(8/418)

الجواب صحیح۔۔۔ عنایت الہی عفی عنہ۔

الجواب صحیح بلا ارتیاب۔ محمد امین غفرلہ، خادم افتاء مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح۔ اشتیاق احمد مظاہری قاسمی ندوی

مفتی مظاہر علوم سہارنپور 1408/2/9ھ۔

الاجوبہ کلھا صحیحہ۔

بندہ ذوالفقار علی غفرلہ رفیق دارالافتاء، مظاہر علوم سہارنپور۔ 1408/2/9ھ۔

8۔ دارالعلوم فاروقیہ، کاکوری، لکھنؤ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شیعہ اثنا عشری تحریف قرآن کے قائل ہونے، ختم نبوت کے منکر ہونے اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم خصوصاً خلفاء ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تکفیر کے قائل ہونے کی وجہ سے قطعاً کافر ہیں، اور ان کا اسلام سے کبھی کوئی واسطہ نہیں رہا۔ جیسا کہ علامہ ابن تیمیہ نے امام شعی کا یہ قول اپنی بے نظیر کتاب ”منہاج السنہ“ میں نقل فرمایا ہے۔
قال الشعب: احذركم اهل هذه الالهواء المضلة وشرها الرافضة لم يدخلوا في الاسلام رغبة ولا رهبة ولكن مقتا لاهل الاسلام وبغيا۔

عليہم۔ (منہاج السنہ ج 1 ص 7)۔

شیعہ اثنا عشری کی ہر سہ وجہ کفر پر مستفتی محترم و مجیب علام نے کافی دلائل اور ناقابل تردید و تاویل ثبوت فراہم کر دیئے ہیں، جن پر اضافہ کی کوئی حاجت نہیں ہے۔

مندرجہ بالا تین وجہ کفر کے علاوہ تہذیب حضرت عائشہ صدیقہ اور حرام خداوندی کو حلال قرار دینا، مثلاً زنا کو متعہ کے عنوان سے اور کذب کو تقیہ کے عنوان سے، یہ جرائم بھی ان کی تکفیر کے لئے کافی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و حکمہ احکم۔ عبدالحی فاروقی عفا اللہ عنہ۔

فضل الرحمن قاسمی غفرلہ۔ المصدق: شبیر احمد عفی عنہ

محمد شفیع قاسمی عفی عنہ۔ الجواب صحیح: عبدالحلیم غفرلہ

الجواب صحیح: عبد الولی فاروقی۔ الجواب صحیح: عبد المنان القاسمی۔

9۔ مدرسہ امینیہ، دہلی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

المابعد۔ شیعہ اثنا عشریہ کے متعلق سائل و مجیب (حضرت مولانا حبیب الرحمن الاعظمی مدظلہ) ہر دو حضرات نے جو تحقیقات پیش کی ہیں ان کے پیش نظر اس فرقہ کی تکفیر میں کسی قسم کی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ تحریف قرآن، انکار صحابیت صدیق اکبر رضی اللہ

اثنا عشری مسلک کے بنیادی ماخذ کے مطالعہ سے تحریف قرآن، عقیدہ امامت (جو قطعاً عقیدہ ختم نبوت کے منافی ہے) تکفیر صحابہ اور سب شیعیین وغیرہ جن عقائد کا قطعی علم ہوتا ہے اس کے بعد اس مسلک کے ماننے والوں کی تکفیر میں کسی تردد کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔
استاذ گرامی جناب مولانا مفتی محمد ظہور ترمذی صاحب نے یہ جو تحریر فرمایا ہے کہ:۔ ان کا اپنے کو مسلمان کہنا محض تقیہ پر مبنی ہے اور سیاسی مفاد کی خاطر یہ بھی بالکل درست ہے۔
خلیل الرحمن سجاد ندوی (خادم تفسیر دارالعلوم ندوۃ العلماء)۔

7۔ دارالمبلیغین، لکھنؤ۔

باسمہ تعالیٰ حامداً و ملماً و مسلماً۔

الجواب واللہ الموفق للصواب۔

شیعہ اثنا عشریہ عقیدہ تحریف قرآن، عقیدہ امامت، انکار صحابیت صدیق اکبر اور تہذیب حضرت صدیقہ البربرۃ (رض) کی بنیاد پر قطعی طور پر اسلام کے دائرہ سے خارج ہیں، ان کو مسلمان سمجھنا کھلی ہوئی گمراہی ہے۔ اب سے نصف صدی سے زائد پہلے امام اہلسنت حضرت مولانا محمد عبدالشکور فاروقی علیہ الرحمہ نے مذہب شیعہ کی معتبر و مستند کتابوں اور ان کے متقدمین و متاخرین علماء کی تحریروں کی روشنی میں اس مسئلہ کو کہ شیعہ کا ایمان قرآن پاک پر ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ اپنی کتاب ”تنبیہ الخائزین“ میں بڑی وضاحت اور تفصیل سے تحریر فرمادیا ہے، بتائیں اثنا عشری شیعہ کافر، دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ علاوہ ازیں جن حضرات نے ان کے مذہب کی کتابوں کا بغور مطالعہ کیا ہے وہ سب ان کی تکفیر پر متفق ہیں اور جبکہ ان کے مذہب کی حقیقت منکشف ہو گئی تو ان کا کفر محل تردد نہیں رہا۔

عقیدہ تحریف قرآن کے علاوہ دیگر وجہ کفر بھی ہیں۔ واللہ اعلم و ملکہ اتم و احکم۔

عبدالحلیم فاروقی عفا اللہ مولانا۔ 13 ربیع الاول 1408ھ۔

الجواب صحیح۔ محمد یامین قاسمی عفی عنہ۔

الجواب صحیح۔ عبد الرشید فلاجی غفرلہ۔

الجواب صحیح۔ محمد جمالی غفرلہ۔

ہونے و تحریف قرآن و عصمت ائمہ (جو ختم نبوت کے انکار کو مستلزم ہے) کے عقیدہ کی بنیاد پر فرقہ اثنا عشریہ کو کافر، ضال، مضل، و خارج از اسلام قرار دیا جانا بالکل صحیح اور درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ 4 صفر 1408ھ۔

الجواب صحیح۔ عبد الجبار الاعظمیٰ غفرلہ (شیخ الحدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی)۔

11۔ جامعہ اسلامیہ عربیہ، مسجد ترجمہ والی بھوپال مع تصدیقات اساتذہ جامعہ و دیگر علماء بھوپال۔

شہر بھوپال کے ہم خادمان علم دین خصوصاً جامعہ اسلامیہ عربیہ، مسجد ترجمہ والی کے اساتذہ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ کے اس سوال پر جو ثمنی، فرقہ اثنا عشریہ کے متعلق ہے جس کا جواب حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی مدظلہ العالی، امیر شریعت ہند نے دیا ہے، حرف بہ حرف تائید کرتے ہیں اور ان حضرات کی جرات و ہمت کی داد دیتے ہیں جنہوں نے ہمت اور عزیمت کے ساتھ یہ فیصلہ دیا ہے، اور ان اسلام دشمنوں کے خلاف کفر کا فتویٰ صادر فرمایا جن سے ہمیشہ اسلام کو نقصان پہنچا ہے۔ اور اب بھی یہ فرقہ باطلہ۔

”کلمہ حق اريد به الباطل“۔ کے ساتھ میدان میں آکر حرمین شریفین کو میدان جنگ بنا رہا ہے، جس کے متعلق خدا کا فرمان ہے: (من دخله كان آمناً)۔ وہاں حامیاں ثمنی اللہ اکبر ثمنی رہبر کا نعرہ لگا کر بجائے عبادت اور حج کے شور کرتے ہیں اور نعرہ بازی کرتے ہیں، جو غیر مسلموں (مشرکین مکہ) کے لئے قرآن نے کہا ہے: وما كان صلاتهم عند البيت الا مكاء و تصديۃ۔ یہ مشرکین کی عبادت کے طریقہ کی تائید کرتے ہیں۔ خدا نے تو مسلمانوں کو خاموش رہ کر اور عجز و انہاری کے ساتھ عبادت کا حکم دیا۔ کما قال تعالیٰ: ادعوا ربکم تضرعاً و خفیۃ۔ اسلامی طریقہ کو چھوڑ کر مشرکین کے طریقہ کو اختیار کرتے ہیں۔ بلاشبکہ یہ اسلام سے خارج ہیں۔ ایسے لوگوں کو توجہ اور مسجد نبوی کی زیارت سے روکا جائے۔ اللهم احفظنا من شرورهم۔ واللہ اعلم بالصواب۔

الحجیب: محمد عبدالرزاق عفی عنہ۔ (مفتی اعظم و امیر شریعت، مدھیہ پردیش)
و ناظم جامعہ اسلامیہ عربیہ، بھوپال۔
سید عابد وجدی۔ قاضی دار القضاء بھوپال۔

عنہ، ایسے عقائد ہیں جن کی بناء پر علماء اہل حق نے ہمیشہ ان کی تکفیر کی ہے، مگر عمومی طور پر فتویٰ تکفیر میں احتیاط کی بنیادی وجہ صرف یہ تھی کہ علماء شیعہ نے ہندوستان میں شیعیت کی ترویج و اشاعت نہایت گہری سیاست کے ساتھ کی تھی، ابتداءً تمام دیگر عقائد باطلہ سے بے خبر رکھتے ہوئے عوام پر صرف حب اہل بیت کا جہل ڈال کر اہلسنت کے ہمت سے افراد کو گمراہ کیا۔ یوپی کے اکثر علاقوں میں نواب آصف الدولہ کے دباؤ کے تحت ہمت سے اہلسنت ماتم مجلس اور تعزیر داری پر مجبور ہوئے۔ اس بنا پر یہ لوگ یہی سمجھتے رہے کہ شیعہ، سنی کے مابین صرف ماتم مجلس ہی ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے، باقی دونوں مذہبوں میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ اس لئے بریلوی دیوبندی کی طرح باہم سنی اور شیعوں کے درمیان بھی مدتائے دراز تک مناکحت کا سلسلہ جاری رہا۔ شروع ہی میں بالفرض علماء شیعہ اگر ان عقائد سے خبردار کر کے اپنے مذہب کی ترویج و اشاعت کرتے تو یقیناً کامیاب نہ ہوتے، اہل حق نے عرصہ دراز تک عام شیعوں کو ان عقائد سے یکسر بے خبر دیکھتے ہوئے بلکہ ان عقائد باطلہ سے ان کے صریح انکار کے پیش نظر عمومی تکفیر کا فتویٰ دینے سے گریز کیا۔ مگر فی زمانہ جبکہ ان عقائد باطلہ سے ان کا ہر خورد و کلاں خبردار ہو چکا ہے اور وہ یہ عقیدے بھی رکھتا ہے تو اب فتویٰ تکفیر میں مزید احتیاط کرنا خلاف احتیاط ہے۔ بہر حال مذکورہ بالا وضاحت کے بعد ہماری رائے سائل و مجیب کی رائے سے بالکل متفق ہے۔

فقط:۔ مشہود حسن حسنی غفرلہ نائب صدر مدرسہ امینیہ اسلامیہ دہلی۔

الجواب صواب: عبدالسمیع، صدر مدرس مدرسہ امینیہ دہلی، 11 ربیع الاول 1407ھ۔

الجواب صحیح۔ جاوید نظر، 11 ربیع الاول 1407ھ۔

محمد اشرف القاسمی گونڈوی۔ مشرف فتویٰ مدرسہ امینیہ دہلی۔

(مہر دار الافتاء مدرسہ امینیہ اسلامیہ دہلی)۔

10۔ جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی، مراد آباد۔

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

حضرت اقدس محدث کبیر مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی دامت برکاتہم کا جواب کتاب و سنت کے عین مطابق ہے۔ ”بالخصوص چار صحابہ کے ماسوائے تمام صحابہ کے مرتد

12- دارالافتاء جامعہ العلوم الاسلامیہ، علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن، کراچی

الجواب باسمہ تعالیٰ

فاضل مستفتی نے شیعہ اثنا عشریہ کے جن حوالہ جات کا ذکر کیا ہے وہ ہم نے شیعہ کتابوں میں خود پڑھے ہیں، بلکہ ان سے بڑھ کر شیعوں کی کتابوں میں ایسی عبارات صاف صاف موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ:-

الف: وہ تمام جماعت صحابہ کو مرتد اور منافق سمجھتے ہیں یا ان مرتدین کے حلقہ بگوش
ب: وہ قرآن کریم کو (جو امت کے ہاتھوں میں موجود ہے) بعینہ اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ نہیں سمجھتے بلکہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اصل قرآن جو خدا کی طرف سے نازل ہوا تھا وہ امام غائب کے پاس غار میں موجود ہے اور موجودہ قرآن (نعوذ باللہ) محرف و مبدل ہے اس کا بہت سا حصہ (نعوذ باللہ) حذف کر دیا گیا ہے، بہت سی باتیں اپنی طرف سے ملا دی گئی ہیں۔ قرآن شریف ضروریات دین میں سب سے اعلیٰ و ارفع چیز ہے اور شیعہ بلا اختلاف ان کے متقدمین اور متاخرین سب کے سب تحریف قرآن کے قائل ہیں اور ان کی کتابوں میں زائد از دو ہزار روایات تحریف قرآن کی موجود ہیں جن میں پانچ قسم کی تحریف بیان کی گئی ہے:- 1- کئی، 2- بیشی، 3- تبدل الفاظ، 4- تبدل حروف، 5- تبدل ترتیب سورتوں، آیتوں اور کلمات میں بھی۔

”اصول کافی“ اور اس کا تتمہ الروضہ، ملا باقر مجلسی کی کتابوں، ”جلاء العیون“، ”حق الیقین“، ”حیات القلوب“، ”زاد العاد“ نیز حسین بن محمد تقی النوری الطبری کی کتاب، ”فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب“ (جو 398 صفحات پر مشتمل ہے) میں قرآن کریم کا محرف ہونا ثابت کیا گیا ہے۔

مؤلف مذکور طبری نے بزم خود بے شمار روایات سے قرآن کریم کی تحریف ثابت کی ہے۔

ج- قادیانیوں کی طرح وہ لفظی طور پر ختم نبوت کے قائل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں، لیکن انہوں نے نبوت محمدیہ کے مقابلہ میں ایک متوازی نظام عقیدہ امامت کے نام سے تصنیف کر لیا ہے۔ ان کے نزدیک امامت کا ٹھیک وہی تصور ہے جو اسلام میں نبوت کا تصور ہے، چنانچہ امام نبی کی طرح منصوص من اللہ ہوتا ہے، معصوم

عبد اللطیف۔ نائب قاضی دارالقضاء بھوپال۔

محمد سعید مجددی غفرلہ۔ خانقاہ مجددیہ بھوپال۔

محمد علی غفرلہ۔ نائب مفتی بھوپال و استاذ حدیث و فقہ، دارالعلوم تاج المساجد، بھوپال۔

الجواب صحیح۔ محمد ابراہیم (نائب صدر الدرسین جامعہ اسلامیہ عربیہ)

الجواب صحیح والجبب صحیح۔ سید محمد فاضل

الجواب صحیح۔ محمد الیاس قاسمی، مدرس جامعہ۔

قاسمی مدرس جامعہ و امام و خطیب جمع مسجد بھوپال۔

الجواب صحیح۔ محمد ممدی حسن، مدرس جامعہ۔

الجواب صحیح محمد اسحاق قاسمی، مدرس جامعہ۔

الجواب صحیح۔ عبد الباسط مفتاحی، مدرس جامعہ۔

الجواب صحیح۔ عبد الحفیظ جامعی، مدرس جامعہ۔

الجواب صحیح۔ رشید الدین قاسمی مدرس جامعہ۔

الجواب صحیح۔ فضل الرحمن قاسمی مدرس جامعہ۔

الجواب صحیح۔ ابوالکلام قاسمی، مدرس جامعہ۔

الجواب صحیح۔ رحیم اللہ قاسمی، مدرس جامعہ۔

الجواب صحیح۔ محمد مصطفیٰ ہاشمی القاسمی، مفتی جامعہ۔

الجواب صحیح۔ شمس الدین آفریدی، مدرس جامعہ۔

الجواب صحیح۔ (نام نہیں پڑھا جا سکا)، نائب ناظم جامعہ۔

الجواب صحیح۔ محمد ایوب مظاہری، مدرس جامعہ۔

الجواب صحیح۔ محمد نعمان ندوی، استاذ حدیث دارالعلوم تاج المساجد،

و رکن شوری دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

الجواب صحیح۔ محمد شرافت علی ندوی، استاذ دارالعلوم تاج المساجد۔

الجواب صحیح ڈاکٹر حمید اللہ ندوی، استاذ دارالعلوم تاج المساجد۔

الجواب صحیح محمد اسحاق خاں، قاضی محکمہ شرعیہ، سالیہ، شاہجاپور، ایم پی۔

الجواب صحیح۔ عبد الوحید قاسمی غفرلہ۔

ہوتا ہے، مفترض الطاعة ہوتا ہے، ان کو تحلیل و تحریم کے اختیار ہوتے ہیں اور یہ کہ بارہ امام تمام انبیاء کرام سے افضل ہیں۔ (اصول کافی۔ تفسیر مقدمہ مراۃ الانوار)۔

ان عقائد کے ہوتے ہوئے اس فرقہ کے کافر اور خارج از اسلام ہونے میں کوئی شک نہیں رہ جاتا۔ صرف انہی تین عقائد کی تخصیص نہیں بلکہ بغور نظر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ شیعیت اسلام کے مقابلہ میں بالکل ایک الگ اور متوازی مذہب ہے جس میں کلمہ طیبہ سے لے کر میت کی تجیز و تکفین تک تمام اصول و فروع اسلام سے الگ ہیں۔ اس لئے شیعہ اثنا عشریہ بلاشک و شبہ کافر ہیں، علماء امت نے اثنا عشریہ شیعوں کو ہر زمانہ میں کافر قرار دیا، البتہ:-

(1) اس فتویٰ کی اشاعت نہیں ہوئی۔

(2) تقیہ اور کتمان کے دبیز پردوں میں شیعہ مذہب چھپا رہا۔

(3) غیبی صاحب کے آنے کے بعد شیعہ اثنا عشریہ نے بین الاقوامی طور پر وجوہ ثلاثہ سابقہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے مذہب کی خوب اشاعت کی۔ غیبی صاحب خود کو امام غائب کا نمائندہ سمجھتے ہیں اور اپنا حق سمجھتے ہیں کہ مذہب شیعہ کی اصل طور پر بلا کتمان اشاعت ہو، اس لئے اب صورت حال مختلف ہو گئی۔

فاضل مستفتی نے بڑی محنت سے استفتاء مرتب کیا ہے اور اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ تقریباً ہر دور میں شیعہ اثنا عشریہ کو کافر قرار دیا گیا ہے۔ اس استفتاء کی تحریر کردہ عبارتوں کے بعد جواب استفتاء کے لئے مزید عبارت کی ضرورت نہیں البتہ بعض عبارات طروا" للباب بیان کی جاتی ہیں:-

(1) سورہ الفتح پ 26 کے آخری رکوع میں جہاں سورت ختم ہوتی ہیں وہاں ارشاد خداوندی ہے:- لیغیظہم الکفار۔ اس آیت کے ذیل میں ”روح المعانی“ میں علامہ آلوسی لکھتے ہیں:-

وفی المواہب ان الامام مالکا قد استنبط من هذه الآية تكفير الروافض الذين يبغضون الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم فانہم یغیظونہم ومن غاظہ الصحابة فهو کافر۔ و وافقہ کثیر من العلماء انتہی۔

وفی البحر:- ذکر عند مالک رجل ینتقص الصحابة فقرأ مالک هذه الآية فقال:- من أصبح من الناس و فی قلبه غیظ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقد اصابته هذه الآية۔ ویعلم تکفیر الرافضة بخصوصہم۔ وفی کلام عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا ما یشير الیہ ایضا۔ فقد اخرج الحاكم وصححه عنہا فی قوله تعالیٰ: (لیغیظ بہم الکفار)۔ قالت:- اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم امروا بالاستغفار لهم فسبواہم۔ (روح المعانی پارہ نمبر 26 ص 128)۔

(2) قرآن کریم کی آیت کے بعد احادیث مبارکہ میں صحابہ کرام کے مقام رفیع کی نشاندہی فرمائی گئی ہے، شارحین نے ان پر جو کچھ لکھا ہے اس کو دیکھ لیا جائے:-

عن ابی سعید الخدری قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم:- لا تسبوا اصحابی ولوان احدکم انفق مثل احد ذہبا ما بلغ مد احدہم ولا نصیفہ۔ متفق علیہ (مشکوٰۃ ص 553)۔

وعن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:- اذا رأیتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنة اللہ علی شرکم۔ رواہ الترمذی (مشکوٰۃ ص 554)۔

وجمع ذلک یقتضی القطع بتعدیلہم (بتعدیل الصحابة) ولا یحتاج احد منهم مع تعدیل اللہ لہ الی تعدیل احد من الخلق علی انہ لولم یرد من اللہ و رسولہ فیہم شئ مما ذکرنا لا وجبت الحال التي كانوا علیہا من الهجرة والجهاد ونصرة الاسلام وبذل المهج والاموال وقتل الالباء والابناء والمناصح فی الدین وقوة الايمان والیقین القطع علی تعدیلہم والاعتقاد لنزاهتہم وانہم كانوا افضل من جمیع الخالفین بعدہم والمعدلین الذین یجینون من بعدہم۔ هذا مذهب کافة العلماء ومن یعتمد قوله۔

ثم روی بسندہ الی ابی زرعة الرازی قال:- اذا رايت الرجل ینتقص احدا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاعلم انہ زندق۔

بعضہم ہو مبتدع و ليس بکافر، والصحيح انه کافر۔ وكذلك من انکر خلافة عمر رضی اللہ عنہ فی اصح الاقوال۔ کذا فی الظہیریۃ۔ ويجب اکفارہم باکفار عثمان و علی و طلحة و زبیر و عائشة رضی اللہ عنہم۔ ويجب اکفار الروافض فی قولہم برجة الاموات الی الدنیا و بتناسخ الارواح و بانتقال روح الالہ الی الائمة و بقولہم ان جبرئیل علیہ السلام غلط فی الوحی الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم دون علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ و هؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام و احکامہم احکام المرتدین، کذا فی الظہیریۃ۔

”فتاویٰ برازیہ جو فتاویٰ عالمگیری کے حاشیہ پر چھپی ہوئی ہے اور جس کے مصنف حافظ محمد بن محمد بن شہاب المعروف بابن برازم 837 ہیں اور جو ائمہ فقہ کی تصریح کے مطابق فقہ حنفی کی نہایت اہم معتد کتابوں میں ہے، اس کے ص 318 ج 6 میں کہا گیا ہے:-

ومن انکر خلافة ابی بکر رضی اللہ عنہ فهو کافر فی الصحيح۔ ومنکر خلافة عمر رضی اللہ عنہ فهو کافر فی الاصح۔ ويجب اکفار الخوارج فی اکفارہم جمیع الامة سواہم۔ ويجب اکفارہم باکفار عثمان و علی و طلحة و زبیر و عائشة رضی اللہ عنہم۔

پھر ص 319 جلد 6 پر یہ عبارت ہے:-

الرافضی ان کان یسب الشیخین ویلعنہما فهو کافر۔

البحر الرائق شرح کنز الدقائق للعلامة زین الدین الشہیر بابن

نجیم ص 131 ج 5 میں ہے:-

وبقذفه عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا من نسائه صلی اللہ علیہ وسلم فقط و بانکارہ صحبة ابی بکر رضی اللہ عنہ بخلاف غیرہ۔ و بانکارہ امامہ ابی بکر رضی اللہ عنہ علی الاصح کانکارہ خلافة عمر رضی اللہ عنہ علی الاصح۔

خلاصة الفتاویٰ للشیخ الاجل الامام الاکمل الفقیہ الامجد طاهر بن

عبدالرشید البخاری میں ہے:-

وذلك ان الرسول حق والقرآن حق وما جاء به حق وانما ادی الینا ذلك كله الصحابة، و هؤلاء یریدون ان یجرحوا شہودنا لیبطلوا الكتاب والسنة والجرح بهم اولی و هم زنادقة۔ انتہی۔ (الاصابة فی تمییز الصحابة ج 1 ص 10)۔

قرآن و حدیث کے بعد اجماع امت کو دیکھا جائے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر سب سے پہلے اجماع ہوا۔ یہ اجماع سب سے قوی ہے کیونکہ اس میں صحابہ کرام، اہل بیت، اہل مدینہ سب ہی شامل ہیں۔ روافض اس اجماع کو تسلیم نہیں کرتے اور منکر اجماع کافر ہے۔

وقال ابن دقیق العید: قد یؤخذ من قوله ”المفارق للجماعة“ ان المراد المخالف لاهل الاجماع فیکون متمسکاً بمن یقول: مخالف الاجماع کافر۔

وقد نسب ذلك الی بعض الناس و ليس ذلك بالبین، فان المسائل الاجماعیة تارة یصحبها التواتر بالنقل عن صاحب الشرع کوجوب الصلوة مثلاً۔ وتارة لا یصحبها التواتر۔ فالاول یکفر جاحدة لمخالفة التواتر لا لمخالفة الاجماع والثانی لا یکفر۔ (اکفار الملحدین ص 31)۔ موجودہ اجماع کے ساتھ تواتر بھی شامل ہے اس لئے اس کا انکار یقیناً کفر ہے۔

والحاصل ان من کان من اهل قبلتنا ولم یغل حتی... ولا خلف منکر خلافة ابی بکر او عمر او عثمان لانه کافر۔ (اکفار الملحدین للشیخ انور ص 51)۔

فتاویٰ ہندیہ (فتاویٰ عالمگیریہ) جو بعد اورنگ زیب عالمگیر مرتب ہوا، جس کی ترتیب و تدوین میں ہندوستان کے اکابر علماء شریک ہوئے جن کے تراجم ”نزمۃ الخواطر“ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ اسی فتاویٰ کے ص 224 پر ہے:-

الروافض اذا کان یسب الشیخین ویلعنہما والعیاذ باللہ فهو کافر۔

من انکر امامة ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ فهو کافر و علی قول

کراچی۔

3۔ الجواب صواب۔ رضا الحق عفاء اللہ عنہ۔

4۔ الجواب صحیح۔ محمدولی

5۔ الجواب صحیح۔ محمد عبدالسلام عفا اللہ عنہ

6۔ الجواب صحیح محمد بدیع الزماں مدرس جامعۃ العلوم الاسلامیۃ بنوری ٹاؤن کراچی۔

7۔ الجواب صحیح۔ سید مصباح اللہ شاہ عفا اللہ عنہ، مدرس جامعۃ العلوم الاسلامیۃ بنوری ٹاؤن کراچی۔

8۔ الجواب صحیح۔ محمد ادریس غفرلہ، استاذ حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیۃ

9۔ الجواب صحیح۔ محمد قاسم، مدرس جامعۃ العلوم الاسلامیۃ بنوری ٹاؤن کراچی پاکستان

10۔ الجواب صحیح۔ محمد انور بدخشانی مدرس جامعۃ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن

11۔ الجواب صحیح۔ عبدالرزاق لدھیانوی، مدرسہ جامعۃ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی پاکستان۔

تصدیقات علماء پاکستان بر فتویٰ مفتی اعظم ولی حسن ٹونگی (رح)

مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن ٹونگی (م رمضان 1415ھ / 1995ء) کے فتویٰ کی مذکورہ
 بالا گیارہ تصدیقات سمیت بطور مجموعی پاکستان کے دو سو سے زائد نیز بنگلہ دیش کے سو سے
 زائد علماء کرام و مفتیان عظام نے کھل تائید و تصدیق فرمائی ہے، جن کے اسماء گرامی درج
 ذیل ہیں:- (بحوالہ متفقہ فیصلہ مرتبہ مولانا محمد منظور نعمانی، حصہ اول و دوم)۔

12۔ خادم شیخ الحسد اسیر النامولانا محمد عزیر گل، پشاور۔

13۔ مولانا فقیر محمد، خلیفہ مجاز حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی و سرپرست اعلیٰ

جامعہ امداد العلوم، پشاور۔

14۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق، رکن قومی اسمبلی پاکستان و مہتمم دارالعلوم تھانیہ، اکوڑہ

خٹک۔

15۔ سینئر مولانا سمیع الحق، نائب مہتمم و استاذ حدیث، دارالعلوم تھانیہ، اکوڑہ خٹک۔

16۔ سینئر قاضی عبداللطیف، فاضل دارالعلوم دیوبند، مدرسہ نجم المدارس، کلاچی ڈیرہ

اسماعیل خان۔

وما يتصل بهذا الرافضی كان يسب الشيخين ويلعنهما فهو كافر۔

(ص 381، ص 4)۔

صاحب در مختار فرماتے ہیں:-

او الكافر بسب الشيخين او بسب احدهما۔ فی البحر عن الجوهرۃ

معزیا للشہید:- من سب الشيخين او طعن فيهما كفر ولا تقبل توبته۔ وبه

اخذ الدبوسى و ابو الليث وهو مختار للفتوى۔

صاحب در مختار کی اس عبارت پر علامہ ابن عابدین شامی نے طویل کلام کیا ہے لیکن

آخر میں واضح طور پر یہ تحریر فرمایا ہے:-

نعم لاشك في تكفير من قذف السيدة عائشة رضي الله عنها، وانكر

صحبة الصديق او الألوهية في علي او ان جبريل غلط في الوحى، او نحو

ذلك من الكفر الصريح المخالف للقرآن۔ (رد المختار، ص 336، ج 4)۔

فتاویٰ عزیزیہ میں شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں:-

بلاشبہ فرقہ امامیہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت سے منکر ہیں اور کتب فقہ میں

مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا جس نے انکار کیا وہ اجماع

امت کا منکر ہوا، وہ کافر ہو گیا۔ ملاحظہ ہو ترجمہ فتاویٰ عزیزیہ، ص 377۔

لہذا شیعہ اثنا عشری رافضی کافر ہیں مسلمانوں سے ان کا نکاح، شادی بیاہ جائز نہیں حرام

ہے۔ مسلمانوں کے لئے ان کے جنازے میں شرکت جائز نہیں، ان کا زیچہ حلال نہیں، ان کو

مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں، غرض ان کے ساتھ غیر مسلموں جیسا سلوک

اور معاملہ کیا جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و ملکہ اتم و احکم۔ مفتی ولی حسن، رئیس دارالافتاء،

جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی۔ 8 صفر 1407ھ۔

1۔ الجواب صواب۔ احمد الرحمن عفی عنہ مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن،

کراچی۔

2۔ الجواب صواب۔ حبیب اللہ نائب مہتمم و صدر مجلس دعوت و تحقیق اسلامی

17- سینٹر حافظ حسین احمد، ناظم و مدرس مدرسہ مطلع العلوم، کوئٹہ۔

18- مولانا محمد یوسف لدھیانوی، مدیر ماہنامہ ”بینات“ جامعہ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی۔

19- مولانا ابوالخلیل خان محمد، سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ، کنڈیاں و امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، پاکستان۔

20- مولانا محمد اجمل خان، مرکزی ناظم جمعیت علماء اسلام، پاکستان و مہتمم مدرسہ عربیہ رحمانیہ، لاہور۔

21- مولانا سید نفیس الحسنی خلیفہ مجاز پیر طریقت مولانا عبدالقادر رائے پوری، لاہور۔

22- مولانا محمد مالک کاندھلوی، شیخ الحدیث، جامعہ اشرفیہ لاہور۔

23- مولانا محمد عبید اللہ بن مفتی محمد حسن، مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور۔

24- مولانا محمد موسیٰ البازی، استاذ حدیث و تفسیر جامعہ اشرفیہ لاہور۔

25- مولانا محمد اجمل قادری بن مولانا محمد عبید اللہ انور، امیر انجمن خدام الدین و قائد جمعیت علماء اسلام پاکستان۔

26- مولانا ابو محمد قاسمی، لاہور۔

27- مولانا سید محمد عبدالقادر آزاد، خطیب بادشاہی مسجد لاہور۔

28- مولانا محمد عبدالستار تونسوی، صدر تنظیم اہل سنت، پاکستان۔

29- مولانا محمد گل شیر خان، جامعہ اسلامیہ نصرت الاسلام، گلگت۔

30- مولانا محمد عبداللہ، مدیر جامعہ العلوم الاسلامیہ الفریدیہ، اسلام آباد۔

31- مولانا عبدالستین، ناظم جامعہ العلوم الاسلامیہ الفریدیہ، اسلام آباد۔

32- مولانا محمد شریف، جامعہ العلوم الاسلامیہ الفریدیہ، اسلام آباد۔

33- مولانا عبدالباسط، جامعہ العلوم الاسلامیہ الفریدیہ، اسلام آباد۔

34- مولانا عبدالعزیز، جامعہ العلوم الاسلامیہ الفریدیہ، اسلام آباد۔

35- مولانا عبدالغفور، جامعہ العلوم الاسلامیہ الفریدیہ، اسلام آباد۔

36- مولانا ظہور احمد، جامعہ العلوم الاسلامیہ الفریدیہ، اسلام آباد۔

37- مولانا سعید الرحمن، مہتمم جامعہ اسلامیہ کشمیر روڈ، راولپنڈی۔

38- مولانا محمد زاہد الحسنی، مہتمم جامعہ مدنیہ، انک شہر۔

39- مولانا محمد نصیر الحسنی، مدرس جامعہ مدنیہ، انک شہر۔

40- شیخ الحدیث مولانا ابوالزاہد محمد سرفراز خاں، صدر مدرس مدرسہ نصرة العلوم، کوئٹہ۔

41- مولانا مفتی زین العابدین، مفتی دارالعلوم، فیصل آباد۔

42- مولانا محمد انور کلیم اللہ، مہتمم دارالعلوم فیض محمدی، فیصل آباد۔

43- مفتی ضیاء الحق، مفتی دارالعلوم فیض محمدی و خطیب مرکزی جامع مسجد، فیصل آباد۔

44- مولانا محمد عابد، مدرس دارالعلوم فیض محمدی، فیصل آباد۔

45- مولانا محمد الیاس، مدرس اشرف المدارس، فیصل آباد۔

46- مولانا محمد عبداللہ، مہتمم مدرسہ عربیہ دارالہدی، بھکر۔

47- مولانا محمد حنیف جالندھری، مہتمم جامعہ خیر المدارس، ملتان۔

48- مولانا مفتی محمد انور شاہ، مفتی و استاذ حدیث جامعہ قاسم العلوم، ملتان۔

49- مولانا منظور احمد، نائب مفتی جامعہ قاسم العلوم، ملتان۔

50- مولانا فیض احمد، مہتمم جامعہ قاسم العلوم، ملتان۔

51- شیخ الحدیث مولانا عبدالجبار، باب العلوم، کھڑپکا۔

52- مولانا مفتی غلام قادر، مہتمم جامعہ خیر العلوم، خیبر پور ٹامیوالی۔

53- مولانا سیف الرحمن، نائب مہتمم جامع العلوم، ضلع بہاولپور۔

54- مولانا یار محمد، مدرسہ تعلیم القرآن، پیر جوگوٹھ، ضلع خیبر پور۔

55- مولانا صالح حداد، دارالعلوم ہاشمی، سجاول۔

56- مولانا عبدالقیوم سندھی، کندھ کوٹ۔

57- مولانا محمد سلیم، خطیب مسجد اقصیٰ، نوان گوٹھ، سکھر۔

58- مولانا عبدالجبار، مہتمم مدرسہ مدینہ العلوم، سکھر۔

59- مولانا محفوظ احمد، مفتی و مدرس مدرسہ اشرفیہ، سکھر۔

60- مولانا خلیل احمد بندھانی، مدرس مدرسہ اشرفیہ، سکھر۔

61- مولانا عبدالہادی، مدرس مدرسہ اشرفیہ، سکھر۔

62- مولانا محمد بشیر، مبلغ ختم نبوت، سکھر۔

- 87- مولانا محمد یوسف، ناظم جامعہ فاروقیہ کراچی۔
- 88- مولانا سعید حسن، نائب مفتی جامعہ فاروقیہ کراچی۔
- 89- مولانا روزی خان، نائب مفتی جامعہ فاروقیہ کراچی۔
- 90- مولانا عبدالسلام بلوچستانی، معین مفتی جامعہ فاروقیہ کراچی۔
- 91- مولانا محمد طاہر ٹو، معین مفتی جامعہ فاروقیہ کراچی۔
- 92- مولانا محمد زب، استاذ حدیث جامعہ فاروقیہ کراچی۔
- 93- مولانا عنایت اللہ، استاذ حدیث جامعہ فاروقیہ کراچی۔
- 94- مولانا محمد انور، استاذ حدیث جامعہ فاروقیہ کراچی۔
- 95- مولانا حمید الرحمن، استاذ حدیث جامعہ فاروقیہ کراچی۔
- 96- مولانا عبید اللہ خالد، مدرس جامعہ فاروقیہ کراچی۔
- 97- مولانا محمد اکمل، مفتی دارالافتاء، جیکب لائن، کراچی۔
- 98- مولانا غلام محمد، مفتی جامعہ حمادیہ، شاہ فیصل کالونی نمبر 2 کراچی۔
- 99- مولانا فداء الرحمن، مہتمم جامعہ انوار القرآن، نار تھ کراچی۔
- 100- مولانا عبدالقیوم، کراچی۔
- 101- مولانا محمد عبدالرزاق، کراچی۔
- 102- مولانا عبدالستار، صدر سواد اعظم اہل سنت، بلوچستان۔
- 103- مولانا عبدالقیوم، نائب صدر سواد اعظم اہل سنت، بلوچستان۔
- 104- مولانا مولانا بخش، ناظم اعلیٰ سواد اعظم اہل سنت، بلوچستان، و مہتمم مدرسہ عربیہ صدیقیہ، مستونگ، ضلع قلات۔
- 105- مولانا عبدالغفور، مہتمم مدرسہ مظہر العلوم شاہدرہ، کوئٹہ۔
- 106- مولانا عبدالواحد، مہتمم مدرسہ مطلع العلوم، کوئٹہ۔
- 107- مولانا انوار الحق، خطیب جامع مسجد، کوئٹہ۔
- 108- مولانا عبدالمنان ناصر، لورالائی، بلوچستان۔
- 109- مولانا آغا محمد مدرسہ دارالعلوم الاسلامیہ، لورالائی۔
- 110- مولانا مفتی محمد فرید، مفتی و استاذ دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، ضلع پشاور۔
- 111- مولانا عبدالقیوم حقانی، استاذ دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک۔

- 63- مولانا عبدالسلام، صدر سواد اعظم اہل سنت، حیدر آباد۔
- 64- شیخ الحدیث مولانا عبدالرؤف، مہتمم مدرسہ مفتاح العلوم، حیدر آباد۔
- 65- مولانا عبدالحق، مدرس مدرسہ مفتاح العلوم، حیدر آباد۔
- 66- مولانا عبدالمتین، خطیب جامع مسجد وحدت کالونی، حیدر آباد۔
- 67- مولانا محمد اسفندیار خان، مہتمم جامعہ صدیقیہ، کراچی۔
- 68- مولانا منزل حسین کاپڑیا، نائب مدیر ماہنامہ ”اقراء و انجست“ کراچی۔
- 69- مولانا محمد جمیل خان، معاون مدیر ماہنامہ ”اقراء و انجست“ کراچی۔
- 70- مولانا محمد کفایت اللہ، معین ناظم تعلیمات جامعہ علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن، کراچی۔
- 71- مولانا محمد نعیم، مہتمم جامعہ بنوریہ، کراچی 16۔
- 72- مولانا مفتی خالد محمود، جامعہ بنوریہ، سائٹ کراچی۔
- 73- مولانا عبدالحمید، ناظم تعلیمات، جامعہ بنوریہ، سائٹ کراچی۔
- 74- مولانا احمد مختار، مفتی و مدرس، جامعہ بنوریہ، سائٹ کراچی۔
- 75- مولانا محمد اسلم شیخوپوری، مدرس، جامعہ بنوریہ، سائٹ کراچی۔
- 76- مولانا محمد عرفان فاروق، مدرس جامعہ بنوریہ، سائٹ کراچی۔
- 77- مولانا محمد حسین، مدرس جامعہ بنوریہ، سائٹ کراچی۔
- 78- مولانا مشتاق احمد، مدرس جامعہ بنوریہ، سائٹ کراچی۔
- 79- مولانا فیاض الرحیم فیصل، مدرس جامعہ بنوریہ، سائٹ کراچی۔
- 80- مولانا ظفر احمد، مدرس جامعہ بنوریہ، سائٹ کراچی۔
- 81- مولانا محمد مظہر، مدرس جامعہ بنوریہ، سائٹ کراچی۔
- 82- مولانا محمد منہر شاہ، مہتمم جامعہ اسلامیہ درویشیہ، سندھی مسلم سوسائٹی، کراچی۔
- 83- مولانا تاج علی شاہ، ناظم جامعہ اسلامیہ درویشیہ، سندھی مسلم سوسائٹی، کراچی۔
- 84- شیخ الحدیث مولانا محمد سلیم اللہ خان، مہتمم و صدر المدرسین جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی، کراچی۔
- 85- مولانا نظام الدین شامزی، خلوام دارالافتاء جامعہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی، کراچی۔
- 86- مولانا محمد عادل خان، نائب مہتمم، جامعہ فاروقیہ، کراچی۔

- 136- مولانا عبدالغنی، صدر مدرس دارالعلوم خیر المدارس، ہوتی پار، مردان۔
 137- مولانا فضل محمود، ناظم اعلیٰ دارالعلوم اسلامیہ انوار العلوم، ڈانگ بابا مردان۔
 138- مولانا محمد ابراہیم خطیب جامع مسجد گجوان روڈ مردان۔
 139- مولانا معین الدین، ناظم اعلیٰ دارالعلوم اسلامیہ عربیہ رستم و ناظم جمعیت علماء اسلام، ضلع مردان۔
 140- حافظ حسین احمد، مہتمم دارالعلوم تحفۃ القرآن الکریم، پارہوتی۔ مردان۔
 141- پیرزادہ عبدالجلیل، ناظم اعلیٰ جمعیت علماء اسلام تحصیل مردان (مقام گجرات)۔
 142- مولانا محمد امین گل، شیخ الحدیث دارالعلوم اسلامیہ عربیہ، تخت بھائی، مردان۔
 143- مولانا روح اللہ، مہتمم دارالعلوم نعمانیہ، آتمان زئی۔
 144- مولانا گوہر شاہ، مہتمم دارالعلوم اسلامیہ، چارسدہ۔
 145- مولانا قمر الزمان، مفتی دارالعلوم اسلامیہ، چارسدہ۔
 146- مولانا روح الامین، شیخ الحدیث، دارالعلوم اسلامیہ، چارسدہ۔
 147- مولانا غلام محمد صادق، مدرس دارالعلوم اسلامیہ، چارسدہ۔
 148- مولانا معتد باللہ مدرس دارالعلوم اسلامیہ، چارسدہ۔
 149- مولانا فخر الاسلام، مدرس دارالعلوم اسلامیہ، چارسدہ۔
 150- مولانا ایاز احمد، مدرس دارالعلوم اسلامیہ، چارسدہ۔
 151- مولانا معین الدین، خادم دارالعلوم انجمن تعلیم القرآن، محلہ پراچگان، کوہاٹ۔
 152- مولانا حضرت علی عثمان، مہتمم مدرسہ عربیہ علوم شرعیہ، بنوں۔
 153- مولانا حاجی محمد جازب، خطیب جامع مسجد داس چوک، بنوں۔
 154- مولانا محمد زمان، خطیب جامع مسجد حافظ جی عید گاہ لکی روڈ، بنوں۔
 155- مولانا عبدالرحمن، خطیب جامع مسجد مدنی، بنوں۔
 156- مولانا زرولی شاہ، مہتمم مدرسہ عربیہ کنڑ العلوم، بنوں۔
 157- مولانا شبیر محمد، خطیب جامع مسجد تجوڑی، بنوں۔
 158- مولانا غیاث الدین ڈومیل وزیر، ضلع بنوں۔
 159- مولانا غیاث الدین سواتی، مندرہ خیل بنوں۔
 160- مولانا عمر خان، مہتمم مدرسہ اسلامیہ خزینہ العلوم، تاجہ زئی، بنوں۔

- 112- مولانا عبداللہ، استاذ دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک۔
 113- مولانا غلام الرحمن، استاذ دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک۔
 114- مولانا انوار الحق استاذ، دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک۔
 115- مولانا محمد حسن جان، شیخ الحدیث جامعہ امداد العلوم، پشاور۔
 116- مولانا امان اللہ، استاذ حدیث جامعہ امداد العلوم، پشاور۔
 117- مولانا عبدالرحمن ناظم جامعہ امداد العلوم، پشاور۔
 118- مولانا محمود، مدرس جامعہ امداد العلوم، پشاور۔
 119- مولانا محمد ایوب جان بنوری، مہتمم و شیخ الحدیث دارالعلوم سرحد، پشاور۔
 120- مولانا عبداللطیف، مفتی دارالعلوم سرحد، پشاور۔
 121- مولانا عبداللہ مدرس دارالعلوم سرحد، پشاور۔
 122- مولانا شفیع الدین، مدرس دارالعلوم سرحد، پشاور۔
 123- مولانا سمیع اللہ مدرس دارالعلوم سرحد، پشاور۔
 124- مولانا جلیل الرحمن، مدرس دارالعلوم سرحد، پشاور۔
 125- مولانا شہاب الدین، مدرس دارالعلوم سرحد، پشاور۔
 126- مولانا احسان الحق، مدرس دارالعلوم سرحد، پشاور۔
 127- مولانا محمد جان، شیخ الحدیث مرکزی دارالقراء نمک منڈی، پشاور۔
 128- مولانا محمد فیاض، مہتمم مرکزی دارالقراء نمک منڈی، پشاور۔
 129- مولانا محمد اشرف قریشی، مہتمم جامعہ اشرفیہ و مدیر صدائے اسلام، پشاور۔
 130- مولانا رحمت ہادی، مہتمم دارالعلوم ہادی، پشاور۔
 131- مولانا سعید الرحمن، ناظم اعلیٰ دارالعلوم ہادی، پشاور۔
 132- مولانا احمد عبدالرحمن الصدیقی ایم اے، مدیر نظارہ المعارف مسجد سیدنا عثمان (رض) نوشہرہ صدر ضلع پشاور۔
 133- مولانا احمد اللہ، مہتمم دارالعلوم مظہر العلوم ڈانگ و امیر جمعیت علماء اسلام ضلع مردان۔
 134- قاضی نور الرحمن، سرپرست اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع مردان۔
 135- مولانا سعید اللہ امیر مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع مردان۔

- 186- مولانا محمد ہارون، مدرسہ نجم المدارس، کلاچی
 187- مولانا گلاب نور، مدرسہ نجم المدارس، کلاچی۔
 188- مولانا حافظ عبدالواحد، مدرسہ نجم المدارس، کلاچی۔
 189- مولانا عزیز الرحمن، مدرسہ نجم المدارس، کلاچی۔
 190- مولانا عبداللہ، مدرسہ نجم المدارس، کلاچی۔
 191- مولانا حبیب الرحمن، مدرسہ نجم المدارس، کلاچی۔
 192- مولانا غلام رسول خلیفہ مجاز مولانا احمد علی لاہوری (رح)، ذریعہ اسماعیل خان۔
 193- مولانا محمد رمضان، خطیب جامع مسجد قوہ الاسلام، ذریعہ اسماعیل خان۔
 194- مولانا غلام بادشاہ خطیب مدنی مسجد، ذریعہ اسماعیل خان۔
 195- مولانا عبدالرشید، ذریعہ اسماعیل خان۔
 196- مولانا فیض اللہ، فاضل دیوبند، ذریعہ اسماعیل خان۔
 197- مولانا سراج الدین مروت، صدر مدرس دارالعلوم فرقانیہ عثمانیہ، ذریعہ اسماعیل خان۔
 198- مولانا علاء الدین، مہتمم دارالعلوم نعمانیہ، ذریعہ اسماعیل خان۔
 199- مولانا سراج الدین، نائب مہتمم دارالعلوم نعمانیہ، ذریعہ اسماعیل خان۔
 200- مولانا عطاء اللہ شاہ، مفتی دارالعلوم نعمانیہ، ذریعہ اسماعیل خان۔
 201- مولانا عبدالحمید، مدرس دارالعلوم نعمانیہ، ذریعہ اسماعیل خان۔
 202- مولانا امیر عباس، مدرس دارالعلوم نعمانیہ، ذریعہ اسماعیل خان۔

متفرق ممالک کے تصدیق کنندگان فتویٰ مفتی ولی حسن

- 203- مولانا مطیع الرسول ----- نیروبی، کینیا۔
 204- مولانا محمد امین زاہد ----- کینیا۔
 205- مولانا عبید الرحمن ----- شیفلڈ، انگلینڈ۔
 206- مولانا مفتی محمد اسلم ----- رادھرم، انگلینڈ۔
 207- مولانا امداد اللہ ----- برمنگھم

- 161- مولانا عبدالغفار تاجہ زئی، بنوں۔
 162- مولانا قاری نور الرحمن، شیریں خیل بنوں۔
 163- مولانا محمد طیب کوثر، ناظم اعلیٰ مدرسہ انوار العلوم، میراخیل بنوں۔
 164- مولانا عمر خان خطیب جامع مسجد تنگہ خیل، بنوں۔
 165- مولانا محمد محسن، مہتمم جامعہ علمیہ، ہیرنہ ضلع بنوں۔
 166- مولانا فضل اللہ، مہتمم دارالعلوم الاسلامیہ، لکی مروت ضلع بنوں۔
 167- مولانا حیدر اللہ جان، ناظم اعلیٰ دارالعلوم الاسلامیہ، لکی مروت ضلع بنوں۔
 168- مولانا حبیب اللہ، مفتی، دارالعلوم الاسلامیہ، لکی مروت ضلع بنوں۔
 169- مولانا تاج محمد، مدرس دارالعلوم الاسلامیہ، لکی مروت ضلع بنوں۔
 170- مولانا محمد کمال، مدرس دارالعلوم الاسلامیہ، لکی مروت ضلع بنوں۔
 171- مولانا محمد کفایت اللہ مدرس، دارالعلوم الاسلامیہ، لکی مروت ضلع بنوں۔
 172- مولانا اصلاح الدین، مدرس دارالعلوم الاسلامیہ، لکی مروت ضلع بنوں۔
 173- مولانا عزیز الرحمن، مفتی جامعہ العلوم الاسلامیہ، لکی مروت ضلع بنوں۔
 174- مولانا قاری فضل الرحمن، مہتمم جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ، لکی مروت ضلع بنوں۔
 175- مولانا عزیز الرحمن، خطیب جامع مسجد قریش، لکی مروت ضلع بنوں۔
 176- مولانا حبیب اللہ لکی مروت ضلع بنوں۔
 177- مولانا نعمت اللہ لکی مروت ضلع بنوں۔
 178- مولانا عبدالستین، مہتمم جامعہ عثمانیہ موضع چن خیل، لکی مروت ضلع بنوں۔
 179- قاضی عبدالکریم، مہتمم مدرسہ نجم المدارس، کلاچی ذریعہ اسماعیل خان۔
 180- قاضی عبدالعلیم، نائب مہتمم مدرسہ عربیہ نجم المدارس، کلاچی۔
 181- قاضی محمد نسیم، ناظم مدرسہ نجم المدارس، کلاچی۔
 182- مولانا محمد زمان، مدرس مدرسہ نجم المدارس، کلاچی۔
 183- مولانا امان اللہ، مدرس مدرسہ نجم المدارس، کلاچی۔
 184- قاضی محمد اکرم، مدرس مدرسہ نجم المدارس، کلاچی۔
 185- مولانا غلام علی، مدرس مدرسہ نجم المدارس، کلاچی۔

تصدیقات علماء بنگلہ دیش بر فتویٰ مفتی اعظم پاکستان،

مفتی ولی حسن ٹوکی (رح) م رمضان 1415ھ / 1995ء۔

ذیل میں بنگلہ دیش کے جن حضرات اہل علم کے اسمائے گرامی پیش کئے جا رہے ہیں انہوں نے حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹوکی مفتی اعظم پاکستان کے فتوے پر اپنے تصدیقی دستخط ثبت فرمائے ہیں۔

1- حضرت مولانا عبدالمنان، شیخ الحدیث مدرسہ عالیہ فینی نواکھال۔

2- حضرت مولانا عبدالمنان، شیخ الحدیث استاذ جامعہ عربیہ فرید آباد ڈھاکہ۔

3- حضرت مولانا فضل الحق، شیخ الحدیث و رئیس،

الجامعہ القرآنیہ العربیہ لال باغ ڈھاکہ۔

4- مولانا عطاء اللہ، استاذ جامعہ قرآنیہ، ڈھاکہ۔

5- مولانا محب اللہ، استاذ جامعہ قرآنیہ، ڈھاکہ۔

6- مولانا قاری ابوریحان، استاذ جامعہ قرآنیہ، ڈھاکہ۔

7- مولانا غلام مصطفیٰ، استاذ جامعہ قرآنیہ، ڈھاکہ۔

8- مولانا موسیٰ، استاذ جامعہ قرآنیہ، ڈھاکہ۔

9- مولانا محمد عمر، دارالعلوم خدام الاسلام گوہر ڈانگا، گوپال پور۔

10- مولانا عبدالرزاق، سیکرٹری جماعت خدام الاسلام، بنگلہ دیش۔

11- حضرت مولانا عبدالستین، مہتمم مدرسہ امدادیہ عربیہ شیخبر چرنور سندی خلیفہ۔

12- حضرت حافظ جی حضور مدظلہ۔

13- حضرت مولانا حمید اللہ صاحب مہتمم مدرسہ نوریہ اشرف آباد (کمرنگی چر) ڈھاکہ۔

14- حضرت مولانا عبدالحی صاحب شیخ الحدیث،

مدرسہ نوریہ اشرف آباد (کمرنگی چر) ڈھاکہ۔

15- امیر شریعت حضرت مولانا قاری احمد اللہ، اشرف آباد۔

16- مولانا عظیم الدین، محدث مدرسہ نوریہ اشرف آباد ڈھاکہ۔

17- مولانا محب اللہ، استاذ مدرسہ نوریہ اشرف آباد ڈھاکہ۔

18- مولانا فاروق احمد، مدرسہ نوریہ اشرف آباد ڈھاکہ۔

19- مولانا صدیق الرحمن، مدرسہ نوریہ اشرف آباد ڈھاکہ۔

20- مولانا اسماعیل، مدرسہ نوریہ اشرف آباد ڈھاکہ۔

21- مولانا ابو طاہر صاحب مصباح، مدرسہ نوریہ اشرف آباد ڈھاکہ۔

22- مولانا شمس الرحمن، مدرسہ نوریہ اشرف آباد ڈھاکہ۔

23- مولانا محبوب الرحمن، مدرسہ نوریہ اشرف آباد ڈھاکہ۔

24- مولانا بشیر احمد، مدرسہ نوریہ اشرف آباد ڈھاکہ۔

25- مولانا اشرف علی، مدرسہ نوریہ اشرف آباد ڈھاکہ۔

26- مولانا محمد عبد الجبار، معین ناظم وفاق المدارس العربیہ، بنگلہ دیش۔

27- مولانا عبد الباری خادم جامعہ عربیہ امداد العلوم فرید آباد، ڈھاکہ۔

اساتذہ کرام جامعہ فرید آباد۔

28- مولانا فضل الرحمن صاحب مہتمم جامعہ۔

29- مولانا عبد القدوس صاحب محدث۔

30- مولانا عبد السميع، استاذ جامعہ۔

31- مولانا محمد سخاوت حسین، استاذ جامعہ۔

32- مولانا محمد روح الدین، استاذ جامعہ۔

اساتذہ کرام جامعہ فرید آباد۔

33- حضرت مولانا محمد حبیب الرحمن صاحب، استاذ الحدیث و رئیس الجامعہ۔

34- مولانا محمد اسحاق، شیخ الحدیث۔

35- مولانا محمد نظام الدین صاحب، استاذ الحدیث و ناظم تعلیمات۔

اساتذہ کرام جامعہ قاسم العلوم درگاہ شاہ جلال سلامت

36- حافظ مولانا اکبر علی رئیس الجامعہ۔

37- مولانا محب الحق مفتی جامعہ قاسم العلوم۔

38- مولانا محمد ناظر حسین صاحب استاذ حدیث۔

39- مولانا محمد ناظر حسین صاحب استاذ حدیث۔

40- مولانا عطاء الرحمن صاحب استاذ۔

بنگلہ دیش کے متفرق مقامات کے علماء کرام

- 63- مولانا حبیب اللہ مصباح۔
- 64- مولانا محمد عبدالکرم، صدر آزاد دینی ادارہ، سہت۔
- 65- مولانا محمد عبدالحق، مہتمم دارالعلوم درگاپور، سہت۔
- 66- مولانا محمد یونس علی، دارالعلوم حسینیہ، ڈھاکہ۔
- 67- مولانا محمد عبدالشہید، مدرسہ دارالسنہ، گھوکافن۔
- 68- مولانا محمد شفیق الحق، مہتمم جامعہ محمودیہ، سہت۔
- 69- مولانا محمد عبدالاول۔
- 70- مولانا سیف اللہ اختر، امیر حرکتہ الجہاد الاسلامی۔
- 71- مولانا محسن الدین احمد، مؤسس مدرسہ شریعتیہ عالیہ، بہادر پور،
حال مقیم نمبر 137، بنگلہ روڈ، ڈھاکہ۔
- (72-111) مفتی اعظم پاکستان، مفتی ولی حسن (رح) کے فتویٰ کی مزید چالیس تصدیقات
کے لئے ملاحظہ ہو، فتویٰ ”مجمع البحوث الاسلامیہ العلمیہ“ بنگلہ دیش۔

13- فتویٰ جامعہ حسینیہ، عرض آباد، میرپور ڈھاکہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

شیعہ اثنا عشریہ اور حالیہ ایرانی انقلاب کے قائد روح اللہ خمینی کے عقائد کفریہ و خیالات باطلہ کے بارے میں حضرت العلام مولانا محمد منظور نعمانی صاحب مدظلہم کے استفتاء کے جواب میں محدث کبیر حضرت علامہ مولانا حبیب الرحمن الاعظمی دامت برکاتہم اور ہندو پاک کے اکابر علماء و مفتیان کرام نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ بالکل درست ہے۔ ہم اس کی مکمل تائید و اتفاق کرتے ہیں۔ استفتاء میں شیعہ اثنا عشریہ کی بنیادی و معتبر کتابوں سے ان کے جو مذہبی مقدمات نقل کئے گئے ہیں اور اس دور میں ان کے امام و قائد روح اللہ خمینی کی کتاب ”کشف الاسرار“ و دیگر کتابوں سے خمینی کے جن نظریات و فرمودات کی نشاندہی کی گئی ہے ان عقائد و نظریات کے حامل بلاشبہ کافر و مرتد ہیں۔ لہذا شیعہ اثنا عشری اور خمینی

جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مدنیہ جاترا باری ڈھاکہ

- 41- مولانا محمود حسن مہتمم جامعہ اسلامیہ جاترا باری۔
- 42- مولانا سراج الاسلام صاحب نائب مہتمم۔
- 43- مولانا حدیثہ اللہ مدظلہ شیخ الجامعہ۔
- 44- مولانا صلاح الدین مدظلہ۔
- 45- مولانا حافظ رفیق احمد، ناظم تعلیمات۔
- 46- مولانا عبدالجید، استاذ جامعہ۔
- 47- مولانا عبدالحق، استاذ جامعہ۔
- 48- مولانا عبدالحق، (حقانی)، استاذ جامعہ۔
- 49- مولانا انوار الحق، استاذ جامعہ۔
- 50- مولانا عبدالنن، استاذ جامعہ۔
- 51- مولانا محمد ادریس، استاذ جامعہ۔
- 52- مولانا ضیاء الاسلام، سابق مدرس لال باغ جامعہ قرآنیہ ڈھاکہ۔
- 53- مولانا محمد اسحاق، مہتمم مدرسہ دارالعلوم موتی جھیل ڈھاکہ۔
- 54- مولانا محمد یعقوب، استاذ مدرسہ دارالعلوم، موتی جھیل، ڈھاکہ۔
- 55- مولانا محمد کلیم اللہ، مہتمم مدرسہ نورانی تعلیم القرآن۔
- 56- مولانا انوار الحق، استاذ مدرسہ نورانی تعلیم القرآن۔
- 57- مولانا محمد فیض اللہ، استاذ مدرسہ نورانی تعلیم القرآن۔
- 58- مولانا قاری منظور الہی، استاذ مدرسہ نورانی تعلیم القرآن۔
- اساتذہ کرام جامعہ محمدیہ عربیہ محمد پور ڈھاکہ بنگلہ دیش 1207۔
- 59- مولانا مفتی منصور الحق دامت برکاتہم
- 60- مولانا حفظ الرحمن، استاذ الحدیث۔
- 61- مولانا عبدالرحمن، محدث جامعہ۔
- 62- مولانا علی اصغر، استاذ الحدیث۔

ہیں یعنی اپنے ائمہ کو منصوب از خدا، معصوم اور ان کے پاس وحی شریعت آنے کے قائل ہیں۔ نیز ان کو احکام شریعت کو منسوخ کرنے کا اختیار بھی دیتے ہیں، بلکہ روح اللہ ٹینی کی تحریر کے مطابق ان کے ائمہ درجہ الوہیت تک پہنچے ہوئے ہیں۔ یہ تو سراسر کفر و شرک ہے۔ روح اللہ ٹینی نے اپنی کتاب ”الحکومہ الاسلامیہ“ میں خامہ فرسائی کی ہے کہ:-

”فان للامام مقاما- محمودا- ودرجة سامية و خلافة تكوينية تخضع لولايتها وسيطرتها جميع ذرات هذا الكون- وان من ضروريات مذهبنا ان لائمتنا مقاما لا يبلغه ملك مقرب ولا نبي مرسل- الى ان قال: وقد ورد عنهم (ع) ان لنا مع الله حالات لا يسعها ملك مقرب ولا نبي مرسل- و مثل هذه المنزلة موجودة لفاطمة الزهراء عليها السلام الخ- (الحکومہ الاسلامیہ، ص 52)-

اس کے کفر کے ثبوت کے لئے یہ حوالہ ہی کافی ہے۔

3- یہ لوگ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عظمت و براءت اور پاک دامنی کی بابت قرآن میں صریح آیت نازل ہونے کے باوجود العیاذ باللہ ان پر تہمت لگاتے ہیں۔ تو یہ سراسر جس طرح قرآن کا انکار ہے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے خلاف کھلی ہوئی بغاوت ہے اور آپ کے گھرانے کے ساتھ تو انتہائی عناد اور گستاخی کا بین ثبوت ہے، یہ بھی موجب کفر ہے۔

(4) ان کا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد العیاذ باللہ تین صحابی کے علاوہ تمام صحابہ کرام مرتد ہو گئے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ایک مہمل اور بیکار شئی ہے، یہ بھی موجب کفر ہے۔

5- یہ لوگ خلفاء ثلاثہ کو منافق، خائن اور محرف قرآن سمجھتے ہیں۔ خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر (رض) کی خلافت پر تمام صحابہ کرام کا اجماع قائم ہوا تھا بلکہ صاحب ”نور الانوار“ کے قول کے مطابق ان کی خلافت پر پوری امت کا اجماع قائم ہو گیا، اور اجماع کے مراتب میں سب سے قوی اجماع صحابہ کرام (رض) کا اجماع ہے۔ نیز نور الانوار میں یہ مذکور ہے کہ حضرت صدیق اکبر (رض) کی خلافت کا منکر کافر ہے۔

6- نیز یہ لوگ رجعت ارواح کے قائل ہیں، حالانکہ یہ ایک سراسر فاسد اور باطل عقیدہ ہے اور تمام اکابر علماء امت کا اجماع ہے کہ کوئی شخص مرنے کے بعد اس دنیا میں

یقیناً دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ استثناء میں ان کے کفریہ عقائد کے ثبوت میں ناقابل تردید کافی حوالہ جات ہیں، اس لئے مزید حوالہ جات اور دلائل بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ایک مسلمہ بات ہے کہ کسی شخص کے ایمان و کفر کا مدار اس کے اعتقادات و نظریات پر ہے۔ جن چیزوں پر ایمان لانا اور یقین کرنا اسلام نے ضروری قرار دیا ہے اور جن اشیاء کو علماء اسلام و حضرات متکلمین نے ضروریات دین کے نام سے موسوم کیا ہے ان میں سے کسی ایک کا انکار موجب کفر ہے۔ لہذا جمیع ضروریات دین پر ایمان لانا اور یقین کرنا اسلام نے ضروری قرار دیا ہے اور جن اشیاء کو علماء اسلام و حضرات متکلمین نے ضروریات دین کے نام سے موسوم کیا ہے ان میں سے کسی ایک کا انکار موجب کفر ہے۔ لہذا جمیع ضروریات دین پر ایمان لانے سے ایمان کا تحقق ہوتا ہے، اس پر ہر زمانہ کے علماء کا اجماع ہے۔ بحر العلوم حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری اپنی بے نظیر تصنیف ”اکفار الملحدین“ میں لکھتے ہیں کہ:-

”اجماع الامۃ علی تکفیر من خالف الدین المعلوم بالضرورة“۔

(صفحہ 62)-

یعنی ضروریات دین کے مخالف و منکر کی تکفیر پوری امت کا اجماع ہے۔

ویسے تو ان کے عقائد باطلہ و خرافات اور وجوہ کفر و ارتداد بے شمار ہیں، ان میں چند اسباب کفر درج ذیل ہیں۔

1- پوری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ تیس پارہ قرآن مجید جو ہمارے سامنے موجود ہے بعینہ یہی لوح محفوظ میں ہے از اول تا آخر منزل من اللہ ہے۔ اس میں کسی قسم کی تحریف و تبدیلی نہیں ہوئی۔ پورے قرآن کا انکار جس طرح کفر ہے اسی طرح کسی ایک آیت کا انکار بھی کفر ہے، اس پر تمام امت کا اجماع ہے۔ مگر شیعہ اثنا عشریہ اس قرآن پاک کو محرف سمجھتے ہیں اور اس میں تبدیلی و تحریف کے قائل ہیں حالانکہ یہ سراسر کفر ہے۔

2- دور صحابہ سے آج تک امت کا اجماع ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کوئی نیا نبی پیدا نہ ہوگا۔ لہذا خصوصیات نبوت، وحی، شریعت، عصمت وغیرہ بھی قیامت تک بند ہیں، مگر یہ شیعہ لوگ اگرچہ بر ملا عقیدہ ختم نبوت کے انکار کی جرات نہیں کرتے مگر درپردہ یہ لوگ اجراء نبوت کے قائل ہیں کیونکہ ان کا عقیدہ امامت انکار ختم نبوت کو مستلزم ہے۔ لہذا یہ لوگ بطور تقیہ اپنے اماموں کے لئے لفظ نبی کے استعمال کرنے سے تو گریز کرتے ہیں مگر درحقیقت یہ لوگ اپنے ائمہ کے لئے خصوصیات نبوت ثابت کرتے

دوبارہ واپس نہیں آئے گا۔ شیعہ اثنا عشریہ کا مشہور عقیدہ ہے کہ ظہور امام مہدی کے بعد سب سے پہلے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاتھ پر بیعت ہوں گے۔ نیز امام مہدی، حضرات یحییٰ ابوبکر صدیق و عمر رضی اللہ عنہما کو سزا دیں گے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر حد جاری کریں گے، ان کا یہ عقیدہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاف توہین بھی ہے اور آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت صدیقہ (رض) کی شان میں شدید گستاخی بھی، جو یقیناً حضور (ص) کے لئے باعث ایزا بھی ہے۔

بہر حال مذکورہ بالا کفریہ عقائد کی بناء پر فرقہ اثنا عشریہ اور ان کے قائد روح اللہ خمینی کے کفر و ارتداد اور دائرہ اسلام سے خارج ہونے میں کسی شک و شبہ و تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔ واللہ اعلم و ملہ اتم۔

کتبہ: شمس الدین قاسمی غفرلہ۔ مہتمم جامعہ حسینیہ عرض آباد، میرپور ڈھاکہ،
وناظم عمومی جمعیت علماء اسلام بنگلہ دیش۔ 19 رجب المرجب 1408ھ۔

تصدیقات حضرات اساتذہ جامعہ حسینیہ و دیگر علمائے کرام

ہم مندرجہ ذیل دستخط کنندگان اس فتوے کی تصدیق اور اس کے ساتھ پورے اتفاق کا اظہار کرتے ہیں:-

- 1- احسان الحق غفرلہ عنہ، شیخ الحدیث۔ جامعہ حسینیہ عرض آباد، میرپور ڈھاکہ۔
- 2- محمد مصطفیٰ آزاد استاد۔ جامعہ حسینیہ عرض آباد، میرپور ڈھاکہ۔
- 3- خیر الانام غفرلہ عنہ، استاد، جامعہ حسینیہ عرض آباد، میرپور ڈھاکہ۔
- 4- قاسم کشور گنجی۔ استاد، جامعہ حسینیہ عرض آباد، میرپور ڈھاکہ۔
- 5- مستفیض الرحمن۔ محدث، جامعہ حسینیہ عرض آباد، میرپور ڈھاکہ۔
- 6- عبدالخالق غفرلہ۔ استاد، جامعہ حسینیہ عرض آباد، میرپور ڈھاکہ۔
- 7- منیر الزماں غفرلہ۔ محدث، جامعہ حسینیہ عرض آباد، میرپور ڈھاکہ۔
- 8- محمد شمس الحق غفرلہ۔ محدث، جامعہ حسینیہ عرض آباد، میرپور ڈھاکہ۔
- 9- محمد عمران مظہری۔ استاد، جامعہ حسینیہ عرض آباد، میرپور ڈھاکہ۔
- 10- محمد طیب غفرلہ عنہ۔ استاد، جامعہ حسینیہ عرض آباد، میرپور ڈھاکہ۔
- 11- محمد نعمت اللہ غفرلہ۔ استاد، جامعہ حسینیہ عرض آباد، میرپور ڈھاکہ۔

12- محمد عبدالقادر غفرلہ عنہ۔ استاد، جامعہ حسینیہ عرض آباد، میرپور ڈھاکہ۔

14- محمد عبدالملک۔ استاد، جامعہ حسینیہ عرض آباد، میرپور ڈھاکہ۔

15- محمد رضاء الکریم خاں۔ استاد، جامعہ حسینیہ عرض آباد، میرپور ڈھاکہ۔

16- محمد عبدالخالق لکھانی۔ استاد، جامعہ حسینیہ عرض آباد، میرپور ڈھاکہ۔

17- محمد امین اللہ غفرلہ۔ امام عرض آباد جامع مسجد، میرپور ڈھاکہ۔

18- محمد عبدالقدوس۔ محدث، جامعہ حسینیہ عرض آباد، میرپور ڈھاکہ۔

19- اشرف علی۔ محدث، مدرسہ قاسم العلوم، کلاں۔

20- عبدالملک حلیم۔ مہتمم ہائیل دھرم مدرسہ چانگام۔

21- محمد شفیق الحق۔ شیخ الحدیث و رئیس مظاہر العلوم گاسیاری و صدر جمعیت علماء

اسلام، سلٹ۔

22- محمد شفیق الحق غفرلہ۔ مہتمم جامعہ محمودیہ سبحانی گھاٹ، سلٹ۔

23- محمد عبدالحق غفرلہ۔ خادم دارالعلوم درگاہ پورنام گنج۔

24- محمد حسین احمد غفرلہ۔ بارہ کوٹی خادم الحدیث دارالعلوم ڈھاکہ دکن۔ مہتمم جامعہ

اسلامیہ بارہ کوٹ۔

25- محمد عبدالفتاح۔ المدرس المستند بجامعہ قاسم العلوم، درگاہ شاہ جلال، سلٹ۔

26- محمد نور اللہ غفرلہ۔ خادم دارالافتاء جامعہ اسلامیہ یونیہ، برہمن باڑیہ، بنگلہ دیش۔

27- محمد عبدالکریم غفرلہ۔ صدر ادارہ قومیہ، سلٹ۔

28- (دستخط)۔ خادم دارالافتاء مدرسہ معین الاسلام۔

29- محمد منصور الحسن غفرلہ۔ رائے پوری، سابق محدث دارالسلام، سلٹ۔

30- محمد غل الحق۔ محدث و ناظم تعلیمات جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مدرسہ، نام گنج۔

31- محمد نور الامین غفرلہ۔ خادم دارالافتاء مدرسہ اسلامیہ تانقی بازار کوتوالی، ڈھاکہ۔

32- محمد عبدالحکیم غفرلہ عنہ۔ خادم دارالافتاء مدرسہ اسلامیہ تانقی بازار کوتوالی، ڈھاکہ۔

33- محمد زکریا۔ الجامعہ الاسلامیہ، مومن شاہی۔

34- (دستخط)۔ مہتمم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم قاطعہ نام گنج صدر نظام المدارس نام

گنج۔

- 60- فضل الرحمن- مدیر جامعہ عربیہ فرید آباد، ڈھاکہ۔
- 61- محمد سراج الاسلام نائب- مدیر الجامعہ الاسلامیہ دارالعلوم مدینہ، ڈھاکہ۔
- 62- عبد الرشید- سابق شیخ الحدیث جامعہ حسینیہ عرض آباد میرپور، ڈھاکہ۔
- 63- محمد ضیاء المتین قاسمی- پیش امام تار مسجد اربانی ٹولہ ڈھاکہ، بنگلہ دیش۔
- 64- محمد فضل الحق غفرلہ- استاد مدرسہ دار القرآن تار مسجد، ڈھاکہ۔
- 65- محمد نور الاسلام عفا اللہ عنہ- استاد الحدیث دارالعلوم الحسینیہ علماء بازار، فیٹی۔
- 66- احمد حسن (ہارون) عفا اللہ عنہ۔
- 67- محمد تاج الاسلام گوہری بابوہل، حسی گنج۔
- 68- احقر صفی اللہ غفرلہ- معلم آئی بازار مدرسہ کرائی گنج، ڈھاکہ۔
- 69- احقر ابوطیب- خادم آئی بازار مدرسہ کرائی گنج ڈھاکہ۔
- 70- امداد الحق- شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مدنیہ بٹوات، سلبٹ۔
- 71- برہان الدین- مہتمم جامعہ حسینیہ میمن سنگھ۔
- 72- محمد فضل الحق- مفتی و محدث عباسیہ عالیہ مدرسہ، موکنا گاجہ، مومن شاہی۔
- 73- حسین احمد نعمانی- خطیب شاہی مسجد رانی بازار بھرپ کشور گنج۔
- 74- احقر عبدالمومن غفرلہ- رئیس الجامعہ المدنیہ نبی گنج حبیب گنج۔
- 75- محمد حسین احمد غفرلہ بارہ کوٹی- خادم الحدیث دارالعلوم حسینیہ ڈھاکہ دکن و مہتمم جامعہ اسلامیہ بارہ کوٹی، سلبٹ۔
- 76- محمد نور الاسلام- غفرلہ، سلبٹ۔
- 77- محمد عمران- استاد الحدیث بالجامعہ الحسینیہ عرض آباد میرپور، ڈھاکہ۔
- 78- دستخط غیر واضح۔
- 79- محمد عبد العزیز- بڑا کٹرہ مدرسہ، ڈھاکہ۔
- 80- محمد معظم حسین غفرلہ محدث کمرادی دارالعلوم مدرسہ، ڈھاکہ۔
- 81- محمد عبد الجلیل- مدیر کمرادی دارالعلوم مدرسہ، نرسنگھری۔
- 82- محمد سعید- مدرس کمرادی دارالعلوم مدرسہ، نرسنگھری۔
- 83- محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ- کمرادی دارالعلوم مدرسہ، نرسنگھری۔
- 84- محمد یوسف- مدرسہ مالی باغ، ڈھاکہ۔

- 35- محمد اشرف علی- غفرلہ مہتمم دارالعلوم مدنیہ بٹوات، سلبٹ۔
- 36- محمد عبد الککور- باگھا پوسٹ باگھا مدرسہ، سلبٹ۔
- 37- اسم غیر واضح۔
- 38- محمد ظہیر الحق- ناظم جمعیت علماء اسلام، بنگلہ دیش۔
- 39- قاضی معصوم باللہ- مہتمم و شیخ الحدیث مالی باغ جامعہ، ڈھاکہ۔
- 40- محمد ابو الخیر- مالی باغ جامعہ ڈھاکہ۔
- 41- اسم غیر واضح۔
- 42- محمد عبد الاحد- مالی باغ جامعہ، ڈھاکہ۔
- 43- جعفر احمد غفرلہ- خادم مالی باغ جامعہ، ڈھاکہ۔
- 44- نور حسین غفرلہ- محدث مالی باغ جامعہ، ڈھاکہ۔
- 45- محمد اشرف علی کان اللہ- محدث جامعہ عربیہ قاسم العلوم، کلا۔
- 46- مطیع الرحمن- جامعہ عربیہ امداد العلوم فرید آباد، ڈھاکہ۔
- 47- محمد عبد الحق غفرلہ- جامعہ عربیہ امداد العلوم فرید آباد، ڈھاکہ۔
- 48- ابو سعید- جامعہ عربیہ امداد العلوم فرید آباد، ڈھاکہ۔
- 49- عبد القدوس غفرلہ- جامعہ عربیہ امداد العلوم فرید آباد، ڈھاکہ۔
- 50- مفتی محمد وقاص غفرلہ- ایم پی، سابق شیخ الحدیث دارالعلوم، کھانا۔
- 51- عبد الحمید- دار القرآن شمس العلوم مدرسہ مالی باغ چودھری پارہ۔
- 52- محمد عبد العزیز- اسلامی یونیورسٹی اسٹوش، ٹانگا ٹیل۔
- 53- محمد عبد العظیم نظامی- مہتمم مدرسہ امدادیہ دارالعلوم سبلوک ڈی سکشن 12 میرپور، ڈھاکہ۔
- 54- ابو البشر محمد اسحاق غفرلہ- پیر صاحب شاتلی، چاندپور۔
- 55- محمد زکریا- خطیب بیت الامان جامع مسجد دھان منڈی، ڈھاکہ۔
- 56- محمد عطاء الرحمن خان- مدیر المساعدا الجامعہ الامدادیہ کشور گنج، بنگلہ دیش۔
- 57- محی الدین خان- ایڈیٹر ماہنامہ ”مدینہ“ ڈھاکہ۔
- 58- محمد عبد القدوس غفرلہ- مہتمم جامعہ اسلامی عربیہ کتوالی روڈ، ڈھاکہ۔
- 59- محمد نور الاسلام- مدرسہ مخزن العلوم کھیل گاؤں جو راستہ، ڈھاکہ۔

- 111- محمد انور حسین۔ تاج محل روڈ محمد پور، ڈھاکہ۔
- 112- رشید احمد۔ اطهر منزل، کشور، خٹخ۔
- 113- مجیب الرحمن۔ جامعہ اسلامیہ، مومن شانی۔
- 114- محمد عبدالستار۔ جامعہ امدادیہ، کشور، خٹخ۔
- 115- امداد اللہ۔ جامعہ امدادیہ، کشور، خٹخ۔
- 116- شبیر احمد۔ صدر اشرف العلوم مدرسہ، کشور، خٹخ۔
- 117- تنعم بن مولانا انور شاہ، کشور، خٹخ۔
- 118- سلطان احمد۔ علماء بازار۔
- 119- محمد منظور۔ الاسلام مالی باغ جامعہ، ڈھاکہ۔
- 120- کمال دیوان۔ کلی، خٹخ۔
- 121- ڈاکٹر ابوالحسن۔ چڑیاہ، مومن شانی۔
- 122- محمد اختر الزمان خالد۔ قاضی علاء الدین روڈ، ڈھاکہ۔
- 123- نور الاسلام۔ گورانی سنورا نوغاون۔
- 124- روح الامین بصرہ۔ پاریر ہاٹ، فیروز پور۔
- 125- قاضی محمد عبدالسلام رشیدی۔ ہسپتال روڈ، ہی، خٹخ۔
- 126- ابوماعذ (معصوم)۔ جامعہ عربیہ امدادیہ، فرید آباد۔
- 127- محمد ہمایون کبیر۔ مدرسہ محمدیہ عربیہ جاترا باڑی۔
- 128- جلال الدین۔ مدرسہ محمدیہ، جاترا باڑی۔
- 129- مولانا ابوالہاشم۔ شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ عربیہ ڈھاکہ۔
- 130- حسین احمد۔ مدرسہ رائے پور انرشنل۔
- 131- ذاکر حسین چودھری بارہ مدرسہ، ڈھاکہ۔
- 132- عبدالاحد۔ دار القرآن مدرسہ، ڈھاکہ۔
- 133- عبدالاول۔ امام ٹاؤن مسجد، ہی، خٹخ۔
- 134- محمد ادریس۔ ہورویا قربانیہ جامع العلوم مدرسہ (بروڑا) ککلا۔
- 135- رشید احمد۔ مہتمم مدینہ العلوم اسلامیہ عربیہ مدرسہ بروڑا، ککلا۔
- 136- محمد لطف۔ الرحمن ہورویا قربانیہ جامع العلوم مدرسہ بروڑا، ککلا۔

- 85- محمد شفیق الرحمن۔ امام درگاہ مسجد گلاب باغ۔
- 86- محمد ابوالکلام آزاد۔ مدرسہ الاسلامیہ۔
- 87- محمد اشرف علی۔ مدرسہ نوریہ اشرف آباد، ڈھاکہ۔
- 88- محمد زکریا سندیلہ۔ استاد الحدیث فرید آباد مدرسہ، ڈھاکہ۔
- 89- محمد عبدالخالق غفرلہ۔ فرید آباد مدرسہ، ڈھاکہ۔
- 90- قاری محمد علی عفا اللہ عنہ۔
- 91- محمد شمس الدین غفی عنہ۔
- 92- محمد عبدالخالق غفرلہ۔
- 93- محمد عبدالحق۔ مہتمم مدرسہ اسلامیہ مدینہ العلوم ہاشمی کارا، کولہ۔
- 94- دستخط غیر واضح۔
- 95- محمد ابو احمد۔ مدرسہ مخزن العلوم کھیل گاؤں، ڈھاکہ۔
- 96- محمد عبدالعزیز۔ استاذ حدیث مدرسہ دار العلوم، دیو نگر ام۔
- 97- محمد عبدالرزاق۔ سہٹ۔
- 98- محمد اصحاب الرحمن۔ ناظم تعلیمات مدرسہ دار العلوم دیو نگر ام، سہٹ۔
- 99- شمس الدین۔ میرپور، ڈھاکہ۔
- 100- عبدالقادر قاسمی۔ خانقاہ مجددیہ چلاش دھن باڑی، ٹانگا نیل۔
- 101- محمد ہارون الرشید۔ مفسر جامعہ عربیہ دار العلوم ککلی، سراج خٹخ۔
- 102- فقیر محمد عبداللطیف۔ ڈھاکہ۔
- 103- محمد عزیز الرحمن۔ عفا اللہ عنہ۔
- 104- حسین احمد غفرلہ۔ جامعہ سعیدیہ، حبیب خٹخ۔
- 105- عبدالقادر۔ قدم تلی شام پور، ڈھاکہ۔
- 106- محمد ابراہیم کمال۔ شام پور، ڈھاکہ۔
- 107- عبدالباری۔ رائی پور، ڈھاکہ۔
- 108- عبدالرزاق چودھری۔ علی مگر، سہٹ۔
- 109- محمد ہارون الرشید۔ ترابو سراج العلوم مدرسہ ترابو روپ خٹخ، نرائن خٹخ۔
- 110- عبدالرب۔ نیگی بازار مدرسہ غازی پور، ڈھاکہ۔

شیعوں نے اپنے دین کے بنیادی عقائد کی حیثیت دی ہے، اور یہ سب امور پوری امت مسلمہ کے نزدیک دین اسلام سے انکار بلکہ سراسر کفر، الحاد اور زندقہ ہے۔ واضح رہے کہ روافض اور شیعوں کی تکفیر کا فیصلہ کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے بلکہ زمانہ قدیم سے فقہاء اور محدثین کرام نے ان کے عقائد کفریہ کی بناء پر انہیں کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔

امام دارالہجرت امام مالک، ابن حزم اندلسی، امام شاطبی، شیخ عبدالقادر جیلانی، حنبلی، شیخ الاسلام ابن تیمیہ حنبلی، مجدد الف ثانی حنفی، شاہ ولی اللہ دہلوی، شاہ عبدالعزیز حنفی، قاضی عیاض مالکی، ملا علی قاری حنفی، بحر العلوم حنفی اور اصحاب فتاویٰ میں سے صاحب فتح القدیر ابن ہمام، سلطان عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں دو سو علماء اور مفتین کرام کا مرتب کردہ فتاویٰ عالمگیری کا فیصلہ اور علامہ ابن عابدین شامی کے فتویٰ کے بعد روافض کی تکفیر میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا ہے، جبکہ اب سے تقریباً پچاس سال قبل امام اہل السنۃ والجماعہ حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک اجتماعی فتویٰ ترتیب دے کر شائع کیا تھا جس میں اس وقت دارالعلوم دیوبند کے تمام مدرسین اور مفتیان کرام کے علاوہ بہت سے علماء کرام کے دستخط تھے، خاص کر مولانا مفتی مسعود صاحب، مفتی محمد شفیع صاحب مہتمم دارالعلوم کورنگی کراچی، مولانا رسول خاں صاحب، حضرت مولانا اصغر حسین صاحب دیوبندی، مولانا محمد انور چاند پوری، مولانا ابراہیم بلیاوی، مولانا خلیل احمد مراد آبادی، مولانا سید حسین احمد مدنی، مفتی مہدی حسن شاہ جہان پوری، حضرت مولانا عبدالرحمن امروہی، مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ صاحب وغیرہ اکابر علماء دیوبند اور بہت سے علماء اہل حدیث کے دستخط ثبت ہیں اور جماعت بریلوی کے بانی مولانا احمد رضا خان نے رد شیعہ پر ایک مبسوط فتویٰ تحریر کر کے ”رد الرافضہ“ کے نام سے شائع کیا ہے۔

ان اکابر کے فتویٰ کے بعد بھی اگر شیعوں کی تکفیر میں کسی کو شبہ ہے تو اس پر بڑی حسرت کی بات ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے سینہ کو حق بات کے سمجھنے سے تنگ کر دیا ہے اور تاحال گمراہی میں چھوڑ رکھا ہے، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ہدایت نصیب فرمائے۔

اس لئے ہمارا ادارہ ”مجمع البحوث الاسلامیہ العلمیہ بنگلہ دیش“ کے اراکین نے متفقہ طور پر حضرت علامہ مولانا حبیب الرحمن اعظمی (ہندوستان) کے جواب اور حضرت مفتی اعظم

137- مشتاق احمد۔ جامعہ دینیہ موتی جیل، ڈھاکہ۔

138- محمد مصطفیٰ کمال پاشا خاں عفی عنہ۔

139- قاسم کملانی۔ عرض آباد مدرسہ میرپور، ڈھاکہ۔

140- محمد عثمان غنی۔ شوہڈ اکیرانی گنج، ڈھاکہ۔

141- محمد اسماعیل، مخزن العلوم مدرسہ کھیل گاؤں ڈھاکہ۔

142- عبدالمالک۔ استاد ٹکولی مدرسہ، مین سنگھ۔

143- شمس الاسلام۔ ہاٹ ہزاری مدرسہ۔

144- عبدالقادر۔ استاد حدیث بالجامعہ العربیہ قاسم العلوم ظفر آباد۔

145- حبیب اللہ مانگ گنج۔

146- محمد عبدالکریم۔ خطیب بیت النور جامع مسجد تیج گاؤں۔

147- عتیق الرحمن۔ غفر گاؤں مومن شاہی۔

148- احقر نعمت اللہ۔ استاد جامعہ عربیہ، ڈھاکہ۔

149- محمد انیس الحق۔ جامعہ حسینیہ میرپور، ڈھاکہ۔

150- شیخ الحدیث جامعہ اعزازیہ، جبریل اسٹیشن۔

14- مجمع البحوث الاسلامیہ العلمیہ، بنگلہ دیش۔

الجواب باسمہ تعالیٰ

صورت مسئلہ میں شیعہ اثنا عشریہ کے بارے میں فاضل مستفتی حضرت علامہ مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم نے شیعوں کے جن بنیادی عقائد کفریہ کو ان کی مستند کتابوں سے حوالہ کے ساتھ نقل فرمایا ہے ان میں سے ہر عقیدہ ایسا ہے کہ ان کے کفر اور ارتداد کے لئے کافی ہے، جبکہ شیعوں کے مذکورہ بالا عقائد باطلہ کے علاوہ بے شمار کفریات ایسے ہیں کہ ان کو دیکھ کر اور پڑھ کر کوئی ایماندار آدمی انہیں مسلمان نہیں کہہ سکتا، نہ انہیں مسلمان سمجھ سکتا ہے۔

تحریف قرآن کا عقیدہ، مسئلہ امامت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں شیعوں کا عقیدہ کہ العیاذ باللہ تمام صحابہ تین کے علاوہ مرتد ہو گئے تھے۔ یہ امور ایسے ہیں کہ جن کو

- 17- محمد عبدالقادر شریعت پوری۔
- 18- عبدالحکیم نترکونا۔
- 19- محمد ابو موسیٰ کشور گنجی۔
- 20- محمد حسن چانگائی۔
- 21- محمد عبدالغفار فرید پوری۔
- 22- محمد یونس علی فرید پوری۔
- 23- شہید الاسلام فرید پوری۔
- 24- ابوالبشر شریعت پوری۔
- 25- کفایت اللہ سندھوی۔
- 26- محمد اسحاق ڈاکوی۔
- 27- محمد مسعود الرحمن فرید پوری۔
- 28- ابو جعفر فرید پوری۔
- 29- روح الامین فرید پوری۔
- 30- شفیق الرحمن بسیروی۔
- 31- نور اللہ ہاتوی۔
- 32- محمد ابراہیم حسن مطلوب کملائی۔
- 33- عزیز الحق سلہٹی۔
- 34- سعید الرحمن رنگ پوری۔
- 35- عبداللہ ڈاکوی۔
- 36- محمود الحسن مومن سنگھ۔
- 37- مجتبیٰ چانگائی۔
- 38- ایوب چانگائی۔
- 39- محب اللہ چانگائی۔

پاکستان مفتی دل حسن خان ٹونگی، جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن پاکستان کے جواب سے اتفاق کیا، اور ان کے فتاویٰ کی توثیق کردی، اور یہ فیصلہ دیا ہے کہ شیعہ اثنا عشری جن کے عقائد مذکورہ بالا کفریات کے علاوہ دوسرے بے شمار کفریات اور زندگی پر مشتمل ہیں، وہ کافر لحد اور زندیق ہیں جب تک وہ ان کفریات سے توبہ نہیں کرتے ان سے کسی قسم کا اسلامی رشتہ تعلقات جائز نہیں ہے، ان سے مناکحت جائز نہیں، ان کی نماز جنازہ میں شرکت کرنا جائز نہیں، ان کو مسلمانوں کے مقبرہ میں دفن کرنا جائز نہیں شیعہ مسلمان کا وارث نہ ہوگا۔
فقط واللہ اعلم۔

-- کتبہ: محمد انعام الحق چانگائی 1408/5/8ھ۔

تصدیقات اراکین مجمع البحوث الاسلامیہ العلمیہ، بنگلہ دیش

- 1- مفتی عبدالسلام صاحب چانگائی، مشیر خاص مجمع البحوث الاسلامیہ العلمیہ، بنگلہ دیش۔
- 2- مفتی شبیر احمد صاحب کملائی۔
- 3- مفتی جسیم الدین صاحب چانگائی۔
- 4- مفتی محمود الحسن صاحب چانگائی۔
- 5- مفتی شہید اللہ کنوی۔
- 6- محمد حفظ الرحمن کملائی۔
- 7- محمد بڈل الرحمن بریللی۔
- 8- محمد عبدالحی بریللی۔
- 9- تاج الاسلام کشور گنجی۔
- 10- شہاب الدین فیروز پوری۔
- 11- محمد رستم کھٹوی۔
- 12- فیض اللہ چاند پوری۔
- 13- محمد شہید اللہ گوپال گنجی۔
- 14- محمد عبدالرشید گوپال گنجی۔
- 15- مولانا شمس الاسلام مومن شاہی۔
- 16- محمد بلال الدین کملائی۔

اجلاس میں شریک ہونے والے علماء کرام کے اسماء گرامی

- 1- مولانا اسماعیل کستھاری۔ صدر حزب العلماء۔
- 2- مولانا یعقوب مفتاحی۔ سیکرٹری حزب العلماء۔
- 3- مولانا عبدالرشید ربانی۔ سیکرٹری جمعیت علماء۔
- 4- مولانا احمد پاندور۔ صدر جمعیت علماء۔
- 5- مولانا محمد حسن۔ صدر مرکزی جمعیت علماء۔
- 6- مولانا فضل حق۔ نائب سیکرٹری مرکزی جمعیت علماء۔
- 7- مولانا لطف الرحمن۔ نائب صدر مرکزی جمعیت علماء۔
- 8- مولانا فتح محمد لہر۔ خزانچی جمعیت علماء۔
- 9- مولانا عبداللہ۔ خزانچی حزب العلماء۔
- 10- مولانا ولی اللہ۔ ناظم نشر و اشاعت حزب العلماء۔
- 11- مولانا موسیٰ کماڑی۔ سرپرست حزب العلماء۔
- 12- مولانا اسماعیل حاجی۔ ناظم شرعی پمچایت حزب العلماء۔
- 13- مولانا قاری سلیمان۔ خطیب مسجد انیس الاسلام۔
- 14- مولانا مفتی محمد مصطفیٰ۔ خطیب مسجد لندن۔
- 15- مولانا اسماعیل اکوبت۔ خطیب مسجد قوہ الاسلام۔
- 16- مولانا قاری حنیف۔ خطیب مسجد توحید الاسلام۔
- 17- مولانا مفتی عبدالصمد۔ مدرس دارالعلوم بری۔
- 18- مولانا قاری اسماعیل۔ مدرس دارالعلوم بری۔
- 19- مولانا قاری نور محمد۔ خطیب جامع مسجد بڑید قورڈ۔
- 20- مولانا ابراہیم۔ خطیب مسجد میرٹھن۔
- 21- مولانا یعقوب۔ خطیب طیبہ مسجد۔
- 22- مولانا یعقوب۔ خطیب زکریا مسجد۔
- 23- مولانا ولی اللہ۔ خطیب مکی مسجد۔
- 24- مولانا سلمان۔ خطیب مسجد ہنر لنگٹن۔
- 25- مولانا عبدالرزاق۔ خطیب جامع مسجد برتلی۔

15- برطانیہ میں مقیم حضرات علمائے کرام کی اجتماعی توثیق

برطانیہ میں مقیم علماء کی ایک تنظیم ”حزب العلماء“ یو۔ کے کی دعوت پر 2 اپریل 88ء کو برطانیہ کے علماء کرام کا ایک اہم اجلاس وہاں کے ممتاز عالم دین مولانا موسیٰ کماڑی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں علماء کی کئی نمائندہ تنظیموں کی طرف سے سو سے زیادہ علماء کرام نے شرکت کی۔ اس اجلاس میں ثینی اور اثنا عشریہ کی تکفیر کے مسئلہ پر بھی غور کیا گیا اور اس سلسلہ میں ایک تجویز متفقہ طور پر منظور کی گئی۔ حزب العلماء (یو۔ کے) کے سیکرٹری مولانا یعقوب مفتاحی صاحب نے مذکورہ تجویز اور ممتاز شرکاء اجلاس کے اسماء گرامی کی فہرست، الفرقان کے اس خصوصی شمارہ میں اشاعت کے لئے ارسال فرمائی ہے۔ ذیل میں وہ تجویز بعینہ مولانا یعقوب مفتاحی صاحب کے شکریہ کے ساتھ شائع کی جا رہی ہے۔

حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب مدظلہ العالی کی دینی خدمات روز روشن کی طرح مسلم ہیں۔ آپ کی شاندار تصانیف سے امت مسلمہ کو جو فائدہ پہنچا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس میں ابھی پچھلے دنوں کی معرکتہ الارا تصنیف ”امام ثینی اور شیعیت“ جو ہزاروں صفحوں کے مطالعہ اور عرق ریزی کے ساتھ حالت امراض اور پیرانہ سالی کے باوجود منظر پر لائی گئی، اس سے الحمد للہ دنیا بھر کے علماء کرام اور عوام کو بہت ہی فائدہ حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا مدظلہ کو بہت ہی جزائے خیر عطاء فرمائے۔ آمین

اس کتاب کے شائع ہونے کے بعد حضرت مولانا کے استفتاء کے جواب میں ہندوپاک کے بزرگان دین اور مفتیان شرع متین کا جو ”متفقہ فیصلہ“ شائع ہوا ہے، برطانیہ کے علماء کرام کا یہ نمائندہ اجلاس اس کی تصدیق کرتا ہے۔ حقیقت میں اثنا عشری شیعوں کے خلاف اسلام عقائد مثلاً ختم نبوت کا انکار اور تحریف قرآن کے قائل ہونے کی وجہ سے بلاشبہ یہ لوگ کافر مرتد ہیں۔

منجانب: حزب العلماء یو۔ کے۔ جمعیت علماء، برطانیہ۔ مرکزی جمعیت علماء یو۔ کے۔
احقر: یعقوب مفتاحی، سیکرٹری حزب العلماء یو۔ کے۔
21- پام سٹریٹ، بلیک برن (لینکس) یو۔ کے۔

21- Palm Street, Blackburn (Lanc's) U.K.

- 26- مولانا فاروق- خطیب مسجد برمنگھم۔
- 27- مولانا عبید الرحمن کیمل پوری- خطیب مسجد۔
- 28- مولانا محمد اسلم زاہد- خطیب مسجد۔
- 29- مولانا محمد ازہر- شیفلڈ۔
- 30- مولانا حافظ احمد- خطیب مسجد۔
- 31- مولانا یعقوب آچھوی- صدر مدرس۔
- 32- مولانا عبدالرشید کلوی- خطیب مسجد لندن۔
- 33- مولانا اسماعیل بھوٹا- خطیب مسجد لندن۔
- 34- مولانا موسیٰ علی- نائب مہتمم بچوں کا گھر آمود۔
- 35- مولانا عثمان خلیفہ۔
- 36- مولانا محبوب کراڈی- خطیب مسجد چورلی۔
- 37- مولانا محمد اقبال۔
- 38- مولانا محمد فہیم- خطیب مسجد۔
- 39- مولانا قاری عبدالجلیل منی پوری- خطیب مسجد۔
- 40- مولانا احمد سیدات۔
- 41- مولانا احمد علی مانیک پوری- خطیب جامع مسجد۔
- 42- مولانا صالح سیدات۔
- 43- مولانا حافظ ابراہیم صوفی۔
- 44- مولانا یعقوب من من۔
- 45- مولانا یعقوب بخش۔
- 46- مولانا یعقوب قلموی۔
- 47- مولانا یوسف کراڈی۔
- 48- مولانا عمر منوری۔
- 49- مولانا ہاشم یعقوب۔
- 50- مولانا داؤد مفتاحی۔

- 51- مولانا ولی اللہ آدم۔
- 52- مولانا قاری عبدالرشید ٹیلر۔
- 53- مولانا یعقوب متاوار۔
- 54- مولانا داؤد کستھاروی۔
- 55- مولانا عبداللہ احمد۔
- 56- مولانا حسن خطیب مسجد۔
- 57- مولانا یعقوب آدم۔
- 58- مولانا محمد امین- خطیب مسجد لیڈز۔
- 59- مولانا منصور احمد۔
- 60- مولانا ابراہیم کھسی۔
- 61- مولانا محمد کوٹھی- خطیب مسجد لنکاسٹر۔
- 62- مولانا محمد ابراہیم- خطیب مسجد لنکاسٹر۔
- 63- مولانا محمد موسیٰ- بری۔
- 64- مولانا فضل الحق- خطیب مسجد مانچسٹر۔
- 65- مولانا یوسف۔
- 66- مولانا اسماعیل- وولورھٹن۔
- 67- مولانا عبدالحق ڈیسائی- پرستون۔
- 68- مولانا فاروق ڈیسائی- پرستون۔
- 69- مولانا فاروق ڈیسائی- بولٹن۔
- 70- مولانا داؤد لیلوا- بولٹن۔
- 71- مولانا عبدالحمید علی۔
- 72- مولانا قاری عبدالغفور۔
- 73- مولانا مفتی عنایت مفتاحی- بلیک برن۔
- 74- مولانا حافظ ہاشم۔
- 75- مولانا علی محمد برمنگھم۔

کلام آخر

مقدمہ میں شیعیت بالخصوص شیعہ اثنا عشریہ جعفریہ کے عقائد و افکار کے حوالہ سے جو گزارشات کی گئی تھیں اس کتاب کے مکمل مطالعہ کے بعد امید ہے کہ تمام سنی مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے علمائے کرام، مشائخ عظام، سادات قریش و بنی ہاشم، جدید تعلیم یافتہ حضرات اور دیگر قارئین کرام اس نتیجہ سے اتفاق کریں گے کہ شیعہ اثنا عشریہ جعفریہ قرآن و سنت، امامت و خلافت، صحابہ کرام، ارکان اسلام، تقیہ و متعہ و رجعت و بداء، غرض تمام امور دین میں فکری و فقہی انحرافات کے حامل ہیں جن کی بناء پر اہل سنت والجماعت کے تمام فقہی و فروعی مکاتب فکر کے علماء و مشائخ، شیعہ اثنا عشریہ کو منکرین ختم نبوت اور دائرہ ایمان و اسلام سے خارج قرار دینے پر متفق ہو چکے ہیں۔ اور اس سلسلہ میں اہل تشیع کے قدیم و جدید افکار و تصانیف نیز علماء و مشائخ اہل سنت کے اقوال و فتاویٰ کے حوالہ سے اتنا مواد جمع ہو چکا ہے، جو نہ صرف شیعہ اثنا عشریہ کی تکفیر کا کافی ثبوت فراہم کرتا ہے بلکہ عقائد و رسومات کے لحاظ سے شیعیت کو یہودیت، مجوسیت، نصرانیت اور مسخ شدہ اسلام کا آمیزہ و ملغوبہ ثابت کرنے کے لئے بھی کفایت کرتا ہے۔

اس نازک اور سمجھبیر صورت احوال میں عقائد و افکار، نکاح و ازدواج، ذات پات اور مذہبی رسومات سمیت کسی بھی اعتقادی و معاشرتی حوالہ سے نہ صرف اہل تشیع کے ساتھ ممانعت و مفاہمت خارج از امکان ہے بلکہ علماء و مفتیان کرام، سادات و مشائخ عظام، جدید تعلیم یافتہ ارباب علم و دانش اور دیگر خواص و عوام اہل سنت کی جانب سے اس بات کا تصور بھی اہل سنت والجماعت کے لئے زہر قاتل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اس سلسلہ میں ماضی قریب و بعید میں شیعہ اثنا عشریہ کے بارے میں بالخصوص اور تمام اہل تشیع کے حوالہ سے بالعموم اعتقادی معلومات کی کمی یا شیعہ اثرات کے تحت یا ذات پات کی بے جا پابندیوں کی وجہ سے جو غلطیاں، کوتاہیاں اور لغزشیں، رشتوں ناطوں اور مختلف دینی و معاشرتی امور میں اشتراک عمل کے حوالہ سے سرزد ہوتی رہی ہیں، ان کی تلافی بھی اس امر کی متقاضی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار و دعا کے ساتھ ساتھ تمام سنی فقہی مسالک اور روحانی سلاسل تصوف سے وابستہ علماء و مشائخ اہل سنت ایک موثر و متحدہ فکری و دینی تحریک کی شکل اختیار کریں اور تمام مساجد و منابر، مدارس و جامعات، خانقاہات و مزارات اور دیگر جملہ مقامات

- 76۔ مولانا ایوب کھڑدوی۔
- 77۔ مولانا رفیع الدین۔
- 78۔ مولانا یعقوب ہرمتی۔
- 79۔ مولانا موسیٰ کتھاروی۔
- 80۔ مولانا رفیق احمد۔ یسٹر۔
- 81۔ مولانا بلال۔ لندن۔
- 82۔ مولانا شبیر۔ لندن۔
- 83۔ مولانا یوسف باری والا۔
- 84۔ مولانا عثمان سلیمان۔
- 85۔ مولانا زبیر احمد۔
- 86۔ مولانا مسعود احمد۔ خطیب مسجد۔
- 87۔ مولانا اکرم۔
- 88۔ مولانا سمیر الدین ہماری۔
- 89۔ مولانا عبد الاحد۔
- 90۔ مولانا ابراہیم بوبات۔
- 91۔ مولانا ابراہیم جوگوری۔
- 92۔ مولانا یوسف جھنگاریا۔
- 93۔ مولانا ابراہیم بھیات۔ برمنگھم۔
- 94۔ مولانا قاری آدم کتھاروی۔

شم آمین۔

علاوہ ازیں تمام قارئین سے درخواست ہے کہ دنیاوی و مادی منفعت کے بجائے دینی و اخروی سعادت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کتاب کو علماء و مشائخ اور جدید تعلیم یافتہ حضرات کی زیادہ سے زیادہ تعداد تک پہنچایا جائے۔ نیز ان سب کے توسط سے کتاب کے ضروری مندرجات کو کروڑوں ناخواندہ عوام اہل سنت تک پہنچانے اور ان کے ذہن نشین کرانے میں بھی کوئی کمی اور کوتاہی نہ فرمائی جائے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ تمام اہل سنت والجماعت کو انبیاء و مرسلین (ع) خاتم النبیین (ص) ازواج و اولاد جملہ اہل بیت رسول (ص) نیز ایک لاکھ سے زائد تمام صحابہ کرام سلام اللہ و رضوانہ علیہم اجمعین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے، اور تمام اقلیتی فرقوں کے گمراہ کن عقائد بالخصوص اہل تشیع کے اعتقادی و ثقافتی اثرات سے سنی اکثریت اور عالم اسلام کو محفوظ و مامون رکھے۔ آمین یا رب العالمین۔ وبالله التوفیق وهو المستعان وانہ علی کل شئی قدير۔

خواص و عوام پر قول و فعل، علم و عمل، تحریر و تقریر اور تنظیم و تحریک ہر لحاظ سے پاکستان اور عالم اسلام کی سنی العقیدہ غالب اکثریت کی دینی و روحانی تربیت کریں اور انہیں ہر سطح پر شیعیت کی حقیقت سے روشناس کرانے کے سلسلے میں اپنی تمام تر صلاحیتیں اور قوتیں صرف کر دیں۔ نیز اس تحریک رد تشیع کے ضمن میں ان تمام افکار و رسومات سے بھی خواص و عوام کو سختی سے پرہیز اور اجتناب کی ہدایت و تلقین کی جائے جو بظاہر نقصان دہ یا ممنوع نہیں مگر درحقیقت فروغ تشیع اور شیعوں سے مذہبی اختلاف و مشابہت کا باعث ہیں۔ تاہم کسی بھی حوالہ سے عملی تصادم سے سختی سے اجتناب کیا جائے تاکہ قوی وحدت، اسلامی رواداری، شرف انسانیت، حرمت جان و مال اور پرامن بھائی باہم مجروح و داغدار نہ ہونے پائے اور حکمت و موعودہ حسنہ کے ساتھ تبلیغ حق کا فریضہ بھی سرانجام دیا جاسکے۔

اس کے ساتھ ہی اہل سنت کے ان تمام افراد و طبقات و تنظیمات کو بطور خاص اہل تشیع کے باطل عقائد سے روشناس کرانے کا اہتمام کیا جائے جو ابھی تک معلومات کی کمی کی وجہ سے سنی۔ اثنا عشری یا شیعہ۔ سنی اختلاف کو حق و باطل یا کفر و اسلام کے اختلاف کے بجائے امت کے دو فرقوں کا باہمی اختلاف سمجھتے ہوئے غیر جانبداری اور وسیع المشربی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ اور بجا طور پر توقع کی جاسکتی ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ سے علماء و مشائخ اور دیگر قارئین کرام کو کتاب کے بعض مندرجات سے ممکنہ جزوی اختلاف کے باوجود بطور مجموعی اتنا علمی مواد اور ذخیرہ معلومات یکجا و مرتب شدہ شکل میں مل جائے گا جو اہل سنت والجماعت کے جملہ فقہی مسالک اور روحانی سلاسل کے اکابرین و متبعین کے لئے فکری و اعتقادی اور عملی و معاشرتی ہر دو لحاظ سے فیصلہ کن ثابت ہوگا۔

رب کائنات سے عاجزانہ دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو جو اہل سنت والجماعت کے تمام مکاتب فکر کے علماء و مشائخ و دانشوران کی طویل محنت و ریاضت کا حاصل و خلاصہ ہے، پاکستان کے لاکھوں علماء و مشائخ و تعلیم یافتہ حضرات میں قبول عام عطاء فرمائے اور ان سب کے توسط سے پاکستان کی نوے فیصد سے زائد سنی العقیدہ اکثریت کو بالخصوص نیز برصغیر و عالم اسلام کی غالب سنی اکثریت کو بالعموم شیعیت اور اثنا عشری جعفری عقیدہ و مذہب کے بطلان و ہزیمت کا ذریعہ بنائے۔ اور ساتھ ہی اگر اس کتاب میں کسی وجہ سے کوئی خلاف واقعہ یا غلط بات شامل ہوگئی ہو تو اس کے منفی اثرات سے عوام و خواص کو محفوظ و مامون رکھے۔ آمین

نداء الاسلام الى جميع العلماء الكرام
والمشائخ العظام وامة الاسلام-

☆ يا علماء الاسلام واولياء الرحمان وامة الاسلام

استيقظوا وايقظوا الناس من نومهم العميق

وكونوا يدا واحدة على اعداء السنة والجماعة

☆ الذين غيروا كلمة الاسلام والاذان واحكم الرضوء وميئة الصلاة

☆ كما بدلوا اوقات السحر والافطار واحكام الحج والخمس

والزكاة

☆ والذين اعتقدوا بتحريف القرآن وابطلوا تراث الحديث المروى

عن الصحابة الكرام-

والذين انكروا شرعية امامة ابي بكر و عمر و عثمان بن عفان

عليهم من الله رضوان

☆ والذين آمنوا بالامامة المنصومة المعصومة المفترضة الطاعة

الافضل من النبوة والرسالة لانتمهم الاثنى عشر مع اعتقادهم بخضوع

جميع ذرات الكون لولايتهم التكوينية-

☆ وكذلك خصصوا انتمهم بمعجزات الأنبياء والمرسلين ورفعوا

اقوالهم الى درجة احاديث سيد المرسلين و سنن خاتم النبيين باسم

احاديث المعصومين جاعلين الائمة مشاركين في السنة والنبوة-

☆ والذين فسقوا الصحابة وكفروهم الانفرا منهم لاقرارهم بامامة و

خلافة ابي بكر و عمر و عثمان قبل على الامام-

☆ كما انهم خالفوا نص القرآن باخراج امهات المؤمنين من اهل

بيت نبي الاسلام(ص) وارتكبوا جريمة اهانة الرسول بنسبتهم ثلاثا من

بنات الرسول الاربع الى غير نبي الاسلام(ص) بلا حجة ولا دليل

كالانعام-

☆ والذين لجأوا الى التقية والمتعة والبداء والرجعة وغير هامن

الخرافات باسم الاسلام-

☆ والذين حرموا على انفسهم الاستفادة من علوم القرآن والسنة

والفقه والشرعية المنقولة عن طريق الصحابة الكرام-

☆ والذين لاحظ لهم ولا نصيب من سلاسل التصوف والروحانية بدأ

من سلسلة الشيخ ابن العربي الى الاويسية والقادرية والسهروردية

والنقشبندية والجشتية وغيرها- بل اتفق قادة جميع هذه السلاسل

الروحانية واتباعهم على تكفير الروافض وتضليل الشيعة وعدم قبول

البيعة منهم لكونهم اعداء الخلفاء والصحابة والدين الشريعة-

☆ والذين غدروا سيدنا عليا والحسن ايام خلافتها ودعوا سيدنا

الحسين الى الكوفة بألاف رسائلهم لمبايعته ثم لم ينصروه واسرعوا الى

بيعة ابن زياد و كانوا يزيدون على مائة الف فاستشهد الحسين

واصحابه مظلومين نتيجة لمثوا مراتهم-

فاستيقظوا يا علماء الاسلام واولياء الرحمان

وايقظوا الناس و دافعوا عن الشريعة والاسلام وكرامة الانبياء

والصحابة الكرام-

وانقذوا امة القرآن من مؤامرات الفرق الباطلة المنسوبة الى

الاسلام-

وفقم الله لما يحب ويرضى وخذل اعداء السنة والجماعة خذلانا

تاما الى يوم القيامة- آمين يا رب العالمين-

وصلى الله تعالى على خاتم النبيين والمنصومين المعصومين

وعلى ازواجه واولاده واصحابه واتباعه اجمعين-

سارا لیا۔

☆ جن کا روحانیت و تصوف کے جملہ سلاسل (سلسلہ شیخ ابن عربی، اویسیہ، قادریہ، سروردیہ، نقشبندیہ، چشتیہ وغیرہ) میں کوئی حصہ نہیں بلکہ ان سب روحانی سلاسل کے مرشدین و قائدین تکفیر و انفض و دشمنان صحابہ نیز اہل تشیع کو گمراہ و باطل قرار دینے پر متفق ہیں اور دشمنان خلفاء و صحابہ و دین و شریعت ہونے کی بناء پر ان سے بیعت قبول نہ کرنے پر بھی متفق ہیں۔

☆ جو سیدنا علی و حسن سے ان کے زمانہ خلافت میں غداری اور بے وفائیاں کرتے رہے۔ پھر سیدنا حسین کو بیعت کے لئے کوفہ تشریف لانے کی دعوت دیتے ہوئے ہزاروں خطوط لکھے۔ اور ایک لاکھ سے زائد تعداد میں ہونے کے باوجود بے وفائی کرتے ہوئے انہیں بے یار و مددگار چھوڑ کر ابن زیاد کی بیعت بسرعت تمام کر لی، پس حسین و رفقاء حسین ان کی سازشوں کے نتیجے میں شہید ہو گئے۔

☆ اے علمائے اسلام و اولیائے رحمان! اٹھو اور عوام الناس کو بیدار کرو۔

☆ شریعت و اسلام اور ناموس انبیاء و صحابہ کرام کا دفاع و تحفظ کرو۔

☆ اور امت قرآن کو اسلام سے منسوب باطل فرقوں کی سازشوں سے بچالو۔

☆ اللہ تم سب کو اپنی رضا و پسند کے مطابق عمل کی توفیق دے۔

☆ اور دشمنان سنت و جماعت کو تاقیامت ذلت و رسوائی عطاء فرمائے۔ آمین۔

☆ و صلّی اللہ تعالیٰ علی خاتم النبیین و المنصوبین المعصومین

و علی آلہ و ازواجہ و اصحابہ و اتباعہ اجمعین۔

☆ صدائے اسلام بنام علمائے کرام و مشائخ عظام و امت اسلام

☆ اے علمائے اسلام و اولیائے رحمان و امت اسلام!

☆ اٹھو اور عوام الناس کو خواب غفلت سے بیدار کرو اور دشمنان سنت و جماعت کے مقابلے میں متحد ہو کر سیمہ پلائی ہوئی دیوار بن جاؤ۔

☆ ان لوگوں کے مقابلے میں جنہوں نے کلمہ اسلام و اذان، حکم و ضوع و صورت نماز کو بدل ڈالا۔

☆ نیز اوقات محروانہ اور احکام حج و خمس و زکات میں تغیر و تبدل کر دیا۔

☆ جنہوں نے تحریف قرآن کا عقیدہ اپنایا اور صحابہ کرام (رض) سے روایت شدہ سریاہی حدیث کو باطل ٹھہرایا۔

☆ جنہوں نے سیدنا ابوبکر و عمرو عثمان رضی اللہ عنہم کی شرعی امامت کا انکار کیا۔

☆ جو اپنے بارہ اماموں کی امامت منصوصہ و معصومہ، مفترض الظاہ، افضل من النبوة و الرسالہ پر ایمان لائے اس اعتقاد کے ساتھ کہ کائنات کا ذرہ ذرہ ان کے ائمہ کی سلطنت و اقتدار تکوینی کا تابع و غلام ہے۔

☆ نیز جنہوں نے معجزات انبیاء و مرسلین کو اپنے ائمہ کے ساتھ مخصوص کیا اور اقوال ائمہ کو احادیث معصومین کا نام دے کر سید المرسلین و خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث و سنن کے مقام تک پہنچایا اور اس طرح اپنے ائمہ کو سنت و نبوت میں شریک ٹھہرانے کا باعث بنے۔

☆ جنہوں نے گنتی کے چند افراد کو چھوڑ کر تمام صحابہ کرام (رض) کو سیدنا علی سے پہلے سیدنا ابوبکر و عمرو عثمان رضی اللہ عنہم کی بیعت امامت و خلافت کرنے کی بناء پر فاسق و کافر قرار دیا۔

☆ جو نبی اسلام (ص) کے اہل بیت میں سے ازواج رسول اصحات المؤمنین کو خارج قرار دے کر نص قرآنی کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوئے اور تین دختران پیغمبر کو بے عقل جانوروں کی طرح بلا دلیل و حجت نبی اسلام کی بجائے دوسرے باپ کی طرف منسوب کر کے جرم توہین رسول کے مرتکب ہوئے۔

☆ جنہوں نے اسلام کے نام پر تقیہ، متعہ، رجعت، بداء اور ایسی ہی دیگر خرافات کا

فهرست المراجع (عربي)

- 1- الله جل جلاله - القرآن الكريم
- 2- ابن أبي العز الحنفى - شرح العقيدة الخووية 'لاهور' المكتبة السلفية '1399 هـ / 1979ء -
- 3- ابن البرزاز، الحافظ محمد بن محمد بن شهاب - الفتاوى البرزازية على هامش الفتاوى الهندية، طبع الهند -
- 4- ابن تيمية، المنبى - الصدام السلولى على شاتم الرسول (ص) -
- 5- ابن تيمية، المنبى - مناجى السنة -
- 6- ابن حجر العسقلانى - الاصلية فى تمييز الصحابة -
- 7- ابن حزم، الظاهري - جمهرة الانساب -
- 8- ابن حزم، الظاهري - الفصل فى الملل والاهواء والنحل -
- 9- ابن خلدون - مقدمة تاريخ العبر، مصر، مطبعة مصطفى محمد -
- 10- ابن خلكان - وفيات الاعيان -
- 11- ابن عابدين الشافى - رد المحتار -
- 12- ابن عابدين الشافى - تنبيه الولاة والحكام على احكام شاتم خير الانام او احد اصحاب الكرام فى "رسائل ابن عابدين" طبع لاهور، سبيل اكيذى -
- 13- ابن عبد البر - الاستيعاب -
- 14- ابن النجى، زين العابدين - البحر الرائق شرح كنز الدقائق -
- 15- ابن الممام، كمال الدين - فتح القدير شرح الهداية -
- 16- الآلوسى، شهاب الدين محمود - تفسير روح المعانى -
- 17- احمد مفتى زاده، الشيخ - آخر لقاء و آخر كلمة (المترجم: مسلم ايرانى)، سلسلة قضايا اهل السنة فى ايران -
- 18- الاشعرى - مقالات الاسلاميين، القاهرة، مكتبة النسخة المصرية، الطبعة الاولى -
- 19- انور شاه، اكاشميرى - افكار الملحدون -
- 20- بحر العلوم عبد العلى، الكهنوى - فواتح الرحموت شرح مسلم الشبوت -
- 21- البخارى، محمد بن اسماعيل - الجامع الصحيح (صحيح البخارى) -

- 22- بحر العلوم، عبد العلى الكهنوى - فواتح الرحموت شرح مسلم الشبوت -
- 23- جماعة من علماء الاحناف - الفتاوى الهندية (الفتاوى العاليمية) -
- 24- الحبيب التبريزى، دلى الدين محمد العرى - مشكاة المصابيح -
- 25- الحمينى، سيد روح الله - تحرير الوسيلة، طبع ايران -
- 26- الحمينى، سيد روح الله - الحكومة الاسلامية (ولاية الفقيه) مطبوعة الحركة الاسلامية فى ايران -
- 27- الحمينى، سيد روح الله - مختارات من اقوال الامام الحمينى (المجلد الثانى)، (المترجم: محمد جواد المهرى) وزارة الارشاد الاسلامى، تهران 1402 هـ - ق -
- 28- الخوئى، ابو القاسم - تفسير البيان، طبع ايران -
- 29- الرازى، فخر الدين - التفسير الكبير -
- 30- زيد بن على الحسين، الامام - مسند الامام زيد، بيروت، دار مكتبة الحياة، 1966م -
- 31- الشافى - الاعتصام -
- 32- الشيرستانى - كتاب الملل والنحل، طبع لندن -
- 33- على الرضى، الامام - مسند الرضى (طبع مع مسند الامام زيد)، بيروت، دار مكتبة الحياة، 1966م -
- 34- الطبرسى - الاحتجاج، طبع ايران -
- 35- عبد البارى الفرغى على، العلامة - حاشية السراجى -
- 36- عبد الباقي، الفرغى على، العلامة - تكملة "خير العمل فى تراجم علماء فرغى محل للعلامة بحر العلوم الكهنوى -
- 37- عبد القادر الجيلانى، الشيخ السيد - غنية الطالبين -
- 38- على القارى، الحنفى - شرح الشفاء -
- 39- على القارى، الحنفى - شرح الفقه الاكبر -
- 40- على القارى، الحنفى - المرقاة شرح المشكوة، طبع الهند -
- 41- عياض، القاضى - كتاب الشفاء -
- 42- الكلىنى، ابو جعفر محمد بن يعقوب - الجامع الكافى (اصول الكافى، فروع الكافى، كتاب

الروضہ وغیرہ) طبع لکھنؤ، نول کشور، 1302ھ۔

43- مالک بن انس، امام دارالجمرة۔ الموطا، بیروت، دارالانفاس، 1971م۔

44- معصوب الزبیری۔ کتاب نسب قریش۔

45- نور بخش، الامام سید محمد۔ فقہ الاحوط للامامیۃ النورانیہ۔

46- نوری الطبری، حسین بن محمد اتقی۔ فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب

الارباب، طبع ایران۔

47- ولی اللہ، الشاہ المحدث الدہلوی۔ المسوی، شرح الموطا، دہلی، 1293ھ۔

فہرست المراجع (فارسی)

48- اقبال، علامہ محمد۔ کلیات اقبال، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز۔

49- ثناء اللہ پانی پتی، قاضی۔ مالا بدمنہ، طبع ہند۔

50- ثمنی، سید روح اللہ۔ کشف اسرار، طبع ایران، 15 ربیع الثانی 1363ھ۔

51- سپہر کاشانی، میرزا محمد تقی۔ تاریخ التواریخ، طبع ایران۔

52- شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ ازالۃ الخفاء عن خلافتہ الخلفاء،

بریلی، طبع صدیقی، 1286ھ۔

53- شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ تفہیمات الہیہ، طبع ہند۔

54- شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین، دہلی، طبع مجبائی،

1370ھ۔

55- شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ وصیت نامہ، کانپور، مطبع مسیحی باہتمام محمد مسیح الزمان،

1273ھ۔

56- شاہ عبد العزیز، محدث دہلوی۔ فتاویٰ عزیزی، دہلی، طبع مجبائی، 1241ھ۔

57- شرحی، دکتر علی۔ تشیع علوی و تشیع صفوی، تہران، دفتر تدوین و تنظیم مجموعہ

آثار دکتر علی شرحی۔

58- شرحی، دکتر علی۔ فاطمہ فاطمہ است، تہران،

سازمان انتشارات حسینہ ارشاد، طبع دوم، تیرماہ، 1356۔

59- شرحی، دکتر علی۔ قاسطین مارقیین ناکشین، تہران، انتشارات قلم، آبان ماہ 1358،

چاپ دوم۔

60- شرحی، دکتر علی۔ ما و اقبال، (مجموعہ آثار شمارہ 5) تیراز، انتشارات الہام، دفتر

تدوین و انتشار مجموعہ آثار برادر شہید دکتر علی شرحی در اروپا۔

61- صفا، دکتر ذبیح اللہ۔ تاریخ ادبیات ایران، طبع تہران۔

62- قزوینی، ملا۔ صافی، شرح اصول کافی، طبع لکھنؤ۔

63- لنگرانی، آیت اللہ فاضل۔ تقیہ مداراتی، مطبوعہ قم۔

64- مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی۔ رد و انقض، طبع ہند۔

65- مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی۔ مکتوبات امام ربانی، طبع ہند۔

66- مجلسی، ملا باقر۔ جلاء العیون، طبع ایران۔

67- مجلسی، ملا باقر۔ حق الیقین، طبع ایران۔

68- مجلسی، ملا باقر۔ حیات القلوب، طبع ایران۔

69- مجلسی، ملا باقر۔ زاد العاد، طبع ایران۔

70- مودودی، مولانا سید ابو الاعلیٰ۔ مبادی اسلام (فارسی ترجمہ دینیات)، یو ایس اے

(کیری، انڈیانا) الاتحاد الاسلامی العالمی للمسلمات العلمیہ۔

71- وزارت ارشاد اسلامی ایران۔ قانون اساسی جمہوری اسلامی ایران، تہران، دبیرخانہ

مجلس بررسی سنائی قانون اساسی، چاپ خانہ مجلس شورای ملی، 1358ھ۔ ق/1399ھ۔ ش۔

فہرست المراجع (اردو)

72- اسرار احمد، ڈاکٹر۔ سانحہ کربلا، لاہور، مرکزی انجمن خدام القرآن، بار ہفتم، مئی

1993ء۔

73- اسرار احمد، ڈاکٹر۔ شہید مظلوم، لاہور، مرکزی انجمن خدام القرآن، بار دہم،

اگست 1992ء۔

74- انظر علی ندیم، قاری۔ کیا شیعہ مسلمان ہیں؟، گلگت، تحریک تحفظ اسلام۔

75- اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ۔ صحابہ کرام (رضی) مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے

آئینے میں، لاہور، مکتبہ نبویہ، 1991ء۔

- 91- شیرازی، آیت اللہ ناصر مکارم (جماعت علماء ایران)۔ تفسیر نمونہ، اردو ترجمہ از مولانا سید صفدر حسین نجفی، لاہور، مصباح القرآن ٹرسٹ، (جلد اول ایڈیشن پنجم، ذی قعدہ 1409ھ۔ جلد دوم، ایڈیشن چہارم، رمضان 1408ء۔ و جلد سوم، ایڈیشن سوم، ذی قعدہ 1409ھ)۔
- 92- عباسی، علامہ سید محمود احمد۔ خلافت معلویہ و یزید، کراچی، مکتبہ محمود، لیاقت آباد، طبع چہارم، مئی 1962ء۔
- 93- غلام احمد، قاری مفتی۔ انوار قمریہ، لاہور، طبع اول، اپریل 1991ء۔
- 94- فرمان علی، مولوی۔ اردو ترجمہ قرآن، لاہور، المامیہ کتب خانہ۔
- 95- فریدی، نسیم احمد۔ تجلیات ربانی، لکھنؤ، کتب خانہ الفرقان۔
- 96- فیض احمد (ایمضاء پیر سید غلام معین الدین گیلانی)۔ مقالات مرضیہ المعروف بہ لغوخلات مرہ، لاہور، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز، جلدی الثانی 1394ھ / جولائی 1974ء۔
- 97- مطہری، آیت اللہ سید مرتضیٰ۔ نہضت ہائے اسلامی در صد سالہ اخیر، اردو ترجمہ از ڈاکٹر ناصر حسین نقوی، بنام بیسویں صدی کی اسلامی تحریکیں، راولپنڈی، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، نومبر 1980ء۔
- 98- مقبول احمد، دہلوی۔ اردو ترجمہ قرآن مع ضمیمہ، دہلی، مقبول پریس، 1915ء۔
- 99- مودودی، مولانا سید ابوالاعلیٰ۔ تفہیم القرآن، لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت، جلد سوم، طبع ششم، جلدی الثانی 1393ھ / جولائی 1973ء۔
- 100- مودودی، مولانا سید ابوالاعلیٰ۔ خلافت و ملوکیت، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، اپریل 1980ء۔
- 101- موسوی، ڈاکٹر موسیٰ۔ اشیہ و تصحیح، اردو ترجمہ از ابو مسعود آل امام بعنوان "اصلاح شیعہ"، طبع پاکستان، فروری 1991ء۔
- 102- نجفی، مولوی غلام حسین۔ سم مسوم فی جواب نکاح ام کلثوم، طبع پاکستان۔
- 103- نجفی، مولوی غلام حسین۔ قول مقبول فی اثبات وحدت بنت رسول (ص)، طبع پاکستان۔
- 104- ندوی، مولانا سید ابوالحسن علی۔ نقوش اقبال، کراچی، مجلس نشریات اسلام،

- 76- امیر علی، جسٹس سید۔ روح اسلام (اردو ترجمہ سپرٹ آف اسلام از محمد ہادی حسین)، دہلی، اسلامک بک سنٹر۔
- 77- بریلوی، مولانا احمد رضا خان۔ احکام شریعت، طبع ہند۔
- 78- بریلوی، مولانا احمد رضا خان۔ ردالرفضہ، طبع ہند، 1320ھ۔
- 79- بلخی، مولانا افتخار احمد۔ تاریخ افکار و علوم اسلامی (اردو ترجمہ "الثقافہ الاسلامیہ" للعلامہ راغب البلیخ)، لاہور، اسلامک ہیلی کیشنز لینڈ، جلد اول، اشاعت دوم، جولائی 1976ء۔
- 80- جاڑا، مولوی حسین بخش۔ مناظرہ بغداد، طبع پاکستان۔
- 81- جعفر حسین، مفتی۔ نبع البلاغہ مع اردو ترجمہ و حواشی، لاہور، المامیہ ہیلی کیشنز، ناصر پرنٹرز، اکتوبر 1988ء۔
- 82- حائری، ڈاکٹر شہلا۔ چاہت کا قانون (اردو ترجمہ "لاء آف ڈیزائر" از عبدالستار طاہر)، مطبوعہ لاہور، ماہنامہ قوی ڈائجسٹ، مارچ 1993ء۔
- 83- حائری، مرزا حسن احقانی۔ مصباح العقائد (اردو ترجمہ)، پاکستان، مبلغ اعظم اکیڈمی۔
- 84- خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران۔ اتحاد و یکجہتی امام خمینی کی نظر میں، ملتان، خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی، بدون تاریخ۔
- 85- خمینی، سید روح اللہ۔ توضیح المسائل، اردو ترجمہ از مولانا سید صفدر حسین نجفی، لاہور، المامیہ ہیلی کیشنز، محرم 1407ھ۔
- 86- دیوبند۔ اہدای الفتاویٰ، طبع دیوبند، جلد چہارم۔
- 87- ڈھکو، مولوی محمد حسین۔ تجلیات صداقت، چکوال، انجمن حیدری۔
- 88- سنبھلی، مولانا عتیق الرحمن۔ واقعہ کرپلا اور اس کا پس منظر، ملتان، میسون ہیلی کیشنز، 1994ء۔
- 89- سیالوی، علامہ محمد قمر الدین۔ مذہب شیعہ، لاہور، اردو پریس میکلوز روڈ، مکتبہ ضیاء شمس الاسلام، سیال شریف، 1377ھ۔
- 90- شاہ عبدالعزیز، محدث دہلوی۔ فتاویٰ عزیز، اردو ترجمہ، طبع دہلی۔

1396ھ / 1976ء۔

- 105۔ نعمانی، مولانا محمد منظور۔ ایرانی انقلاب، امام خمینی اور شیعیت، لاہور، مکتبہ مدنیہ۔
- 106۔ نعمانی، مولانا محمد منظور۔ خمینی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ، حصہ اول و دوم مع ضمیمہ جلت، طبع لاہور۔
- (مبنی بر خصوصی اشاعت ماہنامہ "الفرقان" لکھنؤ، دسمبر 1987ء۔ جولائی 1988ء)۔
- 107۔ نقوی، مولانا سید علی نقی۔ مذہب شیعہ ایک نظر میں، لاہور، امامیہ مشن پاکستان ٹرسٹ، 1969ء (ضمیمہ رسالہ "پیام عمل" مارچ 1969ء)۔
- 108۔ نقوی، مولانا سید منظور حسین۔ تحفۃ العوام (کامل جدید)، لاہور، کتب خانہ اثنا عشری، چھٹا ایڈیشن، نومبر 1967ء۔

- 109۔ عربی مجلہ "التوحید" تہران، ذوالقعدہ، ذوالحجہ 1410ھ۔
- 110۔ سہ ماہی اور نیشنل کالج میگزین، پنجاب یونیورسٹی لاہور، فروری 1925ء۔
- 111۔ مجلہ "فجر" اسلام آباد، شمارہ 18 ربیع الاول 1405ھ، رائیژنی فرہنگی سفارت جمہوری اسلامی ایران۔
- 112۔ مجلہ وحدت اسلامی، اسلام آباد، شمارہ 11، جلد 1، محرم 1404ھ، سفارت جمہوری اسلامی ایران در پاکستان۔
- 113۔ روزنامہ "جنگ" لاہور۔

فہرست المراجع (انگریزی)

- 114۔ Gansen, G.H. -- Militant Islam,
New York, Harper and Row Publishers, 1979.
- 115۔ Haris, Muhammad. A. -- The Great Umayyad,
Karachi, Pakistan Printing Works.
